# فتاویٰ نوریہ

فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز

شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

امام ابن ہمام کی وہ ابحاث جو منقول کے خلاف ہوں معتبر نہیں ص ۲۵۷

البحث فی المنقول غیر مقبول ص ۲۵۷

زاہدی مصنف قنیہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوشہ چین ص ۲۵۷

marfat.com

Marfat.com

بلغ العلى بكماله

كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله

صلوا عليه وآله

Marfat.com

الله نور السموات والأرض

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم صدق الله العظيم

١٤٠١

Marfat.com

يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللّٰهُ

يُفْتِيكُمْ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

# فتاویٰ نوریہ

## جلد اوّل

تصنیف


شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری

بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور


ترتیب وتدوین


استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

رحمہ اللہ تعالیٰ



ناشر

شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ


Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| کتاب | ----- | فتاویٰ نوریہ |
| جلد | ----- | اوّل |
| تصنیف | ----- | فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ |
| ترتیب وتدوین | ----- | مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ |
| ترتیب نو | ----- | (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری |
| اشاعت اوّل | ----- | ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء |
| اشاعت دوم | ----- | ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء |
| اشاعت سوم | ----- | ربیع الاول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء |
| اشاعت چہارم | ----- | صفر المظفر ۱۴۱۸ھ/جون ۱۹۹۷ء |
| اشاعت پنجم | ----- | جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ/اگست ۲۰۰۳ء |
| صفحات | ----- | ۷۹۲ |
| مطبع | ----- | |
| ناشر | ----- | شعبہ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ<br>بصیر پور (اوکاڑا) |
| قیمت | ----- | ۳۵۰ روپے |


Marfat.com

# نقش آغاز

منعم حقیقی (جل جلالہ) کا بے حد و حساب شکر اور قاسم نعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ حجتہ الاسلام سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف "فتاویٰ نوریہ" کے پہلے حصے کا پانچواں ایڈیشن منظر عام پر آ رہا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور فتویٰ نویسی کا کام للہیت و اخلاص کے ساتھ پچاس سال تک انجام دیا۔۔۔ اس دوران آپ کے بعض فتوے رجسٹروں میں نقل کیے جاتے رہے اور بہت سے فتاویٰ سائل کی عجلت یا ناقل کی عدم موجودگی کے باعث محفوظ نہ رکھے جا سکے۔۔۔۔ اس طرح آپ کے وصال (۱۹۸۳ء) تک "فتاویٰ نوریہ" کے قلمی نسخے کی پانچ جلدیں تیار ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ برادر گرامی شیخ الفقہ و الحدیث علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری کی روح مقدسہ پر کروڑوں رحمتیں نچھاور کرے جنہوں نے ان غیر مرتب فتووں کی تدوین و تبویب کی طرف توجہ فرمائی۔۔۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں "فتاویٰ نوریہ" کی پہلی جلد اور ۱۹۷۷ء میں دوسری جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔۔۔ تیسری جلد کی تدوین کا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالک حقیقی نے آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔۔۔ شکر اللہ مساعیہ۔

آپ کے وصال کے بعد بقیہ جلدوں کی تدوین کی ذمہ داری احقر کے حصے میں آئی چنانچہ تیسری جلد ۱۹۸۳ء میں اور چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں ۱۹۹۰ء میں منظر عام پہ آئیں۔۔۔۔ جلد ۲ تا ۶ میں درج ذیل ابواب آ گئے ہیں۔

زکوۃ، عشر، روزہ، رویت ہلال، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح، طلاق، ظہار، ذبح اور حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر، حظر و اباحت، بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت، فرائض (احکام میراث) عقائد، تفسیر، حدیث وغیرہ۔۔۔

زیر نظر حصہ طہارت، اوقاف (مساجد وغیرہا) کتاب الصلوۃ، اوقات، اذان، امامت، مباحات و مفسدات نماز، قرات، وتر و نوافل، سجدہ سہو، نماز مسافر، جمعہ و عیدین، جنازہ وغیرہ ابواب پر مشتمل ہے ۔۔۔۔ ان ابواب سے متعلق بعض اہم مسائل اور نادر تحقیقات فتاویٰ نوریہ جلد ششم میں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔



Marfat.com

"فتاویٰ نوریہ" کے اس حصے میں ۱۷۴ استفتاءات کے جوابات ہیں جن میں علماء و دانشور حضرات کے استفتاءات کی تعداد ۲۷ ہے --- گویا فتویٰ طلب کرنے والوں کی ایک تہائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے --- اس جلد میں سات عدد مستقل رسائل ہیں:

۱--- عقود العساجد لعمار المساجد ۱۵۵ تا ۱۸۳

مسجد کے کسی حصے کو مسجد سے خارج کرنا حرام ہے

۲--- تنویر فیئی الزوال بنور عدل فیئی الزوال ۲۲۳ تا ۲۳۲

ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

۳--- ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ ۲۳۳ تا ۲۴۴

نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جا سکتی ہے

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

۴--- تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین ۲۷۷ تا ۳۰۱

جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

۵--- مکبر الصوت ۳۶۳ تا ۴۲۷

۶--- ضمیمہ مکبر الصوت ۴۲۷ تا ۴۵۵

لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

۷--- انوار المتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ "فکادولہ" ۶۱۸ تا ۶۵۴

جمعہ، عرس، فاتحہ خلف الامام، طعام پر ختم، ساتواں، چہلم، مزارات پر گنبد بنانے، چراغ جلانے اور استمداد اولیاء وغیرہ مسائل پر مشتمل رسالہ

مجموعی طور پر اس حصے میں ۶۰۰ سے زائد فقہی جزئیات کا مدلل بیان ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس جلد کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا جس کے آغاز میں کتب ماخذ کے صرف نام درج تھے جب کہ فہرست مسائل آخر میں تھی --- ۱۹۸۱ء میں جب دوسرا ایڈیشن چھپا تو اس میں مختصر حالات مصنف و مرتب کا اضافہ کیا گیا اور فہرست آخر کی بجائے ابتدا میں لگا دی گئی ---

۱۹۹۱ء میں ترتیب نو کے ساتھ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس میں حسب ذیل ترامیم کی گئیں:



Marfat.com

● پہلے ایڈیشنوں میں کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں --- اس ایڈیشن میں صحت و درستی کی مقدور بھر سعی کی گئی۔

● بعض مقامات پر ضروری حوالہ جات اور مفید تعلیقات کا اضافہ کیا گیا۔

● فہرست کی زبان عام فہم بنانے کی سعی کی گئی --- نیز کالموں کی بجائے اس کی نئی خوبصورت کتابت کرائی گئی۔

● آغاز میں صاحب فتاویٰ و مرتب فتاویٰ کے قدرے مفصل حالات شامل کر دیئے گئے

● ترتیب میں ممکنہ حد تک حسن پیدا کیا گیا۔

● یہ اہتمام کیا گیا کہ ہر باب اور رسالہ نئے صفحے سے شروع ہو۔ اسی طرح ابواب کے اردو میں عنوانات قائم کر دیئے گئے۔

● کتاب کے آخر میں "فہارس" کے عنوان سے تین فہرستوں کا اضافہ کیا گیا۔

۱---- فہرست آیات کریمہ

۲---- فہرست احادیث مبارکہ

۳---- فہرست مآخذ و مراجع

ان فہرستوں میں فتاویٰ میں درج آیات، احادیث اور کتب حوالہ کی تفصیل ہے۔ مآخذ میں صرف وہی کتابیں درج کی گئی ہیں جن سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود انکی تعداد ۲۱۷ تک جا پہنچتی ہے۔

ان فہرستوں سے حضرت فقیہ اعظم کی وسعت مطالعہ، قرآن و حدیث سے استنباط و استشہاد اور محنت و ژرف نگاہی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ کی زیر نظر جلد کے فتوے مختلف ادوار میں تحریر کیے گئے مگر آیات مرتب کرنے پر یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس میں قرآن مجید کے ہر پارے سے کوئی نہ کوئی اقتباس ضرور لیا گیا ہے۔

زیر نظر جلد کی اشاعت میں جن حضرات نے معاونت فرمائی، ان کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

● مولانا محمد لطف اللہ نوری اشرفی نے پروف ریڈنگ کی اور اصل کتب سے مراجعت کے



Marfat.com

بعد مآخذ و مراجع کی نہایت جامع فہرست مرتب کی جس میں مصنف، مطبع، سن اشاعت اور مصنف کے سن وصال وغیرہ کی تفصیل درج ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث کی فہرست بھی ان ہی کی مرتب کردہ ہے۔

- مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے فہرست کو عام فہم بنایا۔
- مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی نے جزوی طور پر پروف ریڈنگ کی۔
- مولانا محمد یوسف نوری بھڈالوی اور مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفےٰ نوری نے بڑی محنت اور دل جمعی سے پیسٹنگ کی اور اسے حسن صوری سے آراستہ کیا۔ نیز مو خر الذکر نے جملہ طباعتی امور بڑی لگن اور دلچسپی سے انجام دیئے۔
- کتابت مولانا شاہ محمد چشتی نے کی جب کہ مولانا عزیز احمد نوری اس کے لئے ممد و معاون رہے۔
- علامہ احمد علی قصوری اور پروفیسر خلیل احمد نوری نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی۔

اور یوں فتاویٰ کا یہ حسین گلدستہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو اپنی بے کراں نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

ہم نے اس جلد کی تصحیح و تزئین کی مقدور بھر کوشش کی ہے تاہم اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے ہماری کوتاہی پر محمول کیا جائے۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ کا پانچواں ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

اللہ رب العزت جل و علا اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے صاحب فتاویٰ نوریہ کے درجات بلند فرمائے اور جادۂ حق کے مسافروں کو آپ کے علمی فیضان سے مستفیض و مستنیر ہونے کی توفیق بخشے اور فتاویٰ نوریہ کے نور کو عام فرمائے ـــ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ـــ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و صحبہ اجمعین ـــ

محمد محب اللہ نوری



Marfat.com

# فہرست

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| فہرست مسائل | ۱۱ | تا | ۵۲ |
| تقریظ سعید | ۵۵ | تا | ۵۶ |
| مجدد وقت | ۵۷ | تا | ۶۰ |
| ایک انقلاب آفریں کتاب | ۶۱ | تا | ۶۴ |
| حیات فقیہ اعظم | ۶۵ | تا | ۱۰۷ |
| تعارف مرتب | ۱۰۸ | تا | ۱۱۰ |
| فتاوی نوریہ | ۱۱۱ | تا | ۷۳۴ |
| فہرست آیات کریمہ | ۷۳۷ | تا | ۷۵۰ |
| فہرست احادیث شریفہ | ۷۵۱ | تا | ۷۷۶ |
| مآخذ و مراجع | ۷۷۷ | تا | ۷۸۸ |

Marfat.com

# فہرست

## مسائلِ فتاوٰے نوریہ۔ جلد اوّل



| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| | **کتاب الطہارۃ ــــــــ ۱۱۱ــ۱۳۴** | |
| ۱۱۳ | غسل خانہ میں بوقتِ غسل وضو جائز ہے۔ | ۱ |
| ۱۱۳ | اس وضو کے ساتھ نماز جائز ہے۔ | ۲ |
| ۱۱۳ | بوقتِ غسل ننگے جسم کلمۂ طیبہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ | ۳ |
| ۱۱۴ | وضو کے لئے نیت شرط نہیں۔ | ۴ |
| ۱۱۵ــ۱۱۴ | نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے لئے وضو یا تیمم کیا تو اس سے باقی نمازیں جائز ہیں۔ | ۵ |
| ۱۱۶ | وضو اور غسل کے لئے نیت شرط نہیں۔ | ۶ |
| ۱۱۶ | نمازِ جنازہ میں قہقہہ مفسدِ وضو نہیں، باقی تمام نمازوں میں مفسدِ نماز و وضو ہے۔ | ۷ |
| ۱۲۳ | ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کے فضائل۔ | ۸ |
| ۱۲۳ | وضو پر وضو، نورٌ علیٰ نور ہے۔ | ۹ |
| ۱۲۵ | ہوا خارج ہونے کی وجہ سے استنجا کرنے اور شلوار دھونے کی ضرورت نہیں۔ | ۱۰ |
| ۱۲۶ | پھولا یا پھٹا ہوا یا بہتے ہوئے خون والا جانور کنوئیں سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے۔ | ۱۱ |
| ۱۲۶ | کنواں اگر چشمہ دار ہے تو تمام موجود پانی کا اندازہ کر کے اتنی مقدار میں نکالا جائے۔ | ۱۲ |
| | اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کنوئیں میں جانور کب گرا ہے تو تین دن رات کی نمازیں | ۱۳ |





Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | قضا کریں اور جو کپڑے وغیرہ دھوئے ہوں پاک کیے جائیں۔ | ۱۲۶ |
| ۱۴ | کنوئیں میں پاخانہ گرا تو پہلے وہ نکالا جائے، پھر قدرے کیچڑ، پھر تمام پانی۔ | ۱۲۷ |
| ۱۵ | جب جانور مر کر مٹی ہو جائے تو صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ | ۱۲۷ |
| ۱۶ | ایسا روڑا یا پرانا جوتا جس کے پلید ہونے کا شبہ ہے، کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ | ۱۲۹ |
| ۱۷ | پلید شَے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت باقی ہے۔ | ۱۲۹ |
| ۱۸ | حلال جانور کنوئیں میں گر جائے تو جب تک اس پر یقیناً نجاست نہ ہو، پلید نہیں ہوتا۔ | ۱۲۹ |
| ۱۹ | اگر کنوئیں میں پلید چیز کے وقوع کا یقین ہے تو وہ چیز نکال کر تمام پانی نکالا جائے | ۱۲۹ |
| ۲۰ | اگر وہ شے کنوئیں میں گم ہو جائے تو تمام پانی نکالنے سے کنواں اور وہ چیز دونوں پاک ہو جائیں گے۔ | ۱۲۹ |
| ۲۱ | تنور میں کتا گرا، اگر چربی وغیرہ اس پر لگی ہوئی ہے یا بدبو آتی ہے تو تنور پلید ہے جو آگ سے پاک ہو سکتا ہے۔ | ۱۳۰ |
| ۲۲ | دھوپ یا ہوا سے بدبو زائل ہو جائے تب بھی تنور پاک ہو جائے گا۔ | ۱۳۰ |
| ۲۳ | پلید زمین اگر دھوپ آگ یا ہوا سے خشک ہو جائے اور اس پر نجاست کا اثر نہ رہے تو نماز کے حق میں پاک ہو جاتی ہے۔ | ۱۳۰ |
| ۲۴ | ایسی زمین سے تیمم نہیں ہوتا۔ | ۱۳۰ |
| ۲۵ | خشک ہونے کے سبب سے پاک ہونے والی زمین پانی کے ساتھ تر ہو جائے تو دوبارہ پلید نہیں ہوتی۔ | ۱۳۰ |
| ۲۶ | اگر پلید مٹی سے ہانڈیاں، اینٹیں یا کوزے بنا کر آگ میں پکائے جائیں تو | |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| | پاک ہو جاتے ہیں۔ | ۱۳۰-۱۳۱ |
| ۲۷ | بچے نے تنور میں پیشاب کر دیا یا خبازہ نے پلید پانی سے تر کیا ہوا کپڑا تنور میں پھیرا، پھر روٹیاں لگا دیں، اگر روٹیاں لگانے سے پہلے تنور خشک ہو چکا تھا تو روٹیاں پاک ورنہ پلید۔ | ۱۳۱ |
| ۲۸ | کتا گرنے کی صورت میں اگر تنور کے ساتھ اس کی چربی یا لہو نہیں لگی تو تنور پاک ہے۔ | ۱۳۱ |
| ۲۹ | پلید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کرتا۔ | ۱۳۱ |
| ۳۰ | گندگیوں سے گزر کر ہوا کپڑے کو چھوئے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا۔ | ۱۳۱ |
| ۳۱ | حمام میں نجاست جلانے سے اگر اس کی دیواروں سے عرق کے قطرے گریں تو وہ پلید نہیں۔ | ۱۳۱ |
| ۳۲ | ہر نجس شے قلبِ ماہیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ | ۶۹۷ |
| ۳۳ | گوبر کے اوپلوں سے گرم کئے گئے تنور میں روٹیاں لگانے میں کراہت تنزیہیہ ہے جو پانی چھڑکنے سے زائل ہو جاتی ہے۔ | ۱۳۱-۱۳۲ |
| ۳۴ | احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جائیں۔ | ۱۳۲ |
| ۳۵ | تنور میں روٹیاں پک رہی ہوں، مینڈک گر جائے تو اگر دھوئیں کی بُو یا رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ حرج نہیں۔ | ۱۳۲ |
| ۳۶ | تنور میں گدھا گرا، اگر چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی تو پہلے کی طرح پاک ورنہ ناپاک، جو کھرچنے اور جلانے سے پاک ہو جائے گا۔ | ۱۳۳ |
| ۳۷ | حدیث شریف جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔ | ۱۳۳ |
| ۳۸ | خروجِ وقت سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تب بھی اول وقت میں نماز تیمم کے ساتھ جائز ہے | ۲۱۱ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | **کتاب الوقف** (مساجد وغیرہ) —— ۱۳۵–۲۲۰ | |
| ۳۹ | نئی مسجد تعمیر کر کے پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ | ۱۳۷–۲۶۵ |
| ۴۰ | اگر آبادی ویران ہو جائے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔ | ۱۳۸–۱۵۴، ۱۶۵ |
| ۴۱ | مسجد آسمان کی بلندی اور تحت الثریٰ تک مسجد ہی ہے۔ | ۱۳۸ |
| ۴۲ | اگر موجودہ مسجد قائم رکھیں اور نئی تعمیر کریں جس سے موجودہ غیر آباد ہو تو ناجائز ہے۔ | ۱۳۸–۱۴۲ |
| ۴۳ | اگر گاؤں ویران ہو گیا تو گاؤں والے مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں والی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔ | ۱۳۹ |
| ۴۴ | مسجد میں دوکانیں بنانا، کرایہ پر دینا حرام ہے۔ | ۱۴۰ |
| ۴۵ | مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بسنے کی جگہ بنانا منع ہے۔ | ۱۴۱ |
| ۴۶ | غیر آباد گاؤں کی مسجد کا سامان حاکم اسلام کی اجازت سے کسی نئی یا پرانی مسجد کو لگا سکتے ہیں۔ | ۱۳۹–۱۴۳ |
| ۴۷ | وقف حوض یا وقف رباط غیر آباد کا سامان دوسرے وقف میں منتقل کیا جا سکتا ہے | ۱۳۹–۱۴۳ |
| ۴۸ | دریا سے غرق شدہ مسجد کا بعینہٖ سامان یا اس کی قیمت حاکم شرع کی اجازت سے دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ | ۱۴۴ |
| ۴۹ | مسجد کا مستعمل سامان خرید کر اپنی عمارت میں استعمال کیا جا سکتا ہے مگر ناپاک وحقیر جگہ پر نہ لگایا جائے۔ | ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۹۸ |
| ۵۰ | مسجد کا کوڑا کرکٹ ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے۔ | ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۹۹ |
| ۵۱ | قبرستان کے درخت تعمیر مسجد میں صرف کئے جا سکتے ہیں۔ | ۱۴۵ |
| ۵۲ | مسجد کا پرانا سامان فروخت کر کے اس کے عوض اسی مسجد کے لئے نیا سامان خریدنا جائز ہے۔ | ۱۴۶–۱۴۷، ۱۴۹ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۵۳ | مسجد کے لئے وقف شے چراغ وغیرہ کسی اور جگہ استعمال کرنا منع ہے۔ | ۱۵۰ |
| ۵۴ | مسجد کے چراغ کی روشنی میں مسجد میں کتبِ شرعیہ کا درس دینا تہائی رات تک جائز ہے، اس کے بعد منع ہے۔ | ۱۵۱ |
| ۵۵ | آلاتِ مسجد عاریۃً کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں۔ | ۱۵۱ |
| ۵۶ | خادمِ مسجد امام اور متولی کے گھر کے لئے مسجد کی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے۔ | ۱۵۱ |
| ۵۷ | مسجد کے لئے کوئی چیز زائد از ضرورت آجائے تو اسے بہ شرائط فروخت یا دوسری مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے اور بعض صورتوں میں واقف اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔ | ۱۵۱ |
| ۵۸ | پختہ مسجد بن جانے کی وجہ سے سابقہ کچی مسجد مسمار کرنا منع ہے۔ | ۱۵۲-۱۵۳ |
| ۵۹ | نئی مسجد تعمیر کرکے پہلی مسجد کی جگہ امام کا گھر بنانا ناجائز ہے۔ | ۱۵۳ |
| ۶۰ | رسالہ عقود العساجد لعمار المساجد۔ | ۱۵۵-۱۸۳ |
| ۶۱ | صحن مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنے کے جواز میں مولوی عبدالجبار صاحب کے فتوے کا تفصیلی رد، جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ | ۱۵۷ |
| ۶۲ | فصلِ اوّل نوری جواب سوال۔ | ۱۵۷ |
| ۶۳ | مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا ناجائز ہے۔ | ۱۵۷ |
| ۶۴ | مسجد بجمیع اجزائہ مسجد ہے۔ | ۱۵۸ |
| ۶۵ | ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ الاٰیۃ کا شانِ نزول اگرچہ خاص مگر حکم تمام مساجد کو عام ہے۔ | ۱۵۸ |
| ۶۶ | مسجد میں نماز و عبادت سے روکنا منع ہے۔ | ۱۵۸-۱۵۹ |
| ۶۷ | شعائر اللہ کی تعریف۔ | ۱۵۹ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶۸ | مسجد اور دعا، وقربانی دین کے نشان ہیں۔ | ۱۵۹ |
| ۶۹ | کریمہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع میں تمام مساجد مراد ہیں۔ | ۱۶۰ |
| ۷۰ | ارشادِ باری تعالیٰ ان المسٰجد للہ سے استدلال۔ | ۱۶۱–۱۶۲ |
| ۷۱ | مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت میں حدیثیں۔ | ۱۶۲ |
| ۷۲ | جس کام کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں منع ہے۔ | ۱۶۳ |
| ۷۳ | فضائلِ مسجد میں چند حدیثیں۔ | ۱۶۳–۱۶۵ |
| ۷۴ | ویران مسجد مسجد ہی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ | ۱۶۵–۱۶۶ |
| ۷۵ | مسجد کا فراخ بنانا شارع علیہ السلام کو پسند ہے اس سلسلے میں ایک حدیث شریف | ۱۶۹ |
| ۷۶ | فصل دوم، نوری جوابِ استدلال۔ | ۱۶۹ |
| ۷۷ | مخالف کی اس دلیل کا جواب کہ چونکہ حطیم کو کعبہ سے الگ کیا گیا لہٰذا مسجد کا حصہ اِس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ | ۱۶۹–۱۷۳ |
| ۷۸ | حطیم صرف صورۃً کعبہ شریفہ سے خارج ہے اور شرعاً اِس میں داخل ہے، احادیث سے اِس کا ثبوت۔ | ۱۷۰–۱۷۳ |
| ۷۹ | حطیم کا کعبہ میں داخل ہونا عباراتِ فقہاء سے۔ | ۱۷۱–۱۷۳ |
| ۸۰ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حطیم کو بنائے کعبہ میں داخل نہ کرنے کا عذر احادیث سے۔ | ۱۷۲–۱۷۳ |
| ۸۱ | کنز اور شامی کی عبارت سے استدلالِ مخالف کا جواب۔ | ۱۷۳–۱۷۹ |
| ۸۲ | مسجد میں گزرگاہ مسجد ہی ہے لہٰذا جُنبی وغیرہ کا گزرنا منع ہے۔ | ۱۷۴ |
| ۸۳ | بوجہ عذر جو مسجد سے گزرے، تحیۃ المسجد پڑھے۔ | ۱۷۵ |
| ۸۴ | متعدد مرتبہ گزرنے والے کو دن بھر میں صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھنی کافی ہے۔ | ۱۷۵ |
| ۸۵ | مسجد سے گزرنا جائز ہے مگر بلا ضرورت گزرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ | ۱۷۶ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۸۶ | عبارتِ مذکورہ کا دوسرا جواب۔ | ۱۷۷-۱۷۶ |
| ۸۷ | صحنِ مسجد کو عرف میں مسجد کہا جاتا ہے بلکہ بعض احکام میں وہ حکماً مسجد ہے۔ | ۱۷۷ |
| ۸۸ | مسجد میں راستہ بنانے کے جواز و عدمِ جواز کے بارے میں فقہائے کرام کی عبارتیں اور ان میں بہترین تطبیق۔ | ۱۷۸-۱۷۷ |
| ۸۹ | مخالف کی تیسری دلیل اور اس کا جواب۔ | ۱۸۰-۱۷۹ |
| ۹۰ | مسجد یا کسی اور وقف زمین کی بیع و تملیک کے منع ہونے کا ثبوت از عباراتِ فقہاء و احادیثِ طیبہ۔ | ۱۸۰-۱۷۹ |
| ۹۱ | امام محمد علیہ الرحمہ کا قول عود الی ملک البانی مرجوح ہے۔ | ۱۸۰ |
| ۹۲ | مخالف کی چوتھی دلیل اور اس کا ردّ۔ | ۱۸۲-۱۸۱ |
| ۹۳ | وقف کرتے وقت اگر واقف شرط کرے کہ جب چاہوں اس زمین کو اپنی دوسری زمین سے تبدیل کر لوں گا تو یہ وقف و شرط دونوں صحیح ہیں۔ | ۱۸۱ |
| ۹۴ | اگر واقف فوت ہو جائے تو شرطِ استبدال دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ | ۱۸۱ |
| ۹۵ | مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں شرطِ استبدال معتبر ہے اور مسجد میں اگر یہ شرط ہے تو باطل متصوّر ہوگی۔ مسجد مسجد ہی رہے گی۔ | ۱۸۲-۱۸۱ |
| ۹۶ | وقف میں یہ شرط معتبر نہیں کہ اس میں فلاں قوم نماز پڑھے، فلاں نہ پڑھے۔ | ۱۸۲ |
| ۹۷ | مخالف کی پانچویں دلیل اور اس کا رد۔ | ۱۸۳-۱۸۲ |
| ۹۸ | وقف کے شرائط سے ہے کہ بوقتِ وقف واقف کا ملک ہو۔ | ۱۹۳-۱۸۲ |
| ۹۹ | غیر واقف متولّی اگر کسی وقف حویلی کو مسجد میں داخل کرے تو وہ حقیقۃً مسجد نہیں بنتی، اسے دوبارہ حویلی بنانا جائز ہے۔ | ۱۸۳ |
| ۱۰۰ | تعمیرِ مسجد کے بعد ضروریاتِ مسجد سے امام اوّل نمبر پر ہے۔ | ۱۸۴ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۰۱ | تعمیر مسجد سے فارغ رقم سے امام کا مکان بنانا جائز ہے، یونہی دیگر ضروریات پانی، چٹائی وغیرہ میں بھی وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔ | ۱۸۴ |
| ۱۰۲ | مولانا سید مفتی مسعود علی قادری علیہ الرحمہ کے ایک فتوٰی کی نقل کہ عیسائیوں کا چندہ مسجد پر لگانا جائز ہے۔ | ۱۸۶ |
| ۱۰۳ | مذکورہ فتوٰے پر نظر ثانی کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں مرسلہ خط کی نقل۔ | ۱۸۸-۱۸۷ |
| ۱۰۴ | مسجد قدس چونکہ نصارٰے کا قبلہ ہے لہٰذا اس پر باقی مساجد کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ | ۱۸۷ |
| ۱۰۵ | نصارٰے کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنے کا حیلہ۔ | ۱۸۸ |
| ۱۰۶ | فقیر مالِ زکوٰۃ کا مالک بننے کے بعد اسے تعمیر مسجد میں خرچ کرسکتا ہے۔ | ۱۸۸ |
| ۱۰۷ | مذکورہ خط کے جواب میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا خط۔ | ۱۸۹ |
| ۱۰۸ | مفتی صاحب کے خط کا جواب۔ | ۱۹۰-۱۸۹ |
| ۱۰۹ | جعلت لی الارض مسجدا (الحدیث) کے حکم سے نصارٰی کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جائز ہے۔ | ۱۹۰ |
| ۱۱۰ | نصارٰے کی تعمیر کردہ مسجد کو حکم مسجد ہے یا نہیں، اس کی دو صورتیں ہیں۔ | ۱۹۰ |
| ۱۱۱ | مسجد کے لئے حکومت نے رعایتی زمین دی تو یہ بیع درعایت درست ہے اور ملکِ مشتری ثابت ہوجائے گا۔ وقف کرنے کا اختیار مشتری کو ہے۔ | ۱۹۲-۱۹۱ |
| ۱۱۲ | سرکاری زمین میں انجمن کو بلا تصفیہ مسجد تعمیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تعمیر ہوجائے تو نماز اس میں جائز ہے۔ | ۱۹۵-۱۹۴ |
| ۱۱۳ | حکومت کو چاہیے کہ رعایتی نرخ پر وہ زمین انجمن کو فروخت کردے۔ | ۱۹۵ |
| ۱۱۴ | اراضی متروکۂ غیر مسلم میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے اور وہ شرعی مسجد ہوگی، اس پر خرچ کرنے کا | |




Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| ۱۹۷ | وہی ثواب ہے جو دیگر مساجد پر خرچ کرنے کا ہے۔ | |
| ۲۰۰ | اراضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواتر ثابت ہے۔ | ۱۱۵ |
| ۲۰۰ | للفقراء الذین احصروا (الآیۃ) میں طلباء کرام پر خرچ کرنے کا حکم۔ | ۱۱۶ |
| ۲۰۱ | گوردوارے کا سامان مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔ | ۱۱۷ |
| ۲۰۲ | ایک آدمی نے اپنی زمین کے دو ٹکڑوں میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا، چھوٹے کو متعلق وقف لکھا جسے بعد میں فروخت کر کے اس کی قیمت بڑے ٹکڑے پر صرف کر دی تو بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز و صحیح و لازم ہے۔ | ۱۱۸ |
| ۲۰۳ | لزومِ وقف پر امام ابو یوسف کے قول پر فتوےٰ ہے۔ | ۱۱۹ |
| ۲۰۳ | چھوٹے ٹکڑے کے فروخت سے بڑے کے وقف ہونے کو نقصان نہیں پہنچا۔ | ۱۲۰ |
| ۲۰۵ | تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا وقف کرنا جائز و صحیح ہے۔ | ۱۲۱ |
| ۲۰۵ | اس منقول کا وقف جو غیر منقول کے تابع ہے، جائز ہے۔ | ۱۲۲ |
| ۲۰۵ | واقف کی طرف سے مختارِ کل وصی بنانا مشروع و جائز ہے، اس کیلئے تحریر ضروری نہیں۔ | ۱۲۳ |
| ۲۰۶ | وصی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حقِ تولیت نہیں۔ | ۱۲۴ |
| ۲۰۶ | وصی کے اختیارات قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔ | ۱۲۵ |
| ۲۰۶ | وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔ | ۱۲۶ |
| ۱۲۵ | گاڑی میں نماز کے دوران قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ | ۱۲۷ |
| ۱۲۵ | بیمار و کمزور نہیں تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ | ۱۲۸ |
| ۲۰۸ | چلتی گاڑی، چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں چلتیں۔ | ۱۲۹ |
| ۲۰۸ | بحکمِ احادیث و کتبِ فقہ کشتی میں نمازِ فرض ادا ہو سکتی ہے۔ | ۱۳۰ |
| ۲۰۸ | کشتی کنارہ کے قریب ہو اور اتر سکتا ہو تب بھی اس میں نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ | ۱۳۱ |




Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| ۲۰۸ | کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔ | ۱۳۲ |
| ۲۰۸ | چلتی کشتی جوازِ نماز میں بمنزلہ زمین ہے، اپنے سوار کے حق میں کمرہ کی طرح ہے۔ | ۱۳۳ |
| ۲۰۹ | چلتی ریل بھی سوار کے حق میں بمنزلہ زمین وکمرہ ہے۔ | ۱۳۴ |
| ۲۰۹ | فقہائے کرام نے ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو جوازِ نمازِ فرائض کی تصریح فرمادی۔ | ۱۳۵ |
| ۲۱۰ | ریل رواں میں نماز کا جواز شرطِ اتحادِ مکان کے منافی نہیں۔ | ۱۳۶ |
| ۲۱۰ | کشتی یا ریل میں نماز سمت قبلہ کی طرف شروع کرے اور اگر وہ سمتِ قبلہ سے پھر جائے تو نمازی بھی قبلہ کی طرف پھر جائے۔ | ۱۳۷ |
| ۲۱۰ | وہ عوارض جن کی وجہ سے ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔ | ۱۳۸ |
| ۲۱۰ | ان عذروں سے بعض ریل کے مسافروں کو بھی غالباً لاحق ہوتے ہیں لہٰذا ریل گاڑی پر نماز بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ | ۱۳۹ |
| ۲۱۱ | مسافرِ ریل کو نماز کے لئے انتظارِ اسٹیشن لازم نہیں۔ | ۱۴۰ |
| ۲۱۱ | مذکورہ عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں جانور پر فرض نماز جائز ہے اگرچہ خروجِ وقت سے پہلے زوالِ عذر کی امید ہو۔ | ۱۴۱ |
| ۲۱۲ | بحری وہوائی جہازوں میں نماز جائز ہے۔ | ۱۴۲ |
| ۱۲۵ | ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے۔ | ۱۴۳ |
| ۲۱۶ | معتکف مسجد میں حجامت بنوا سکتا ہے ہاں مسجد میں بال اور ناخن نہ گرنے پائیں۔ | ۱۴۴ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱۴۵ | مسجد میں نعت خوانی جائز بلکہ مستحب و مسنون ہے۔ | ۲۱۶ |
| ۱۴۶ | حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر وہ کھڑے ہوکر کفار کے رد میں اشعار پڑھتے۔ | ۳۱۶ |
| ۱۴۷ | مسجد میں مباح دنیوی گفتگو نیکیوں کو نقصان دیتی ہے اور ہنسی مذاق ظلم ہے۔ | ۲۱۹ |
| ۱۴۸ | مسجد میں جھوٹی قسمیں اٹھانا سخت حرام ہے اور اس کا استحلال کفر ہے۔ | ۳۵۲ |
| | **(کتاب الصلوٰۃ) باب الاوقات ۲۲۲-۲۶۶** | |
| ۱۴۹ | وقت نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جزو سببِ وجوب ہے جس کے ساتھ ادا متصل ہو۔ | ۲۱۱ |
| ۱۵۰ | غفلت دور کرنے کے لئے اذان کے بعد تثویب جائز و مستحسن ہے۔ | ۲۱۲ |
| ۱۵۱ | ممانعتِ تثویب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔ | ۲۱۳ |
| ۱۵۲ | سایہ اصلی اور فیئ الزوال کے بیان میں عربی رسالہ "تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال"۔ | ۲۳۲-۲۲۳ |
| ۱۵۳ | وقتِ ظہر کے اختتام میں صاحبین اور امام اعظم رضی اللہ عنہم میں اختلاف۔ | ۲۲۶ |
| ۱۵۴ | کتبِ شروح سے فیئ الزوال کی تعریف اور اس پہ اشکال۔ | ۲۲۷-۲۲۶ |
| ۱۵۵ | فیئ الزوال کی صحیح تعریف۔ | ۲۲۷ |
| ۱۵۶ | فیئ الزوال کی اضافت اور الزوال کے لام کی تحقیق۔ | ۲۲۸-۲۲۷ |
| ۱۵۷ | الدائرۃ الہندیہ کی تشریح۔ | ۲۳۰-۲۲۸ |
| ۱۵۸ | اصلی سایہ معلوم کرنے کا طریقہ۔ | ۲۳۱-۲۳۰ |
| ۱۵۹ | سایہ اصلی پہچاننے کا ایک اور آسان طریقہ۔ | ۲۳۲-۲۳۱ |
| ۱۶۰ | بوقت ضحوۃ الکبرٰی نماز کے جواز میں رسالہ "ابدار البشرٰی بقبول الصلوٰۃ فی | |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | الضحوۃ الکبریٰ"۔ | ۲۶۵-۲۳۳ |
| ۱۶۱ | نمازِ عید میں حقیقی نصف النہار ہو جائے تو فاسد ہو جائے گی۔ | ۲۳۹ |
| ۱۶۲ | ضحوۃ الکبریٰ میں نمازِ عید اور باقی نمازیں بلاشبہ یقیناً جائز ہیں۔ | ۲۳۹ |
| ۱۶۳ | آیاتِ شریفہ سے استدلال۔ | ۲۴۱-۲۳۹ |
| ۱۶۴ | کسی واقعی عذر سے نماز میں تاخیر ہو جائے تو آخر وقت میں ادا کرنا جائز ہے احادیث سے استدلال۔ | ۲۴۰ |
| ۱۶۵ | متعدد احادیث بمع کتب شرح حدیث سے ان کی توضیح و تشریح۔ | ۲۴۸-۲۴۱ |
| ۱۶۶ | نصوصِ فقہیہ سے استدلال۔ | ۲۵۴-۲۴۸ |
| ۱۶۷ | قبل زوال تک نمازِ عید کا وقت باقی رہنے کے متعلق نصوصِ فقہیہ۔ | ۲۵۲-۲۵۱ |
| ۱۶۸ | رؤیتِ ہلال کی شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نمازی جمع نہ ہو سکیں یا ابر تھا اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی تو دوسرے دن پڑھی جائے۔ | ۲۵۲ |
| ۱۶۹ | امام نے بلا وضو نمازِ عید پڑھی، زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہوا تو دوسرے دن پڑھے۔ | ۲۵۲ |
| ۱۷۰ | چودھویں صدی سے پہلے کی کسی کتاب میں یہ بالتخصیص نہیں ملا کہ انتہائے وقتِ عید ضحوۃ الکبریٰ ہے۔ | ۲۵۲ |
| ۱۷۱ | روزہ پر نماز کا قیاس درست نہیں۔ | ۲۵۴ |
| ۱۷۲ | برجندی، قہستانی کا قول۔ | ۲۵۶ |
| ۱۷۳ | اس قول کے نو جوابات۔ | ۲۶۲-۲۵۶ |
| ۱۷۴ | نماز کے آخری وقت میں جس میں صرف اللہ اکبر کہا جا سکتا ہے بچہ بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لائے یا حائض و نفساء پاک ہو جائے یا دیوانہ ہوش پائے تو بالشرط نماز واجب ہو جاتی ہے۔ | ۲۵۹ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ١٧٥ | جبرئیل امین نے عرض کی کہ میرے لا نعم عرض کرنے کی مدت میں سورج آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کر گیا ہے۔ | ٢٦٢ |
| ١٧٦ | بعض صورتوں میں ضحوۂ کبریٰ ہونے کے بعد نمازِ عید کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ | ٢٦٤ |
| ١٧٧ | وضاحت کے لئے اِس مسئلہ کی چند مثالیں۔ | ٢٦٤ |
| ١٧٨ | طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک قبل از نمازِ فجر اور بعد از نمازِ فجر کسی بھی فوت شدہ فرض نماز کی قضائی دی جا سکتی ہے۔ | ٢٦٥ |
| | **باب الاذان ——— ٢٦٧-٣٠٧** | |
| ١٧٩ | ولد الزنا کی اذان جائز ہے۔ | ٢٦٩ |
| ١٨٠ | ریش بریدہ فاسق ہے اس کی اذان مکروہ ہے۔ | ٢٦٩ |
| ١٨١ | اذان مسجد سے باہر کہی جائے۔ | ٢٧٠ |
| ١٨٢ | جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے ہاں اگر مسجد بناتے وقت مسجد کے اندر ہی اذان کے لئے جگہ مقرر کر لی جائے تو جائز ہے۔ | ٢٧٢ |
| ١٨٣ | مسئلۂ اذانِ ثانی کی قدرے تفصیل۔ | ٢٧٣ |
| ١٨٤ | اذانِ ثانی کا جواب اور اس کے بعد دعا جائز ہے۔ | ٢٧٤-٢٧٥ |
| ١٨٥ | خطبہ شروع ہونے سے پہلے غیر دنیاوی کلام بلا کراہت جائز ہے۔ | ٢٧٥ |
| ١٨٦ | جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب اور اس اذان میں نامِ پاک آنے پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں نہایت مدلل و مبرہن رافعِ اشکالات رسالہ "تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین" | ٢٧٧-٣٠٢ |
| ١٨٧ | ان اذانوں کا جواب بھی دینا چاہئے جو کسی نماز کے لئے نہ ہوں جیسے اذانِ نومولود۔ | ٢٨٣ |
| ١٨٨ | متعدد افراد کا بیک وقت اذان کہنا۔ | ٢٩٩-٣٠٠ |
| ١٨٩ | اذان وغیرہ میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سنکر انگوٹھے چومنا | |






Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | اصلاً مباح اور نیتِ تعظیم سے مستحب و عبادت ہے۔ | ۳۰۵ |
| ۱۹۰ | حدیثِ پاک لا تثوب فی غیرها کے جوابات۔ | ۲۱۳ |
| ۱۹۱ | منعِ تثویب کا حکم معلول بہ علتِ خاصہ وجوداً و عدماً ہے، جواب تمام نمازوں کے حق میں موجود ہے۔ | ۲۱۳-۲۱۴ |
| ۱۹۲ | استحبابِ تثویب کے ثبوت میں فقہاءِ کرام کی عبارتیں۔ | ۲۱۴ |
| ۱۹۳ | حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے تثویب پر ناراض ہونے کی وجہ۔ | ۲۱۴ |
| ۱۹۴ | اذان، وعظ اور تلاوت میں تلحین ناجائز ہے اگر ہو تو ان کا سننا جائز نہیں۔ | ۲۱۳ |
| ۱۹۵ | بوقت تکبیر حی علی الفلاح سے پہلے بیٹھنا ضروری نہیں۔ | ۳۰۲ |
| | **باب الامامۃ ——— ۳۰۹-۲۹۳** | |
| ۱۹۶ | جھوٹ بولنے، جھوٹی شہادت دینے اور سود لینے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ | ۳۱۵ |
| ۱۹۷ | بلا وجہ جماعت سے روکنا اور مصلے باہر پھینکنا بہت بڑا ظلم ہے۔ | ۳۱۷ |
| ۱۹۸ | جو شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا۔ | ۳۱۹ |
| ۱۹۹ | امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بولنے والے، چوری گداگری کرنے اور فتنہ آمیز تعویذ دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ | ۳۱۹ |
| ۲۰۰ | حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل جاننے والے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ واجب الاعادہ ہے۔ | ۳۲۰ |
| ۲۰۱ | میاں بیوی کے جھگڑے وغیرہ ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ | ۳۲۲ |
| ۲۰۲ | لڑکیوں کے عوض روپیہ لینے والے اور باپ کے بے فرمان کی امامت مکروہ تحریمیہ ہے۔ | ۳۲۳ |
| ۲۰۳ | زید نے اپنی منکوحہ لڑکی کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کی وجہ سے اپنے پاس ٹھہرایا تو اس صورت میں اس کی امامت بلا شبہ جائز ہے۔ | ۳۲۳ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۲۰۴ | قاذف، جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے، اگر توبہ کرے اور جس پر بہتان زنا لگایا ہے اس سے معافی لے لے تو امامت درست ہو جائے گی۔ | ۳۲۵ |
| ۲۰۵ | بکر پر تہمتِ زنا لگی لیکن ثبوت نہ ہوا تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔ | ۳۲۵ |
| ۲۰۶ | زید نے اپنے پیشوا کے حق میں جو شعر پڑھے ہیں اگر اس کا پیشوا سنی عالم عارف ہے تو وہ شعر درست اور اس کی امامت صحیح ورنہ شعر حرام اور امامت وخطابت غیر صحیح۔ | ۳۲۶ |
| ۲۰۷ | علاج کے لئے باؤلے کتے کا جگر نکالنے والے کی امامت کا حکم۔ | ۳۲۷ |
| ۲۰۸ | داڑھی منڈوانے والے، زناکار اور نمازیں قضا کرنے والے کو امام بنانا ناروا و گناہ ہے | |
| ۲۰۹ | ایسا امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمہ ہے۔ | ۳۲۸ |
| ۲۱۰ | انگریزی تعلیم اور اوورسیر ہونا امامت سے مانع نہیں۔ | ۳۲۸ |
| ۲۱۱ | امام مسجد نے لاعلمی میں ایک عورت کو طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ | ۳۲۹ |
| ۲۱۲ | دھوکہ باز اور جھوٹا شخص امامت کے لائق نہیں طاقت والوں پر لازم کہ اسے سے الگ کر دیں۔ | ۳۳۲ |
| ۲۱۳ | احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت اور اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحابِ اقتدار کا اسے امام بنا دینا ناجائز و ظلمِ مبین ہے۔ | ۳۳۴ |
| ۲۱۴ | غیر مستحق امامت کو امام بنا دیا جن نمازیوں کے اختیار میں نہیں ان کی نمازیں جائز ہیں البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں۔ | ۳۳۵ |
| ۲۱۵ | حدیث شریف صلوا خلف کل بر وفاجر اور ائمہ جور کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نماز پڑھنے سے مسئلہ مذکورہ پر استدلال۔ | ۳۳۵-۳۳۷ |
| ۲۱۶ | کتب علم عقائد سے استدلال۔ | ۳۳۷-۳۳۸ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۱۷ | کتبِ فقہ سے استدلال۔ | ۳۳۸-۳۴۱ |
| ۲۱۸ | فاسق کی (مجبوراً) اقتدار سے ثوابِ جماعت حاصل ہو جاتا ہے گو متقی امام کی اقتدار جیسا نہیں۔ | ۳۳۹ |
| ۲۱۹ | اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدار حاصل کر سکتا ہے تو دوسری مسجد میں جانا بہتر ہے۔ | ۳۳۹ |
| ۲۲۰ | قصداً بلا عذر ایک یا متعدد نمازیں قضا کرنے والا فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے۔ | ۳۴۴ |
| ۲۲۱ | بوجہ مجبوری گداگری کرنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر غیر ہی ہے۔ | ۳۴۶ |
| ۲۲۲ | داڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ | ۳۴۶-۳۴۷ |
| ۲۲۳ | داڑھی منڈوانے والا امام بنے تو اصل فرض ساقط ہو جاتا ہے گو نماز سخت مکروہ ہے۔ | ۲۵۳ |
| ۲۲۴ | قابلِ امامت نہ ملنے کی صورت میں ایسے آدمی کی اقتدار کرنا جس کی داڑھی قبضہ سے کم ہو، صحیح و جائز ہے۔ | ۳۴۷ |
| ۲۲۵ | صورتِ مذکورہ میں اقتدار انفراد سے اولیٰ ہے بلکہ اگر نمازِ جمعہ ہے تو اقتدار ضروری ہے۔ | ۳۴۸ |
| ۲۲۶ | امام کی داڑھی اگر ابھی تک پوری ہوئی ہی نہ ہو یا خلقۃً سرے سے اتری ہی نہ ہو یا کتروانے والا تائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ | ۳۴۹ |
| ۲۲۷ | خشخاشی داڑھی والے کی اقتدار سے پرہیز چاہیے۔ | ۳۵۰ |
| ۲۲۸ | داڑھی منڈوانے یا مشت سے کم ترشوانے والے کی اقتدار مکروہ ہے مع تفصیلِ کراہت۔ | ۳۵۲-۳۵۳ |






Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| ۳۵۳ | اپنے جیسے فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنے کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الاعادہ ہے۔ | ۲۲۹ |
| ۳۵۳ | اگر قدرتی طور پر داڑھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہوا ہو، ابھی داڑھی اتری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔ | ۲۳۰ |
| ۳۵۴ | داڑھی مشت سے کم کرانی حرام ہے اسیاہ خضاب بھی ناجائز ہے، جس میں یہ جرم ہوں اسے امام نہ بنایا جائے۔ | ۲۳۱ |
| ۳۵۹-۳۵۵ | بالغ اَمرد کی امامت کے بارے میں متعدد استفسارات | ۲۳۲ |
| ۳۵۹ | بدعقیدہ، گستاخ اور ختمِ نبوت کے منکر کی امامت فرض و نفل کسی میں جائز نہیں | ۲۳۳ |
| ۳۶۰ | دوکاندار امامت کرسکتا ہے۔ | ۲۳۴ |
| ۳۶۲ | ایسا شخص جس کے مردانہ عضو کے درمیان سوراخ ہے، پیشاب بھی اسی سے کرتا ہے اور کوئی عورتوں والی علامت اس میں نہیں وہ خنثیٰ نہیں ہے مرد ہے، اس کی امامت درست ہے۔ | ۲۳۵ |
| ۳۵۹ | عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ | ۲۳۶ |
| ۳۵۹ | اکیلا لڑکا ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو۔ | ۲۳۷ |
| ۱۲۵ | امام کے پیچھے صرف ایک بالغ اور نابالغ ہو تو نماز جائز ہے، بالغ اگر زیادہ ہوں تب بھی ایک بچہ ساتھ کھڑا ہوگا۔ | ۲۳۸ |
| ۶۲۶ | مقتدی کے لئے مطلقاً قرآن پاک پڑھنا منع ہے نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے، نہ دوسری سورت۔ | ۲۳۹ |
| ۱۸۵ | قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور ہدیہ و امداد کے دینی جائز ہیں۔ | ۲۴۰ |
| ۴۵۵-۳۶۳ | لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر نماز پڑھانے کے جواز میں محققانہ رسالہ "مکبر الصوت"۔ | ۲۴۱ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۲۴۲ | متعدد اصول و مسائل فقہیہ میں کار آمد نہایت مفید بارہ مقدمات۔ | ۳۷۰-۳۹۸ |
| ۲۴۳ | صوت و صدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ۔ | ۳۷۵-۳۷۹ |
| ۲۴۴ | لاوڈ سپیکر سے سنی گئی آواز متکلم کی اپنی ہی آواز ہے۔ | ۳۷۹ |
| ۲۴۵ | اقتدائے حقیقی کی تعریف۔ | ۳۸۱ |
| ۲۴۶ | اقتدائے صوری کی تعریف۔ | ۳۸۱ |
| ۲۴۷ | موافقت صوریہ بلا نیت اقتدا مفسد نہیں۔ | ۳۸۱ |
| ۲۴۸ | مسبوق باقی رکعتیں بھول گیا اور ساتھی کو دیکھ کر نماز پوری کی تو اس کی نماز صحیح ہے۔ | ۳۸۲ |
| ۲۴۹ | مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز میں حقیقۃً و حکماً منفرد ہوتا ہے۔ | ۳۸۲ |
| ۲۵۰ | مسبوق اپنی باقی نماز میں کسی کی اقتدا نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا کوئی مقتدی بن سکتا ہے یہ اقتدا مفسد نماز ہے۔ | ۳۸۲ |
| ۲۵۱ | نمازی کا غیر امام سے آیت سجدہ سننے کے متعدد احکام۔ | ۳۸۲-۳۸۳ |
| ۲۵۲ | آیت سجدہ پڑھنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔ | ۳۸۳ |
| ۲۵۳ | مسافر امام نے مقیم مقتدیوں کو چار رکعتیں پڑھائیں تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہے البتہ اگر پچھلی دو رکعتوں میں انہوں نے مفارقت کا ارادہ کرلیا تو اگرچہ صوری اقتدار کرتے رہے، ان کی نماز درست ہے۔ | ۳۸۴ |
| ۲۵۴ | مکبر کی متابعت متابعت صوریہ ہے۔ | ۳۸۵ |
| ۲۵۵ | یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں دو امام ہوں۔ | ۳۸۵ |
| ۲۵۶ | مقتدی کی اقتدا جائز نہیں۔ | ۳۸۵ |
| ۲۵۷ | نمازی کسی عارضے کے سبب سے کوتاہی کر رہا ہو یا کرنے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں اسے ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی بھی اس ہدایت کے مطابق | |




Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
| --- | --- | --- |
| ۳۹۰-۳۸۵ | اصلاح نماز کرسکتا ہے۔ | |
| ۳۸۸ | امام مسافر جب نماز قصر سے سلام پھیرے تو نمازیوں کو کہے اتموا صلوتکم الخ۔ | ۲۵۸ |
| ۳۸۸ | امام مسافر کے سلام کے بعد مقیم مقتدی منفرد کے حکم میں ہوتے ہیں۔ | ۲۵۹ |
| ۴۰۳-۳۹۹ | تفصیلِ جواب وصل اوّل اثباتِ جواز۔ | ۲۶۰ |
| ۳۹۹ | سپیکر کے ذریعہ انتقالاتِ امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نماز جائز ہے۔ | ۲۶۱ |
| ۴۰۲-۳۹۹ | قرآن وسنت اور عباراتِ فقہاء سے استدلال۔ | ۲۶۲ |
| ۴۰۲ | ہمارے فقہائے کرام کی یہ ٹھوس کرامتیں ہیں کہ ایجادِ سپیکر سے صدیوں پہلے وضاحت فرما گئے۔ | ۲۶۳ |
| ۴۰۳-۴۰۲ | عبارتِ شامی میں بسماع او رؤیۃ ای من الامام او المکبر سے اشتباہ کا تفصیلی جواب۔ | ۲۶۴ |
| ۴۰۳-۴۰۲ | اگر صدا سے انتقالاتِ امام پر مطلع ہوکر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو اہالیانِ اسلام مسجدوں کے گنبد ومحراب نہ بناتے۔ | ۲۶۵ |
| ۴۱۹-۴۰۳ | وصل دوم شبہاتِ عدمِ جواز کا رد۔ | ۲۶۶ |
| ۴۰۸-۴۰۴ | شبہ اقتدا من لم یدخل فی الصلوٰۃ کا جواب۔ | ۲۶۷ |
| ۴۰۷ | حاشیہ میں اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی متعدد عبارتوں کی نقل جن سے ثابت کہ فونوگراف کی آواز بعینہٖ اصل آواز ہے۔ | ۲۶۸ |
| ۴۰۹ | شبہ تلقن من الخارج کا جواب۔ | ۲۶۹ |
| | مقتدی آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماع سے امام ومقتدی کوئی بھی سجدہ | ۲۷۰ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | نہ کرے نہ نماز میں نہ فارغ ہونے پر۔ | ۴۰۹ |
| ۲۷۱ | شبہہ (جہر مفرط مفسد صلوٰۃ ہے) کا جواب۔ | ۴۱۰-۴۱۴ |
| ۲۷۲ | مکبروں کے چلا کر تکبیریں کہنے کے مفسد ہونے کی وجہ۔ | ۴۱۱ |
| ۲۷۳ | رسالہ مکبر الصوت میں استفتاء ۲ جس میں مستفتی نے نماز میں استعمال سپیکر کے چھ مفاسد ذکر کیے ہیں۔ | ۴۱۶ |
| ۲۷۴ | استفتاء ۲ کا جواب، پہلے مفسدہ کا رد۔ | ۴۱۸ |
| ۲۷۵ | مبلغ کا قائم کرنا عبادت مقصودہ نہیں۔ | ۴۱۹ |
| ۲۷۶ | نماز میں اقامت مبلغ کو طریقہ مسنونہ کہنا درست نہیں۔ | ۴۲۱ |
| ۲۷۷ | جہر امام مسنون ہے۔ | ۴۲۲ |
| ۲۷۸ | جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بننا یا بنانا بے جا ہے۔ | ۴۲۲ |
| ۲۷۹ | دوسرے مفسدہ کا رد۔ | ۴۲۲ |
| ۲۸۰ | تیسرے مفسدہ کا رد۔ | ۴۲۲ |
| ۲۸۱ | نماز میں اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون ہے۔ | ۴۲۲ |
| ۲۸۲ | چوتھے مفسدہ کا رد۔ | ۴۲۳ |
| ۲۸۳ | پانچویں اور چھٹے مفسدہ کا رد۔ | ۴۲۴ |
| ۲۸۴ | نماز میں استعمال سپیکر کے چھ فوائد۔ | ۴۲۵-۴۲۶ |
| ۲۸۵ | ضمیمہ مکبر الصوت۔ | ۴۲۷-۴۵۵ |
| ۲۸۶ | ولا تجهر بصلاتك الخ کا شان نزول۔ | ۴۲۸-۴۲۹ |
| ۲۸۷ | اس شان نزول کے پیش نظر تشریح آیت کی صورت اول جو مانعین کی دلیل بنتی ہے۔ | ۴۲۹ |






Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۸۸ | جن مفسرین نے تشریحِ مذکور فرمائی ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔ | ۴۲۹ |
| ۲۸۹ | آیتِ مذکورہ کی تشریح کی دوسری صورت جو مثبتِ مدّعا ہے۔ | ۴۳۱-۴۳۰ |
| ۲۹۰ | عبارتِ فقہاء سے اِس تشریح کا ثبوت۔ | ۴۳۱ |
| ۲۹۱ | تفاسیر سے تشریحِ مذکور کا ثبوت۔ | ۴۳۳ |
| ۲۹۲ | آیتِ مذکورہ واحادیث مرفوعہ سے بالخصوص جہرِ قوی کا ثبوت۔ | ۴۳۴ |
| ۲۹۳ | احادیثِ موقوفہ وعباراتِ فقہاء سے ثبوت۔ | ۴۳۷-۴۳۵ |
| ۲۹۴ | سراج وہاج کی عبارت اذا جهر فوق الحاجة فقد اساء کا جواب۔ | ۴۳۹-۴۳۷ |
| ۲۹۵ | گنبددار مساجد سے اثبات۔ | ۴۳۹ |
| ۲۹۶ | صدا سے سنی گئی آیتِ سجدہ سے سجدہ واجب نہ ہونے سے جو شبہہ پڑتا ہے، اس کا رد۔ | ۴۴۰ |
| ۲۹۷ | اِس شبہہ کا جواب کہ استعمالِ سپیکر سنتِ مستمرہ کا خلاف ہے (قیامِ مبلغین سنتِ مستمرہ نہیں) | ۴۴۴-۴۴۱ |
| ۲۹۸ | سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے۔ | ۴۴۶ |
| ۲۹۹ | وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے۔ | ۴۴۷ |
| ۳۰۰ | اِس شبہہ کا جواب کہ سپیکر استعمال کرنے کی صورت میں نزدیک والے مقتدی دوہری آواز سنتے ہیں لہٰذا یہ مکروہ ہے۔ | ۴۵۱ |
| ۳۰۱ | اس شبہہ کا جواب کہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز میں سپیکر استعمال نہ کیا جائے۔ | ۴۵۲ |
| ۳۰۲ | اِس شبہہ کا ازالہ کہ اگر سپیکر دورانِ نماز بند ہو جائے تو دور والوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی۔ | ۴۵۳ |
| ۳۰۳ | اِس شبہہ کا ازالہ کہ سپیکر ایجادِ کفار اور ان کی مجالسِ کفریہ میں استعمال ہوتا ہے۔ | ۴۵۴ |
| ۳۰۴ | نماز میں استعمالِ سپیکر کے متعلق استفتاء جس میں تین اشکالات مذکور ہیں: | |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | ۱۔ اقتدا رمن لم یدخل ۲۔ صدائے آیتِ سجدہ سننا ۳۔ جہر مفرط۔ | ۴۵۵ |
| ۳۰۵ | فاعلِ مختار کا وہ کام جو کسی آلۂ غیر مختار کے ذریعہ انجام پائے فاعلِ مختار کا کام ہی شمار ہوتا ہے۔ | ۴۵۶ |
| ۳۰۶ | اسرافیل کی آواز کرنا کے ذریعہ سنائی جائے گی، اس کے باوجود یتبعون الداعی فرمایا گیا۔ | ۴۵۷ |
| ۳۰۷ | آیت ولا تجهر سے دورانِ نماز استعمالِ سپیکر کے عدمِ جواز پر استدلال کا جواب۔ | ۴۵۹-۴۶۵ |
| ۳۰۸ | سپیکر کے متعلق مختصر استفتاء اور اس کا جواب۔ | ۴۶۶ |
| ۳۰۹ | نمازِ عیدین یا جمعہ وغیرہ میں سپیکر اور مکبرین دونوں کا انتظام ہو تو کیا حکم ہے؟ (استفتاء) | ۴۶۷ |
| ۳۱۰ | ماہنامہ نوری کرن کے بارہ سوالات اور ان کے جوابات (استفتاءات) | ۴۷۳-۴۹۱ |
| ۳۱۱ | اجتماعِ نمازِ عیدین وجمعہ میں استعمالِ سپیکر کے متعلق استفتاء۔ | ۴۹۱ |
| | **باب ما یجوز فی الصلوٰۃ وما لا یجوز ــــــ ۴۹۳-۵۲۲** | |
| ۳۱۲ | سنیوں کے ساتھ ضد کی وجہ سے آمین اونچی کہنا سخت حرام ہے۔ | ۴۹۷ |
| ۳۱۳ | بوجہ ضد بلند آواز سے آمین کہنا باقی نمازیوں کے خشوع میں بھی نقص ڈالتا ہے۔ | ۴۹۷ |
| ۳۱۴ | اشتمال الصماء کی تفسیر اور اس سے نہی۔ | ۴۹۹ |
| ۳۱۵ | کمبل اوڑھ کر بائیں جانب شانے پر ڈالی جائے تو یہ اشتمال الصماء میں داخل نہیں۔ | ۵۰۰ |
| ۳۱۶ | ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ | ۵۰۱ |
| ۳۱۷ | لباس ستر پہنکر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ | ۵۰۱ |
| ۳۱۸ | لباس ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعثِ زینت بنے، مسنون و مستحسن ہے۔ | ۵۰۱ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳۱۹ | بلا وجہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ | ۵۰۲ |
| ۳۲۰ | بحالتِ نماز اگر ٹوپی گر جائے تو عملِ قلیل سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے۔ | ۵۰۲ |
| ۳۲۱ | عمامہ بمع ٹوپی یا صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پہننا، تینوں طریقے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ | ۵۰۴-۵۰۳ |
| ۳۲۲ | عمامہ بمع ٹوپی پہنکر نماز پڑھنے کے بارے مستفتی کی نقل کردہ حدیث کسی کتاب میں نہیں ملی۔ | ۵۰۵ |
| ۳۲۳ | مطلقاً عمامہ پہنکر نماز پڑھنے کی فضیلت میں دو ضعیف حدیثیں۔ | ۵۰۵ |
| ۳۲۴ | حدیث "ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں" کی بحث۔ | ۵۰۹-۵۰۶ |
| ۳۲۵ | قادری ٹوپی، ترکی ٹوپی، جناح کیپ علامتِ اسلام ہیں۔ | ۵۰۷ |
| ۳۲۶ | گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعارِ کفر ہیں، ممنوع ہیں۔ | ۵۰۷ |
| ۳۲۷ | فقہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ بھی نہیں کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی ضروری ہے۔ | ۵۰۸ |
| ۳۲۸ | فضائلِ دعا۔ | ۵۱۰ |
| ۳۲۹ | تین مرتبہ دعا مسنون ہے۔ | ۵۱۲-۵۱۱ |
| ۳۳۰ | ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔ | ۵۱۳-۵۱۲ |
| ۳۳۱ | نماز کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔ | ۵۱۳ |
| ۳۳۲ | نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔ | ۵۱۳ |
| ۳۳۳ | نماز میں امام کو تخفیف کرنی چاہیے۔ | ۵۱۶ |
| ۳۳۴ | دعا وغیرہ کو اتنا لمبا نہیں کرنا چاہیے کہ مقتدی اکتا جائیں۔ | ۵۱۸ |
| ۳۳۵ | استفتاء، گھڑی کا چین سٹیل یا رولڈ گولڈ وغیرہ کسی دھات کا پہننا کیسا ہے اور | |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | پہنکر نماز کا کیا حکم ہے؟ | ۵۱۹ |
| ۳۳۶ | لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کو چین کی ممانعت پر دلیل بنانا درست نہیں۔ | ۵۲۰ |
| ۳۳۷ | یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا شعار ہے لہٰذا چین منع ہے بے جا ہے۔ | ۵۲۰ |
| ۳۳۸ | گھڑی کا چین لوہے، تانبے، پیتل کا جائز ہے۔ | ۵۲۲ |
| ۳۳۹ | سونے چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چین ناجائز نہیں۔ | ۱۲۴ |
| ۳۴۰ | جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ فلاں کام اسی وقت میرے ذمہ فرض ہے تو طاقت ہوتے ضرور کرے اگرچہ نماز میں ہو۔ | ۳۸۰-۳۸۱ |
| ۳۴۱ | نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر جائے۔ | ۳۸۱ |
| ۳۴۲ | کسی کو چھت سے گر لے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ ہو اور اس نے نمازی کو فریاد کردی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔ | ۳۸۱ |
| ۳۴۳ | نابینا کسی اور سمت تحری سے نماز شروع کر دے، بعد ازاں کوئی اسے قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کی نماز جائز ہے۔ | ۳۸۸ |
| ۳۴۴ | مریض بوجہ غلبۂ مرض رکوع سجود اور رکعتوں کا خیال نہیں رکھ سکتا تو اگر کوئی اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے اور وہ اس کے مطابق ادا کرتا جائے تو نماز جائز ہوسکتی ہے۔ | ۳۸۹ |
| ۳۴۵ | لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ | ۳۹۴ |
| ۳۴۶ | وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکر حاصل ہوجائے لیکن وہ تکلم نہ کرے، مفسدِ نماز نہیں۔ | ۳۹۴ |
| ۳۴۷ | کسی غیر کے کہنے یا آنے سے نمازی کا وہ کام کرنا جو جزوِ نماز نہیں مفسدِ | |




Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
| --- | --- | --- |
| ۳۹۵ | نماز نہیں جبکہ وہ کام قلیل ہو۔ | |
| ۳۹۶ | نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔ | ۳۴۸ |
| ۳۹۶ | نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تسبیح سے روک سکتا ہے۔ | ۳۴۹ |
| ۳۹۶ | نمازی کا پوچھنے والے کو انگلیوں کے اشارے سے بتانا کہ اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں مفسدِ نماز نہیں۔ | ۳۵۰ |
| ۳۹۷-۳۹۶ | نمازی سر کے ساتھ ہاں یا نہیں کا اشارہ کر سکتا ہے۔ | ۳۵۱ |
| ۳۹۸ | کسی بات کا لفظوں میں جواب دینا مفسدِ نماز ہے مگر جہاں حدیثِ پاک سے بغرضِ اصلاح نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں۔ | ۳۵۲ |
| ۳۹۸ | اذکار (سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ) اگر بغرضِ جواب بولے تو نماز فاسد ورنہ نہیں۔ | ۳۵۳ |
| ۳۹۸ | وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں مطلقاً مفسد ہے۔ | ۳۵۴ |
| | **باب القراءۃ ــــــــ ۵۲۳ ــــ ۵۵۰** | |
| ۵۲۷-۵۲۵ | بڑی سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے قرآن و احادیث و فقہ سے استدلال۔ | ۳۵۵ |
| ۵۲۶ | فاتحہ کے بعد سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ | ۳۵۶ |
| ۵۲۸ | نماز میں فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا واجب مگر مقتدیوں کو ممنوع ہے۔ | ۳۵۷ |
| ۵۲۸ | فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔ | ۳۵۸ |
| ۱۲۵ | نمازِ فرض چونکہ اصل میں دو دو رکعت فرض ہوئی تھی لہٰذا آخری رکعتوں میں قراءت ضروری نہیں۔ | ۳۵۹ |
| ۵۲۸ | فاتحہ کے بعد مکمل سورت پڑھنا ضروری نہیں۔ | ۳۶۰ |
| ۵۳۵ | افضل یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھی جائے۔ | ۳۶۱ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳۶۲ | نماز میں دوران قرارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ | ۵۳۶ |
| ۳۶۳ | بعد از فاتحہ قرارت میں کوئی آیت دوبارہ پڑھی جائے تو نماز بلا کراہت درست ہے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ | ۵۳۸ |
| ۳۶۴ | ان تتبعون الا رجلا کی جگہ ان ھذہ الا رجلا پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو گئی | ۵۳۹ |
| ۳۶۵ | فرائض کی پہلی رکعت میں بعد والی اور دوسری رکعت میں اول کی سورت اگر قصداً پڑھی تو مکروہ ہے، نوافل و سنن میں مکروہ نہیں۔ | ۵۴۰ |
| ۳۶۶ | وتروں کی پہلی دو رکعتوں میں پچھلی اور تیسری میں پہلی سورت قصداً پڑھنا مکروہ ہونا چاہیے۔ | ۵۴۱ |
| ۳۶۷ | تراویح میں جب قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورۂ بقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔ | ۵۴۱ |
| ۳۶۸ | قد رمات جو زبہ الصلوٰۃ کے بعد امام آیت چھوڑ کر دوسری کی طرف منتقل ہو جائے اور کوئی مقتدی لقمہ دے دے تو تحقیق یہ ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ امام لقمہ لے یا نہ لے۔ | ۵۴۲ |
| ۳۶۹ | معاذ اللہ انہ ربی کے بجائے معاذ اللہ ربی انہ پڑھا گیا تو نماز درست ہے البتہ اگر قصداً پڑھا تو اچھا نہیں۔ | ۵۴۴ |
| ۳۷۰ | قاری کے بھولنے کی چند صورتوں کی وضاحت۔ | ۵۴۴-۵۴۶ |
| ۳۷۱ | سورۂ مزمل پڑھتے ہوئے جب خیر التجدوہ تک پہنچا تو آخر سورہ جمعہ خیر من اللھو الآیۃ پڑھ لیا، اس کی آٹھ صورتیں ہیں، تمام میں نماز درست ہے۔ | ۵۴۷ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۳۷۲ | پہلی رکعت میں سورۂ صف اور دوسری میں البقرۃ کا رکوع پڑھا، اگر قصداً کیا تو مکروہ ورنہ نہیں۔ | ۵۴۹-۵۵۰ |
| ۳۷۳ | نمازی کا قراءۃ میں بھول جانا اور غیر نمازی کا لقمہ دینا اس کی متعدد صورتوں کا بیان بمع وضاحتِ فساد و عدمِ فسادِ نماز۔ | ۳۹۱-۳۹۳ |
| ۳۷۴ | نمازی قرآن کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ | ۳۹۳ |
| ۳۷۵ | حافظ جو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے، دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ | ۳۹۳ |
| | **باب الوتر والنوافل ——— ۵۵۱-۵۸۱** | |
| ۳۷۶ | مستحب یہ ہے کہ ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ | ۵۵۳ |
| ۳۷۷ | ہر ترویحہ کے بعد چار رکعتوں کی مقدار ٹھہرنا مستحب ہے، اس وقت تسبیح پڑھے یا قرآن کریم یا نفل یا چپ رہے۔ | ۵۵۴ |
| ۳۷۸ | نمازِ تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔ | ۵۵۴ |
| ۳۷۹ | ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت کی ابتدا میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھا جائے اور باقی سنتوں اور نفلوں میں پڑھا جائے۔ | ۵۵۶ |
| ۳۸۰ | اگر تراویح اکٹھی چار رکعت پڑھی جائیں تو پہلے التحیات پر درود شریف اور تیسری رکعت میں سبحانک اللھم الخ پڑھا جائے۔ | ۵۵۷ |
| ۳۸۱ | محققین کے نزدیک جمعہ کی پچھلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود پاک اور تیسری رکعت کی ابتدا میں ثنا و تعوذ پڑھا جائے۔ | ۵۵۸ |
| ۳۸۲ | افضل یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں بیک سلام پھر دو سنتیں پڑھی جائیں۔ | ۵۵۸ |
| ۳۸۳ | فرض عشاء کی جماعت سے رہ جانے والا وتروں کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ | ۵۵۹-۵۶۴-۵۶۶ ۵۶۸-۵۷۱ |
| ۳۸۴ | اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ | ۵۶۱ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۳۸۵ | دیر سے آنے کے باعث اگر بیس تراویح پوری نہیں کر سکا تو جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔ | ۵۶۶-۵۷۱ |
| ۳۸۶ | تراویح کا وقت فرضِ عشاء کے بعد صبحِ صادق تک وتر سے پہلے اور پیچھے ہے۔ | ۵۹۷ |
| ۳۸۷ | ایسی کوئی حدیث نہیں کہ نمازِ تراویح میں جبرائیل سامع ہوتے تھے، ایک دن وہ نہ آئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح نہ پڑھائی۔ | ۷۳۴ |
| ۳۸۸ | کسی معتمد کتاب میں یہ نہیں کہ بلا سامع نمازِ تراویح نہیں ہوتی۔ | ۷۳۴ |
| ۳۸۹ | نمازِ تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری نہیں۔ | ۳۴۴ |
| ۳۹۰ | نفل، سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ نمازِ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام اللیل کی۔ | ۳۴۴ |
| ۳۹۱ | فجر کی سنتیں دوسری تمام سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں، حدیث فجر کی سنتیں ترک نہ کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔ | ۱۲۱ |
| ۳۹۲ | اجلّہ صحابہ و تابعین فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک ستون یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں ادا فرماتے تھے۔ | ۱۲۲ |
| ۳۹۳ | یہ ضروری ہے کہ سنتِ فجر کی وجہ سے جماعت کلی طور پر فوت نہ ہو۔ | ۱۲۲ |
| ۳۹۴ | مسئلہ مذکورہ میں دلیلِ مخالف اذا اقیمت الصلوۃ (الحدیث) کا جواب۔ | ۱۲۲ |
| ۳۹۵ | تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کو فرائض و سنن و نوافل میں ادا کرنا اور اس کے علاوہ دیگر متعلقہ احکام کا تفصیلی فتوٰے۔ | ۵۷۴ |
| ۳۹۶ | جنب، محدث، مجنون، نائم، سکران، صبی، حائض، نفساء بلکہ کافر آیتِ سجدہ پڑھے تو سامع پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ | ۴۵۰ |
| ۳۹۷ | نفلی نماز کی جماعت اگر تداعی کے بغیر ہو تو مکروہ نہیں۔ | ۹۶۱-۹۷۳ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| | **باب سجدۃ السہو ——— ۵۸۳-۵۹۷** | |
| ۳۹۸ | نمازِ جمعہ و عیدین میں ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے، قولِ متاخرین کی وضاحت۔ | ۵۸۶ |
| ۳۹۹ | فاتحہ کے بعد سورت یا اس کے عوض آیات اگر سہواً نہ پڑھی جائیں تو نماز ہوگئی البتہ ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے۔ | ۵۸۷-۵۸۸ |
| ۴۰۰ | سجدۂ سہو کے متعلق فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے کہ ایک سلام کے بعد ہو یا دو کے، بہتر ایک سلام کے بعد ہے۔ | ۵۸۹ |
| ۴۰۱ | فاتحہ کے بعد امام چار آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا، لقمہ دیا گیا جو اسے سمجھ نہ آیا، وہ آیت چھوڑ کر اگلی کی طرف منتقل ہو گیا تو نماز درست ہے، سجدۂ سہو نہیں۔ | ۵۹۰ |
| ۴۰۲ | اصح یہ ہے کہ جہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ | ۵۹۲ |
| ۴۰۳ | عید کی تکبیریں سہواً رہ جائیں تو سجدۂ سہو سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔ | ۵۹۴ |
| ۴۰۴ | پہلی رکعت میں امام نے قرأت شروع کر دی، بعد لقمہ تکبیرات کہیں اور دوسری رکعت میں سہواً چار تکبیریں کہہ دیں، سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی۔ | ۵۹۶ |
| | **باب صلوٰۃ المسافر ——— ۵۹۹-۶۱۵** | |
| ۴۰۵ | مسافر قعدۂ اولیٰ بیٹھ کر چار رکعت پوری پڑھا دے تو اس کی نماز اور مقیم مقتدیوں کی نماز کا حکم۔ | ۵۸۴-۶۰۱ |
| ۴۰۶ | مسافر نے مقیم کی اقتدا میں نماز شروع کر کے توڑ دی تو اب دو رکعت پڑھے یا چار؟ | ۶۰۳ |
| ۴۰۷ | جنگی قیدی چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کریں۔ | ۶۰۵ |
| ۴۰۸ | مجاہد سفر و حضر میں دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے۔ | ۱۲۵ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۴۰۹ | آیات واحادیث وکلامِ فقہاء سے مبرہن فتوےٰ کہ مسافر کے لئے ادائے سنن مستحسن و مسنون ہے۔ | ۶۰۶-۶۱۵ |
| | **باب صلوۃ الجمعۃ والعیدین ——— ۶۱۷-۶۷۸** | |
| ۴۱۰ | رسالہ "انوار التحق الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکادولہ" | ۶۱۸-۶۵۴ |
| | (نوٹ) اس رسالہ میں تیرہ مختلف مسائل ہیں، ان میں مسئلہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے شہرِ جامع شرط ہے۔ | |
| ۴۱۱ | حنفی مذہب میں نہ چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ نرے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو۔ | ۶۲۱ |
| ۴۱۲ | تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ آیتِ جمعہ میں امرِ عام مخصوص عنہ البعض ہے | ۶۲۱-۶۲۲ |
| ۴۱۳ | حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے حدیث کے مطابق جمعہ کیلئے جامع شہر کی شرط ہے۔ | ۶۶۲ |
| ۴۱۴ | مخالفین کی دلیل "حدیثِ جواثی" کا جواب۔ | ۶۲۳-۶۲۴ |
| ۴۱۵ | چند احادیث سے اِس بات کا ثبوت کہ اہلِ عوالی جمعہ مدینہ طیبہ میں پڑھا کرتے تھے | ۶۲۵-۶۲۶ |
| ۴۱۶ | متعدد اجمالی وتفصیلی فتوے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں شہروں میں ضروری ہے۔ | ۶۵۴-۶۶۹ |
| ۴۱۷ | مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا شہر نما ہونا جمعہ کے لئے مجوّز نہیں۔ | ۴۹۷ |
| ۴۱۸ | گاؤں میں فرضیتِ جمعہ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا ائمہ عظام وصحابہ کرام کو کافر کہنے کے مترادف ہے۔ | ۶۵۹ |
| ۴۱۹ | اگر کوئی بزعمِ خود دیہات میں جمعہ پڑھے تو فرضِ ظہر ضرور ادا کرے۔ | ۶۶۱ |
| ۴۲۰ | جمعہ پڑھنے کی شرائط۔ | ۶۶۳ |


Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۴۲۱ | احتیاط الظہر بعض وجوہ کی بنا پر صرف خواص کے لئے مستحب ہے۔ | ۶۶۵ |
| ۴۲۲ | عورتیں نمازِ عیدین میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ | ۶۶۷ |
| ۴۲۳ | گاؤں میں نمازِ عید نہیں بلا تکبیرات نفل بجماعت پڑھے جا سکتے ہیں۔ | ۶۷۰-۶۷۱ |
| ۴۲۴ | جنگی قیدیوں پر نمازِ عید لازم نہیں۔ | ۶۰۵ |
| ۴۲۵ | خطبۂ جمعہ فرض اور شرطِ جواز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے جائز نہیں۔ | ۵۹۵ |
| ۴۲۶ | صرف ذکر اللہ سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور قراءۃِ قرآن سے بھی۔ | ۵۹۵ |
| ۴۲۷ | دوسرا خطبہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا، تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا، حمد و ثناء اور صلوٰۃ کے ساتھ شروع کرنا نیز خلفاء راشدین کا ذکر کرنا، خطبہ کے سنن و مستحبات ہیں۔ | ۵۹۵ |
| ۴۲۸ | تمام خطبہ عربی زبان میں ہونا سنتِ متواترہ ہے، اس کا خلاف برا ہے۔ | ۵۹۵ |
| ۴۲۹ | خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے۔ | ۶۷۴ |
| ۴۳۰ | خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنے والا لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے۔ | ۳۰۰ |
| ۴۳۱ | بوقتِ خطبہ قوم کے لئے امام کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔ | ۳۰۱ |
| ۴۳۲ | قرات و خطبہ میں تقبیلِ ابہامین سے اجتناب چاہیئے۔ | ۳۰۷ |
| ۴۳۳ | داڑھی منڈوانے والے کی باجازت خطیب صاحب تقریر کی وجہ سے بارش کا چلا جانا اور جمعہ چھوڑنا خود قابلِ نفرت ہے۔ | ۶۷۸ |


## مسائلِ شتّٰی ــــــــ ۷۲۷-۷۳۴


| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۴۳۴ | نمازی کے سامنے اتنا دور سے گزرنا جائز ہے کہ باخشوع جب جائے سجدہ پہ نظر رکھے تو اس پر نظر نہ پڑے۔ | ۶۹۵ |


Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۴۲۵ | نماز کو "پیشانی رگڑنے" کا نام دینا اور اس سے استہزاء بدترین حرام ہے۔ | ۷۲۹ |
| ۴۲۶ | لہجۂ استہزاء میں اللہ اکبر کہنا گناہ اور بے ادبی ہے۔ | ۷۳۱ |
| ۴۲۷ | پابندئ صوم و صلوٰۃ ولحیہ کی وجہ سے مخول کرنا حرکتِ کفریہ اور توہینِ شریعت ہے۔ | ۷۳۲ |
| | **باب الجنائز ــــــــ ۶۷۹-۷۲۵** | |
| ۴۲۸ | بالکل چھوٹا بچہ نر ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ | ۶۸۱ |
| ۴۲۹ | اقسامِ خنثیٰ کی مکمل تشریح۔ | ۱۱۹ |
| ۴۳۰ | اُن علامتوں کا بیان جن کی موجودگی میں خنثیٰ کو مرد کا حکم ہے۔ | ۳۶۲ |
| ۴۳۱ | خنثیٰ مرد کو مردوں کا اور خنثیٰ عورت کو عورتوں کا حکم ہے۔ | ۱۲۰ |
| ۴۳۲ | خنثیٰ مشکل کو غسل یا تیمم کرانے کی صورتیں۔ | ۱۲۱ |
| ۴۳۳ | نمازِ جنازہ کی جن دعاؤں میں ضمیروں کی تذکیر و تانیث کا فرق ہے، خنثیٰ مشکل کے لئے مذکر ضمائر لائی جاتی ہیں۔ | ۱۲۱ |
| ۴۳۴ | غلبۂ تذکیر کی وجہ سے خنثیٰ مشکل کہا جاتا ہے، خنثیٰ مشکلہ نہیں کہا جاتا۔ | ۱۲۱ |
| ۴۳۵ | خنثیٰ مشکل کو دفن کرتے وقت عورتوں کی طرح پردہ کیا جائے۔ | ۱۲۱ |
| ۴۳۶ | اِس امر کا بیان کہ جنازہ و غسل میں خنثیٰ کو مرد شمار کیا جائے یا عورت نیز یہ کہ خنثیٰ مشکل کا حکم کیا ہے؟ | ۵۴۹ |
| ۴۳۷ | ایسا مرد جو مصنوعی خسرہ بن جائے، غسل و جنازہ وغیرہ میں مرد ہی ہے۔ | ۵۴۹ |
| ۴۳۸ | کلمہ گو زانیہ کا جنازہ پڑھا جائے۔ | ۶۸۱ |
| ۴۳۹ | ایسے شخص کا جنازہ فرض ہے جو عمر بھر سنیوں کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور اس کا بدعقیدہ ہونا شرعی شہادت سے ثابت نہیں۔ | ۶۸۴ |
| ۴۴۰ | روزہ کی حالت میں مرنے والے کا جنازہ دوسرے اہلِ اسلام کی طرح ہے۔ | ۱۱۶ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۴۵۱ | ہر نیک وبد مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے۔ | ۱۱۸ |
| ۴۵۲ | خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے۔ | ۱۱۹ |
| ۴۵۳ | ہر مسلمان کا جنازہ لازم ہے البتہ ڈاکو یا باغی جو ڈکیتی یا بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا ایسا شخص جو اپنے باپ یا ماں کا قاتل ہو ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ | ۵۴۹ |
| ۴۵۴ | زنا یا چوری وغیرہ کو حلال جاننے والا شخص مسلمان ہی نہیں لہٰذا نہ تو اس کا جنازہ ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے۔ | ۵۴۹ |
| ۴۵۵ | بلا رکوع وسجود نماز پڑھنے والے اور قرآن پاک کے ۴۰ پاروں کے قائل کا جنازہ سنیوں کو پڑھنا جائز نہیں۔ | ۶۸۶ |
| ۴۵۶ | سنیوں کے جنازہ میں شیعہ کی شمولیت سے اجتناب کیا جائے۔ | ۶۸۸ |
| ۴۵۷ | حدیث من صلّٰی علٰی میت کی تشریح میں عبارت کبیری کی توضیح۔ | ۶۹۱-۶۸۹ |
| ۴۵۸ | نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد فوراً دونوں ہاتھ کھول کر سلام کہے، نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر دونوں طرف سلام کہے۔ | ۲۷۵ |
| ۴۵۹ | نمازِ جنازہ میں امام کے ساتھ ہنسی مخول کا حکم۔ | ۶۹۳ |
| ۴۶۰ | بلا جنازہ یا بلا تکمیل غسل دفن کئے گئے کا جنازہ قبر پر پڑھنا فرض ہے۔ | ۶۹۵ |
| ۴۶۱ | بلا ولیِ اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کئے گئے کی قبر پر ولیِ اقرب جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ | ۶۹۵ |
| ۴۶۲ | قبرستان کے سامنے یا درمیان نمازِ جنازہ کی متعدد صورتیں اور ان کے الگ الگ احکام بہ تفصیل تمام نیز نجاست بلا حجاب یا بہ حجاب قریب ہونے کے احکام۔ | ۷۰۱-۶۹۵ |
| ۴۶۳ | نمازِ جنازہ کے فوراً بعد اور تدفین سے فارغ ہو کر قبرستان کے باہر چالیس قدم پر | |
| ۴۶۴ | دعا مانگنے کے جواز میں آیات واحادیث واقوالِ ائمہ کے عموم سے ثبوت۔ | ۷۱۱-۷۰۱ |
| ۴۶۵ | بالخصوص دعا بعد جنازہ کا صراحۃً ثبوت۔ | ۷۰۴ |




Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| ۴۰۶ | بالخصوص دفنِ میت کے بعد دعاء کا حکم۔ | ۴۶۶ |
| ۴۰۷–۴۰۸ | سات دن تک میت کی طرف سے طعام کھلانے کا ثبوت۔ | ۴۶۷ |
| ۴۱۲ | دعاء بعد جنازہ۔ | ۴۶۸ |
| ۴۱۳–۴۱۸ | اگر قبرستان مشرق کی طرف ہے تو جنازہ لے جاتے ہوئے پاؤں جانب قبلہ کئے جائیں یعنی میت کا سر آگے رہے۔ | ۴۶۹ |
| ۴۱۳–۴۱۴ | قطب شمالی کی طرف منہ کرکے قضاءِ حاجت یا پاؤں کرکے سونا یا وقتِ غسل، میت کے پاؤں کرنا، جائز ہے۔ | ۴۷۰ |
| ۴۲۰–۴۲۱ | میت کے لئے ایک قبر تیار کی گئی لیکن اسے دوسری قبر میں دفن کیا گیا تو پہلی قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کسی اور میت کو اس میں دفن کردیا جائے۔ | ۴۷۱ |
| ۴۲۱ | مزار تنگ ہونے کی وجہ سے صاحبِ مزار کو قبر سے نہ نکالا جائے۔ | ۴۷۲ |
| ۴۲۱ | تکمیلِ دفن کے بعد قبر اکھیڑنا، میت باہر نکالنا ممنوع و حرام ہے۔ | ۴۷۳ |
| ۴۲۲ | میت کو امانت رکھنا پھر نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا منع ہے۔ | ۴۷۴ |
| ۴۲۳–۴۲۴ | اسی مضمون کا ایک اور فتویٰ۔ | ۴۷۵ |
| ۴۲۴ | قبر پر پھول گھاس اور ماش وغیرہ ڈالنا مباح ہے۔ | ۴۷۶ |
| | **فوائد متعلقہ اصولِ فقہ و حدیث و فتویٰ** | |
| ۱۱۶ | کتاب و سنت کا اطلاق حجت ہے۔ | ۴۷۷ |
| ۳۱۸ | شرعاً اطلاق اتنا قوی ہوتا ہے کہ خصوصِ سبب یا خبرِ واحد اور قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہوتا۔ | ۴۷۸ |
| ۲۳۳ | عموم و اطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ سے آج تک علماء میں شائع ذائع ہے۔ | ۴۷۹ |
| ۳۰۶ | نفیِ ورودِ حدیث نفیِ وجود نہیں۔ نفیِ صحیح نفیِ حسن و ضعیف نہیں اور نفیِ مرفوع نفیِ موقوف نہیں۔ | ۴۸۰ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۴۸۱ | فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہے۔ | ۳۰۹-۱۲۳<br>۵۰۵ |
| ۴۸۲ | حدیثِ موقوف حجت ہے۔ | ۳۰۶ |
| ۴۸۳ | استحباب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ | ۳۰۶ |
| ۴۸۴ | حدیثِ مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ | ۳۳۵ |
| ۴۸۵ | حضور کا فعلِ صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیلِ جواز ہے۔ | ۴۴۳ |
| ۴۸۶ | حکایتِ فعل مثبت عام نہیں ہوتی۔ | ۴۴۳ |
| ۴۸۷ | فعلِ مثبت کے افرادِ متماثلہ میں قیاساً جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ | ۴۴۴ |
| ۴۸۸ | صورِ عمومِ بلویٰ میں کسی حدیث کا بطور خبر واحد ہی پایا جانا انقطاعِ معنوی کی دلیل ہے۔ | ۴۷۵ |
| ۴۸۹ | دیانات میں خبرِ واحد معتبر ہے۔ | ۴۷۸ |
| ۴۹۰ | زیادۃ الثقۃ مقبولۃ۔ | ۶۰۹ |
| ۴۹۱ | صحابی کا کنا نفعل فرمانا حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔ | ۶۱۲ |
| ۴۹۲ | شانِ نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عمومِ لفظ ہوتا ہے۔ | ۲۰۰-۱۵۹ |
| ۴۹۳ | فتویٰ امامِ اعظم کے قول پر دیا جائے پھر امام ابو یوسف کے قول پر۔ | ۱۶۷ |
| ۴۹۴ | ان الفاظ کا بیان جو مختلف فیہ مسائل میں ترجیح وافتاء پہ دال ہیں۔ | ۱۶۷ |
| ۴۹۵ | اس کا بیان کہ الفاظِ افتاء میں سے کونسا لفظ کس پر مقدم ہے۔ | ۱۶۸ |
| ۴۹۶ | بہ یفتی، الفتویٰ علیہ سے زیادہ مؤکد ہے مع وجہِ فرق۔ | ۱۶۸ |
| ۴۹۷ | قولِ مرجوح کے ساتھ فتوےٰ دینا جہل اور اجماع کی مخالفت ہے۔ | ۲۰۳-۱۸۰ |
| ۴۹۸ | اختلافی مسائل میں مفتی کو ارفق واصلح قول پر فتوےٰ دینا چاہیے۔ | ۲۰۳ |
| ۴۹۹ | منقول کے خلاف بحث معتبر نہیں۔ | ۲۵۷ |
| ۵۰۰ | مافی المتون مافی الشروح سے اور مافی الشروح مافی الفتاوےٰ سے مقدم ہے۔ | ۲۵۷-۲۲۸<br>۵۶۰ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵۰۱ | قنیہ اور اس کے مصنف زاہدی اور قہستانی پر تبصرہ۔ | ۵۶۰-۲۵۷ |
| ۵۰۲ | سراج وہاج ضعیف وغیر معتبر کتاب ہے۔ | ۴۳۷ |
| ۵۰۳ | درمختار، نہر، شرح عینی، الاشباہ والنظائر، قہستانی سے فتوے کا بیان۔ | ۲۹۴ |
| ۵۰۴ | کبھی ایک مصنف کی غلطی کی وجہ سے بیس کتابوں میں غلطی آجاتی ہے۔ | ۲۹۴-۲۹۳ ۶۷۶-۴۰۶ |
| ۵۰۵ | فتاوٰی رضویہ میں صرف خانیہ پر ڈیڑھ سو سے زیادہ تطفلات مذکور ہیں۔ | ۶۷۶ |
| ۵۰۶ | "اصل" امام محمد علیہ الرحمہ کی کتاب کا نام ہے۔ | ۲۷۰ |
| ۵۰۷ | مفہوم مخالف روایات میں معتبر ہے۔ | ۳۰۶ |
| ۵۰۸ | اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ | ۴۵۶-۳۰۴ ۴۷۶-۴۷۶-۵۱۹ |
| ۵۰۹ | کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی، بلا دلیلِ خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔ | ۲۶۲ |
| ۵۱۰ | ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔ | ۲۶۲ |
| ۵۱۱ | تحقیقِ کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اس کے مباح ماننے میں ہے۔ | ۴۷۶-۴۵۲ |
| ۵۱۲ | بلا علم فتوے دینے کے متعلق دو حدیثیں۔ | ۱۱۸ |
| ۵۱۳ | ہر زمانہ میں اس زمانہ والوں کا عرف معتبر ہے۔ | ۲۱۳ |
| ۵۱۴ | ثابت بالعرف، ثابت بالنص کی مانند ہوتا ہے۔ | ۲۱۳ |
| ۵۱۵ | لفظِ "لا" جیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے یونہی مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ | ۵۶۲ |
| ۵۱۶ | مکروہِ تنزیہی حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے۔ | ۶۷۲ |
| ۵۱۷ | مکروہِ تحریمی سے بچنا واجب ہے۔ | ۶۷۲ |
| ۵۱۸ | بلا دلیلِ خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ و حرام ہے۔ | ۳۷۲ |


Marfat.com

| صفحہ | مسائل | شمار |
|---|---|---|
| ۳۷۳ | بلاتحقیق وثبوتِ کامل حرام ومکروہ کہنا افترا ہے۔ | ۵۱۹ |
| ۳۷۳ | قوی گمان ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ | ۵۲۰ |
| ۳۷۴ | اطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے۔ | ۵۲۱ |
| ۴۱۶ | فرض وحرام ایسی آیت یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنیٰ پر طلبِ جازم کے ساتھ یقینی طور پر دلالت کرے۔ | ۵۲۲ |
| ۴۲۴ | رعایتِ خلاف کے لئے کام کرنے کے استحباب کے مراتب دلیل مخالف کے قوت وضعف کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ | ۵۲۳ |
| ۴۲۷ | ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔ | ۵۲۴ |
| ۳۰۵ | المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات۔ | ۵۲۵ |
| ۲۹۰ | معارضہ خلافِ اصل ہے جب تک تطبیق ممکن ہو معارضہ کا حکم نہ کیا جائے۔ | ۵۲۶ |
| ۲۲۸ | حقیقت ہی اصل ہے جب تک اس سے مانع نہ ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ | ۵۲۷ |
| ۴۲۷-۴۲۸ | اسماء وعنوانات کا اختلاف جبکہ معنون ومسمّٰی ایک ہو قطعاً مضر نہیں۔ | ۵۲۸ |
| ۴۳۸ | مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوٰی دے تو اس کے فتوٰی کو نہ دیکھا جائے۔ | ۵۲۹ |
| ۴۴۳-۴۴۶ | بدعتِ حسنہ کی چند قسمیں۔ | ۵۳۰ |
| ۴۴۶ | بدعتِ سیّئہ کی تعریفیں۔ | ۵۳۱ |
| | **متفرقات** | |
| ۵۹۲ | بھیڑ وغیرہ سے بدفعلی کے ثبوت کے لئے دو ایسے شاہد ضروری ہیں جنہوں نے فعلِ بد کا بعینہٖ مشاہدہ کیا ہو۔ | ۵۳۲ |
| ۵۹۳ | بکری وقتِ مقرر سے پہلے بچہ گرادے یا بلاحمل ہی دودھ اُتر آئے تو وہ دودھ حلال ہے۔ | ۵۳۳ |
| ۵۹۳ | بکرے یا مینڈھے کا دودھ اتر آئے تو وہ حلال ہے۔ | ۵۳۴ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵۳۵ | قتل کی دھمکی، بھوک، پیاس اور غشی کی تفصیلِ تام کہ کن صورتوں میں روزے کا اِفطار مباح ہے اور کن صورتوں میں ضروری ہے۔ | ۱۱۶-۱۱۹ |
| ۵۳۶ | بحالتِ روزہ، موت کے فضائل میں دو حدیثیں۔ | ۱۱۷ |
| ۵۳۷ | روزے کی نیت کا وقت ضحوۂ کبریٰ تک ہے یا زوال تک، فقہائے کرام کی مختلف عبارتیں مع وجہِ اختلاف۔ | ۲۵۲-۲۵۴ |
| ۵۳۸ | مسئلۂ مذکورہ کے متعلق ضروری تنبیہ۔ | ۲۵۴ |
| ۵۳۹ | قربانی کی کھالیں اور گوشت غنی یا غریب کو دیا جاسکتا ہے جبکہ بطورِ مزدوری نہ ہو۔ | ۱۸۵ |
| ۵۴۰ | فقیر مالِ زکوٰۃ کا مالک بن جانے کے بعد اسے تعمیرِ مسجد پر خرچ کرسکتا ہے۔ | ۱۸۸ |
| ۵۴۱ | جنگی قیدیوں پر ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ماہِ رمضان ہی میں رکھیں تو بہتر، رخصت پر عمل کریں تو جائز، زوالِ عذر کے بعد قضاء لازم ہوگی۔ | ۶۰۵-۶۰۶ |
| ۵۴۲ | سفرِ حج والے کے پاس پورا خرچ نہیں تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اسے سوال کی اجازت نہیں۔ | ۵۵۰ |
| ۵۴۳ | بیع میں کوئی معیارِ قیمت معین نہیں کہ اس کی خلاف ورزی سے فساد لازم آئے، صرف باہمی رضامندی کافی ہے۔ | ۱۹۲ |
| ۵۴۴ | اصحابِ صفہ کی تعداد تقریباً چار صد تھی۔ | ۲۰۰ |
| ۵۴۵ | شعر اگر اچھے کلام و فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔ | ۲۱۶ |
| ۵۴۶ | حضرتِ حسان کے چند اشعار۔ | ۲۱۷ |
| ۵۴۷ | بری بات کو حج سے تشبیہ دینا اور حج، مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ سے استہزاء صریح کفر ہے۔ | ۲۱۹ |
| ۵۴۸ | بطورِ استہزاء یا استخفاف کلمۂ کفر کہنا کفر ہے گو متکلم کا وہ اعتقاد نہ ہو۔ | ۲۱۹ |
| ۵۴۹ | احکامِ شرع سے استہزاء کفر ہے۔ | ۲۱۹ |






Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵۵۰ | حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔ | ۲۱۹ |
| ۵۵۱ | بے نکاح عورت اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ | ۲۱۹ |
| ۵۵۲ | زنا بہت بڑا جرم ہے۔ | ۲۱۹ |
| ۵۵۳ | زنا کی بہت بڑی سزا ہے جو حکامِ اسلام کا کام ہے، لوگوں کو چاہئے کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے شخص کو توبہ کرنے پر مجبور کریں یا اس سے الگ تھلگ ہو جائیں۔ | ۲۱۹ |
| ۵۵۴ | بیوی کے مرنے کے فوراً بعد اس کی ہمشیرہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔ | ۷۱۷ |
| ۵۵۵ | داڑھی منڈوانے والا صحیح روایات سے وعظ کرے تو جائز ہے۔ | ۶۷۸ |
| ۵۵۶ | داڑھی منڈوانا سخت گناہ ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں فرق نہیں پڑتا۔ | ۶۷۸ |
| ۵۵۷ | صحیح النسب سُنّی سادات اہلِ سنّت کے سروں کے تاج ہیں۔ | ۶۷۸ |
| ۵۵۸ | سادات کو چاہئے کہ حضرات ائمۂ اطہار رضی اللہ عنہم کی طرح شریعت کے مطابق داڑھی رکھیں۔ | ۶۷۸ |
| ۵۵۹ | شرعاً داڑھی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے۔ | ۳۵۰ |
| ۵۶۰ | مسوڑھے سے خون نکالنا مفسدِ روزہ نہیں۔ | ۳۵۰ |
| ۵۶۱ | حضرتِ اویس قرنی کے والد کا نام عامر ہے۔ | ۳۵۰ |
| ۵۶۲ | عشر یا نصف العشر مکمل پیداوار سے لیا جاتا ہے۔ | ۳۵۰ |
| ۵۶۳ | عالم عامل کامل ولی صاحبِ کرامات کو مظہرِ اعجازِ نبوت کہنا جائز ہے۔ | ۳۵۲ |
| ۵۶۴ | سونے کی انگوٹھی مرد کو سفر و حضر میں حرام ہے۔ | ۷۱۸-۷۱۹ |
| ۵۶۵ | شرعاً پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ احتلام نہ آئے۔ | ۳۵۵-۳۵۹ |






Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵۶۶ | نکاح رجسٹرار بننا کیسا ہے؟ | ۳۶۱ |
| ۵۶۷ | حلتِ ذبیحہ کے لئے ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔ | ۲۶۹ |
| ۵۶۸ | ولدالزنا جبکہ مسلمان سمجھدار ہے تو اس کا ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے۔ | ۲۶۹ |
| ۵۶۹ | بدمذہبوں کے جلسوں میں جانا حرام ہے مگر مناظرہ وغیرہ کے لئے جائز ہے۔ | ۳۱۱ |
| ۵۷۰ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنے والا بے ایمان مرتد ہے۔ | ۳۱۵ |
| ۵۷۱ | مرتد کا کفر، یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں کے کفر سے زیادہ بُرا ہے۔ | ۳۱۵ |
| ۵۷۲ | کفر کا لغوی اور شرعی معنٰے۔ | ۳۱۶-۳۱۵ |
| ۵۷۳ | مردار گائے یا بھینس کا چام اتار کر رنگنے کے بعد بیچنا جائز ہے۔ | ۳۱۶ |
| ۵۷۴ | اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں کلماتِ بے ادبی بولنا خبث باطنی کی دلیل ہے۔ | ۳۱۹ |
| ۵۷۵ | حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء و رسل کے بعد افضل البشر ہیں۔ | ۳۲۰ |
| ۵۷۶ | حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں۔ | ۳۲۰ |
| ۵۷۷ | فرمانبردار بیوی کو سفرِ حج میں ساتھ لے جانا اور بے فرمان کو نہ لے جانا گناہ نہیں، حج جائز ہے کارِ ثواب ہے۔ | ۳۲۲ |
| ۵۷۸ | لڑکیوں کے عوض روپیہ لینا رشوت ہے۔ | ۳۲۳ |
| ۵۷۹ | زنا کا بہتان لگانے والے کی سزا قرآن کریم نے اسّی کوڑے مقرر فرمائی۔ | ۳۲۵ |
| ۵۸۰ | علاج کے لئے باؤلے کتے کے جگر کا حکم۔ | ۳۲۷ |
| ۵۸۱ | عدت میں نکاح کرنے سے نکاح خواں کا نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ | ۳۲۹ |
| ۵۸۲ | داڑھی منڈانا حرام ہے۔ | ۴۹۴ |
| ۵۸۳ | داڑھی مشت بھر رکھی جائے۔ | ۴۹۴ |
| ۵۸۴ | چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے جبکہ زنانہ یا فاسقانہ طرز کی نہ ہو۔ | ۵۲۰ |






Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۵۸۵ | مرد زنانہ طرز کا اور عورت مردانہ طرز کا جوتا نہ پہنے۔ | ۵۲۰ |
| ۵۸۶ | عینک، چھڑی، مانگی ہوئی دستار اور اچکن وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔ | ۵۲۱ |
| ۵۸۷ | آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔ | ۳۸۳ |
| ۵۸۸ | اہل اللہ کے عرس کا جواز۔ | ۶۳۰ |
| ۵۸۹ | زیارتِ قبور کا جواز۔ | ۶۳۱-۶۳۰ |
| ۵۹۰ | مسلمانوں کے اجتماع کا فائدہ۔ | ۶۳۱ |
| ۵۹۱ | صاحبِ عرس سے استمداد کا جواز۔ | ۶۳۱ |
| ۵۹۲ | ملاقات، سلام اور مصافحہ کے فوائد۔ | ۶۳۲ |
| ۵۹۳ | ضرورتِ تبلیغ۔ | ۶۳۲ |
| ۵۹۴ | نیک کام کے لئے وقت مقرر کرنا۔ | ۶۳۳ |
| ۵۹۵ | کھلے بندوں قوالی غیر مشروع ہے۔ | ۶۳۹ |
| ۵۹۶ | گھڑولی منع ہے۔ | ۶۳۹ |
| ۵۹۷ | طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے۔ | ۶۳۹ |
| ۵۹۸ | ساتواں چہلم جب کہ ورثا بطیبِ خاطر کریں اور ان میں سے کوئی یتیم و غیر حاضر نہ ہو مستحب ہے۔ | ۶۴۳ |
| ۵۹۹ | قبر کا اوپر سے پختہ بنانا اور روضہ بنانا بہ نیتِ صالحہ ہو تو جائز ہے۔ | ۶۴۳ |
| ۶۰۰ | حضرتِ عقیل رضی اللہ عنہ نے امّ المؤمنین امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا روضہ بنایا۔ | ۶۴۵ |
| ۶۰۱ | معظّمِ شرعی کے ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت۔ | ۶۴۵ |
| ۶۰۲ | جوازِ استعانت و استمداد بالمخلوق کا ثبوت۔ | ۶۴۶ |
| ۶۰۳ | خاص استمداد و امداد بعد از موت کا ثبوت۔ | ۶۴۸ |




Marfat.com

| شمار | مسائل | صفحہ |
|---|---|---|
| ٦٠٤ | اگر پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ | ٣٦٣ |
| ٦٠٥ | مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالمِ دین، سُنّی اور پابندِ شریعت ہو۔ | ٣٦٣ |
| ٦٠٦ | داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ | ٦٦٧ |
| ٦٠٧ | رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منافقوں کی شرارتوں پر مطلع ہو جاتے تھے۔ آپ جیسا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔ | ٦٦٩ |
| ٦٠٨ | شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور وہ بھی پابندِ شرع ہوں۔ | ٦٨٤ |
| ٦٠٩ | درست نیت سے "اے علی مرتضٰے مجھے بخش دے!" کہنا جائز ہے۔ | ٦٨٤ |


تمت الفہرس



Marfat.com

# تأثرات

Marfat.com

# تقریظ سعید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**سید احمد سعید کاظمی**
صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان
صدر مرکزی تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان
مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

فون | مدرسہ: 30429
| رہائش: 76861
شاداب کالونی
پولیس لائنز روڈ ۔ ملتان

تاریخ: لغرۃ جمادی الاخری
۱۴۰۳ھ

الحمد للہ الذی نور الآفاق والاقطار واستنار بنورہ عالم الانوار والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید الابرار، نور الانوار محمد المختار و آلہ وصحبہ الاخیار، وبعد فیقول العبد الفقیر الی المولی القدیر، احمد سعید الکاظمی الحقیر، قد طالعت من بعض المقامات "الفتاوی النوریۃ" لاعظم الفقہاء الحبر العلامۃ فضیلۃ الشیخ الحاج استاذ العلماء مولانا الحاج محمد نور اللہ النعیمی القادری لازالت شموس علومہ بازغۃ و اقمار فیوضہ طالعۃ فوجدتہا مزینۃ بالجزئیات الفقہیۃ مؤیدۃ بالدلائل القویۃ موشحۃ بالعبارات الانیقۃ فجزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین جزاء حسنا موافیا للنعمۃ مکافیا للفضل و امتعنا بطول بقائہ بمنہ وکرمہ نمقت الکلمات ارتجالا کما طالعت الکتاب استعجالا وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ و امناء دینہ و علماء شریعتہ اجمعین وانا الفقیر المدعو باحمد سعید الکاظمی غفر لہ ولوالدیہ المولی القوی



Marfat.com

# ترجمۂ تقریظِ سعید

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے زمین و آسمان کے اطراف واکناف کو منور فرمایا اور جس کے نور سے عالمِ انوار مستنیر اور روشن ہوا اور اس کے حبیبِ خاص جو نیکیوں کے سردار، منبعِ انوار، در محمد مختار ہیں اور ان کی آل و برگزیدہ اصحاب پر تمام رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قدرت والے مولیٰ کا عاجز و محتاج بندہ احمد سعید کاظمی کہتا ہے کہ تمام فقہاء سے عظیم تر، بہت زیادہ علم والے عالم، پیشوا۔ استاذ العلماء الحاج مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری (ان کے علوم کے سورج ہمیشہ چمکتے رہیں اور فیوض کے چاند ہمیشہ طلوع رہیں) کے فتاوٰے نوریہ کے بعض مقامات کا اچھی طرح مطالعہ کیا تو اسے جزئیاتِ فقہیہ سے مزین، مضبوط دلائل کے ساتھ مؤید اور نفیس عبارات سے آراستہ پایا، اللہ تعالیٰ ان کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسی بہترین جزا عطا فرمائے جو اس کی نعمتوں اور فضل کے برابر اور مساوی ہو اور اپنے کرم و احسان سے ان کی درازیٔ حیات کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے۔

میں نے یہ کلمات و سطور جلدی میں لکھی ہیں جیسے اس کتاب کا جلدی میں مطالعہ کیا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ خاص پر اور آپ کی آل پر، آپ کے صحاب، آپ کے دین کے امانتداروں اور آپ کی شریعت کے تمام علماء پر رحمتیں بھیجے

فقیر احمد سعید کاظمی

اسے اور اس کے والدین کو قوت والا مولیٰ اپنی مغفرت سے نوازے۔



Marfat.com

# وقت مجدِّد

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی
چشتی گولڑوی مدظلہ العالی، بندیال ضلع سرگودھا

اَلحَمدُ لِاَھلِہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ اَھلِھَا اَمَّا بَعدُ:

ابتدائے آفرینشِ انسان سے رحمانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی آویزش رہی ہے۔ ہر دور میں ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، ہابیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا تو سید الانبیاء کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابوجہل سے ہوا اور پھر ہر صد سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجددین کی ایک جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مبطلین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔ علماء نے ان مجدّدین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گذشتہ صدی کے



Marfat.com

آخر اور آئندہ صدی کے اوّل میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا العلامہ ابی الخیر شیخ الحدیث فقیہِ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں (مجدد ہونے کی) یہ علامت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرر ایں سطور ایک مدرس ہے۔ تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی شغل سے قاصر ہے لیکن فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ باوجود اس امر کے کہ ان کی صحت قابلِ رشک نہ تھی، بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے:

## اول

دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ۔

## دوم

اس دار العلوم میں سینکڑوں دینی طلباء کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام یعنی فقیہِ اعظم اس عظیم دار العلوم کے ناظمِ اعلیٰ تھے اور کسی دار العلوم کی نظامت اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف توجہ بہت مشکل ہے۔

## سوم

حضرت فقیہِ اعظم اس دار العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

## چہارم

آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی معمولِ عام تھا۔

## پنجم

چونکہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لئے مریدین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کاندھوں پر تھا۔

## ششم

تبلیغِ دین کے لئے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔



Marfat.com

## ہفتم

اہلِ سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلس عاملہ اور شوریٰ کے رکن تھے۔

## ہشتم

اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالمِ دین اور یا دنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن فقیہِ اعظم نے اپنے تمام بیٹوں کو علمِ دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

## نہم

حضرت فقیہِ اعظم ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے چنانچہ فتاویٰ نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تبحرِ علمی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتیِ اعظم نے سوال کی تمام شقوں پہ تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاویٰ نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف ہو لیکن اکثر مسائل باصواب کی داد دینی ہی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر یہ خلاف اور اختلاف ہوتا آیا ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

فان رد فقد رد قبلی الوف

کل واحد منهم یقابل بصفوف

"یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک تن تنہا صفوں کا مقابلہ کرتا تھا۔"

اس وقت دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا الحاج ابو ی محمد محب اللہ صاحب نوری زید مجدہ



Marfat.com

ہیں جو کہ جید عالم، درعلم دوست ہیں اور مفتی اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

بر ہی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالے ان کو اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی



Marfat.com

# ایک انقلاب آفریں کتاب

فقیہ العصر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضاتہم، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

فتاویٰ نوریہ سے پہلی بار میں اس وقت متعارف ہوا جب محترم عابد نظامی (سابق مدیر ضیائے حرم) نے مجھے اس کی پہلی جلد تبصرہ کرنے کے لئے دی، یہ تبصرہ تو میں بعض وجوہات کی بنا پر نہ لکھ سکا لیکن یہ جلد میرے زیر مطالعہ رہی۔ مجھ سے بعض اکابر علماء نے یہ کہا کہ اس پر تبصرہ نہ لکھو کیونکہ بعض مسائل میں حضرت مصنف (رحمہ اللہ) نے جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے۔ مجھے عابد نظامی کا یہ جملہ آج بھی یاد ہے کہ حضرت فقیہ اعظم (قدس سرہ) نے جو لکھا ہے، سو سال بعد تمام علماء کا اسی پر اتفاق ہوگا۔

فتاوےٰ نوریہ سے میری دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ مجھے زمانہ طالب علمی سے یہ بتایا گیا تھا کہ ہمارے نزدیک چلتی ٹرین کے سفر میں نماز جائز نہیں ہے۔ میرا ہر سال لاہور سے کراچی ٹرین میں سفر ہوتا تھا، میں لوگوں کو ٹرین میں نماز پڑھتے دیکھتا اور اس بات پر کڑھتا کہ چلتی ٹرین میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور یہ دنیادار اور ڈاڑھی منڈے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے فرض کو بجالا رہے ہیں تا آنکہ میں نے پہلی بار فتاوےٰ نوریہ میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث پڑھی اور بے اختیار حضرت فقیہ اعظم (نور اللہ مرقدہ) کے لئے دل سے دعائیں نکلیں میں نے اطمینان کا سانس لیا اور شرح صدر کے ساتھ چلتی ٹرین میں نمازیں پڑھیں اور فرض عین کو قصداً ترک کرنے کے گناہ اور وبال سے بچا۔ جو مسلمان فرض نماز کو ادا کرنے کی



Marfat.com

ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں اور فرائض کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں اور قصداً نماز ترک کرنے کے گناہ سے ڈرتے ہیں وہ یقیناً حضرتِ فقیہِ اعظم کی اس مجتہدانہ بصیرت اور اس علمی خدمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوں گے اور اس فتوے کے شائع ہونے کے بعد جتنے مسلمانوں نے چلتی ریل میں نمازیں پڑھی ہوں گی ان سب کی نمازوں کا اجر و ثواب حضرتِ فقیہِ اعظم (ادام اللہ فیضہ) کے قرطاسِ عمل کی زینت بنے گا۔ اس کے بعد میں دورۂ حدیث کی تعلیم میں ہمیشہ طلبار کو حضرتِ فقیہِ اعظم (نور اللہ روحہ) کے دلائل کی روشنی میں چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تلقین اور تبلیغ کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی توفیق دی تو میں نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور و خوض کیا اور مزید حوالہ جات کو تلاش کیا اور اس مسئلہ کو قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور عباراتِ فقہار کی روشنی میں لکھا اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات کے تفصیلی اور مسکت جوابات لکھے لیکن مجھے اس حقیقت کا اعتراف بلکہ اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں رہنمائی اور روشنی مجھے فتاویٰ نوریہ سے ہی ملی۔

دوسرا معرکہ آرا مسئلہ انتقالِ خون کا تھا۔ ہمارے عام علمار انتقالِ خون کو ناجائز کہتے ہیں لیکن میں سوچتا تھا کہ آج کے زمانہ میں انتقالِ خون علاج معالجہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی بڑا آپریشن ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے اور جسم کا بہت سا خون بہہ جاتا ہے تو اس کے علاج اور بعض اوقات اس کی جان بچانے کے لئے انتقالِ خون (یعنی کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں پہنچانا) ناگزیر ہوتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو بلڈ کینسر ہو اس کا علاج ہی صرف یہ ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون بدل دیا جائے۔

ہمارے عام علمار نے اس مسئلہ پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ روایتی انداز میں انتقالِ خون کو ناجائز کہتے رہے۔ میں سوچتا تھا کہ ہمیں اس انسانی مسئلہ پر غور کرنا چاہئے تا آنکہ میں نے پہلی بار اس کے جواز پر حضرتِ فقیہِ اعظم (طاب اللہ ثراہ) کا مفصل فتوے پڑھا اور





Marfat.com

میری ذہنی خلش دور ہوئی۔ میں اس مسئلہ پر مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کرتا رہا اور جب اللہ تعالےٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی سعادت عطا کی تو میں نے اس مسئلہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا لیکن یہاں بھی میری فکری رہنمائی کا سبب حضرتِ فقیہ اعظم (اسکنہ اللہ الجنۃ الفردوس) کا فتوٰے ہی بنا تھا۔

اسی طرح بعض مسائل میں توارد اور توافق بھی ہوا مثلاً رمضان شریف میں تنہا فرض پڑھنے والے کے متعلق ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ وہ امام کی اقتدار میں نمازِ وتر نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں شروع سے میری رائے یہی رہی ہے کہ ایسا شخص امام کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ فتاوٰی نوریہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہے اور میں نے اس کے بعض دلائل سے استفادہ بھی کیا اور شرح صحیح مسلم میں یہ مسئلہ بہت تفصیل سے لکھا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (رحمہ اللہ و قدس اسرارہ) کا بھی یہی فتوٰے ہے۔

حضرتِ فقیہ اعظم (شکر اللہ مساعیہ) کے نام سے میں پہلی بار اس وقت متعارف ہوا جب طالب علمی میں دورانِ سبق ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ اگر امام کی آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مقتدیوں تک پہنچے تو آیا اس امام کی اقتدار میں نماز جائز ہے یا نہیں ہے مجھے بتایا گیا کہ اس مسئلہ پر حضرتِ فقیہ اعظم (اطال اللہ درجاتہ) کا رسالہ " مکبر الصوت " چھپا ہوا ہے (یہ رسالہ فتاوٰی نوریہ جلد اوّل میں ہے) لوگ اس مسئلہ پر اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یوں حضرت کی علمی وجاہت مجھ پر منکشف ہوئی اور اب تو بیس برس سے زیادہ گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی شخص تا حال اس رسالہ کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا۔

میرے استاذ صاحب حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی (متعنا اللہ بطول حیاتہ) فرماتے ہیں کہ امام کا لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچانا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس طرح



Marfat.com

بغیر کسی کراہت کے امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جاتی ہے ورنہ مکبّرین کے کھڑے کرنے میں بعض اوقات کراہت اور دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتاوٰے نوریہ ایک انقلاب آفریں کتاب ہے، اِس میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے، یہ محققین، مدرسین اور مفتیوں کی رہنما ہے، طلبا، کیلئے فقہی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے اور عوام کے لئے دینی معلومات کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور ماخذ ہے۔ حضرتِ فقیہِ اعظم (جعل اللہ الجنۃ مثواہ) کے لائق صد فخر فرزند حضرت محمد محب اللہ نوری (زید مجدہم) اپنی لگاتار محنت اور جانفشانی سے اِس فتاوٰی کی دلکش اور دلربا طباعت کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی کاوشوں کو ثمر آور کرے۔ ان کو حضرتِ والدِ گرامی (وجہہ اللہ فی حضرتہ) کے فیوض سے نوازے اور فتاوٰی نوریہ کی برکات سے تا ابد مسلمانوں کو مالا مال رکھے۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء





Marfat.com

# حیاتِ فقیہِ اعظم

تحریر محمد محب اللہ نوری

Marfat.com

عمرها در کعبه و بتخانه می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانای راز آید برون

Marfat.com

قرنہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اُویس اندر قرن

حضرت فقیہِ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ "م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء" نے ایک کتاب[۱] کے سرورق پر حضرت علیہ الرحمتہ کا نام و نسب یوں تحریر فرمایا ہے

"علامہ دوراں، فہامہ زماں محمد نور اللہ سلمہ ربہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپوری ابن ننگ اسلاف، احقر العباد فقیر محمد صدیق ابن حضرت مولانا مولوی احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم[۲] ابن مولانا مولوی جمال الدین

---

[۱] سرورق "رسائل ابن عابدین" یہ کتاب راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔
[۲] آپ کے آباؤ اجداد ملوٹ ضلع فیروزپور میں قیام پذیر تھے۔ آپ دل کے غنی اور بے ریا طبیعت کے انسان تھے۔ آپ کی ملکیت میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین تھی۔ مگر محبت علم اور رضائے الٰہی کی خاطر جائیداد کو خیرباد کہتے ہوئے سکھوں کے عہد میں ہجرت کر کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں آباد ہو گئے، اسی لئے آپ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔



Marfat.com

ابن مولانا حضرت حافظ محمد حبیب اللہ[1] برقع پوش ملوٹی فیروز پوری"۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ ر ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو موضع سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی خاندان کے بزرگوں کو ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ رویائے صالحہ اور بوساطت اولیائے کرام مل چکی تھیں۔[2]

## تعلیم

حضرت علیہ الرحمتہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمتہ "م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء" اور جد امجد حضرت مولانا احمد الدین علیہ الرحمتہ "م ۱۳۶۱ھ ر ۱۹۴۲ء" سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لئے سفر شروع کیا۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جاکر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاذ

---

[1] موصوف بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے۔ چہرہ انوار و تجلیات کا مرکز تھا روئے زیبا پر ہمیشہ حجاب رہتا اسی وجہ سے برقع پوش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تدفین کے بعد دوسرے روز ہی آپ کی مرقد پاک کو لمبے لمبے سبزہ زار نے ڈھانپ لیا گویا بعد از وصال بھی اس محبوب بندے کی ادائے محبوبی کو باقی رکھا گیا۔

[2] مزید حالات کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

(الف) حیات فقیہ اعظم (مولانا شبیر احمد ہاشمی) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

(ب) انوار حیات (تذکرہ جلیلہ) مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

(ج) تذکرہ فقیہ اعظم (ابوالاحسان) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء



Marfat.com

العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاولنگری علیہ الرحمۃ "م ۱۳۸۹ھ ر ۱۹۶۹ء" کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے دوران تعلیم محنت لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔ اس ضمن میں آپ کے ہم جماعت حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی نے راقم سے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو کبھی کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ محو مطالعہ ہی پایا۔ دوران تعلیم ایک دفعہ ہم دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں گئے۔ یہاں کے قابل ترین اور تجربہ کار مدرس مفتی محمد اسد اللہ ان دنوں شمس بازغہ پڑھاتے تھے۔ دوران سبق حضرت نے ایک اعتراض کیا مفتی مذکور نے جواب دیا حضرت نے پھر اعتراض کر دیا۔ اس طرح یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ مفتی صاحب نے سبق ختم کر دیا۔ کافی دیر مطالعہ کرنے کے بعد اگلے روز پھر یہی سبق پڑھایا مگر حضرت کے تند و تیز اور مضبوط اشکالات کے جواب سے عاجز رہے۔ آخر مجھے (مولانا جلال الدین کو) مخاطب کر کے برملا یہ کہا

"تم میرے ہم پلہ ہو مگر تمہارے بھائی اور ساتھی مولانا محمد نور اللہ علم میں مجھ سے کہیں زیادہ آگے ہیں"

حضرت علیہ الرحمۃ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۴ھ ر ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۸ھ ر ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو



Marfat.com

۱ اکثر فرمایا کرتے۔

"اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو"

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء / ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقعہ پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمتہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمتہ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمتہ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) نے بھی اپنے گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔

## جامع العلوم

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں علوم درسیہ کے متعدد علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کرلی تھی۔ ایسے تمام علوم کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن کی تفصیل یہ ہے

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱) علم قرآن | (۲) علم حدیث | (۳) اصول حدیث | (۴) تفسیر |
| (۵) اصول تفسیر | (۶) فقہ (جملہ مذاہب) | (۷) اصول فقہ | (۸) عقائد |
| (۹) کلام | (۱۰) فرائض | (۱۱) رسم الافتاء | (۱۲) تصوف |
| (۱۳) سلوک | (۱۴) اخلاق | (۱۵) سیر | (۱۶) شمائل |
| (۱۷) اسماء الرجال | (۱۸) تاریخ | (۱۹) قراءت | (۲۰) تجوید |
| (۲۱) صرف | (۲۲) نحو | (۲۳) معانی | (۲۴) بیان |
| (۲۵) بدیع | (۲۶) ادب | (۲۷) لغت | (۲۸) عروض و قوافی |
| (۲۹) فن تاریخ | (۳۰) منطق | (۳۱) فلسفہ | (۳۲) مناظرہ |





Marfat.com

(۳۳) ہندسہ (۳۴) بینات (۳۵) حساب (۳۶) طب
(۳۷) توقیت (۳۸) اشتقاق (۳۹) تکسیر (۴۰) زیجات
(۴۱) مثلثات (۴۲) مربع (۴۳) نظم ونثر عربی (۴۴) نظم ونثر فارسی
(۴۵) نظم ونثر اردو، پنجابی (۴۶) جدل (۴۷) تعبیر رؤیا (۴۸) طبعیات
(۴۹) فراست وقیافہ (۵۰) سیاست وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا علوم میں نہ صرف یہ کہ آپ کو مکمل دسترس تھی بلکہ بعض پر تو آپ کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، صرف، نحو وغیرہ۔ دیگر علوم کے بارے میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

## درس وتدریس

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بنگلہ فاضلکا (بھارت) موضع واسو سالم، موضع سوجیکی وغیرہ مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاد گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب محدث بہاولنگری کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ھ میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ جملہ علوم وفنونِ درس نظامیہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا طلبہ کے قلوب واذہان میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمتہ بھی شریک درس تھے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم



Marfat.com

الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی۔ جس کے لئے یہ جاگیروارانہ ماحول مناسب نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ۱۹۴۵ء/ ۱۳۶۴ھ کو بصیرپور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطۂ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس وادی غیر ذی زرع کو اس عاشق مصطفےٰ نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہد مسلسل سے عظیم یونیورسٹی بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ نے مسلسل پچاس سال قرآن حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب کبھی حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفا) میں حاضری کا موقع ملتا تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے۔ اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ۱۹۷۶ء میں احقر کو بھی مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سایہ تلے آپ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے اپریشن کرایا زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے، نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۸۳ء کو شدید علیل ہوئے اس سے قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا گویا عمر بھر اپنے مرشد کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے ـــــ درس و تدریس ـــــ کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ سے فیض یافتہ حضرات آسمان علم پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے تلامذہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔





Marfat.com

## بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے اس لئے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ ۱۹۴۰ء میں آپ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بس پھر کیا تھا آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے مشورے سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبر کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

"مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے"

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے عمر بھر اس وظیفہ کو حرز جاں بنائے رکھا۔

سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کی تعطیلات میں مراد آباد حاضر ہوئے تو حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں، اپنے سلاسل حدیث کی اسناد اور مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت سے نوازا ــــــ قلب منور کو مزید مجلّٰی کیا ــــــ اور سلسلہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ــــــ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ "۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء بروز پیر" کی تاریخ درج فرمائی۔



Marfat.com

صدر الافاضل علیہ الرحمتہ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاد گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری کی طرف سے بھی اسناد حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ محدث الوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت علیہ الرحمتہ کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری اور محدث بہاولنگری کی طرف سے بھی بہت سے عملیات اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ کی شخصیت اس قدر پر کشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دامِ عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

## تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے آپ کی ذات مرجع خلائق تھی' ملک اور بیرون ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے فتاویٰ نوریہ کی تقریب تعارف منعقدہ ۲۴ جون ۱۹۸۰ء بمقام پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:



Marfat.com

"مفتی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: (۱) علمی وسعت (۲) ایمانی فراست (۳) دیانت (۴) تزکیۂ نفس۔ یعنی طہارت ظاہر و باطن یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں۔"

فتاوی نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، قوت استدلال، صلابت رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اکثر و بیشتر فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استفتاء کے جواب میں ضمناً آپ نے خود تحریر فرمایا!

"بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمدات مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں۔" [۱]

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیانت دار ہو۔ اس پہلو میں بھی حضرت فقیہ اعظم ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں آپ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے مگر اس سے حضرت کی زندگی میں امانت و دیانت کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا زید احمد صاحب نوری خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ

---

[۱] فتاوی نوریہ، جلد اول ۶۹۱



Marfat.com

عالیہ میں خط تحریر کیا۔ خط میں مدینہ عالیہ کے بہت سے حضرات (جن میں کچھ دکاندار بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیئے۔ حضرت علیہ الرحمتہ چونکہ زیادہ تر وقت حرم نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لئے آپ کے پاس وقت نہ تھا للہٰذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

"مولانا ضیاء الدین و فضل الرحمٰن صاحبان کو سلام عرض کر دیے ہیں مگر باقی احباب کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں۔۔۔۔ آپ عجیب ہیں ایسی تکلیف اس ضعیف کو دینی نہیں چاہیے۔۔۔۔ دوکانداروں کو کہاں تلاش کروں؟ ۔۔۔۔ ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے۔ یہاں تو ہر سال ہزاروں آتے ہیں۔ وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا اتنا وقت نہیں۔۔۔۔ سلام پہنچانے کے متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے جو میرے لئے احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔"[1]

ایک فقیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی و جماعتی تعصب سے بالاتر رہے اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوہلی کے دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ:

"ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"بلاشک و شبہ و ریب شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا پینا جائز ہے۔۔۔۔ کسی دیوبندی مولوی کے اس فتوے سے کہ کھانا ناجائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو

---

[1] مکتوب محررہ ۷ شوال ۹۲ھ



Marfat.com

جائے"۔ ۱؎

ایک اور فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا:

"کسی دیوبندی کی سچی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوبندی کی بات ہے۔" ۲؎

اس کے برعکس اگر اپنے کسی ہم مسلک سے کوئی تساہل ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار فرما دیا۔ مثلاً اہل سنت کے ایک عالم کی طرف سے بھجوائے گئے ایک استفتاء میں حضرت کے نام پر لفظ محمد پر "م" کا نشان لگا ہوا تھا اس پر یہ تنبیہہ فرمائی:

"یہ جو مشہور ہے اور اس کی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر "م" لکھ دیا ہے یہ سخت ناجائز ہے۔۔۔۔ پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ "م" لکھنا ناجائز ہے۔" ۳؎

ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے جیسا کہ امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس سے ایک بار چالیس سوال دریافت کئے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے بارے میں فرما دیا "لا ادری" "ان کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔" حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شان عجز و انکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ

---

۱؎ فتاویٰ نوریہ، حصہ سوم ۳۵۰

۲؎ فتاویٰ نوریہ، جلد اول ۶-۷

۳؎ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۱۴۶



Marfat.com

نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی۔ ۱۳۷۱ھ میں آپ سے مولانا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم بورے والا نے تین سوالات کا جواب طلب کیا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرما دیا مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔۔۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا۔

**"واللہ تعالیٰ اعلم"**[1]

بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمادی۔

ایک مفتی عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیق مسائل میں نفسانیت سے بالاتر ہو کر حق کی جستجو میں لگا رہے۔ صاحب فتاویٰ نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ علماء کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صمٌ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روز مرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔۔۔۔۔ یہ حقیقیت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں۔۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود

---

[1] فتاوی نوریہ، جلد سوم ۳۵۷



Marfat.com

طے نہیں کر سکتی۔ اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔۔۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون"۔[1]

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی پختہ محبت ہو، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اس کا قلب بھرپور ہو، وہ ایمانیات اور اعتقادیات میں متصلب ہو۔۔۔ صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف درخشاں نظر آتے ہیں۔ عشق نبوی نے آپ کو پختگی ایمان اور اتباع سنت و شریعت کی معراج پر پہنچا دیا تھا۔ سرکار کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجب القتل تھا۔ فرماتے ہیں:

"شہنشاہ کون و مکان حبیب رب رحمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔۔۔۔۔ ایسے بد خواہان ملک و ملت کو شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے"۔[2]

## مرجع العلماء

سیدی فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو جواد مطلق نے بے پناہ فقہی بصیرت سے بہرہ ور فرمایا

---

[1] فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۳۷۰

[2] فتاویٰ نوریہ، جلد سوم ۳۴۰

[3] فتاویٰ نوریہ، جلد اول ۲۰۹ تا ۲۱۱ (مفہوماً)



Marfat.com

تھا۔ آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر آپ کے استاد گرامی مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ اعظم کالقب عنایت فرمایا اور سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب علیہ الرحمتہ (م ۱۳۹۲ھ ر ۱۹۷۲ء) نے آپ کو فقیہ اعظم اور علم کا بحرذخار قرار دیا۔ [1]

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود محقق، مفتی، مصنف، مدرس، دانشور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے اس حوالے سے "فقیہ اعظم ۔۔۔ بحیثیت مرجع العلماء" کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاوی نوریہ کی چھ جلدوں میں ۹۲۶ استفتاءات ہیں جن میں ۶۵۵ استفتاءات عوام الناس کے ہیں جبکہ علماء و دانشور حضرات کے پیش کردہ استفتاءات کی تعداد ۲۷۱ ہے گویا استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔

آپ کے ہم عصر اکابر علماء کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء، آپ کی طرف رجوع کرتے جب "خلافت معاویہ و یزید" نامی رسوائے زمانہ کتاب شائع ہوئی تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ کے استاد حضرت سید صاحب کی نظر آپ کی طرف اٹھی چنانچہ ایک گرامی نامے میں یوں تحریر فرمایا۔

"اگر آپ فقیہ اعظم وقت نکال کر اس کے رد کی ہمت کریں تو اس فتنہ کی روک

---

[1] مقدمہ فتاوی نوریہ، جلد سوم ۶۵ (روایت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمہ)



Marfat.com

تھام ہو سکتی ہے۔"[1]

صاحب بہار شریعت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت علامہ عبد المصطفٰے الازہری (م ۱۹۹۰)، حضرت مولانا سید حسین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، راولپنڈی اور دیگر علماء کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھیں۔ راقم الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے۔۔۔ علامہ ازہری صاحب نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے[2]۔

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

"حضرت کا علم و حلم، ورع و تقویٰ، فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔

ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوالنامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی۔۔۔۔ حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے"[3]۔

---

[1] مکتوب حضرت سید ابوالبرکات بنام فقیہ اعظم مخزونہ راقم الحروف

[2] حیات فقیہ اعظم، ۱۴۳

[3] مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء



Marfat.com

شیخ القرآن حضرت علامہ ابو الفضل والبیان مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا۔

"اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود' اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود' لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود۔۔۔ اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود و اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود۔۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے' مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی' ویسے تو لابد للمفتی ان یکون مجتہداً ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے۔ ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔[1]

انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی نے آپ کو "آیت من آیات اللہ" کہا[2] اور شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب نے آپ کو دور حاضر کا امام ابو حنیفہ قرار دیا۔[3]

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال' انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات' جاں بلب مریضوں کے لئے عطیہ خون' بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے' ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز'

---

[1] خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

[2] روایت مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور و خطیب پاکستان مولانا محمد عارف نوری قصوری مرید کے۔

[3] مکتوب مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری قصوری بنام احقر محررہ ۱۸ فروری ۸۳ء



Marfat.com

رویت ہلال' روزہ کی حالت میں انجکشن' بلغاریہ' ڈنمارک وغیرہ (جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہوتی ہے) میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین' حج کے لئے تصویر کا جواز' ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمٰی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفتین بھی ملکی وغیر ملکی علماء کرام اور دانشور حضرات ہی ہیں۔

## ذوق شعرو سخن

حضرت علیہ الرحمتہ بلند پایہ فقیہ اور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم بھی تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو بطور خاص اپنایا اور اپنے واردات قلبیہ اور جذبات عشق مصطفویہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔ مختلف اصناف سخن میں وہ گل کاریاں کی ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے' تاہم عربی اردو اور پنجابی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ بیشتر کلام زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ آپ کا کلام آداب شرعیہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ محبت و شیفتگی کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نعتیں بارگاہ حبیب خدا علیہ التحیتہ والثناء میں شرف قبولیت رکھتی ہیں۔۔۔۔۔ آپ کے ایک مرید حاجی رشید احمد صاحب نوری نے جو نہایت متقی اور متدین ہیں' راقم کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔۔۔۔ ایک محفل جمی ہے۔۔۔۔۔ نعت خوانی ہو رہی ہے۔ ایک فارسی نعت پڑھی گئی جس کا مطلع تھا۔

کے خدایا روئے زیبائے ورا بینم باز
از بہم دو قوس ابروئیش تا بینم باز

محفل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ نعت ختم ہوئی تو میں نے سرکار فداہ روحی کے حضور عرض کیا کہ یہ نعت مجھے تحریر کروادیں۔ آقا حضور نے ارشاد فرمایا:



Marfat.com

"یہ نعت تمہارے پیرو مرشد کی کہی ہوئی ہے ان سے جاکر لکھوالو"

چنانچہ میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے بیاض سے نقل کردی۔ آپ کا اکثر کلام غیر مطبوعہ ہے کچھ حصہ ۱۹۵۴ء میں نعمائے بخشش کے نام سے طبع ہوا۔

## عشق مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثنا

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ کی حیات مبارکہ کا امتیازی وصف عشق مصطفیٰ تھا۔ آپ بلاشبہ فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ اٹھتے۔ درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

> "میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں ۔ تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے' ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضر رہے"۔[۱]

آپ کے دل میں حاضری مدینہ کی کتنی تڑپ تھی' اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا بجا دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری

---

[۱] مکتوب محررہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء



Marfat.com

مدینہ میں حضرت کے ہم سفر رہے۔ وہ حاضری بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا مگر کیا کروں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کا رہتا ہے مگر ہوں تو دور و مہجور۔۔۔۔ حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور بغداد شریف کی حاضری کی منظوری بھی لے کر آئیں۔۔۔۔ وہاں سب کچھ ملتا ہے"۔[1]

جب ظاہراً حاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری اضطرار کی شکل اختیار کر جاتی۔۔۔۔ دیکھئے اپنے مرید عبدالرزاق مدنی کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین احمد قادری مدظلہم سے نہایت نیازمندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے۔۔۔۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ چاچڑاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے

کوئی یار سنیہڑا گھل وے دن بہتے گزرے
میرا جاوے نہ جوبن ڈھل وے دن بہتے گزرے

مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رو رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں۔۔۔۔ ضدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں' ہمت کریں میں

---

[1] مکتوب محررہ ۲۰ اپریل ۱۹۸۰ء



Marfat.com

تو بالکل بے دست و پا ہوں ــــــ کچھ بھی نہیں کر سکتا' نہ بچہ ہوں کہ ضد پر اڑ جاؤں ــــــ ہاں کرم ہی کرم درکار ہے"۔[1]

محبت و عقیدت کی ان وارفتگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مولانا الحاج غلام حسین نوری علیہ الرحمتہ (ساہیوال) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"دل مدینہ عالیہ کے لئے بے قرار ہے ــــــ اور بے قراری بھی کیا اضطرار ہے ــــــ ایک بدکردار' گناہ گار' نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ مجھے امید ہے کہ ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی"۔[2]

اور پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سروسامانی کے باوجود بارگاہ حبیب سے بلاوا آ گیا ــــــ ۱۹۴۲ء کو آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی' قرعہ اندازی میں نام نہ آیا ــــــ ذوالحجہ کا چاند نظر آ گیا۔ بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں ــــــ چنانچہ سرکار کی طرف سے عجیب کرم ہوا کہ یکم ذی الحجہ کو آپ قیلولہ فرما رہے تھے' خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی زیارت ہوئی۔ موصوف نے فرمایا "میں حضور کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں" گویا فقیہ اعظم پاکستان کے لینے کے لئے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا) بیدار ہوئے تو ڈاکیہ دفتر حج کی طرف سے اطلاعی چٹھی لئے کھڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے لہٰذا آپ ۸ مئی ۴۲ء

---

[1] مکتوب محررہ ۲۴ جون ۱۹۸۰ء / ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

[2] مکتوب محررہ ۷ مارچ ۱۹۶۷ء



Marfat.com

(۳ ذوالحجہ ۸۱ھ) کو کراچی پہنچیں ـــــ حالانکہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا۔ اس غیبی تار کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ آپ عازم حرمین شریفین ہوئے اور حج و زیارت کی سعادت سے نوازے گئے۔

اس عاشق مصطفیٰ کی مسرت اس وقت دیدنی ہوتی جب انہیں بارگاہ حبیب پاک سے اذن حضوری مل جاتا چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کو تحریر فرمایا:

"سترہ ستمبر کو بصیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن ہے"۔[1]

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظریہ عرض کرتا کہ:

ع گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے

تو آپ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زبان ہو کر جواب دیتے:

ع ناشکر' یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے؟

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"کل انشاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں۔ وللہ الحمد و المنۃ ـــــ آپ کی نصیحت بجا کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف نہیں"۔[2]

۱۹۶۰ میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پھر مسلسل یہ کرم ہوتا

---

[1] مکتوب محررہ ۱۴ اگست ۱۹۸۱ء

[2] مکتوب محررہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء



Marfat.com

رہا۔۔۔ آپ نے کتنے حج کیے؟ یہ تعداد خود ان کو بھی یاد نہ تھی ایک بار راقم کے استفسار پر فرمایا:

"گنتی یاد نہیں رکھی، اصل مقصود حاضری ہے جو ان کی نگاہ کرم سے ہو جاتی ہے"

ایک بار اس عظیم احسان کا تذکرہ یوں فرمایا:

"بچپن میں کہیں ایک نعت کہی تھی جس کا ایک شعر ہے:

میں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا
کدی کاسے بھر دے تو نور گدا دے

میں نے اس دعائیہ شعر میں "کاسہ" کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ "کاسے" کہا تھا، چنانچہ ان کی بارگاہ سے کرم ہو ہی جاتا ہے کہ بار بار بلا لیتے ہیں"

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کو بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں بھی حاضری کا پختہ ارادہ تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ احقر کے نام مدینہ منورہ میں مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس میں اس خواہش کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"میرے لئے بھی آئندہ سال حاضری کی اجازت مانگتے آئیں یہ عرض کرکے **کلیبکم بستجیز فی الحضور**"[1]

چنانچہ علالت سے پہلے پروگرام طے پا چکا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد حاضری دی جائے گی۔۔۔ ایام علالت میں آپ کے ایک مرید چوہدری محمد اسحاق صاحب نوری مدنی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ موصوف متعدد حاضریوں میں آپ کے رفیق سفر رہے ہیں، احقر بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ نقاہت کا یہ عالم کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی مگر یہ

---

[1] مکتوب محررہ یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء



Marfat.com

گفتگو صاف سنائی دی۔۔۔ آپ نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

"مدینہ منورہ کب حاضر ہو گے؟" عرض کیا: "رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے"

فرمایا: "میرا بھی یہی پروگرام ہے۔" احقر نے عرض کیا: حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا بنے گا۔ "فرمایا" "اب مدینہ شریف پہلے حاضری ہو گی۔ رمضان شریف سے بھی پہلے۔۔۔ بہت جلد حاضری ہو گی"

اور واقعی سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مرید صادق کو "کاسہ ہائے وصال" پلائے جانے کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا اور سرکار کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی آپہنچی۔۔۔ ہاں رمضان المبارک سے بھی پہلے۔۔۔ بہت پہلے۔۔۔

## محبوبانِ حق کی بارگاہ میں

حضرت قدس سرہ کو محبوب اکرم علیہ التحیتہ والتسلیم سے محبت کرنے والوں اور آپ کی راہوں کے راہی۔۔۔ اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت و عقیدت نے اپنا رنگ دکھایا۔ ۱۳۹۹ھ ر ۱۹۷۹ء میں آپ عراق و شام کے راستے مدینہ پاک حاضر ہوئے اور بغداد شریف 'کربلا معلیٰ' نجف اشرف 'کوفہ 'بصرہ' دمشق' حلب وغیرہ شہروں میں تشریف لے گئے جہاں متعدد مقبولان بارگاہ الٰہی کے درباروں پر حاضری دی۔ جن مزارات پر آپ حاضر ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیٰ نبینا علیہم السلام: حضرت زکریا' حضرت یونس' روضہ مبارکہ سر اقدس حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین: سید نا علی المرتضیٰ' امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تابعین و اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ: سید نا غوث الاعظم جیلانی' امام اعظم ابو حنیفہ'



Marfat.com

حضرت عباس بن علی، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی، سید نا جنید بغدادی اور سلطان صلاح الدین ایوبی۔۔۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علاوہ ازیں آپ دمشق کی جامع مسجد اموی میں بھی گئے اور بابل کے کھنڈرات اور عجائب گھر کا بھی مشاہدہ کیا۔[1]

## سیاسی بصیرت

حضرت فقیہ اعظم نوّر اللہ مرقدہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق و مصنف بھی، ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔ ان گوناگوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا اگرچہ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے تاہم جب کبھی دین کی سربلندی کے لیے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۶ء میں جب کانگرس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا۔ نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جہاد کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

---

[1] ان تمام زیارات کی تفصیل احقر کے نام آپ کے مکاتیب محررہ ۳، ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں درج ہے



Marfat.com

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے ۱۹۷۴ء میں سانحہ ربوہ کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی' اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے۔ اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفےٰ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا مگر اس مرد مجاہد نے نعرہ قلندرانہ بلند کیا۔ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں' بدتمیزی کے جھکڑ چلے' دھمکیوں کے طوفان اڈے مگر جرات و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں ذرا بھر لغزش بھی نہ آئی۔ آپ کے الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے) مگر آپ نے تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔

ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں۔ دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجہ میں جبرو استبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہو گیا۔ نظام مصطفےٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا رہے گا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ ساہیوال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔



Marfat.com

۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہلسنت پاکستان کا سینئر مرکزی نائب صدر مقرر کیا گیا۔ آخر عمر تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔

## اتباع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی۔ جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین جیون شاہی علیہ الرحمتہ (م ۱۹۸۴ء) نے احقر کو بتایا کہ "حضرت فقیہ اعظم کو میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی تہجد کا پابند اور عادی پایا" آپ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

"نماز پنجگانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور اوراد و ظائف پورے کرتے رہیں"[1]

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالہ کے نام تحریر فرمایا:

"نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں' تہجد قضا نہ کیا

---

[1] مکتوب محررہ ۲۱ر اگست ۱۹۷۲ء



Marfat.com

کریں۔"[1]

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا۔ جس کی جھلک جا بجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔۔ اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ فیض الرحمٰن کوثر کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

"اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعۃ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمر ہیں۔ خاقانی نے خوب کہا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے۔

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غمہا فروتر از این است"[2]

اسی طرح حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری، مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری اور مولانا ابو الحقائق محمد رمضان نوری رحمھم اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا:

"شریعت غراء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔۔۔ ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب و لہو ہی

---

[1] مکتوب محررہ ۴ر جنوری ۱۹۷۲ء

[2] مکتوب محررہ ۹ رمضان المبارک ۷۴ھ



Marfat.com

تو ہے۔"[1]

## شخصیت

حضرت فقیہ اعظم باوقار' بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت' طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں مروت بادشمناں مدارا

کا صحیح مصداق تھی۔ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہراتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت' جرأت و استقلال' ہمدردی وخیر خواہی ،حلم و بردباری' بے لوثی و فرض شناسی' عالی ظرفی،علم و عمل' تواضع و انکساری' خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں اپنی جواں سال عالمہ فاضلہ صاحبزادی کی وفات اور پھر ۱۹۷۸ء میں جواں سال عالم فاضل محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری علیہ الرحمتہ کے وصال پر جس صبرواستقامت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر کتب احادیث میں حضور علیہ السلام والصلواۃ کے طریق عمل کی منظرکشی کی گئی ہے۔ حضور کے اس متبع اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کردیا کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

"ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراہیم

---

[1] مکتوب محررہ مدینہ منورہ ۲۷ مئی ۱۹۶۰ء



Marfat.com

لمحزونون"

"آنکھیں اشکبار ہیں' دل غمگین ہے ----- مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے ہیں جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو---- اور ہم اے ابراہیم تیرے فراق سے بڑے رنجیدہ ہیں۔"[1]

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جھومر اور استغناء و توکل آپ کی زینت تھے۔ آپ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے' جلب زر اور طلب دنیا سے پہلو تہی کی---- انہیں بھروسہ تھا تو بس اپنے کریم' روف و رحیم علیہ الصلواۃ والتسلیم کی ذات پاک پر---- حاجی رشید احمد نوری کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"آپ نے رقم کی ضرورت دریافت فرمائی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں واقعی فقیر ہوں مگر کس کا؟ شہنشاہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا---- لہٰذا آپ کی رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود ضرورت کے مطابق بھیج دیتے ہیں یا بھجوا دیتے ہیں----- میرا اکاؤنٹ تو مدینہ منورہ میں ہے۔ میرا ایک شعر ہے۔

چوں وہابی وہم بیزاری نمی داریم ما
چوں در اغنائے محبوب خدا ہیچیم باز"[2]

حب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی دولت ہی ان کا اصل سرمایہ تھا۔ جیسا کہ حافظ فیض الرحمٰن کے نام تحریر فرمایا:

"دنیا دار الحزن اور سجن المومن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الحبیب الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے دل آباد رکھے تو سب کچھ حاصل ہے۔----

---

[1] مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت

[2] مکتوب محررہ ۱۴ راگست ۱۹۷۲ء



Marfat.com

رزقنا اللہ تعالیٰ"[1]

## وصال

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ ر ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ——— ملتان کے حافظ غلام حسین صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے حضرت کے وصال سے ایک روز قبل دیکھا اس سے حضرت کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے بیان فرمایا:

"ایک وسیع سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بچھی ہوئی ہیں اچانک ایک طرف سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لا رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دریوں کی بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا "محمد نور اللہ ہو خادمنا۔۔۔ ہو خادمنا۔۔۔ ہو خادمنا" یعنی محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں (تین مرتبہ) گویا آقا علیہ السلام سند قبولیت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت کے لئے ایک لمبی دعا فرمائی"

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمتہ (حجرہ شاہ مقیم) کے سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری زید مجدہ نے راقم کو اپنا خواب سنایا جس سے بعد از وصال آپ کی بارگاہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یکم رجب ۱۴۰۳ھ کی صبح میں نے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمتہ میں حاضر ہو کر حضرت علیہ الرحمتہ کے لئے دعا کی اور ساتھ

---

[1] مکتوب محررہ ۳ فروری ۱۹ء



Marfat.com

تو، صاحب مزار کی بارگاہ میں عرض کی کہ خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت مولانا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے[1]۔۔۔۔۔ چنانچہ دوپہر کے وقت خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے جو انہوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا کے سر پر رکھ دیں۔۔۔۔۔ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداہ روحی کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ:

"حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے"

اگرچہ یہ خواب کی باتیں ہیں مگر راوی معتبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے نوازا ہے وہ یقیناً اس سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر قیامت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ٹیلیویژن اور ریڈیو پاکستان نے دو مرتبہ یہ خبر نشر کی۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جانکاہ خبر شائع کی۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بصیر پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۲۶ اپریل کو غسل دینے کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دارالعلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دید' دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی رپورٹ میں یوں

---

[1] حضرت سجادہ نشین صاحب نے اس احسان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چند سال ہوئے' میرے جواں سال بھائی سید امتیاز علی شاہ صاحب وفات پا گئے تو حضرت صاحب قبلہ باوجود علالت کے تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔



Marfat.com

تحریر کیا۔

"مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا"۔[1]

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

نماز ظہر کے بعد آپ کی چارپائی اٹھا کر دارالعلوم کی مسجد کے پچھلی طرف دارالفرقان میں رکھی گئی۔ غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمتہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازہ کا اجتماع تاریخی تھا دارالفرقان، مسجد اور دارالعلوم کے وسیع و عریض صحن کے علاوہ مسجد سے ملحقہ تمام پلاٹ، چھتیں، گلیاں مخلوق خدا سے اٹی پڑی تھیں۔ روز نامہ جنگ "۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء" نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے بھی متجاوز تھا۔ ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا جم غفیر تھا۔ مولانا تابش قصوری صاحب رقم طراز ہیں۔

"کم و بیش چالیس ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاء و حفاظ کرام شریک جنازہ تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں"۔[2]

نماز جنازہ سے قبل غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی نے اپنے پر درد خطاب میں فرمایا

"امام الفقہاء سیدی فقیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا ہم سب یتیم ہو گئے ـــــ علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں"

---

[1] روزنامہ مشرق لاہور، ۱۸ر اپریل ۱۹۸۳ء

[2] ترجمان اویس، مرید کے، شمارہ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ



Marfat.com

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کے مشرقی حصہ میں اس پیکر قدسی کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں آغوش رحمت میں لٹا دیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک میں لگنے والی کچی اینٹوں پر متعدد قرآن پاک ختم کیے گئے تھے۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ روضہ مبارکہ کی عالی شان عمارت زیر تعمیر ہے۔ آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ممتاز علماء ومشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمتہ کے سانحہ وصال پر اخبارات میں بے شمار تعزیتی بیانات شائع ہوئے۔ سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور بہت سے شعراء نے مناقب و قصائد اور قطعات تاریخ تحریر کیے۔ جن کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ ذیل میں چند مناقب درج کی جاتی ہیں

پیر طریقت حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ (برادر گرامی شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ) سیال شریف نے فارسی نظم تحریر فرمائی

آں ابوالخیر زبدۂ اخیار — بود اندر علوم کوہ وقار
تاجدار ولایت عرفاں — در دیار علوم دیں سردار
سینہ گنجینہ اش زحب نبی — دلش از ذوق وشوق دیں سرشار
رحلتش غرۂ زماہ رجب — سال ہفتاد و دو ز عمر شمار

فخر آں بود چونکہ "نور اللہ"
مرقد اوست "مظہر انوار"
۱۴۰۳ھ

سید رضی شیرازی رقم طراز ہیں:

آں فقیہ بے عدیل و بے نظیر — رفتہ است از گلشن عالم چوبو
تیرہ و تار است دنیائے علوم — نیست دردنیا فقیہے ہم چواو



Marfat.com

اے رضی سال وصال آں فقیہ "ہاں فقیہ اعظم مارفت" گو
۱۹۸۳ء

ممتاز نعت گو شاعر راجا رشید محمود مدح سرا ہیں:

فقیہ زماں صاحب اوج و عظمت رہے عمر بھر سادگی کی علامت
جو پوچھوں میں تاریخ ترحیل ان کی تو ہاتف کہے "فاضل پاک طینت"
۱۴۰۳ھ

جناب قمر یزدانی صاحب نے مادہ تاریخ پر مشتمل منقبت کے علاوہ نثر میں بھی تاریخ نکالی ہے چند جملے یہ ہیں:

"شخصیت بے مثال" "عابد مغفور" "عالم یکتا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ"
۱۹۸۳ء ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء

فارسی اور اردو کے علاوہ حضرت علیہ الرحمتہ کے متعلق عربی میں بھی منقبتیں کہی گئیں۔ حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر صاحب نوری رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے تاریخی مناقب کہے جو ان کی تالیف "انوار حیات" میں چھپ چکے ہیں۔ ایک عربی منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہو شیخ الاسلام و تاج الشریعۃ بل منبع التحقیق للہ درہ
بل مفرغ التدقیق واللہ سرہ طاف الوری و تفقد الشل عمرہ
فقیہٌ وجیہٌ مفسرٌ و محدثٌ شفاء لامراض البواطن نظرہ
ذکی تقی عملہ و فق علمہ وفی الحب حب محمد مضٰی عمرہ
وقد الہم تاریخ رحلتہ الضیاء
"فقیہ اعظم یمن زمن" مرہ
۱۴۰۳ھ

## اولاد امجاد

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ



Marfat.com

ہیں:

(۱) مولانا ابوالعطا محمد ظہور اللہ نوری

(۲) مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)

(۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ

(۴) صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے)

(۵) راقم الحروف محمد محب اللہ نوری

## تصانیف

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ صاحب تصنیف عالم دین تھے۔۔۔۔ تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن تصانیف کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں

۱۔ ○ فتاویٰ نوریہ۔۔۔ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

○ جلد اوّل: پہلا ایڈیشن: مطبوعہ چٹان پریس لاہور 1974ء، دوسرا ایڈیشن: 1981ء، تیسرا ایڈیشن: مطبوعہ گنج شکر پرنٹرز لاہور 1991ء، چوتھا ایڈیشن: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور 1997ء، پانچواں ایڈیشن: 2003ء

○ جلد دوم: پہلا ایڈیشن ملی پرنٹرز لاہور 1977ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1988ء

○ جلد سوم: پہلا ایڈیشن کمبائن پرنٹرز لاہور 1983ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1994ء

○ جلد چہارم: گنج شکر پرنٹرز لاہور 1990ء

○ جلد پنجم' ششم: (یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں) پہلا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1990ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1993ء

۲۔ رسالۃ الرمز ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء غیر مطبوعہ [1]

۳۔ انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکادولہ تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

---

[1] یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔



Marfat.com

۴۔ تنویر فیئی الزوال بنور عدل فیئی الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ ر ۱۹۴۱ء مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور

۵۔ قضائے سنت فجر

۶۔ انار استمرار الکفار فی اضرار النار ۱۳۶۰ھ ر ۱۹۴۱ء

۷۔ نور نعیمی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء [1]

۸۔ نور القوانین ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۹۔ عقود العساجد لعمار المساجد ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

۱۰۔ مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ/۱۹۷۴ء مطبوعہ لاہور

۱۱۔ افادۃ النشر او کد الامر ۱۳۷۰ھ ر ۱۹۵۰ء

۱۲۔ نعمائے بخشش المعروف دیوان نور مطبوعہ مقبول احمد پریس لاہور ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء [2]

۱۳۔ حرمتہ المصاہرہ ترفع المناکحہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء

۱۴۔ کبر الصوت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء مطبوعہ اردو پریس لاہور ۱۹۵۶ء [3]

۱۵۔ ضمیمہ کبر الصوت ۱۳۷۸ھ ر ۱۹۵۹ء مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور

---

[1] یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں "بہروپیوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

[2] عربی، فارسی، اردو اور پنجابی منظوم کلام، جس کا اکثر و بیشتر حصہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ اردو اور پنجابی کا کچھ حصہ "نعمائے بخشش" کے تاریخی نام سے ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴ء) میں شائع ہوا۔ باقی غیر مطبوعہ ہے۔

[3] اس کتاب کا تاریخی نام کبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن مع ضمیمہ ۱۳۷۸ھ ر ۱۹۵۹ء میں خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمتہ کے زیر اہتمام جمعیت اہل سنت قصور نے شائع کیا۔



Marfat.com

۱۶۔ تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین ، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء

۱۷۔ حدیث الحبیب ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء مطبوعہ الہلال پریس لاہور [1]

۱۸۔ حرمت زاغ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور [2]

۱۹۔ روزہ اور ٹیکہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

۲۰۔ ابداء البشریٰ [3] بقبول الصلوۃ فی الضحوۃ الکبریٰ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء مطبوعہ نثار آرٹ پریس لاہور ۱۹۶۹ء

۲۱۔ الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

۲۲۔ فوائد ظہوریہ (حواشی شرح جامی) غیر مطبوعہ

۲۳۔ حواشی صحیح بخاری غیر مطبوعہ (عربی)

۲۴۔ حواشی صحیح مسلم غیر مطبوعہ (عربی)

۲۵۔ حواشی جامع ترمذی غیر مطبوعہ (عربی)

۲۶۔ خطبات نوریہ (عربی) مطبوعہ ۱۹۸۴ء

۲۷۔ مکاتیب فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

۲۸۔ مواعظ فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

---

[1] اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نثار آرٹ پریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن جسارت پریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمٰن کی طرف سے شائع ہوا۔

[2] اس رسالہ کا تاریخی نام ہے "الجواب لا ٔکل کباب الغراب" یہ جمعیت عالیہ اسلامیہ لاہور (موتمر علماء پاکستان) نے شائع کیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمٰن نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

[3] یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ جو خطیب دار السلام جامع مسجد مدرسہ ملفت گنج (بنگلہ دیش) کی طرف سے شائع ہوا۔



Marfat.com

تحریر۔ محمد محب اللہ نوری

# مرتب

پیشانی کشادہ، مطلع انوار۔۔۔ سر پر علم و فضل کی دستار۔۔۔ چہرہ پُر نور۔۔۔ آنکھیں بادہ محبت سے مخمور۔۔۔ روئے تاباں پر سیاہ گھنی داڑھی کی بہار۔۔۔ سنت محبوب پروردگار۔۔۔ آواز گرجدار۔۔۔ لہجہ باوقار۔۔۔ خلیق و غمگسار۔۔۔ اعدائے دین کے لئے ننگی تلوار۔۔۔ بلند کردار۔۔۔ عابد شب زندہ دار۔۔۔ تحریر، تقریر اور تدریس میں یکہ وطاق۔۔۔ زادہ اللہ بسطۃً فی العلم والجسد کے صحیح مصداق۔۔۔ عاشق رسول۔۔۔ جامع معقول و منقول۔۔۔ نازش علم و عمل۔۔۔ حضرت علامہ ابوالفضل۔۔۔ (علیہ الرحمہ)

نام نامی، اسم گرامی محمد۔۔۔ لقب نصراللہ۔۔۔ کنیت ابوالفضل اور تاریخی نام مرغوب علی تھا۔۔۔ ۱۳۵۸ھ ر ۱۹۳۹ء کو ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں "فرید پور" میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں تاریخ ولادت یوں درج فرمائی:

"تاریخ تولد محمد الملقب بنصراللہ جعل اللہ اخراہ، خیراً من اولیہ"

خمیس ہفدہ جماوی اولیٰ می بود قبیل شام نصر اللہ بنمود
محمد نام و "مرغوب علی" (۱۳۵۸ھ) لقب چوں "مرغوب محمد" (۱۳۵۸ھ) حی با ادب
چوں "مظہر باری" (۱۳۵۸ھ) و "منظور الاعیان" (۱۳۵۸ھ) شدہ "راغب محامد نبی" (۱۳۵۸ھ) واں
ہمہ القاب تاریخی و وصفی نہادم لقب نصراللہ و حسبی"

آپ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی حاصل کی۔ زمانہ طالب



Marfat.com

علمی ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مستقل طور پر تدریسی شعبہ سے منسلک ہو کر ترویج و اشاعت دین کی اہم ذمہ داری سنبھال لی۔۔۔۔ تفسیر'حدیث'فقہ'اصول'صرف'نحو'ادب عربی وغیرہ کے علاوہ ریاضی'ہیئت'ہندسہ'منطق' فلسفہ اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔۔۔۔ انداز تقریر ایسا سہل اور عام فہم تھا کہ ادق اور پیچیدہ مباحث معمولی ذہن رکھنے والے طالب علم کے دل و دماغ میں بھی مرتسم ہو جاتے۔۔۔۔

آپ کے سینے میں علم و فضل کا ایک بحر بے کنار موجزن تھا۔۔۔۔ ایک شفیق اور محنتی استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین صلاحیتوں کے حامل تھے۔ انہی اوصاف کے پیش نظر ۱۳۷۹ھ میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کا نائب مہتمم مقرر فرمایا اور اسی موقعہ پر "ابوالفضل" کنیت سے نوازا۔۔۔۔

حضرت علامہ ابوالفضل علیہ الرحمہ ۲۸ مئی ۱۹۷۴ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمٰن کے صدر مقرر ہوئے۔۔۔۔ یہ آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ انجمن ہذا نے بے سروسامانی کے باوجود قلیل مدت میں کافی ترقی کی۔۔۔۔ ایک مجلّہ ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا جو بحمد اللہ تعالیٰ "نور الحبیب" کے نام سے اب تک اسی آب و تاب کے ساتھ مطلع صحافت پر جگمگا رہا ہے۔۔۔۔

آپ نے فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا اور فتاوی رضویہ کے بعد بر صغیر پاک و ہند میں سب سے عظیم و ضخیم فتاویٰ "فتاویٰ نوریہ" کی ترتیب و طباعت کے کٹھن مگر اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔۔۔۔ اس طرح اس وقیع علمی ذخیرہ کی پہلی دو جلدیں ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ یہ آپ کی تربیت و رفاقت اور باطنی توجہ کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو بقیہ چار جلدیں مرتب کرنے کی سعادت بخشی۔۔۔۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ مکمل شائع ہو چکا ہے۔

آپ' حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی سے عبارت تھی۔ تقوی و طہارت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔۔ علوم



Marfat.com

دینیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔۔۔۔ آپ کے ہاں تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے متولد ہوئے تین صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ (۱) مولانا محمد فضل اللہ (۲) مولانا محمد لطف اللہ (۳) مولانا محمد الی اللہ ( سلمہم ربہم تعالیٰ )۔

تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ فتاوی نصریہ کے علاوہ باقی رسائل و مقالات کو احقر نے "سترہ تقریریں" کے نام سے مرتب کیا۔ جسے انجمن حزب الرحمٰن، شعبہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور نے جنوری ۱۹۸۹ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۱۹ اگست ۱۹۷۸ء کو عین عالم شباب میں یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

❖❖





Marfat.com

# فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

(متفق علیہ)

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے اسے دین کا "فقیہ" بنادیتا ہے۔"

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰہُ مُحَمِّدُہٗ[1] مُحَمَّدُہٗ[2] مُحَمَّدٌ بِجَمَالِہٖ وَجَلَالِہٖ وَمُحَمَّدٌ اِللّٰہُ مُحَمِّدُہٗ بِاِجۡمَالِہٖ وَاِجۡلَالِہٖ اَحۡمَدُ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَاُمَجِّدُ عَلٰۤی اِرۡسَالِہٖ وَاِیۡصَالِہٖ وَاُصَلِّیۡ وَاُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیۡبِیۡ اَحۡمَدَ قَدۡرَ جُوۡدِہٖ وَنَوَالِہٖ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ اَنۡجَالِہٖ[3] وَاَشۡبَالِہٖ[4] مَعَادِنِ کَمَالِہٖ وَاِکۡمَالِہٖ وَعَلٰۤی اَصۡحَابِہٖ اَحۡبَابِہٖ وَاَبۡطَالِہٖ[5]

---

[1] علی زنة الفاعل من التحمید بمعنی تکثیر الحمد وتکریرہ مبتدأ ۱۲ منہ غفرلہ

[2] علی زنة المفعول بالمعنی الوصفی مبدل منہ و محمد علما بدل الکل منہ والمبدل مع البدل خبر لمبتدأ و نجملة خبر الجلالة و یتضح من ھذا معنی الجملة الثانیة ایضا ۱۲ منہ غفرلہ

[3] جمع النجل بمعنی الولد ۱۲ منہ غفرلہ

[4] جمع شبل وھو ولد الاسد ۱۲ منہ غفرلہ

[5] جمع بطل وھو الشجاع ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

مرايا اعماله واحواله وعلى المتفقهين في الدين مظاهر اياله و
ائتياله المنذري المكلف من حرامه وحلاله المبصري دلائله
واستدلاله ليبلغ الى كماله ويفلح في حاله وماله واشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له في ملكه واستعماله وان
محمدا عبده ورسوله وحبيبه المنحبب الينا بامالة واستماله.
اما بعد فهذه اجوبة مفيدة لاسئلة عديدة من
الفقير الى الله الغني ابي الخير محمد نور الله النعيمي عفي عنه
الخطايا وهدى ما يحب ويرضى ورضي عنه وارضى.

---

له جمع المظهر الظرف المكان ١٢ منه غفرله

كه الاصلاح والسياسة والاحسان فيهما ١٢ منه غفرله

ثه الاصلاح والسياسة ١٢ منه غفرله

له جمع المنذر المضاف الى المكلف اضافة لفظية بحذف النون ١٢ منه غفرله

له جمع المبصر محذوف النون المضاف الى دلائله ومعطوفه ١٢ منه غفرله

لله مصدران اصلهما امالة واستمالة حذفت التاء عنهما للاضافة مثل اقام الصلوة

سه بحذف ضمير المفعول العائد الى ابي الخير ليكون الحذف اشارة الى عدمه وفنائه في نفسه كما قال تعالى كل شيء هالك الا وجهه ١٢ منه غفرله

عه جمع المرآة آلة الرؤية ١٢ منه غفرله

عسه لا يخفى ما في المتفقهين من براعة الاستهلال وكذا في التكليف والحرام والحلال والانذار والابصار والدلائل والاستدلال والبلوغ والفلاح وغير ذلك مما تقدم من الاعمال والاحوال والمرايا والاكمال الى غيرها مما بدا ١٢ منه غفرله





Marfat.com

# طہارت

Marfat.com

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدہ : ۶)

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا کرنا چاہتا ہے۔"

Marfat.com

# کتاب الطہارۃ

## الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت العلام مفتیٔ اسلام فقیہ اعظم محدث بصیرپوری دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ غسل خانہ میں بوقتِ غسل وضو کرنا جائز ہے ؟ اور اسی وضو کے ساتھ نماز ادا کرنا یا تلاوتِ قرآنِ پاک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۲ : غسل خانے کے اندر بوقتِ غسل کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے ؟ حالانکہ انسان ننگے جسم غسل کر رہا ہو ؟

السائل :- سکندر علی از کندووال تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۷ ۹/۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

۱ : بوقتِ غسل وضو اول کرنا سنتِ غسل ہے کما فی احادیث البخاری ومسلم اور جب شرعاً وضو ہو گیا تو نماز اور تلاوتِ قرآن پاک ہاتھ لگا کر یقیناً جائز ہو گی بلکہ شرعاً غسل کا نام طہارتِ کبریٰ ہے یعنی سب سے بڑی طہارت کیونکہ وضو سے غسل بڑا ہے اور جب صرف چھوٹی طہارت سے جائز ہے تو بڑی سے کیونکر جائز نہ ہو ؟

۲ : غسل خانہ میں خصوصاً ننگے جسم کلمہ شریف یا قرآنِ پاک نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہاں دل میں



Marfat.com

تو ہر وقت کلمہ رہتا ہے مگر ظاہر پڑھنا ادب کے خلاف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ
حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

# الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین بارے ایں مسائل کے کہ ۱ بعد از غسل میت کو کفن دینے کے بعد جب چارپائی اٹھا اٹھا کر زمین...... منزل دیتے ہیں کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ضرور تحریر فرمائیں۔

نمبر ۲ : کیا نیتِ جنازہ کا جو وضو کیا گیا ہے اس وضو سے نماز فرضِ عین ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں! جواب عطا فرمائیں، اجرِ عظیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں۔

السائل : حافظ دیوان علی وسید عبدالحمید شاہ چک نمبر ۱۵/۵ ایل
ڈاکخانہ خاص مدرسہ میاں چنوں تحصیل خانیوال ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہمارے مذہب مہذب حنفی میں وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو وضو بلا نیت ہی ہو جاتا ہے اور نمازِ جنازہ کی نیت تو ہے ہی نماز کی نیت، تو بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ اور جب وضو ہو جائے تو اس سے سب نمازیں فرض و واجب اور سنت ونفل ادا ہو سکتی ہیں بلکہ تیمم جس میں نیت شرط ہے وہ بھی اگر نیتِ



Marfat.com

نمازِ جنازہ سے کیا جائے تو اس سے بھی ہر فرض نماز بلا خلاف جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیر صد ۱۳ جلد ا میں ہے لو تیمم لصلوٰة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزأه ان یصلی به المکتوبة بلا خلاف کذا فی المحیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه و آله وصحبه وبارك وسلم۔ یہ دوسرے سوال کا جواب ہے اور پہلا سوال میں نہیں سمجھ سکا۔ یہاں ایسا کوئی رواج نہیں، تفصیل سے لکھا جائے تو جواب دیا جاسکتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت جواب میں ذرہ تاخیر ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ لفافہ گم ہوگیا اور کافی جستجو کے بعد کئی دنوں کے بعد آج ملا ہے تو آج ہی جواب لکھ دیا ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم: زیادہ آداب کے بعد عرض ہے کہ چند ایک مسئلہ جات کا فتویٰ لکھ کر مشکور فرمادیں، نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

نمبر ا: نمازِ جنازہ کے وضو سے دوسری فرضی نماز جائز ہے یا نہیں؟

نمبر ۲: روزے کے درمیان کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ کس طرح ہے؟

نمبر ۳: خسرے کا جنازہ کس طرح ہے؟

نمبر ۴: نمازِ فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک کیسی ہیں اور کس طریقہ سے بہتر ہیں؟

نمبر ۵: وضو پر وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟ جلدی ارسال فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

السائل:۔ محمد منیر د محمد شریف چک دلیلکے ڈاکخانہ بنگلہ دتو ضلع ساہیوال



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰهم اجعل لي النور والصواب

۱ : نمازِ جنازہ کے وضو سے مراد وہ وضو ہے جو بہ نیت نمازِ جنازہ کیا گیا، یا وہ ہے جس کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ سائل نے یہ تفصیل نہیں کی مگر شرعاً ہر طرح اس وضو سے دوسری تمام نمازیں نفلی و فرضی جائز ہیں۔ پہلی صورت میں اس لئے کہ وضو میں نیت سرے سے شرط ہی نہیں تو اگر نمازِ جنازہ کی نیت سے بھی نہ ہوتا تب بھی اس سے سب نمازیں جائز ہوتیں لاطلاق اوامر الكتاب والسنة والاطلاق حجة مطلقة۔ اور بدائع صنائع صـ۲۰ جلد ۱ وغیرہا میں ہے لا يشترط لهما اي الوضوء والغسل النية اور دوسری صورت میں یوں کہ وضو کے توڑنے والا صرف حدث ہی ہے۔ بدائع صـ۲۴ جلد ۱ وغیرہا میں ہے فالذي ينقضه الحدث۔ اور نمازِ جنازہ کو کسی آیت یا حدیث یا کسی امام قدیم و حدیث نے حدث قرار نہیں دیا بلکہ ائمہ عظام نے صاف صاف فرمادیا کہ قہقہہ جو دوسری نمازوں میں مفسدِ نماز و وضو ہے، نمازِ جنازہ میں مفسدِ وضو نہیں۔ بدائع صـ۳۲ جلد ۱ وغیرہا میں ہے لا في صلوٰة الجنازة۔ سنن بیہقی صـ۳۰۶، ۳۰۷ جلد ۱ میں ہے کہ حضرتِ نافع جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ جنازہ پڑھتے تھے اور وضو نہ لوٹاتے تھے ونصلي عليه ولا نعيد الوضوء۔ اور صـ۳۰۳ جلد ۱ میں حضرتِ سعید ابن المسیب جو بہت بلند پایہ تابعی ہیں ان سے بیانِ سنت کے ماتحت ہے کہ نمازِ جنازہ سے وضو نہیں لوٹتا ولا وضوء على احد من غير ذلك ممن صلى عليه۔ نیز صـ۳۰ میں ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نمازِ جنازہ چونکہ نماز ہے تو دوسری نماز کے لئے نئے وضو کی ضرورت نہیں قال انما كنا في صلوٰة و رجعنا الى صلوٰة فلا وضوء۔

۲ : دوسرے اہلِ اسلام ہی کی طرح ہے۔ سائل نے اس سوال میں بھی تفصیل نہیں کی کہ روزہ کی حالت میں فوت ہونا کس طرح ہے آیا وفات کا سبب روزہ ہے یا کوئی اور مرض یا عرض جیسے عموماً امراض وغیرہ سے بلا حالتِ صیام بھی موتیں واقع ہوتی رہتی ہیں اور روزہ کی سببیت کی بھی کئی صورتیں



Marfat.com

ہیں مثلاً بیماری میں روزہ رکھا یا روزہ پر بیماری یا سخت بھوک یا پیاس طاری ہوگئی اور کوئی دوا ، غذا ، پانی میسر نہ ہوسکا ، یا میسر ہوا مگر اس گمان پر استعمال نہ کیا کہ روزہ پورا ہو جاتا ہے، تکلیفیں ہوا ہی کرتی ہیں اور قابل برداشت سمجھتا رہا کہ موت آگئی۔ اور ایسے ہی سفر یا ان صورتوں میں اچانک غشی طاری ہوگئی ، کچھ سوچ ہی نہ سکا یا کسی ظالم نے مقیم تندرست کو مجبور کیا کہ ماہِ رمضان شریف کا روزہ نہ رکھے یا توڑ دے ورنہ قتل کر دوں گا اور اس نے صبر کیا اور ظالم نے قتل کر دیا تو ایسی سب صورتوں میں وہ جنتی ہے کیونکہ اچھے کام روزہ پر اس کا خاتمہ ہوا۔ قرآن کریم میں معذورین کو فرمایا وان تصوموا خیر لکم یعنی تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ شرح الصدور ص۱۳۱ ، کنز العمال ص۲۹۵ جلد ۴ میں بحوالہ دیلمی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات صائما اوجب اللہ له الصیام الیٰ یوم القیمۃ یعنی جو روزہ کی حالت میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک روزہ ثابت کر دیتا ہے۔ شرح الصدور صفحہ مزبورہ میں بحوالہ مسند امام احمد اور کنز العمال ص۲۹۳ جلد ۴ میں بحوالہ بزار حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظِ متقاربہ ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ختم له بصیام یوم دخل الجنۃ "جس کا خاتمہ ایک دن کے روزے کے ساتھ یا بسبب ایک دن کے روزے کے ہوا بہشت میں داخل ہوگا۔ جامع الصغیر ص۵۵ جلد ۲ میں حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم بہ افادہ تصحیح مرفوع حدیث شریف ہے من مات علی شیٔ بعثه اللہ علیه یعنی جو کسی کام پر مرے اللہ تعالیٰ اس کو اس کام پر اٹھائے گا۔ بحر الرائق ص۲۸۳ جلد ۲ ، بدائع صنائع ص۹۴ جلد ۲ بیان اعذار میں ہے والنظم منها بعضها مبیح مطلق لا موجب کما فیه خوف زیادۃ ضرر دون خوف الهلاك۔ بحر الرائق ص۲۸۱ جلد ۲ میں ہے معرفۃ ذلك باجتهاد المریض۔ بدائع ص۹۷ جلد ۲ میں ہے واما الاکراہ علی افطار صوم شهر رمضان بالقتل فی حق الصحیح المقیم فرخص فالصوم افضل حتی لو امتنع من الافطار حتی قتل یثاب علیه۔

اور اگر ان صورتوں میں ماسوائے اکراہ ظالم کے اسے معلوم ہوگیا کہ روزہ پر قائم رہنا باعثِ ہلاک ہے اور دوا ، غذا ، پانی پر قادر بھی ہے یا مسافر و مریض کو ظالم مجبور کرے کہ روزہ نہ رکھے یا توڑ دے یا عموماً روزہ سنت و نفل کے متعلق یوں کہے اور دھمکی دے کہ نہ ماننے پر قتل کر دے گا اور غالب گمان یا یقین ہو کہ واقعی قتل کر دیگا



Marfat.com

توشرعاً ان صورتوں میں اس پر لازم کہ جان بچانے کے لئے روزہ چھوڑ دے تو نہ چھوڑنے کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ بدائع ص۹۴ جلد ۲ میں ہے وما فیہ خوف الھلاک فھو مبیح مطلق بل موجب۔ ص ۹۷ جلد ۲ میں ہے واما الجوع والعطش الشدید الذی یخاف منہ الھلاک الخ ص ۹۶ جلد ۲ میں ہے واما فی حق المریض والمسافر فالاکراہ مبیح مطلق فی حقھما بل موجب (الی ان قال) یأثم۔ ہاں اگر اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور ظاہر معنٰی ان تصوموا خیر لکم کی بنا پر جانے کہ شرعاً میرے اوپر روزہ پر قائم رہنا لازم ہے یا کسی عالم نما بے علم نے فتوٰی دے دیا کہ روزہ پر قائم رہنا ضروری ہے۔ بہرحال وہ اپنی دانست سے شرعی حکم کی تعمیل کرتا ہوا فوت ہوگیا تو ظاہر یہ ہے کہ معذور ہوگا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات رواہ البخاری ص۲ ج ۱ وغیرہ من ائمۃ الحدیث یعنی اعمال کے حکم نیتوں پر ہی ہیں اور حدیث ابوداؤد ص۱۵۹ ج ۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ یعنی جو بغیر علم کے فتوٰے دے گا تو گناہ اس کا فتوٰے دینے والے پر ہوگا۔ اور حدیث ابوداؤد ص۴۹ ج ۱، ابن ماجہ ص۴۳، سنن بیہقی ص۲۲۶، ۲۲۷ ج ۱ باسانید متعددہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ایک صاحب کو سفر میں نہانے کی ضرورت ہوئی حالانکہ وہ نہانے سے معذور تھے تو فتوٰے طلب کیا۔ ساتھیوں نے نہانے کا فتوٰے دیا وہ نہائے اور فوت ہوگئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں یہ معروض ہوا تو فرمایا قتلوہ قتلھم اللہ یعنی ان فتوٰے دینے والوں نے اسے مارا اللہ انہیں مارے۔ وغیرہا احادیث کا یہی تقاضا ہے بلکہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ مراقی الفلاح ص۳۶۵ میں مرض کی وجہ سے قاتلِ نفس کے متعلق فرماتے ہیں لانہ فی الظاھر ربما یعد معذورا اور اگر معذور نہ ہو تو گنہگار ہوگا اور مسلمان گنہگار کا جنازہ بلاشک و شبہ و ریب تمام اہل سنت کے نزدیک جائز بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ شرح العقائد مع النقائد کے ص۱۱۵ میں ہے ویصلی علی کل بر و فاجر اذا مات علی الایمان للاجماع ولقولہ علیہ السلام لاتدعوا الصلوٰۃ علی من مات من اھل القبلۃ اور ایسے ہی عامہ معتبراتِ مذہب مہذب میں مصرح ومشرح ہے اور اگر اسے مسئلہ معلوم تھا اور قصداً نہ چھوڑا تو پھر بھی یہی حکم ہے کہ گنہگار ہے اور جنازہ جائز ہے۔ اور اگر اس نے اس لئے روزہ نہیں چھوڑا کہ خودکشی کرنا چاہتا



Marfat.com

ہے حالانکہ یہ صورت نہایت ہی ندرت رکھتی ہے تو پھر بھی اس کا جنازہ جائز ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے کہ جنازہ حقوقِ اسلام سے ہے کما یدل علیہ صراح صحاح احادیث الصحاح وغیرھا وھو منطوق اسفار المذھب المھذب بلکہ ائمہ دین نے صراحۃً اس جزئیہ خودکشی کا بیان فرمایا ہے۔ تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۸۱۵ ج ۱، فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۳ ج ۱ وغیرہا میں ہے والنظم من الدر مع المتن من قتل نفسہ ولو عمدًا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی۔ چونکہ دشمنانِ دین جو ہمیشہ علمائے کرام کو بدنام کرنے کی چالیں چلتے ہیں سالانہ ماہِ رمضان المبارک کی آمد پر ایسے من گھڑت افسانے مشہور کر دیا کرتے ہیں جن سے سادہ لوح اہالیانِ اسلام کے سامنے قدرتی طور پر ایسے سوالات آجایا کرتے ہیں لہٰذا اس سوال کے جواب میں بعض صور کی قدرے تفصیل کی گئی۔

۳؎ : خُسر یعنی جس میں نر و مادہ کی علامتیں پائی جائیں تو وہ حقیقۃً یا نر ہوتا ہے یا مادہ۔ اگر نر ول کی علامت سے پیشاب کرتا ہے تو وہ نر ہے اور اگر ماداؤں کی علامت سے کرے تو وہ مادہ اور اگر دونوں سے کرتا ہے تو جس سے پہلے کرے اس کا اعتبار ہے اور اگر دونوں سے برابر کرے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے فتاویٰ عالمگیر ص۳۹۸ ج ۴، تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۶۳۶ ج ۵ میں ہے والنظم من الھندیۃ ان الخنثی مایکون لہ مخرجان (الی ان قالوا) فان کان یبول من الذکر فھو غلام وان کان یبول من الفرج فھو انثی وان بال منھما فالحکم للاسبق کذا فی الھدایۃ وان یستویا فی السبق فھو خنثی مشکل عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ الخ اور یہ اشکال بلوغ سے پہلے تک ہے۔ عالمگیریہ کے اسی صفحہ میں ہے قالوا وانما یتحقق ھذا الاشکال قبل البلوغ اور بعد بلوغ احتلام، جماع، حیض، نفاس، ڈاڑھی، پستان، دودھ، حمل وغیرہ علامات کے لحاظ سے مرد یا عورت ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ ان کتابوں کے انہی صفحات میں ہے واما بعد البلوغ والادراک یزول الاشکال فان بلغ او جامع بذکرہ فھو رجل وکذا اذا لم یجامع بذکرہ ولکن خرج لحیتہ فھو رجل کذا فی الذخیرۃ وکذا اذا احتلم کما یحتلم الرجل او کان لہ ثدی مستو ولو ظھر لہ ثدی کثدی المرأۃ او نزل لہ لبن فی ثدیيہ





Marfat.com

او حاض او حبل او امكن الوصول من الفرج فهو امرأة

اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو یا علاماتِ متعارضہ ظاہر ہوں یعنی کوئی مرد کی علامت اور کوئی عورت کی پائی جائے تو وہ بھی خنثیٰ مشکل ہوگا انہی کتابوں کے انہی صفحات میں مگر ہندیہ کے ص۲۹۱ ج۴ میں ہے وان لم تظهر احدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل وكذا اذا تعارضت هذه المعالم كذا فى الهداية۔ مگر مبسوط شمس الائمہ سرخسی (جو ظاہر الروایۃ کی جامع ہے) میں ہے کہ بعد بلوغ خنثیٰ مشکل نہیں رہتا کہ اگر اس میں ان علامات سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو وہ مرد ہے۔ اس لئے کہ پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ ابھرنا دلیل شرعی ہوگا اس کے مرد ہونے پر۔ ص۱۱۲ ج۳۰ میں ہے وان لم يكن له شئ من ذلك فهو رجل لان عدم نبات الثديين يكون دليلا شرعيا على انه رجل۔ اور یہ فتاویٰ عالمگیری کے ص۳۹۹ ج۴ میں بھی ہے۔ مگر اس صورت میں بھی یوں خنثیٰ مشکل کے حکم میں ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر واضح ہونے سے پہلے مر جائے۔ مثلاً ایک خنثیٰ مشکل کو بلوغ سے پہلے لوگ جانتے ہیں اور وہ غائب ہوگیا پھر بالغ ہونے کے بعد آیا اور آتا ہی قتل ہوگیا اور قاتل نے یا جانوروں نے سینے کا گوشت اتار لیا تو حکماً یہ بھی خنثیٰ مشکل ہوگا، جیسے بلوغ سے پہلے بچے کی دونوں علامتیں نہ ہوں اور ناف سے پیشاب کرتا ہو تو وہ خنثیٰ نہیں مگر خنثیٰ مشکل کے حکم میں ہے۔ شامی ص۶۳۶ ج۵ میں ہے قوله او من عرى الخ (الى ان قال) ويدل عليه قول محمد هو عندنا والخنثى المشكل فى امره سواء۔ اور ایسے ہی اگر بعد بلوغ علاماتِ متعارضہ پائی گئیں مثلاً مردوں کی طرح ڈاڑھی اُتری اور عورتوں کی طرح پستان ابھرے تو مشکل ہوگا كما مر من الهندية وغيرها نیز شامی ص۶۳۵ میں ہے قوله بعد تقرر اشكاله اى تقرره عندنا بعلمنا به كما لو رأينا له ثديين ولحية۔ بہرحال جس کا لڑکا یا مرد ہونا معلوم ہوگیا تو اس کا حکم وہی ہے جو لڑکے اور مرد کا حکم ہے اور جس کا لڑکی یا عورت ہونا معلوم ہوگیا تو اس کا حکم انہی کا حکم ہے اور جس کے متعلق وضاحت نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہے تو اگر چھوٹا ہے اور حدِ شہوت کو نہیں پہنچا تو عورت مرد دونوں اس کو غسل دے سکتے ہیں اور کفن لڑکیوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم وغیرہ کے کپڑے جو مردوں پر منع ہیں ان میں کفن نہ دیا جائے۔ اور اگر حدِ شہوت کو پہنچ چکا ہے یا بالغ ہے تو



Marfat.com

اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرایا جائے۔ پس اگر محرم مرد یا عورت مثلاً باپ، بھائی یا ماں بہن تیمم کرائے تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر غیر محرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور کفن عورتوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم وغیرہ نہ ہو۔ درالمختار و شامی صفحہ ۸۰۶ ج ۱ میں ہے و ییمم الخنثى المشكل لو مراهقا والا فكغيره فيغسله الرجال والنساء۔ فتاوىٰ ہندیہ صفحہ ۱۹۹ ج ۴ میں ہے وان مات قبل ان يستبين امره لم يغسله رجل ولا امرأة الخ صفحہ ۸۲ ج ۱ الخنثى يكفن كما تكفن المرأة احتياطا ويجتنب الحرير الخ البتہ عالمگیری میں شمس الائمہ حلوانی سے ہے کہ ٹوکرے وغیرہ میں ڈال کر غسل دیا جائے یعنی بہتے پانی میں وہ ٹوکرا ڈال کر ہلا دیا جائے کہ غسل ہو جائے۔ اور ہاتھوں سے غسل نہ دیا جائے۔ صفحہ ۳۹۹ ج ۴ میں ہے وقال شمس الائمة يجعل في كوارة ويغسل مگر ظاہر الروایۃ پہلی ہی صورت تیمم والی ہے۔ بحر الرائق صفحہ ۱۷۴ ج ۲ میں ہے والظاهر انه ييمم لہٰذا تیمم ہی کرایا جائے اور نمازِ جنازہ میں دعائے مشہور تو مرد اور عورت کے لئے ایک ہی ہے اور دوسری دعائیں جو مسنون و مروی ہیں جن کی ضمیروں کا تذکیر و تانیث میں فرق ہوتا ہے یا غیر بالغ کی دعائیں تو ان کی تذکیر میں کوئی حرج نہیں کہ اصل تذکیر ہی ہے اور اسی لئے فقہائے کرام نے خنثیٰ مشکل کے لئے الفاظِ تذکیری ذکر کئے ہیں مثلاً مشکل کہتے ہیں اور مشکلہ نہیں کہتے۔ شامی صفحہ ۶۳۶ ج ۵ میں ہے لم يقل مشكلة لانه لم يتعين احد الامرين فجاء على الاصل وهو التذكير یا اس لئے کہ جب دونوں احتمال ہیں تو بوجہ شرف تغلیبِ تذکیر ہو گئی۔ اسی میں ہے اولانه لما احتمل الذكورة والانوثة غلب التذكير اور اگر الفاظِ تانیث استعمال کرے تو بتاویل نفس یہ بھی ہو سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے كل نفس ذائقة الموت۔ اور دفن کرتے وقت قبر پر عورت کی طرح پردہ کرلیں۔ درالمختار شامی صفحہ ۸۳۸ ج ۱ نیز مع المتن صفحہ ۶۲۸ ج ۵ میں ہے والنظم من التنوير و ندب تسجية قبره۔

مسئلہ: فجر کی سنتیں سب سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں ان کی تاکید میں بکثرت احادیث وارد ہیں صرف ایک ہی بطورِ تبرک اختصاراً عرض کی جاتی ہے۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تدعوهما وان طردتكم الخيل یعنی انکو



Marfat.com

ترک نہ کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں (رواہ ابوداؤد) ص۱۷۹ ج ۱۔ بدیں وجہ اجلہ صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت کے نزدیک ستون، دیوار وغیرہ کی آڑ میں ادا فرمائی ہیں اسندہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ص۲۱۹، ص۲۲۰ ج ۱۔ تو جماعت کے نزدیک بھی بشرطِ پردہ ادا کرنا سنتِ صحابہ بنا۔ اور عموم احادیث مرفوعہ کے ماتحت اندراج کے باعث امتثالِ اوامر وسننِ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوا لہٰذا حضرات تابعین نے بھی اس پر عمل فرمایا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار ص۲۲۰ ج۱ میں حضرتِ حسن بصری اور مسروق وغیرہ سے مروی ہے اور کتب مذہب مہذب میں صراحۃً آیا۔ غنیہ شرح المنیہ ص۲۴۰ وغیرہا میں ہے لایکرہ سنۃ الفجر اذا علم انہ یدرک الرکعۃ الثانیۃ او التشہد علی ما فیہ من الخلاف اور ص۳۷۹ میں مع المتن ہے وان یاتی بہا اما فی بیتہ وھو الافضل او عند باب المسجد الخ ہاں یہ ضروری ہے کہ جماعت کلی طور پر فوت نہ ہو جائے یعنی کم از کم ایک رکعت اور ایک قول میں تشہد مل جانے کی قوی امید ہو کہ جماعت نماز کی بہت بڑی تاکیدیں آئی ہیں اور حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقیمت الصلوٰۃ الخ حدیثِ موقوف ہے ورنہ مؤول ہے اور ادا سے مانع نہیں کما فی شرح معانی الآثار ص۲۱۸ ج ۱۔ اور اس کا عموم یقیناً مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے تو دوسری مساجد والے بھی ادا نہ کرسکیں اور نہ ہی معذور اپنے گھروں میں پڑھ سکیں بلکہ اسلامیانِ روئے زمین کے لئے بندش ہو جائے بلکہ فضاء و سماء کے جن و ملائکہ کے لئے بھی ممانعت ہو جائے وذا مما لا یقول بہ احد۔ نیز سننِ بیہقی ص۴۸۳ ج ۲ میں یہ حدیث بہ استثنائے سنتِ فجر ہے وما اعترض البیہقی بہ اجاب عنہ العینی فی شرح البخاری ص۱۱۱ ج ۲ مفصلا۔

۵ : ہاں کرسکتا ہے اور کارِ ثواب ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ

---

سہ کما ھو عن الغنیۃ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری ص۳۴ ج۱ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوٰۃ۔ اور یہ مضمون مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، طحاوی، بیہقی وغیرہا کی احادیثِ کثیرہ سے قطعی طور صراحۃً ثابت کہ اس پر بہت ثواب ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد ص۹ ج۱، ترمذی ص۱۰ ج ابنِ ماجہ ص۳۹، طحاوی ص۲۵ ج۱، بیہقی ص۱۶۲ ج۱ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بالفاظِ متقاربہ ہے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من توضأ علی طهر کتب الله له به عشر حسنات یعنی جو طہارت پر وضو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس وضو کے بدلے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ احیاء العلوم ص۱۴۰ ج۱ میں حدیثِ مرفوع تحریر ہے الوضوء علی الوضوء نور علی نور یعنی وضو پر وضو نور پر نور ہے۔" شامی ص۸۱ ج۱ میں فرماتے ہیں وقال الحافظ ابن حجر حدیث ضعیف ورواہ رزین فی مسندہ۔ اور احادیثِ ضعیفہ فضائلِ اعمال میں بالاتفاق مقبول ومعمول بہا ہیں وذا ظاهر من ان یظهر خصوصًا اذا تأیدت باحادیث صحاح وحسان۔ لہٰذا کتبِ مذہبِ مہذب حنفیہ میں صراحۃً مذکور کہ وضو پر وضو مستحب وادب ہے۔ عالمگیری ص۸ ج۱ وغیرہا میں ہے ومنها الوضوء علی الوضوء۔ البتہ علماءِ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ فرض یا نفل ادا کر لے تو دوسرا وضو مستحب ہے۔ شامی ص۱۱۱ ج۱ میں شرح المصابیح سے ہے وانما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلوٰۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وههنا زیادۃ بیان فانظر الشامی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ بروز منگل



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسائل میں :-

نمبرا : بعض حضرات گھڑی کے چین کو ممنوع قرار دیتے ہیں کہ دھات کا استعمال جائز نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ گھڑی بھی تو دھات کی ہے اس کا جائز ہونا کیسے ثابت ہوا ؟

نمبر۲ : ایک آدمی باوضو تھا لیکن ہوا دبر سے خارج ہوگئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو جب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجا نہیں کیا جاتا ، اس کی کیا وجہ ؟

نمبر۳ : آدمی چلتی ہوئی ریل گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور نماز کا وقت آگیا اور گاڑی میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ منہ بھی قبلہ کی طرف درست نہیں رہتا تو کیا اس وقت جیسے ہو سکے بیٹھ کر نماز پڑھ لے یا پھر ریل گاڑی کا سفر ختم ہونے پر پھر دوبارہ ان نمازوں کا اعادہ کرے یا نہ ؟

نمبر۴ : اگر امام کے پیچھے ایک مقتدی بالغ ہو اور ایک بچہ نابالغ تو کیا اس طرح جماعت جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۵ : فرضوں کی ایک آخری رکعت یا دو رکعت میں قرارت کیوں نہیں کی جاتی ؟

نمبر۶ : ہوائی جہاز میں نماز کا حکم کیا ہے کیونکہ وہ ہوا میں ہوتا ہے ؟ پڑھنا اس میں جائز ہے یا قضا کرے ؟

نمبر۷ : کیا مجاہد ایک رکعت نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

السائل : مولوی مردان علی ۱۴ ہیوی اک اک رجمنٹ اڑیلری ملیر کینٹ کراچی نمبر۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ : سونے ، چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چین ناجائز نہیں کیونکہ شرعاً ممانعت نہیں ۔



Marfat.com

۲ : ہوا سے جسم آلودہ نہیں ہوتا لہذا استنجا کی ضرورت نہیں اور شلوار دھونی بھی ضروری نہیں۔
۳ : گاڑی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ میں خود ہمیشہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر پڑھا کرتا ہوں البتہ اگر بیمار یا کمزور ہو تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی جائز ہے مگر قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے، نماز ضرور پڑھے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔
۴ : ہاں اس طرح نماز جائز ہے۔ بچہ بالغ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ بالغ اگرچہ زیادہ ہوں تب بھی ایک بچہ ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔
۵ : نماز فرض اصل میں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی اور جب بعد میں زیادہ کی گئی تو زائد میں تخفیف رکھی گئی اور قرارت ضروری نہ ٹھہری۔
۶ : ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے گو ہوا میں ہوتا ہے مگر پھر بھی نمازی تو جہاز کے تختوں پر ہوتا ہے اور قطب نما وغیرہ سے قبلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور جہاز کا سرکاری عملہ بھی تعاون کرتا ہے۔
۷ : مجاہد دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرے مقیم ہے تو چار ورنہ دو پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

**نوٹ** : استفتا میں ایک ہی سوال ہو تو باقاعدہ دلائل لکھے جاتے ہیں مگر یہ سوالات کی فہرست ہے لہذا مختصر لکھا گیا۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس امر میں کہ چاہِ مسجد سے پھولا ہوا چوہا برآمد ہوا ہے ایک فریق کہتا ہے کہ صرف بیس ڈول کافی ہیں۔ چوہے میں اس سے زیادہ کسی کتاب میں نہیں آیا۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ تین سو ڈول نکالنے چاہئیں۔ ان دو فریق سے کون سا فریق راہِ راست پر ہے بینوا اجروا۔



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

فریق اول کا قول غلط ہے اور محض غلط، تمام کتب فقہ متون و شروح فتاوی میں مصرح ہے کہ جو جانور خون جاری والا، پھولا ہوا، پھٹا ہوا، خواہ چھوٹا یا بڑا چاہ سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے۔ غنیۃ المستملی میں شرح الآثار سے بسندہ عن علی ہے قال فی بئر وقعت فیہ فارۃ فماتت ینزح ماؤھا یعنی حضرت مولا علی مشکل کشا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جاوے تو تمام پانی نکالا جاوے" یہ ارشاد پھولے یا پھٹے کے متعلق ہے کما صرح بہ فی الغنیۃ اور اگر کنواں چشمہ دار ہو تو اس کے متعلق قول فیصل یہ ہے کہ جتنا پانی کنوئیں میں موجود ہو تمام کا قدر نکالا جائے اور اس تقدیر و اندازہ کے متعلق کئی قول ہیں۔ صاحب ہدایہ و شرح الوقایہ وغیرہما نے اسے اختیار فرمایا ہے کہ دو عدل جن کو پانی کی سمجھ ہو وہ جتنا اپنے اندازہ سے بتائیں اتنا پانی کھینچا جائے اور چوہے نکلنے سے پہلے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تین دن رات کی نمازیں قضا کریں اور جو نمازیں نکالنے کے پیچھے اور پاک کرنے سے پہلے پڑھی گئی ہوں وہ بھی قضا کریں جب کہ اس پانی سے وضو کیا ہو اور جس نے اس پانی سے غسل کیا ہو یا جس نے کپڑے برتن وغیرہ دھوئے ہوں وہ پاک کئے جائیں۔ واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

قبلہ و کعبہ حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب دام فیضکم

السلام علیکم کے بعد معروض آنکہ چاہ مسجد والے میں پاخانہ نجاست پڑ گئی ہے۔ تحریر ارسال خدمت ہے۔ اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے۔ مسئلہ تحریر فرما کر مسمی سید و ولد سلطان محمد کے ہاتھ عنایت فرما دیں۔

الراقم: نور احمد سکنہ اروڑہ جاگیر



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم
## الجواب
اللهم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام : اصل یہ ہے کہ پہلے نجاست کا نکالنا ضروری ہے اور بہترین صورت اطمینانِ دل کیلئے یہ ہے کہ قدرے کیچڑ وغیرہ بھی نکالا جائے اور پانی جس قدر ہو اندازہ سے نکالا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم الانور وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

خلاصہ سوال طویل تحریری میاں سلطان محمود از نور پورہ۔ ایک کنواں غیر آباد آباد کیا گیا مگر عرصہ ڈھائی ماہ تقریباً گزرے کہ اس میں ایک کبوتر اور دو نیول اور ایک سانپ گر کر مر گئے ہیں اور ہڈی وغیرہ گل گئی ہے اور دس روز سے کنواں چل رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں پاک نہیں ہوا اور مزارع کہتے ہیں پاک ہو گیا بینوا توجروا۔

دستخط سلطان محمود بقلم خود

بسم الله الرحمٰن الرحيم
## الجواب
اللهم اجعل لی النور والصواب

جب جانور مر کر مٹی ہو جائے تو کنواں صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اگر ہڈی، بال یا اس قسم کے اجزاء باقی رہیں تب بھی پاک ہو سکتا ہے اور جب آپ کو ہڈی وغیرہ کے گلنے کا علم ہو گیا جیسے سوال میں مذکور ہے اور کنواں



Marfat.com

دس دن سے چل رہا ہے تو پاک ہو گیا لہٰذا ان اشخاص کو تنگ نہ کریں ۔ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

محترم قبلہ مولانا مولوی صاحب نور اللہ صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم : حسبِ ذیل مسئلہ کا مضمون روانہ خدمت ہے جو کنواں کے پانی کے ناپاک ہونے کے متعلق ہے برائے کرم نوازی جلدی وضاحتِ شرعی فرما کر جواب سے مشکور فرماویں تاکہ اس کنواں کا پانی پاک کیا جائے اور استعمال میں لایا جا سکے جوابی لفافہ حاضرِ خدمت ہے۔ آپ کے فتویٰ پر آپ کے دستخط اور مہر ضرور لگا کر روانہ فرماویں تاکہ سب لوگوں کو یقین پورا ہو جائے۔

ایک مسجد کے کنواں کے کھڑے کے بالکل نزدیک ساتھ ہی چلتی ہوئی گاؤں کے گندے پانی کی نالی ہے جس کے اندر پختہ یا خام روڑے اور پرانے جوتے یا دیگر چیزیں اس غلیظ نالی میں پڑی رہتی ہیں اور جب اس نالی کی صفائی کیجاتی ہے یہ چیزیں سب نکال کر باہر گلی میں ڈال دیجاتی ہیں جو گلی میں پڑی رہتی ہیں۔ عصر کے وقت کی نماز کا سلام ادا کرنے کے فوراً بعد کنواں کے اندر کسی چیز کے گرنے کا کھڑکا ہوا جس کا اسی وقت پتہ کیا گیا تو نابالغ بچوں نے بتلایا کہ ان کے ایک ساتھی لڑکا نے پتہ نہیں کہ وہ پختہ روڑا تھا یا خام یا اور کوئی چیز تھی گلی میں سے اٹھا کر کنواں میں پھینک دی۔ چونکہ یہ سب نابالغ بچے ہیں ان سے پورا یقین اور تسلی نہیں ہو سکی کہ بچہ نے جو کنواں کے اندر چیز ڈالی ہے وہ کیا تھی؟ اب اس چیز کے کنواں کے اندر تسلی کر کے پہلے چیز کو نکلوایا جائے اور پھر کتنا پانی نکلوایا جاوے یا چیز کا پتہ نہ کیا جاوے اور کنواں کے اندر ہی پڑی رہنے دیا جائے اور پانی سارا نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں؛ جس طرح شریعت کا حکم ہے وضاحت فرمائی جاوے، مہربانی ہوگی۔

دستخط دعاگو سردار علی شاہ از شہر فرید بقلم خود



Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :

یہ کنواں شرعاً پاک ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۸۷ میں ہے شك فی وجود النجس فالاصل بقاء الطہارۃ کہ جب پلید شئے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت کا باقی رہنا ہے۔ اسی بنا پر فتاویٰ عالمگیری فتح القدیر، بحر الرائق، شامی وغیرہا کتب فقہیہ میں ہے کہ بکری وغیرہ حلال جانور زندہ کنوئیں میں گر جائے تو جب تک یقیناً اس پر نجاست نہ ہو، کنواں پلید نہیں ہوگا حالانکہ ایسی صورت میں بڑا شک ہوتا ہے کہ جانوروں کے ران وغیرہ پر پیشاب وغیرہ لگا ہو مگر اس کا اعتبار نہیں اور ایسے ہی بکثرت مسائل انہی کتابوں میں ہیں جن میں شکوک وشبہات کا اعتبار نہیں کیا گیا اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ پلید روڑا یا کپڑا یا لکڑی یا اس قسم کی کوئی پلید چیز کنوئیں میں گر گئی ہے تو وہ چیز نکال کر کنوئیں کا سارا پانی صحیح اندازہ کر کے نکالا جائے مگر وہ چیز اگر کنوئیں میں گم ہو جائے اور نکالنا مشکل ہو جائے تو کنوئیں کے سارے پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا کہ چیز بھی تبعاً پاک ہو گئی کیونکہ اس کی نجاست ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اصل میں تو یہ چیزیں پاک ہی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص ۱۱ جلد ۱ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے والنظم منها ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعذر اخراجها وتغیبت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعا لطهارة البئر كذا فی الظهیریة والله تعالیٰ اعلم وصلی الله تعالیٰ علی حبیبه الاعظم وآله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۶ھ ، ۱۳-۳-۶۷



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ ایک تنور جس میں آگ تھی اس میں کتا گر کر مرا۔ مرنے کے بعد نکالا گیا۔ آیا وہ تنور پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر تنور کے ساتھ کتے کی چربی یا کھال وغیرہ جزء نجس لگی ہوئی ہے یا کچھ لگا تو نہیں مگر بدبو آتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تنور پلید ہوگیا مگر ایسا پلید نہیں کہ پاک نہ ہوسکے۔ بلاشک وشبہ یقیناً پاک ہوسکتا ہے۔ اس میں اتنی آگ جلائی جائے کہ چمٹی ہوئی چیز اور بدبو زائل ہوجائے۔ اور اگر صرف بدبو ہی ہے تو جب دور ہوجائے خواہ دھوپ اور ہوا سے دور ہو پاک ہوجائے گا کہ تنور کا حکم زمین کا ہے اور زمین کے متعلق یہ حکم کتبِ مذہب میں منصوص ہے۔ منیۃ المصلی مع غنیۃ المستملی، ردالمحتار، درالمختار، بحرالرائق، فتاویٰ عالمگیری وغیرہا اسفارِ فقہ میں ہے والنظم من الھندیۃ الارض تطھر بالیبس وذھاب الاثر للصلوٰۃ لا للتیمم ھکذا فی الکافی ولا فرق بین الجفاف بالشمس والنار والریح والظل کذا فی البحر الرائق ویشارك الارض فی حکمھا کل ما کان ثابتا فیھا کالحیطان والاشجار والکلأ والقصب مادام قائما علیھا آہ ایضا فیھا والنظم من الھندیۃ واذا طھرت الارض بالجفاف ثم اصابھا الماء الصحیح انھا لاتعود نجسا ولو رش علیھا الماء وجلس علیھا لا بأس بہ ھکذا فی فتاویٰ قاضیخان علیہ الرحمۃ۔ بلکہ کتبِ مذہب میں مصرح کہ اگر پلید مٹی سے کوزے



Marfat.com

وغیرہ بنائے جائیں اور آگ میں پکائے جائیں تو پاک ہو جاتے ہیں حالانکہ پلیدی ان کی ہر جزو میں موجود ہوتی ہے۔کتبِ مذکورہ بالا اور فتاویٰ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ میں ہے و النظم من الھندیۃ الطین النجس اذا جعل منه الکوز او القدر فطبخ فیکون طاھرا ھکذا فی المحیط وکذا اللبن اذا لبن بالماء النجس واحرق کذا فی فتاوی الغرائب بلکہ خاص تنور کا جزئیہ بھی موجود ہے۔ درالمختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے و النظم منھا اذا اسعرت المرأۃ التنور ثم مسحته بخرقۃ مبتلۃ نجسۃ ثم خبزت فیه فان کانت حرارۃ النار اکلت بلۃ الماء قبل الصاق الخبز بالتنور لا یتنجس الخبز کذا فی المحیط۔ شامی، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے و النظم للامام الصبی اذا بال فی التنور او مسحت المرأۃ التنور بخرقۃ مبلولۃ بنجاسۃ ثم خبزت ان کانت قد یبست لم یبق بللھا قبل الصاق الخبز بالتنور لا یتنجس الخبز لان النار لما اکلت البلۃ صارت کالارض اذا یبست بالشمس وان الصقت الخبز بالتنور حال قیام البلۃ فالخبز نجس وقیل ان کان الخبز خبز حنطۃ او شعیر لا یتنجس وان کان الخبز خبز الارز او الجاورس یتنجس لان ذلک یتنشف۔ اور اگر تنور کے ساتھ نہ کچھ لگا ہے نہ بو آتی ہے تو پاک ہے کہ پلید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کر سکتا جیسے انسان کی ہوا کہ نجاستِ شکم کا بخار ہی تو ہے۔ فتح القدیر، عالمگیری، درالمختار، ردالمحتار، بحرالرائق میں ہے و النظم للمحقق مرت الریح بالعذرات واصاب الثوب ان وجدت رائحتھا تنجس وما یصیب الثوب من بخارات النجاسۃ قیل ینجسه وقیل لا وھو الصحیح عالمگیری میں ہے وکذا الحمام اذا حرق فیه النجاسۃ فعرق حیطانھا وکواھا وتقاطر کذا فی فتاوی قاضیخان۔ عالمگیری میں قنیہ سے ہے سعر التنور بالاخثاء والارواث یکرہ الخبز فیه ولو رشه بالماء بطلت الکراھۃ کذا فی القنیۃ۔ اس کی بنا، یا قولِ مرجوح پر ہے یا کراہت سے کراہتِ تنزیہ مراد ہے



Marfat.com

جو صرف چھڑکاؤ سے زائل ہو جاتی اور صورتِ مسئولہ میں تو اب تنور سرد ہے۔ جب بھڑکایا جائے گا تو اس چھڑکاؤ کی بھی ضرورت نہیں لہٰذا اگر بدبو نہیں آتی تو حسبِ معمول تنور کو گرم کر کے بلاشبہ استعمال کریں، بلاکراہت روٹی پاک رہیگی اور احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ ربی وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ حبی و آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

ایک مینڈک تنور میں گر پڑے اور اس وقت روٹیاں تنور میں پک رہی ہوں اور مینڈک کا دھواں انکو پہنچے یہاں تک کہ مینڈک جل کر راکھ ہو جائے تو شرع کے احکام کی رو سے وہ روٹیاں کھانی جائز ہیں یا ناجائز؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر مینڈک کے دھوئیں کی بو یا رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو قابلِ خوردنی نہیں اور اگر کوئی اثر محسوس نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ فتح القدیر، عالمگیر، درالمختار، ردالمحتار، بحرالرائق میں ہے واللفظ من الفتح مرت الریح بالعذرات واصاب الثوب ان وجدت رائحتہا تنجس وما یصیب الثوب من بخارات النجاسۃ قیل ینجسہ وقیل لا وھو الصحیح۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیانِ شرعِ محمدی اس بارے میں کہ اگر کسی تنور میں گدھا گر کر تنور کی گرمی سے مرجائے تو کیا وہ تنور پاک ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پاک ہوسکتا ہے تو وہ کونسی صورت ہے ؟ بینوا توجروا۔

السائل : دونا ماچھی سکنہ چک نمبر ۳۵ عرف پنڈی مہاراں والی ڈاک خانہ شیر گڑھ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر تنور کے ساتھ گدھے کی چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی اور بدبودار نہیں ہوا تو پہلے کی طرح پاک ہی ہے پلید بالکل نہیں ہوا اور اگر آلائش وغیرہ ہے تو وہ دور کر دی جائے ، کھرچنے اور جلانے سے تو پاک ہوجائے گا کہ تنور مٹی سے بنا ہے اور مٹی کے ساتھ متصلِ مستقل ہے اور مٹی پاک ہے ۔حدیثِ پاک ﷺ میں ہے جعلت لی الارض مسجدًا و طھورًا۔ قرآنِ پاک میں ہے صعیدًا طیبًا حتیٰ کہ اگر ایسی مٹی سے برتن بنائے جائیں جو پلید پانی میں گوندھی گئی ہے تو پکانے سے برتن پاک ہوجاتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ علیہ میں ہے الطین النجس اذا جعل منہ الکوز او القدر فطبخ فیکون طاھرا ھکذا فی المحیط۔ نیز اسی میں ہے اذا سعرت المرأۃ التنور ثم مسحتہ بخرقۃ مبتلۃ نجسۃ ثم خبزت فیہ فان کانت حرارۃ النار اکلت بلۃ الماء قبل الصاق الخبز بالتنور لا یتنجس الخبز بلکہ





Marfat.com

فتاویٰ امام قاضی خاں[3] علیہ الرحمۃ میں ہے الصبی اذا بال فی التنور او مسحت المرأۃ التنور بخرقۃ مبتلۃ الخ اور یہ تو آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ کمہار گھڑے، لوٹے وغیرہ تمام برتن آوی میں پکاتے ہیں گو ہے، لید وغیرہ کے ساتھ اور سب لوگ یہ برتن برتا کرتے ہیں۔ نہ پلید ہیں اور نہ ہی کوئی پلید کہتا ہے تو تنور کو خواہ مخواہ کیوں ایسا پلید قرار دیا جائے جو جلانے سے بھی پاک نہ ہو سکے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم (۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ)

(نوٹ) قدرے تفصیلی فتویٰ ص۱۳۰ پر گزر چکا ہے

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

---

[1] بخاری ص ۶۲ ج ۱ [2] ص ۲۳ ج ۱ [3] ص ۱۲ ج ۱



Marfat.com

# اوقاف

## مساجد وغیرہ

Marfat.com

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى
الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (التوبہ: ۱۸)

"اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے
اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے
نہیں ڈرتے۔"

Marfat.com

# كِتَابُ الوقف المساجد وغيرها

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک چھوٹے گاؤں کے مالک چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کی مسجد کو تبدیل کریں یعنی نئی مسجد تعمیر کریں اور پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لائیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کسی نے یہیں کہا ہے کہ بالشت بھر مسجد کی زمین کھود کر دفن کر دیں اور مسجد کی اس جگہ کو اپنے تصرفِ خاص میں لا سکتے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ تبدیل ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس میں مسجد موجود کی تعطیل وتخریب ہے اور تعطیل وتخریبِ مساجد حرام اور سخت حرام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا الآیۃ (ترجمہ" اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ انہیں نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب" نیز ارشاد فرماتا ہے کہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الآیۃ (ترجمہ" ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم



Marfat.com

دیا ہے " اللہ تبارک وتعالیٰ بلند کرنے کا حکم دے اور وہ چاہیں کہ پست کریں یہ کیوں کر جائز ہو سکے۔ اور بالشت والے کا قول بدتر از بول، سراسر جہالت وضلالت ہے۔ ہرگز ہرگز شرعِ مطہر سے اس پر کوئی دلیل وسند نہیں لا سکتا اور نہ ہی ہے۔ پہلی آیت کے نیچے آرہا ہے ائمہ کرام وفقہاء عظام فرماتے ہیں کہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے، بدل نہیں سکتی۔ اسفارِ فقہ ہدایہ وغیرہ میں ہے ومن اتخذ ارضہ مسجدا لم یکن له ان یرجع فیه ولا یبیعه ولا یورث عنه الخ بلکہ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر آبادی ویران ہو جائے، وہاں کوئی نہ رہے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔ یہی مفتیٰ بہ ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، بحرالرائق، شامی وغیرہا میں ہے والنظم من الفتح ولو خرب ماحول المسجد واستغنی عنه ای استغنی عن الصلوۃ فیه اهل تلك المحلة او القریة بان کان فی قریة فخربت وحولت مزارع یبقی مسجدا علیٰ حاله عند ابی یوسف وهو قول ابی حنیفة ومالك والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنهم۔ وہ صرف بالشت بھر کو ہی مسجد سمجھے ہوئے ہے مگر عقلاً ونقلاً یہ باطل اور محض باطل ہے دل سرد سے مسئلہ سرداب کو دیکھئے کہ فقہائے کرام کیا کیا نصاریح جلیلہ فرمارہے ہیں۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کے نیچے تک مسجد ہی ہے اور یہ کہے کہ بالشت بھر ہی ہے ع " بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا" شامی میں ہے قوله الی عنان السماء بفتح العین وکذا الی تحت الثریٰ کما فی البیری عن الاسبیجابی۔ اور اگر مسجد موجودہ کو قائم رکھیں اور نئی مسجد تیار کریں جس سے مسجد موجودہ غیر آباد ہو تو پھر بھی ناجائز ہے کہ مسجد کی تعطیل وویرانی گناہ ہے جیسا کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہو چکا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۵۹ھ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک گاؤں والوں نے اپنا گاؤں منتقل کرکے دوسری جگہ بنا لیا ہے اور وہاں کوئی نہیں رہا اور مسجد اس کی ویران ہو چکی ہے اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کے شہتیر اور کڑیاں وغیرہ سامان اس نئے گاؤں کی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

اگر مسجد مذکورہ واقعی ویران ہو چکی ہے کہ اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تو اس گاؤں والے اس مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں کی مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔ شامی ص ۵۱۴ جلد ۳ میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع و الامام الحلوانی وکفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص و المتغلبون کما هو مشاهد و کذلك اوقافه یاکلها النظار او غیرهم و یلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیه (الیٰ ان قال) ثم رأیت الآن فی الذخیرة قال و فی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا و تداعیٰ مسجدها الی الخراب و بعض المتغلبة یستولون علیٰ خشبه و ینقلون الیٰ دورهم هل لواحد



Marfat.com

لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضي و يمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد والى هذا المسجد قال نعم الى اخره۔

( ناتمام )

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد کو شہید کر کے از سرِ نو تیار کرتے وقت مسجد بلند کرنے کے لئے کہ مسجد کا بلند کرنا تعظیمِ مسجد ہے اور صورت آمدن نقدی کے خیال سے اس خاص مسجد کی دکانیں بنائی گئیں اور ان دکانوں کی سطح پر مسجد بنا کرنا چاہتے ہیں اور آمدن دکانوں کی کرایہ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں! بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسجد کا بلند کرنا واقعی تعظیمِ مسجد ہے مگر مسجد میں دکانیں بنانا، کرایہ پر دینا مسجد کی بے حرمتی و اہانت ہے جو شرعاً حرام اور سخت حرام ہے۔ افسوس بعض اہلِ اسلام کے حوصلے اتنے پست ہو گئے کہ خانہ خدا کے اجزاء کرایہ پر دینے کو تیار ہو گئے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے ان المساجد للہ "مسجدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان ص ۷۱۳ جلد ۲، بحر الرائق ص ۲۴۹ جلد ۵، فتح القدیر ص ۴۴۶ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیر ص ۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندية قيم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد او في فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسكنا تسقط حرمته وهذا لا يجوز یعنی متولی مسجد کے لئے جائز نہیں کہ مسجد کی حد میں یا صحن میں دکانیں بنائے اس لئے کہ مسجد جب دکان یا مسکن بنائی جاتے تو یہ اس کی بے حرمتی



Marfat.com

ہے جو جائز نہیں" بحر الرائق ص۲۵۱ جلد ۵، فتاویٰ قاضی خان ص۳۱۷ جلد ۴، در المختار ص۵۱۳ جلد ۳ مطبوعہ مع رد المحتار میں ہے والنظم من البحر لا یجوز للقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا یعنی نہیں جائز متولی کے لئے کہ بنائے مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بسنے کی جگہ" رد المحتار ص۵۱۳ جلد ۳ میں ہے والمراد من المستغل ان یوجر منه شیئ لاجل عمارته یعنی اور مستغل سے مراد یہ ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دیا جائے کہ اس پر خرچ کیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۷ جلد ۲ میں ہے اذا اراد انسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له یعنی جب کوئی شخص ارادہ کرے کہ مسجد کے نیچے دکانیں بنائے یا اوپر کہ ان کی آمدن مسجد کی مرمت پر خرچ کرے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں"

پس ان عبارات سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور سخت ناجائز ہے اور اس میں مسجد کی بے حرمتی ہے۔ اور مسجد کا بلند کرنا صرف اس پر موقوف نہیں کہ دکانیں بنائی جائیں۔ کیا دنیا بھر میں جس مسجد میں دکانیں نہیں بنائی گئیں وہ بلند ہی نہیں یہ سخت نافہمی کی بات ہے لہذا اس سے پرہیز لازم ونہایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو ۶۰، ۷۰ سال سے آباد چلی آتی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہوگیا اور اسی طرح گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہوگئے، اپنے اپنے مکان تو لوگوں نے بنا لئے اور گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک نئی مسجد بنانی شروع کر دی حالانکہ گاؤں چھوٹا ہے ایک مسجد بھی اچھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ دونوں خصوصًا



Marfat.com

وہ پرانی مسجد جو شکستہ وخستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام اور پانی وغیرہ کا انتظام نہ ہوگا تو وہ نئی مسجد (جس میں ہر طرح کا انتظام ہوگا) کے بن جانے سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ ویران رہے گی تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل : سبحان الدین از کوٹھی نور شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم سورۂ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع قولِ محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل، خازن، معالم التنزیل وغیرہا تفاسیرِ معتبرہ میں ہے والنظم للسید ابی السعود والمراد بالبیوت المساجد کلھا اور اس رفع سے مراد رفع بنا ہے یا تعظیم، ارشاد العقل، لباب التاویل، معالم التنزیل، جمل عن الکرخی وغیرہا میں ہے و النظم من الارشاد والمراد بالاذن فی رفعھا الامر ببنائھا رفیعة لاکسائر البیوت وقیل ھو الامر برفع مقدارھا. بہرحال اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اسی مسجدِ مذکور کو ہی بنا کیا جائے اور اس کی عظمت کو بپا کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اپنے اپنے گھر درست کر لئے اور خانۂ خدا یونہی ویران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد علیحدہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق ادا نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ مسجد قیامِ قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی جمیع معتبرات المذھب المنیف منصوصاً بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض ویران اور معطل پڑی رہے گی تو اندریں حالات نئی مسجد بنانا آیہ کریمہ و من اظلم ممن منع مساجد اللہ الاٰیۃ۔

(نوٹ) اصل فتاویٰ نوریہ میں بھی یہ جواب نامکمل ہے، کاتب پورا نقل نہیں کر سکا۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

نوٹ:۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکمل فتویٰ پرانے کاغذات سے ملا جسے جلد ششم ص۳۰ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (محمد محب اللہ نوری)
۳۰/۵/۹۱





Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں کو دریا نے گرا دیا اور لوگ متفرق ہو گئے۔ اس گاؤں کی گرتی ہوئی مسجد کا سامان خشت پختہ، گارڈر وغیرہ مالکانِ دہ نے باجازت بانیانِ مسجد اٹھا لیا کہ نئی مسجد کی تعمیر میں لگا لیں تو کیا وہ سامان نئی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: میاں محمد امیر صاحب نمبردار ملیکے نو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب گاؤں گر گیا اور مسجد بھی شہید ہو گئی اور دوبارہ آبادی گاؤں کی ظاہری صورت نہ رہی تو اجازتِ قاضی شرع یا حاکم اسلام سے اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگا سکتے ہیں پرانی ہو یا نئی بنائیں۔ درالمختار میں ہے وعن الثانی ینقل الی مسجد اخر باذن القاضی۔ شامی میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بھما قدوة لا سیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد بناءً علیه جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه النور المبین وعلی اٰله وصحبه اجمعین۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد ایک چاہ کے ساتھ مالکانِ چاہ نے برائے نفع عوام جیسا کہ لوگ کنوؤں پر تعمیر کر دیتے ہیں تعمیر کر دی ہے اور دریا نے بمع چاہ مسجد کو شہید کر دیا ہے جس کو پنجابی میں اندریں الفاظ تعبیر کرتے ہیں (دریا نے سمیت کھوہ دے مسیت نوں ڈھا لیا ہے) اور اس جگہ پر اب دریا چل رہا ہے تو اس مسجد کا سامان دوسری گاؤں والی مسجد میں خرید یا بلغیر خرید کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اور دیگر عمارات میں بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے یا کہ نہیں؟ جواب بہ ثبوت کتبِ معتبرہ کے ارسال فرما کر ممنون و مشکور بننے کا موقع عنایت فرما دیں ۔ بینوا توجروا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حضرتِ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً سے مروی ہے کہ ایسے مواضع ضرورت میں سامان (شہتیر، بالے، اینٹیں وغیرہ) فروخت کر دیا جائے حاکمِ شرع کی اجازت سے اور قیمت کسی مسجد پر لگا دی جائے شامی ص۵۱۳ جلد۳ فیباع نقضہ باذن القاضی و یصرف ثمنہ الی بعض المساجد اور یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ سامان بعینہٖ دوسری مسجد پر لگا دینا بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ بالتصریح مشائخ و ائمہ سلف نے بھی یہ جواز ذکر فرمایا ہے۔ شامی ص۵۱۵ جلد۳ میں ہے و بذلک تعلم فتوی بعض مشائخ عصرنا بل ومن قبلھم کالشیخ الامام امین الدین (الی ان قال) فمنھم من افتی بنقل بناء المسجد (الی ان قال) وکفی بھما قدوۃ لاسیما فی زماننا الخ اور جب فروخت کرنا جائز ہوا تو دیگر عمارات میں خرید کر لگانا بھی جائز ہوا مگر یہ خیال رہے کہ ایسی جگہ نہ لگائیں جو ناپاک یا حقیر ہو جیسے پائخانہ یا مویشی کے لئے مکان کہ آخر وہ سامان لائق ادب و تعظیم ہے بلکہ مسجد کا کوڑا بھی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے کما نص علیہ فی الدر



Marfat.com

المختار قبیل باب المیاہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے مقبرہ کی متعلق مسجد جو قدیم ایام میں تھی بوجہ غربت اہالیان وہ شہید ہو چکی ہے جس کے دوبارہ تعمیر کا سامان نہیں اور اسی مقبرہ میں خود رو پرانے درخت ہیں جو مقبرہ ہی میں پیدا ہوئے تو کیا متولی بہ اتفاق اہالیان دیہ وہ درخت کاٹ کر مسجد بنا سکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی : مولوی عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ ۴۲۰ جلد ۴ میں ہے فی مجموع النوازل اشجار فی مقبرۃ یجوز صرفہا الی المسجد ان لم یکن وقفا علی جھۃ اخری فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۳۵۲ جلد ۲ میں ہے سئل نجم الدین فی مقبرۃ فیہا اشجار ھل یجوز صرفہا الی عمارۃ المسجد قال نعم ان لم تکن وقفا علی وجہ اخر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ



Marfat.com

على حبيبه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۵۹-۹-۷

۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

بخدمتِ اقدس حضرت العلام ناصر الاسلام فقیہ الاعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دینِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک قدیمی مسجد کو شہید کیا گیا اور اس سے حاصل شدہ قدیمی پرانا اور بوسیدہ سامان فروخت کرکے اس کی جگہ اعلیٰ پائیدار مضبوط سامان اسی مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں؟ کیونکہ اگر پہلا سامان یونہی پڑا رہنے دیا جائے تو اس کے ضائع ہوجانے کا قوی احتمال ہے۔ امید ہے کہ ہماری مشکل کشائی فرمادیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

السائل : محمد منشا تابش قصوری امام مسجد فردوس ٹینریز مریدکے ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں پرانا اور قدیمی و بوسیدہ یا غیر بوسیدہ سامان صورتِ مذکورہ میں بلاشبہ فروخت کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ جو شخص خریدے وہ اتنا لحاظ رکھے کہ غسل خانہ پائخانہ یا مویشی خانہ میں وہ سامان نہ لگائے کہ اس کے ادب کے خلاف ہے کسی مکان میں لگا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۵-۳-۷

۲۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ ہمارے چک ۳۱/ای۔بی میں مسجد کچی تھی جو کہ شہید کردی گئی ہے اور پختہ بنانے کا ارادہ ہے۔ آیا جو کہ مسجد کی کچی اینٹ جو کہ پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ کے قریب ہوگی۔ کیا ہم نیلام کرکے برائے مسجد سیمنٹ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اور دیگر لکڑی وغیرہ، صحیح متواتر احادیث کے ثبوت سے مفصل تحریر فرمائیں۔ فتویٰ آپ تحریر فرما کر سپردِ ڈاک فرمادیں، مشکوک نہ ہو۔ اکثر علمائے گرد و نواح نے ناجائز قرار دیا ہے کہ مال فروخت کرکے قیمت صرف کرنا جائز ہے۔ قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ متواترہ کا بین ثبوت ہو۔ جواب فوری مطلوب ہے۔

ازطرف اہالیانِ چک ۳۱/ای۔بی ڈاکخانہ چک ۱۹/ای۔بی فوجیانوالہ
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال نزد چک شاہ کرم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسی صورت میں جائز ہے کیونکہ پختہ بنانے کی صورت میں بعینہٖ وہ سامان تو مسجد پر صرف نہیں ہوسکتا اور یونہی رکھا جائے تو ضرور ضائع ہوجائے گا۔ حالانکہ مال کا ضائع کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کی صریح آیات نے تو فضول خرچی اور سفہاء کو مال دینے سے منع فرمایا چہ جائیکہ ضائع بنا دیا جائے اور صحیح حدیث شریف نے بھی اضاعۃ المال سے منع فرمایا۔ دیکھو صحیح بخاری ص۹۵۸ جلد ۲، اور جبکہ فروخت شدہ اشیاء کی قیمت اسی مسجد پر صرف کی جائے تو یہ حکماً ان اشیاء کا ہی صرف کرنا ہے کیونکہ بدل، مبدل عنہ کا عوض ہوتا ہے لہٰذا ہمارے فقہائے کرام نے اجازت فرمائی ہدایہ، فتح القدیر ص۴۳۶ ج۵، شرح الوقایہ ص۳۱۴ ج۲، بحرالرائق ص۲۲۰ ج۵، زیلعی ص۳۲۸ ج۳، درالمختار اور شامی ص۵۲۹ جلد ۳ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے و ان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ



Marfat.com

بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفا للبدل الى المبدل۔

والله تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ العبد ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۷-۹-۷۲

۶ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ

(نوٹ) سوال ہمیشہ صاف صاف لکھا جائے۔ یہ سوال پورا صحیح نہیں لکھا گیا اور یہ بھی واضح نہیں کہ گرد ونواح کے اکثر علماء ناجائز قرار دینے اور قیمت کا صرف کرنا جائز بتاتے ہیں یا کیا کہتے ہیں بہرحال جو ناجائز بتائے اس سے آیات واحادیث صحیحہ متواترہ وغیر متواترہ سے ثبوت کیوں نہیں طلب کرتے۔ ناجائز ہونا بھی دلیل کا محتاج ہے۔ والسلام۔ (منہ غفرلہٗ)

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دوبارہ تعمیر کردہ مسجد کے پہلے سامان کے متعلق جو دو حالتوں پر مبنی ہے۔

اولاً وہ سامان جو کسی صورت میں بھی استعمال کے لائق نہیں فقط ایندھن ہی ایندھن ہے کیا اس کو فروخت کر سکتے ہیں اور اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ یونہی ضائع ہونے دیں؟

ثانیاً ایسا سامان جو استعمال کے لائق تو ہے لیکن اس مسجد میں کسی جگہ بھی صرف نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسری مرتبہ مسجد کی تعمیر نئے ڈیزائن پر کی گئی ہے۔ کیا اس کو بیچ سکتے ہیں اور اس کی قیمت دوبارہ مسجد میں ہی صرف کی جائے اور کیا اس صورت میں مشتری خریدا ہوا سامان جہاں جی چاہے لگا سکتا ہے یا کہ بعض شروط پر؟ اور یا کہ وہ سامان سرے سے بیچ ہی نہیں سکتے؟

برائے کرم اس مسئلہ کو بالتفصیل دلائل بینہ سے حل فرما کر ارسال فرمائیں اور ساتھ ہی اپنی مہر بھی ثبت کریں تاکہ لوگ ہمیں جعلی فتوے کا طعنہ نہ دیں۔

سائل: میرزمان مقیم موضع فوٹ نزد بھگواڑی بازار آزاد کشمیر روڈ تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی



Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً ان دونوں صورتوں میں وہ سامان فروخت کر کے قیمت مسجد پر صرف کرنا جائز ہے کیونکہ فروخت نہ کرنے کی صورت میں وہ سارا مال ضائع ہوجائے گا اور اللہ تعالٰے مال کا ضائع کرنا پسند نہیں کرتا صحیح بخاری شریف ص۲۰۰ جلد۱، اور مسلم شریف ص۷۶ جلد۲ کی حدیث مرفوع متفق علیہ میں ہے ان اللّٰہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال لہذا قرآن کریم میں فرمایا کہ بے عقلوں کا مال ان کے سپرد نہ کیا جائے۔ ارشاد فرمایا ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللّٰہ لکم قیاما وارزقوھم الآیۃ سورۃ النساء آیۃ ع۵۔ پھر اس کے متعلق آیۃ۶ میں بھی ہدایت فرمائی۔ نیز فضول خرچی سے منع فرمایا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ میں ہے ولا تبذر تبذیرا اور ۲۷ میں ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ اضاعتِ مال ناجائز ہے۔ اور مسجد کا ایسا سامان جو مسجد پر حال و مآل میں خرچ نہیں ہوسکتا چونکہ مال ہے اور اس کی اضاعت سے بچاؤ فروخت کرنے میں ہے لہذا فروخت کرنا جائز ہوا کہ ناجائز سے بچ سکیں بنا٫ علیہ ہمارے مشائخ کرام احناف نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر ص۴۳۶ جلد۵، وقایہ شرح الوقایہ ص۴۱۲ جلد۲، بحرالرائق ص۲۲۰ جلد۵ تبیین الحقائق ص۳۲۸ جلد۳، درالمختار شامی ص۵۲۹ جلد۳ وغیرہ کتبِ مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں بالفاظِ متقارب ہے واللفظ من الھدایۃ وان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ بیع وصرف ثمنہ الی المرمۃ صرفا للبدل الی مصرف المبدل اور مشتری کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اسے لگائے کیونکہ یہ اس کا اپنا مال بن گیا۔ البتہ مویشی خانہ یا بیت الخلاء پر نہ لگائے اس لئے کہ اس کو مسجد کے ساتھ نسبتِ خاصہ ہے حالانکہ درالمختار و شامی ص۶۹۵ میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو تعظیم میں مخل ہو فرمایا کحشیش المسجد وکناستہ لا یلقی فی

جلد اول فتاوی نوریہ



Marfat.com

موضع يخل بالتعظيم۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا
محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۱۱-۸-۷۳

# الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :

گذارش ہے کہ آپ برائے کرم واپس ڈاک فتوےٰ سے مطلع فرمائیں کہ ، کیا فرماتے ہیں علماءِ دین کہ جو چیز مسجد کے لئے وقف ہو اور مسجد میں استعمال کی جاتی ہو۔ مثلاً پنکھا وغیرہ وہ اور کسی جگہ میں استعمال کرنی جائز ہے یا نہیں ؟ یا امام مسجد اپنے گھر میں کوئی چیز مسجد سے لیجا کر استعمال کر سکتا ہے ۔ مہربانی کرکے واپس فتوےٰ دے کر مشکور فرمائیں۔

نیازمند : فردوس لیدرز کمپنی چیمبرلائن روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

آبادمسجد کے لئے وقف شدہ شے چراغ ، پنکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ بھی استعمال کرنی جائز نہیں ۔ قرآنِ مجید کا ارشادِ مبین ہے ان المساجد للہ کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں ؎ تو بلا اجازتِ شرعیہ کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کر سکتا ۔ فقہائے کرام نے بطورِ تمثیل تصریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جا سکتا ۔ خلاصۃ الفتاویٰ ۲۲۹ جلد ۱ ؎



Marfat.com

فتاوٰے عالمگیر صـ۵۰ جلد ۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے : والنظم منھا ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیته بلکہ یہاں تک بھی تصریح فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ فتاوٰی قاضیخان صـ۷۱۳، خلاصۃ الفتاوٰی صـ۴۲۳ جلد ۴، بحرالرائق صـ۲۵ جلد ۵، فتاوٰے عالمگیر صـ۳۴۹ جلد ۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الی بیته ۔ بلکہ یہاں تک تصریح فرمادی کہ چراغ مسجد جو مسجد میں نمازیوں کے لئے جلایا گیا اس کی روشنی میں کتب شرعیہ کا درس دینا جائز ہے مگر فرماتے ہیں کہ یہ صرف رات کی پہلی تہائی تک جائز ہے اور اس کے بعد رات میں چراغ مسجد پر مسجد میں بھی درس نہیں دیا جاسکتا۔ فتاوٰے قاضی خان صـ۷۱۶، البحرالرائق صـ۲۵ جلد ۵، فتاوٰے عالمگیر صـ۳۴۵ جلد ۲، صـ۹۴ جلد ۴ میں ہے والنظم من الھندیة ان اراد انسان ان یدرس الکتاب بسراج المسجد (الی ان قال) و فی ما زاد علی ثلث اللیل لیس لھم تاخیر الصلوٰة فلا یکون لھم حق التدریس کذا فی الخانیة والظاھر انه زله بضمیر الواحد کما فی الکتب الاخر ۔ اور دوسری اشیاء کا بھی یہی حکم ہے کہ چراغ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ حکم نسبت مسجد کا ہے لہٰذا الاشباہ والنظائر صـ۵۶۱ میں فرمایا لا تجوز اعارة ادواته لمسجد اٰخر ۔ یعنی آلاتِ مسجد عاریۃً کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں اور جب دوسری مسجد کے لئے جائز نہیں تو متولی یا امام اور خادم مسجد کے گھروں کے لئے کیوں کر جائز ہو۔ ہاں اگر کوئی چیز زائد از ضرورت آجائے اور محفوظ نہ رکھ سکتے ہوں یا استعمالِ مسجد کے قابل نہ رہے یا خدانخواستہ مسجد ہی بالکل ویران ہو جائے تو ایسی صورتوں میں بشرائطِ معلومہ شرعاً فروخت کر سکتے ہیں یا دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں بعض ائمہ کرام کے نزدیک واقف خود بھی اپنے تصرف میں لاسکتا ہے مگر یہ اجازت ہرگز نہیں کہ جو چاہے اپنے طور پہ استعمال کرے۔ واللّٰه تعالٰی اعلم وصلی اللّٰه تعالٰی علی حبیبه واٰله و اصحابه اجمعین و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۲-۷-۶۴

۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ



Marfat.com

## الاستفتاء

ہم نے گاؤں کے چوک میں ایک پختہ عالیشان مسجد بنائی ہے۔ سابقہ مسجد گاؤں کے ایک کونے پر واقع ہے جو کہ کچی ہے اور خستہ حالت میں ہے۔ ہم اسے مسمار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تحریر کر دیں کہ اس مسجد کی مٹی کہاں پھینکیں۔ آیا اس جگہ آبادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

از طرف : سردار محمد صدیق ڈوگر چیئرمین شاہ یکہ ۶۶-۹-۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب مسجد مسجد بن جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے لہذا اسے مسمار کرنا اور سکنی بنانا شرعاً حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا (پ۱ رکوع ۱۴) ترجمہ "اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔" لہذا اس مسجد کو مسجد کی شکل ہی میں آباد رکھا جائے اور مسمار نہ کیا جائے اور نہ ہی سکنی بنایا جائے۔ ہاں عمارت زیادہ خستہ ہو تو مرمت کر دی جائے یا تجدید کر دی جائے مگر رکھا مسجد ہی جائے تاکہ قرآن کریم کے ارشاد کی خلاف ورزی نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں کے زمینداروں نے اپنے



Marfat.com

گاؤں کی مسجد پختہ بنانی چاہی تو پہلی آبادکچی مسجد کو چھوڑ کر اس کے ساتھ نئی مسجد بنالی اور پہلی مسجد کو امام کا مکان بنادیا، اس میں مولیشی وغیرہ بھی باندھ لیتے ہیں تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

**سائلین** : بہاول خان۔ محمد امیر خان نمبرداران۔ پہلوان ولد ترنج۔ محب علی گڈکور سکنہ چک ۲۰/۱ ایل، ڈاک خانہ چک ۲۲/۱ ایل اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب یہ تبدیلی ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس میں سابقہ مسجد کی تخریب وتعطیل ہے (ویران کرنا اور اس میں ادائیگی نماز چھوڑ دینا) اور تعطیل وتخریب مساجد از روئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ ومذہب مہذب، ائمہ دین ناجائز وحرام اور سخت ترین حرام ہے۔ پارۂ اول میں ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا ترجمہ: اور اس سے زیادہ ظالم کوئی شخص نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کے ویران کرنے میں کوشش کرے" مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے روکنا اور ویرانی میں کوشاں ہونا مسجدوں کے گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ تفسیر جلالین، بیضاوی، ابوالسعود میں ہے بالھدم او التعطیل۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع میں ہے انما بنیت المساجد لما بنیت لہ مبسوط امام سرخسی وغیرہ میں ہے اتخاذ المسجد یلزم بالاتفاق۔ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گاؤں یا شہر ویران ہوجائے اور وہاں کوئی نہ رہے تو پھر بھی مسجد مسجد ہی رہے گی یہی مفتیٰ بہ ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، فتاویٰ عالمگیر، فتاوے خیریہ، درالمختار، شامی، بحرالرائق وغیرہا میں ہے والنظم من الدر ومتنہ ولوخرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ وبہ یفتی تو آباد گاؤں کی مسجد کو نماز سے معطل اور ویران کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور پھر مولیشی وغیرہ کا باندھنا جو بول اور گوبر بھی وہاں کرتے ہیں جہاں باندھے



Marfat.com

جاتے ہیں۔ اور جب امام کا مکان بنا تو مجامعت وغیرہ بھی اس میں ہوگی، یہ سب از روئے قرآن کریم اور احادیث پاک اور فقہ شریف کے حکم سے ناجائز اور حرام در حرام ہیں، مسلمانوں پر لازم کہ اس بڑے ظلم سے باز آئیں ورنہ اس سزا کا انتظار کریں جو پارۂ اول میں بیان ہوئی ہے لهم فی الدنیا خزی ولهم فی الاخرۃ عذاب عظیم" واسطے ان کے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے"

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ





Marfat.com

# عقود العساجد لعمّار المساجد

مسجد کے کسی حصّہ کو مسجد سے خارج کرنا منع ہے

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

احبُّ البلادِ الی اللہ مساجدھا (مسلم)

[illegible]

marfat.com

Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ ایک گاؤں کی مسجد خام شہید کر کے پختہ تیار کی گئی اور پہلی مسجد کے صحن کا ایسا حصہ جو مسجد میں داخل تھا اور اس میں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی تھیں مسجد پختہ کی محاذات سے چونکہ ایک طرف ہے لہذا اس میں سے بعض کو مسجد سے خارج کر دینا اور دوسری طرف سے اتنا ہی داخل کر دینا تاکہ صحن متناسب ہو جائے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے، وقتِ جواب وہ نقل پیشِ نظر رہے۔ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ الاطہار وصحبہ الخدمۃ اما بعد، یہ جواب دو فصل پر مشتمل ہے فصل اول نوری جواب سوال، فصل دوم نوری جواب استدلال۔

**فصلِ اول**: مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا شرعًا سخت ناجائز ہے جس کے عدمِ جواز پر قرآن کریم کے نصوصِ جلیلہ واحادیثِ علیہ ونقولِ مذہبِ مہذب حنفیہ شواہدِ عدل ہیں، حضرت رب العالمین واحدِ قہار کا فیصلہ اس کے متعلق سنیئے ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولٓئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا

---

منہ جنجم خادم ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

خائفين لهم فی الدنیا خزی و لهم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۔ ترجمہ:
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں
کوشش کرے ، ان کو لائق نہ تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور
ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ۔"
یہ پُر ظاہر کہ مسجد بجمیع اجزائہ مسجد ہے ۔ مبسوط امام سرخسی ص۳۴ جلد ۱۲ میں ہے ان المسجد موضع
السجود و نحوہ فی مفاتیح الغیب للامام الرازی وغیرھا اور اس حصہ کے خارج کر دینے
میں اس میں نماز پڑھنے سے روکنا ہے جو ذکر اللہ سے روکنا ہے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرنی ہے کہ خارج
کر دینے کی صورت میں مسجد ہی سے علیحدہ ہو جائے گا ۔ تفسیر جلالین شریف ص۱۵ میں ہے ومن اظلم
ای لا احد اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ بالصلوۃ و
التسبیح وسعی فی خرابھا بالھدم او التعطیل ترجمہ : اور کون زیادہ ظالم یعنی نہیں
کوئی زیادہ ظالم اس سے جو روکے اللہ کی مسجدوں کو اس سے کہ ذکر کیا جائے ان میں نام اس کا ساتھ نماز اور
تسبیح کے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ ۔" بیضاوی شریف ص۱۰۱ میں ہے
ان یذکر فیھا اسمہ ثانی مفعولی منع وسعی فی خرابھا بالھدم او التعطیل
تفسیر ارشاد العقل ص۳۵۳ جلد ۱ میں ہے بالھدم او التعطیل اور اس آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے مگر
حکم تمام مساجد کو عام ہے ۔ تفسیر ارشاد العقل شریف ص۳۵۲ ج ۱ میں ہے وھذا الحکم عام لکل
من فعل ذلک فی ای مسجد کان (ترجمہ) اور یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو کرے اس کو کسی مسجد
کے ساتھ ۔" تفسیر بیضاوی شریف کے ص۱۰۱ پر ہے عام لکل من خرب مسجدا او سعی ف
تعطیل مکان مرشح للصلوۃ (ترجمہ) عام ہے واسطے ہر اس شخص کے جو ویران کرے کسی مسجد کو اور
کوشش کرے ایسے مکان کے معطل کرنے میں جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہو ۔" امام علاؤ الدین صوفی خازن اپنی تفسیر
لباب التاویل کے ص۸۴ جلد ۱ میں ابن عربی علیہ الرحمۃ سے ناقل انہ کل مسجد قال وھو
الصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغۃ الجمع فتخصیصہ ببعض المساجد
او ببعض الازمنۃ محال ۔ یعنی بے شک یہ حکم ہر مسجد کا ہے فرمایا اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ



Marfat.com

بے شک لفظ عام ہے وارد ہوا ہے جمع کے صیغہ سے پس خاص کرنا اس کا بعض مساجد کے ساتھ یا بعض زمانوں کے ساتھ محال ہے " صاوی علی الجلالین ص۵۰ جلد ۱ پر ہے ھذا عام لکل من منع مساجد الله من ذکر اسم الله فیھا کان مسلما او کافرا (ترجمہ، یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو روکے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ذکر کرنے اللہ کے نام سے ان میں مسلمان ہو یا کافر " تفسیرات احمدیہ ص۲۱ پر ہے انھا تدل علی ان ھدم المساجد و تخریبھا ممنوع وکذا المنع عن الصلوٰۃ و العبادۃ و ان کان مملوکا للمانع وقد وعد الله تعالیٰ علیہ و شنع علیہ الفقھاء و تمسکوا بھذہ الاٰیۃ (ترجمہ، بے شک یہ آیت دلالت کرتی ہے اوپر اس بات کے کہ بے شک گرانا مسجدوں کا اور ویران کرنا ان کا منع کیا گیا ہے اور ایسے ہی روکنا نماز سے اور عبادت سے اگرچہ ہو مانع کے ملک میں اور ضرور عذاب کی خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور طعن کیا ہے اس پر فقہا نے اور دلیل بنایا ہے انہوں نے اس آیت کو"

دیکھا مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ وہ سب سے بڑا ظالم ہے اور اس کے لئے دنیا میں خواری اور آخرت میں بڑا عذاب ہے تو ثابت ہوا کہ ایسا کرنا سخت ناجائز ہے۔ نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر الله " اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کے نشانوں کو "

خازن ص۴۲۰ جلد ۲ میں ہے شعائر الله، شرائع الله و معالم دینه (ترجمہ) " شعائر اللہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے دین کے نشان ہیں " اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ مسجد دین کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے " چنانچہ لباب التاویل ص۱۱۱ جلد ۱ پر اس کو واضح طور پر فرمایا و نصه کل ما کان معلما لقربان یتقرب به الی الله تعالیٰ من صلوٰۃ و دعاء و ذبیحۃ فھو شعیرۃ من شعائر الله ہر وہ چیز جو نشان ہو واسطے ایسے کام کے جو نزدیکی حاصل کیجائے ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف نماز ہو یا دعا، یا ذبیحہ ہو تو وہ شعیرہ ہے شعائر اللہ سے " اور ایسے ہی معالم التنزیل ص۱۱۱ جلد ۱ میں ہے پس چونکہ مسجد نماز کا نشان ہے لہذا وہ شعائر اللہ میں داخل ہے اور شان نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عموم لفظ ہی ہوتا ہے چنانچہ نور الانوار ص۱۶۲ میں ہے صیغۃ العام اذا وردت فی حق شخص خاص فی نص او قول الصحابۃ فان کانت کلاما مبتدأ فلا



Marfat.com

خلاف فی انہا عامۃ لجمیع افرادہا ولا تختص بسبب خاص وردت فیہ
"عام کا صیغہ جب وارد ہو خاص شخص کے حق میں کسی نص یا قول صحابہ میں، پس اگر ہو شروع کلام میں،
پس اس بات میں کوئی خلاف نہیں کہ بیشک وہ عام ہے اپنے تمام افراد کو اور خاص نہیں ہوتا
ایسے خاص سبب سے جو اس میں وارد ہوا ہو" بحر الرائق ص۳۴۳ جلد ا، در المختار و رد المحتار ص۵۰۹
جلد ا، فتح القدیر ص۲۹۵ جلد ا میں ہے والنظم من الفتح العبرۃ لعموم اللفظ
لا لخصوص السبب" اعتبار عام ہونے لفظ کا ہے نہ خاص ہونے سبب کا" تفسیر کبیر ص۳۶
جلد۳ میں ہے اول الآیۃ اذا کان عاما و اخرہا اذا کان خاصا لم یکن
خصوص اخر الآیۃ مانعا من عموم اولہا (ترجمہ) اول آیت کا جب عام
ہو اور آخر اس کا خاص ہو تو اس کے آخر کا خاص ہونا اول کے عام ہونے سے مانع نہیں بنتا"
نیز قرآن کریم سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی
القلوب (ترجمہ) "اور جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے" لباب التاویل
ص۱۴۱ جلد۵ میں ہے وقیل شعائر اللہ اعلام دینہ وتعظیمہا من تقوی
القلوب ومثلہ فی معالم التنزیل ص۱۴۱ جلد۵۔ نیز قرآن کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد
ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع (ترجمہ) ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے"
قول محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل ص۶۹ جلد۵ میں ہے والمراد
بالبیوت جمیع المساجد "اور بیوت سے مراد تمام مسجدیں ہیں اور
ایسے ہی معالم میں ہے" تفسیر کبیر ص۲۸۶ جلد۶ میں اسے ترجیح دی ہے حیث قال فالاولی حمل
اللفظ علی جمیع المساجد یعنی بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو تمام مسجدوں پر محمول کیا جائے" تفسیر
ارشاد العقل ص۲۰۶ جلد۷ میں ہے والمراد بالبیوت المساجد کلہا "اور مراد بیوت سے
تمام مسجدیں ہیں" اور رفع سے مراد یا رفع بنا ہے یا تعظیم، ارشاد العقل کے اسی صفحہ پر ہے والمراد

---

ؔ یعنی اس بلند کرنے سے ان کی عمارت کا بلند کرنا مراد ہے کہ دوسرے مکانوں سے مسجدیں اونچی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مساجد کی
تعظیم ہے"



Marfat.com

بالاذن فی رفعها الامر ببنائها رفیعۃ لا کسائر البیوت وقیل هو الامر برفع مقدارها ۔ لباب التاویل ص۲۶ جلد ۵ میں ہے ان ترفع ای تبنی وقیل تعظیم ومثلہ فی المعالم (ترجمہ) ان ترفع سے مراد یہ ہے کہ بنا کی جائیں اور کہا گیا ہے کہ تعظیم کی جائیں اور ایسے ہی معالم میں ہے "

تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول لکھ کر تیسرا قول یہ تحریر کیا کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے حیث قال فی ص۲۸۷ ج۶ وثالثها المراد مجموع الامرین ونقلہ الشیخ الصاوی فی ص۱۱۶ ج ۳ (ترجمہ) "تیسرا قول یہ ہے کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے اور نقل کیا اس کو شیخ صاوی نے بھی ص۱۱۶ ج۳ میں "

بہرحال ہمارا مدعا اس آیت سے بین طور پر واضح ہے کہ اگر امر بالبناء مراد ہے تو خارج کر دینے کی صورت میں بناء مفقود ہے لہذا ممنوع ہوا ، اور اگر تعظیم مراد ہے تو خارج کر دینا تعظیم کے منافی ہے لہذا ناجائز ہوا اور اگر دونوں مراد ہیں تو دونوں طرح عدم جواز ثابت ہوا ۔ نیز حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے ان المساجد للہ "مسجدیں خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے " عنایہ شرح ہدایہ ص۴۴۴ جلد ۵ ، فتح القدیر ص۴۴۴ جلد ۵ میں ہے والنظم للمحقق الکمال والمسجد خالص للہ سبحانہ لیس لاحد فیہ حق قال اللہ تعالیٰ وان المساجد للہ مع العلم بان کل شیئ لہ فکان فائدۃ هذہ الاضافۃ اختصاصہ بہ وهو بانقطاع حق کل من سواہ ـــــــ

(ترجمہ) اور مسجد خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نہیں ہے اس میں کسی کے لئے کوئی حق فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بے شک مسجدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں باوجود یقین اس بات کے کہ بے شک ہر شے اسی کے لئے ہے ۔ پس فائدہ اس اضافت کا بڑا خاص ہونا اس کا ساتھ اس کے ہے اور وہ ساتھ منقطع ہونے

---

سه فی الجمل ص۲۶۶ ج۳ وفی الکرخی اذن اللہ ای امر ان ترفع ای تعظم او ترفع بالبناء تدبر ۱۲ النور غفرلہ



Marfat.com

حق ہر اس شخص کے ہے جو سوا اس کے ہے اور ہم مثل اس کے بحر الرائق ص۲۵۱ جلد ۵ اور رد المحتار ص۵۱۲ جلد ۳ میں بھی ہے۔"

اور جب کسی کا کوئی حق نہیں تو جزء مسجد کے خارج کرنے کا حق کیونکر ہو سکتا ہے؟

# احادیث منیفہ

مسند امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسانید الامام الاعظم ص۲۴۲ ج۱ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا ینشد بعیرا فی المسجد فقال لا وجدت ان المسجد لما بنی لہ (ترجمہ) "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ایک آدمی کو جو دریافت کر رہا تھا گم شدہ اونٹ کو مسجد میں، پس فرمایا نہ پائے تو بیشک مسجدیں اسی چیز کے لئے ہیں جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟" سنن ابن ماجہ ص۵۶، صحیح مسلم ص۲۱۰ جلد ۱، سنن کبری بیہقی ص۴۴۷ جلد ۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے۔ اور کتاب الآثار قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ ص۱۹۹ میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے و النظم من صحیح مسلم ان رجلا نشد فی المسجد فقال من دعٰی الی الجمل الاحمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت انما بنیت المساجد لما بنیت (ترجمہ) بے شک ایک مرد نے دریافت کیا مسجد میں پس کہا کون پتہ دیتا ہے مجھے اونٹ سرخ کا پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پائے تو جز ایں نیست کہ بنا کی گئی ہیں مسجدیں واسطے اس کے جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے۔"

سنن کبری بیہقی ص۴۴۷ جلد ۲، سنن ابن ماجہ ص۵۶، سنن ابو داؤد ص۶۸ جلد ۱ صحیح مسلم شریف ص۲۱۰ جلد ۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و النظم من صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن



Marfat.com

لهذا۔ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سُنے کسی مرد کو دریافت کرتا اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں پس چاہیئے کہ کہے نہ واپس کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر، اس لئے کہ بے شک مسجدیں نہیں بنار کی گئی ہیں واسطے اس کے "

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیثِ مذکورہ میں عدمِ جواز نشد الضالۃ فی المسجد کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ مسجدیں نشدِ ضالہ کے لیے بنار نہیں کی گئیں تو اس استدلال سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس کام کے لئے مسجدیں بنار نہیں کی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں ممنوع ہے چنانچہ مجمع البحار ص۳۵۶ جلد۳ میں ہے ویدخل فیہ کل ما لم یبن لہ المسجد (ترجمہ) "اور داخل ہے اس حکم میں ہر وہ چیز جو نہیں بنائی گئی مسجد اس کے لئے" غنیۃ المستملی ص۵۶۷ میں ہے

فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الاٰخرۃ مما لیس فیہ توہم اھانتھا وتلویثھا مما ینبغی التنظیف منہ ولم تبن لاعمال الدنیا ولو لم یکن فیہ توہم تلویث واھانۃ علی ما اشار الیہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فان المساجد لم تبن لھذا

اس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک مسجدیں آخرت کے ایسے کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں جن سے مسجدوں کی بے ادبی یا آلودگی کا اندیشہ نہ ہو، دنیا کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ ان سے آلودگی یا بے ادبی نہ ہو، جیسے اشارہ کرتا ہے طرف اس کی قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فان المساجد لم تبن لھذا۔

اور یہ حقیقت ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی جاتیں کہ ان کے حصے کاٹ کر جدا کئے جائیں تو احادیثِ مذکورہ کی تعلیل میں داخل ہو کر منع ہوا کہ مسجد کا حصہ مسجد سے علیحدہ کیا جائے۔ سبحان اللہ جب مسجد میں صرف دریافت کرنا گمشدہ شے کا اس لئے منع ہو کہ مسجد اس لئے نہیں بنی تو مسجد کا حصہ علیحدہ کرنا اور خارج کر دینا کیونکر جائز ہو سکے۔ کیا مسجد اس لئے بنائی گئی تھی کہ اس کے حصے الگ کئے جائیں گے اور خارج از مسجد کئے جائیں گے۔ سنن ابی داؤد ص۶۶ جلد۱ میں ہے

عن ابی ھریرۃ قال ابو بدر اراہ قد رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم



Marfat.com

قال ان الحصاة لتناشد الذی یخرجها من المسجد" ابوہریرہ سے ہے
ابو بدر راوی کہتا ہے میرا غالب گمان ہے کہ حضرت نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بے شک کنکری ضرور اللہ کی قسم دیتی ہے اسے جو نکالتا ہے اس کو مسجد سے" سنن کبریٰ بیہقی صـ۴۴۱
جلد ۲ میں ہے عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ او عن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال ان حصی المسجد لتناشد صاحبہا اذا اخرج بہا من
المسجد ولا یخفیٰ ان للموقوف فی مثل ھذا حکم المرفوع
" مروی ہے ابی صالح سے کہ مروی ہے ابوہریرہ سے یا کعب سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، فرمایا بیشک
کنکریاں مسجد کی ضرور اللہ کی قسم دیتی ہیں اپنے نکالنے والے کو جب نکالے ان کو مسجد سے اور مخفی نہیں
کہ بے شک موقوف کو اس کی مثل میں حکم مرفوع کا ہے" تو جب مسجد کی کنکری اپنے نکالنے والے کو
اللہ کی قسم دیتی ہے کہ مجھے نہ نکال، تو مسجد کا طویل وعریض حصہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اسے نکالا جائے
تو اس کا نکالنا کتنی بڑی بداخلاقی ہے۔

الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کے صـ۳۱ پر حدیث قدسی ہے یقول اللہ عز وجل
یوم القیمۃ این جیرانی فیقول الملائکۃ ومن ینبغی لہ ان یکون
جارك فیقول عمار مساجدی (ترجمہ) فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہاں ہیں
پڑوسی میرے پس فرشتے عرض کریں گے اور کون ہو سکتا ہے پڑوسی تیرا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری
مسجدوں کے آباد کرنے والے" اخرجہ ابو نعیم عن ابی سعید۔ مشکوٰۃ شریف صـ۶۸
میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب
البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقہا (رواہ مسلم)
نیز مشکوٰۃ شریف صـ۷۱ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل حدیث میں حدیث قدسی کا ارشاد
ہے شر البقاع اسواقہا وخیر البقاع مساجدھا۔ ان دونوں حدیثوں کا
حاصل یہ کہ زمین کے سب حصوں سے بہتر مسجدیں ہیں اور سب سے بدتر بازار ہیں۔ اور ان کے علاوہ بکثرت
احادیث موجود ہیں جن میں سے بہت سے آداب وفضائل مساجد کی طرف راہنمائی فرمائی گئی جن میں صراحۃً



Marfat.com

تکریم و تعظیم مساجد کیطرف بلایا گیا ہے اور وہ احادیث تمام کتب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ و جامع ترمذی و سنن کبریٰ بیہقی و مستدرک حاکم وغیرہا میں بکثرت موجود ہیں بوجہ خوفِ طوالت تحریر نہیں کی گئیں اور اس تکریم و تعظیم سے صراحۃً بحکم دلالۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ اہانت و تخریب و تقطیع مساجد ممنوع ہے۔ یہ کیا ظلم ہے کہ تناسب قائم کرنے کے لئے ایک حصہ الگ کیا جائے۔ یہ یوں ہوا کہ کسی کے باپ یا ماں کا اتفاقیہ ایک کان جہاد وغیرہ میں کٹ گیا تو فرمانبردار بیٹا کہے چونکہ ایک کان کٹ گیا لہذا تناسب نہ رہا میں دوسرا بھی کاٹتا ہوں کہ تناسب قائم ہو جائے اور ماں باپ کی تعظیم کا حکم تو ہے مگر کان کی تعظیم کا حکم نہیں لہذا میں ضرور کاٹوں گا! کیا کوئی عاقل اس کا یہ بکواس پسند کر سکتا ہے اور اسے جائز کہہ سکتا ہے؟

## مذہبِ مہذّب حنفیہ کا حکم

جب تک مسجد آباد ہے یا اس کی آبادی کا سامان رہے اور وہ موضع جس میں مسجد ہے آباد رہے جیسے صورتِ زیرِ بحث میں ہے تو ہمارے جمیع ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی رہتی ہے۔ مبسوط امام سرخسی ص۳۴ جلد ۱۲ میں ہے فقال محمد علیه الرحمة اتخاذ المسجد یلزم بالاتفاق۔ اس کے متعلق آگے اور بہت سے دلائل آرہے ہیں بتوفیقہ تعالیٰ اور اگر وہ موضع ویران ہو جائے اور اس مسجد کی ضرورت نہ رہے یا مسجد ویران ہو جائے اور اس کی عمارت کا سامان نہ رہے اور لوگوں کو اس مسجد کی ضرورت نہ رہے کہ ایک اور مسجد بنا ہو گئی تو ان صورتوں میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ایسی صورتوں میں بھی وہ مسجد مسجد ہی رہے گی ہمیشہ قیامِ قیامت تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ در المختار مطبوع مع رد المحتار ص۵۱۳ جلد ۳ میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی۔ شامی ص۵۱۳ میں ہے قوله عند الامام والثانی فلا یعود میراثا ولا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون



Marfat.com

فیہ اولا وھو الفتویٰ حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھو الاوجہ۔ اس کا حاصل یہ کہ حضرتِ امامِ اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایسی مسجد میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے مسجد ہی رہتی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی اور مسجد کیطرف وہ یا اس کا مال منتقل کرنا جائز ہے اور یہی فتویٰ ہے اور یہی از روئے دلیل زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی تائید بحرالرائق ص۲۵۱ جلد ۵ میں بھی ہے کہ فرمایا قال ابو یوسف ھو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لایعود میراثا ولایجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وھو الفتوی کذا فی الحاوی القدسی وفی المجتبی واکثر المشائخ علی قول ابی یوسف ورجح فی فتح القدیر قول ابی یوسف بانہ الاوجہ۔ نیز بحرالرائق ص۲۵۲ جلد ۵ میں ہے الفتوی علی قول ابی یوسف فی المسجد " فتویٰ قولِ ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے مسجد کے بارہ میں "۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۸ جلد ۲ میں ہے قیل ھو مسجد ابدا وھو الاصح کذا فی خزانۃ المفتین (ترجمہ) کہا گیا ہے وہ مسجد ہے ہمیشہ اور یہی بہت صحیح ہے۔ ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے "۔ نیز اسی صفحہ میں ہے و الفتوی علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لایعود الی ملک مالک ابدا کذا فی المضمرات " اور فتویٰ قولِ ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے کہ بیشک وہ نہیں لوٹتی ملک مالک کی طرف ہمیشہ ایسا ہی مضمرات میں ہے "۔ فتح القدیر ص۲۴۶ جلد ۵ میں ہے یبقی مسجدا علی حالہ عند ابی یوسف وھو قول ابی حنیفۃ رحمھما اللہ تعالیٰ ومالک والشافعی رحمھما اللہ تعالیٰ " باقی رہتی ہے وہ مسجد جیسی پہلے تھی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا اور امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا "۔ نیز اسی صفحہ میں ہے فالاوجہ انہ بعد تحقق سبب سقوط الملک فیہ لایعود۔ یعنی دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی یہی ہے کہ بیشک وہ سقوطِ ملک کے سبب ثابت ہو جانے کے بعد واپس نہیں ہوتی "۔



Marfat.com

نصوصِ مذکورہ سے بیّن طور پر واضح ہوا کہ تابیدِ مسجد کا قول ہی راجح و قوی ہے بچند وجوہ : (۱) یہ قول امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور فتاویٰ سراجیہ[۱] ص ۱۵۷، فتاویٰ عالمگیر ص ۱۴۳ جلد ۳، بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶، در المختار مع رد المحتار ص ۶۵ جلد ۱، ۴ میں ہے و النظم من الدر یفتی بقول الامام علی الاطلاق یعنی فتویٰ حضرتِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر دیا جائے۔"

بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶، شامی ص ۶۷ جلد ۱ میں ہے یحل الافتاء بقول الامام بل یجب و ان لم نعلم من حیث قال " حلال ہے فتویٰ دینا قولِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ پر بلکہ واجب ہے اگرچہ ہم یہ نہ جانیں کہ کس دلیل سے آپ نے فرمایا" بحر الرائق ص ۲۶۹ جلد ۶ میں ہے ان کان المفتی یقلد الامام فنص امامہ و ان کان اجتہادیا کالدلیل القطعی " اگر مفتی امام کی تقلید کرتا ہو تو اس کے امام کا ارشاد اگرچہ اجتہادی ہو مثل دلیل قطعی کے ہے۔"

(۲) یہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا قول بھی ہے اور انہی کتبِ مذکورہ میں ہے و النظم من الدر متصلا بالاول ثم بقول الثانی " پھر قول ابو یوسف علیہ الرحمۃ پر" شامی میں ہے قولہ ثم بقول الثانی ای ثم اذا لم یوجد للامام روایۃ یوخذ بقول الثانی وھو ابو یوسف یعنی جبکہ نہ پائی جائے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی کوئی روایت تو اختیار کیا جائے قول ثانی کا اور وہ ابو یوسف ہیں۔"

(۳) اس قول میں شیخین علیہما الرحمۃ کا اجتماع ہے لہٰذا زیادہ اولیٰ و احق بالاخذ ہوا۔

(۴) اس قول کو ان الفاظ سے ترجیح دی گئی ہے جو علاماتِ افتاء سے ہیں بہ یفتی و ھو الاصح و ھو الفتوی، اکثر المشائخ علیہ، ھو الاوجہ، الفتوی، در المختار مع رد المحتار ص ۶۶، ۶۷ جلد ۱، فتاویٰ خیریہ ص ۲۳۱ جلد ۲ میں ہے و النظم من الدر اما

---

[۱] فتاوے عالمگیری ص ۱۴۳ جلد ۳، شامی ص ۶۵ جلد ۱، فتاویٰ قاضیخان ص ۲ میں ہے والنظم للامام فخر الدین قال عبد اللہ بن المبارك یاخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ [۲] فتاوے سراجیہ میں یوں ہے علی قول ابی حنیفۃ ثم بقول صاحبیہ ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد الخ ۱۲ عہ بلافاصلۃ فیما سوی السراجیۃ فان فیھا مع فاصلۃ سرت و ذا لایضر بالمقصد ۱۲ نور غفر لہ — ص ۱۵۸



Marfat.com

العلامات للافتاء فقوله وعليه الفتوى و به يفتى و به ناخذو عليه الاعتماد وعليه عمل اليوم و عليه عمل الامة وهو الصحيح او الاصح او الاظهر او الاشبه او الاوجه او المختار ونحوها مما ذكر فى حاشية البزدوى الى آخره و قال شيخنا الرملى فى فتاواه و بعض الالفاظ آكد من بعض فلفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح والاشبه وغيرها و لفظ و به يفتى آكد من الفتوى عليه۔ شامی ص ۶۸ جلد ا میں ہے قوله آكد من الفتوى عليه قال ابن الهمام و الفرق بينهما ان الاول يفيد الحصر والمعنى ان الفتوى لا تكون الا بذلك و الثانى يفيد الاصحية۔ نیز درالمختار ص ۶۹ جلد ا میں ہے و اذا ذيلت بالصحيح او الماخوذ به او به يفتى او عليه الفتوى لم يفت بمخالفه۔ شامی ص ۶۹ جلد ا میں ہے لم يجز الافتاء بمخالفها۔ نیز شامی ص ۶۷ جلد ا میں ہے وكذا لو كان احدهما قول الاكثرين لما قدمناه عن الحاوى۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہو۔ شامی ص ۶۷ جلد ا میں ہے والحاصل انه اذا كان لاحد القولين مرجح على الاخر ثم صحح المشائخ كلا من القولين ينبغى ان يكون الماخوذ به ما كان له مرجح لان ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه زيادة قوة لم توجد فى الاخر۔ اور حاصل یہ ہے کہ بیشک جب ہو واسطے ایک دو قولوں کے دوسرے پر کوئی مرجح پھر تصحیح کریں مشائخ ان دونوں قولوں کی تو لائق یہ ہے کہ اختیار کیا جائے وہ قول جو ہو اس کے لئے کوئی مرجح، اس لئے کہ بیشک یہ مرجح باقی ہے تصحیح کے بعد تو باقی رہے گی اس میں زیادتی قوت کی جو دوسرے میں نہیں پائی گئی اور جب دوسرے قول کی تصحیح ہی نہ کی گئی ہو جیسے کہ اس مسئلہ میں اور یہ الفاظ ترجیح بھی موجود ہیں تو بطریق اولیٰ راجح ہوگا تو جب تابید مسجد ہی راجح و مفتی بہ ہوئی تو صورت زیر بحث میں خدانخواستہ اگر ویرانی بھی ہو جاتی تب بھی اس حصے کو چھوڑنا جائز نہیں تھا کہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے چہ جائیکہ مسجد بفضلہ تعالیٰ آباد اور آبادی کا سامان موجود اور گاؤں آباد تو



Marfat.com

اس صورت میں ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی ہے تو اس کا ٹکڑا کیسے الگ کیا جا سکتا ہے اور اگر تناسب ہی قائم کرنا ہو تو اس کے لئے ایک اور جائز طریقہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری جانب سے اس حصہ کے برابر بڑھا دیں اس میں تناسب بھی قائم ہو جائے گا اور مسجد کی فراخی بھی ہو جائے گی اور مسجد کی فراخی نظرِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب ہے جس کا مسجد بنا کرنے والوں کو امر فرمایا۔ سننِ بیہقی صفحہ ۴۳۹ جلد ۲ میں حضرتِ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقوم قد اسسوا مسجدا لیبنوہ فقال اوسعوہ تملؤہ۔ قال فاوسعوہ (ترجمہ) "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ انہوں نے بنیاد رکھی تھی مسجد کی تاکہ بنا کریں اسے پس فرمایا فراخ کرو اسے پُر کرو گے اسے فرمایا راوی نے پس فراخ کیا انہوں نے مسجد کو۔"

# فصل دوم نوری جواب استدلال

مولوی صاحب نے کہا کہ کل وقف شدہ کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل نمبر ا یہ ہے کہ حطیم بیت اللہ سے ہے مگر بیت اللہ سے جدا ہے۔ وجہ تسمیہ حطیم کی یہ ہے کہ لانہ حطم من بیت ای کسر سمی حجرا لانہ حجر ای منع آگے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث کا بعض نقل کیا لان قومك قد قصرت بهم النفقة فاخرجوه من البيت۔

میں کہتا ہوں یہ دلیل اصلاً دعوےٰ کے مطابق نہیں کہ دعوےٰ تو یہ تھا کہ وقف کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس جدا کر لینے سے مراد اگر یہ ہے کہ صرف درمیان میں ایک حد قائم کی جائے اور دونوں جیسے پہلے تھے ویسے ہی وقف رہیں مثلاً ایک مسجد کی دو مسجدیں بن جائیں تو مولوی صاحب کے مدعا کے موافق نہیں کہ مدعا اس حصے کا مسجد ہونے سے نکال کر صحن میں داخل کر دینا ہے تو لامحالہ اس جدا کر لینے سے مراد یہی ٹھہرے گا کہ مسجد ہونے سے جدا کر لینا جائز ہے تو اب وہ دلیل مدعا سے بالکل ہی بیگانہ ہے کہ حطیم مسجد سے خارج نہیں ہوا کہ مسجد الحرام کعبہ شریف کے ارد گرد گھیرے ہوئے ہے اور حطیم مسجد الحرام میں ہی ہے۔ مولوی صاحب اتنا تو حاجیوں سے بھی دریافت کر سکتے تھے ہر ایک حاجی بتا دیتا کہ حطیم مسجد الحرام میں داخل ہے یا کعبہ شریف کا



Marfat.com

نقشہ ہی دیکھ لیتے[عہ] نقشہ ہی بتا دیتا کہ حطیم مسجد شریف میں داخل ہے۔ ذرا شامی ص۶۱۶ جلد ا کو دیکھئے کہ اس میں ہے "المسجد المحیط بہا" وہ مسجد جو گھیرنے والی ہے اس کو" "بہا" کی ضمیر کعبہ شریف کیطرف راجع ہے چنانچہ اسی صفحہ میں ہے الکعبۃ و ما حولہا من المسجد "کعبہ شریف اور وہ جو ارد گرد ہے اس کے مسجد سے" بلکہ حطیم کا جتنا مقدار قریش نے کعبہ شریف کے مکان سے خارج کیا تھا شرعاً کعبہ شریف میں ہی داخل ہے اگرچہ صورۃً خارج ہے" اخرجوہ من البیت" جس سے مولوی صاحب نے استدلال کیا ہے اس اخراج سے اخراجِ صوری مراد ہے۔ اور حکماً داخلِ بیت ہے یعنی جتنا بقعہ پہلے بیت اللہ تھا اتنا ہی اب بھی ہے صرف مکان بناتے وقت قریش نے مکان سے خارج کر دیا تھا۔ اس مدعا پر اگر ضرورت دلیل ہے تو حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فتوے طلب کرو کہ حجر یعنی حطیم بیت اللہ میں داخل ہے یا نہیں، ابھی فتوے صورتِ اثبات میں ملے گا۔ دیکھئے مستدرک حاکم ص۴۶ جلد ا، سنن کبریٰ بیہقی ص۹ جلد ۵ میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الحجر من البیت لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت من ورائہ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ولیطوفوا بالبیت العتیق قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ ص۳۱۳ جلد ا طبع جید برقی میں ہے باب یطوف من وراء الحجر فانہ من البیت نیز ص۳۱۳ میں ہے مالک انہ سمع ابن شہاب یقول انی سمعت بعض علمائنا یقول ما حجر الحجر وطاف الناس من ورائہ الا ارادۃ ان یستوعب الناس الطواف بالبیت۔ دیکھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عالم مدینہ امامِ مالک اور ان کے استاذ الاستاذ علیہم الرحمۃ کا فتویٰ یہی ہے کہ حطیم بیت اللہ سے ہے اور اسی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف حطیم کے باہر سے فرمایا جیسا حدیثِ مستدرک و بیہقی سے سن چکے حالانکہ حکم طوافِ بیت کا ہے اور یہی استدلال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور جمیع امت کا یہی مذہب ہے چنانچہ مؤطا سے سن چکے۔ اور سنن ابوداؤد شریف ص۲۵۸ جلد ا، سنن کبریٰ بیہقی ص۸۹ جلد ۵ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ولا طاف الناس من

---

عہ اور نہ سہی تو شرح الوقایہ تو آپ کے پیش نظر تھا حاشیہ پر سے دیکھ لیتے، نقشہ مل جاتا ۱۲



Marfat.com

وراء الحجر الا كذلك۔ اور کتبِ مذہبِ مہذب حنفیہ کی تصریحاتِ عالیہ بھی گونج رہی ہیں کہ طواف حطیم کے اوپر سے کیا جائے بلکہ خود میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا کہ حطیم بیت اللہ سے ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف ص۲۱۵ جلد۱ صحیح مسلم شریف ص۴۲۳ جلد۱، مسند ابوداؤد طیالسی ص۱۹۸، سنن کبریٰ بیہقی ص۸۹ جلد۵ میں سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے والنظم من صحیح البخاری عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدار امن البیت هو قال نعم۔ سنن ابی داؤد ص۲۷۷ جلد۱، مسند ابوداؤد طیالسی ص۲۱۹، جامع ترمذی ص$\frac{119}{1}$، سنن نسائی ص۳۵ جلد۲، سنن بیہقی ص۱۵۸ جلد۵ والنظم من النسائی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کنت احب ان ادخل البیت فاصلی فیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فادخلنی الحجر فقال اذا اردت دخول البیت فصلی ههنا فانما هو قطعۃ من البیت۔ سنا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ کہ حطیم بیت سے ہے، حطیم بیت اللہ کا قطعہ ہے اس میں نماز پڑھنی ایسی ہے جیسی بیت اللہ میں نماز پڑھنی۔

اب روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اخرجوہ من البیت سے مراد اخراجِ صوری ہے اور شرعاً داخل ہے تو معلوم ہوا کہ وقف مسجد کا ٹکڑا مسجد سے علیحدہ نہیں ہوا عجب کہ مولوی صاحب کی نظر سے ایسے صریح ارشاداتِ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جو آفتاب سے بھی زیادہ چمک رہے ہیں، پوشیدہ رہے اور اخرجوہ من البیت نظر آ گیا حالانکہ جن صفحات میں اخرجوہ من البیت تھا انہی میں یہ بھی تھا کہ من البیت۔ شرح الوقایہ میں جو فرمایا حطم من البیت ای کسر اس سے مراد بھی کسرِ صوری ہے کہ اسی ص۳۳۰ میں حدیث شریف لائے جس میں ان الحطیم من البیت ہے اور شرح الوقایہ ص۴۰ جلد۲ میں اقرار کیا کہ سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقف کعبہ لازم ہے حیث قال اما عندهما فالوقف لازم وعلیہ الفتوی والاصل فیہ وقف الخلیل صلوات اللہ علیہ الکعبۃ دیکھا تو وہ وقف کعبہ کو لازم مان رہے ہیں۔ اور مبسوط سرخسی ص۳۰ جلد۱۲ میں بھی یونہی ہے۔ فتح القدیر ص۴۲۶



Marfat.com

جلد ۵ میں جمہور علماء سے نقل فرمایا کہ زمین کعبہ شریف مسجد ہے (۱) خارج نہیں ہے حیث قال واستدل ابویوسف وجمہور العلماء علی عدم خروجھا عن المسجدیۃ۔ افسوس کہ مولوی صاحب کو صحابہ کرام اور علماء عظام و ائمہ کرام اور خود محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تمام کے تمام نظر نہ آئے، نظر آیا تو ایک اخرجوہ من البیت نظر آیا اور پھر طرفہ یہ کہ اخرجوا کی ضمیر کو نہ دیکھا کہ کس جماعت کی طرف عائد ہے اور صیغہ ماضی بھی نہ دیکھا۔ اگر ضمیر اور صیغہ پر غور کرتے تو اس سے ہرگز استدلال نہ کرتے مگر یہ اظہر من الشمس ہے۔ شاید دیدہ و دانستہ ہی اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے چشم پوشی کر گئے جو بدترین خیانت ہے اور یہی احتمال ان کی چشم پوشی کا احادیث شریفہ کے متعلق بھی ہے۔

اچھا میں واضح کرتا ہوں کہ یہ ضمیر قریش کی طرف عائد ہے اور زمانہ ماضی سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ کافر تھے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ قریش نے زمانہ کفر میں خارج کیا۔ افسوس افعالِ کفار سے استدلال کیا جاتا ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ چونکہ کفار نے ایسا کیا لہذا ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ عذر بھی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی بلکہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صریح رد فرمایا اور اصلی بنیاد پر بناء فرمانے اور حطیم کے داخل فرمانے سے عذر فرمایا کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے کا خطرہ ہے ورنہ گرا کر بنیاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بنا کر دیتا۔

یہ مضمون احادیث صحیح بخاری ص ۲۱۵ جلد ۱، صحیح مسلم ص ۴۲۹ جلد ۱، سنن کبریٰ بیہقی ص ۸۹ جلد ۵، مستدرک حاکم ص ۴۸۰ جلد ۱، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۹۸، سنن نسائی ص ۳۴/۳۳ جلد ۲، موطا امامِ مالک علیہ الرحمۃ ص ۳۱۳ سے مستفاد ہے۔ حدیث مسند ابی داؤد کے کلمات یہ ہیں عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدر تعنی الحجر امن البیت قال نعم قالت قلت فما منعھم ان یدخلوھا البیت قال عجز قومک عن النفقۃ قالت قلت فلم جعلوا بابہ مرتفعا حتی

---

(۱) فی الحاشیۃ ھکذا ولعلہ زائد او محرف حد ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

قال فعل ذلك قومك ليدخلوا من شاءوا ويمنعوا من شائوا لولا قومك حديث عهد بجاهلية وانا اخاف ان تنكرة قلوبهم لادخلت ما تركوا والزقت بابه بالارض۔ بلکہ شرح الوقایہ صفحہ ۳۳ جلد ۱ میں اس حدیث کے آخر میں اتنا اور زائد روایت کیا ولئن عشت الى قابل لافعلن ذالك یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" اور ضرور اگر میں دنیا میں آئندہ سال تک رہا تو ضرور کروں گا اسکو" فرماتے ہیں فلم یعش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما نہ رہے اور آپ کا وصال شریف ہو گیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فی الدنیا والآخرۃ۔

بلکہ اگر مولوی صاحب غور کرتے تو یہ دلیل ہرگز نہ لکھتے کہ یہ ان کی دلیل تو بن نہیں سکتی جیسے واضح ہو چکا ہاں ہمارے مدعا کی دلیل ہے کہ کفار نے ایسا کیا اور سرکار نے اسے پسند نہ فرمایا تو مولوی صاحب نے ہمارے مدعا کی دلیل ذکر کی نہ کہ اپنے مدعا کی، اس کا نام ہے ہیبتِ حق اور جلوۂ نورِ اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

مولوی صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہا ہے کنز الدقائق صفحہ ۲۰۵ میں، وہ عبارت یہ ہے اذا جعل شيئا من طريق مسجد صح كعكسه۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز نقل کرنا بعض مسجد کا اور اس کا جو متعلقاتِ مسجد سے ہو۔ پھر شامی صفحہ ۴۲۳ جلد ۳ سے نقل کیا ثم نقل عن خواحل زاده عن العتابية اذا كان الطريق ضيقا والمسجد واسعا لا يحتاجون الى بعضه تجوز الزيادة فى طريق المسجد لان كلها للعامة۔

میں کہتا ہوں عبارتِ شامی کا ایک وہ حصہ نقل کیا جو ان کے مدعا کا مؤید ہوا اور آگے پیچھے کچھ بھی نہ دیکھا "کعکسہ" متنِ درالمختار میں موجود ہے اور درالمختار میں اس کا معنیٰ بیان کیا اور شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر تنقید کی۔ مولوی صاحب نے کسی بات پر نظر نہ کی اور اپنی طرف سے ترجمہ کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ جائز ہے نقل کرنا بعض مسجد کا۔ اگر اس پر نظر کرتے جو درالمختار میں اس کا مطلب بیان ہوا یا علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تو سمجھ لیتے کہ یہ نتیجہ "کعکسہ" کا نہیں بلکہ اس کا عکس ہے مگر مطلب تو مدعا ثابت کرنا ہے، سچ ہے حبك الشيئ يعمي ويصم۔ سنیئے! درالمختار میں ہے کعکسه اى كجواز عكسه فهو ما اذا

---

نقل فتویٰ میں یونہی غلط ہے ہم نے اسے اسی طرح لکھ دیا کہ مولویت کے شواہد ہیں اور ایسے ہی اور نقول بھی ہیں ۱۲ نور غفرلہ



Marfat.com

جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع۔ اور "لعکسہ" کا یہی معنی بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۲۵۵ جلد ۵ اور رمز الحقائق ص۲۰۵ میں بیان فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مسجد کا کوئی حصہ مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جاتا بلکہ مسجد کے بیچ میں ہی سے گذرنے کی جگہ مقرر کریں جیسے فی المسجد ممر کی "فی" ظرفیت کو ظاہر کر رہی ہے اور اس سے مراد یہ نہیں کہ سڑک میں داخل کیا جائے یا مسجد میں سڑک بنائی جائے چنانچہ در المختار، بحر الرائق، رمز الحقائق میں پہلی عبارت کے متصل ہے و النظم من البحر و الرمز و جاز لکل احد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب و الحائض و النفساء لما عرف فی موضعه و لیس لهم ان یدخلوا فیه الدواب۔ دیکھا جنب و حائض و نفساء کا استثناء اور چارپایوں کے داخل کرنے سے روکنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ جگہ مسجد سے خارج نہیں ہو جاتی اور عام سڑک نہیں بن جاتی ورنہ جنب وغیرہ کا استثناء کیوں کیا جاتا کہ عام سڑک میں جنب وغیرہ گذر سکتے ہیں اور چارپائے سڑکوں میں ہی چلائے جاتے ہیں بلکہ لما عرف فی موضعه صراحۃً بتا رہا ہے کہ وہ باقاعدہ مسجد میں داخل ہے کہ "موضعہ" سے مراد وہ موضع ہے جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ جنب و حائض و نفساء مسجد میں داخل نہ ہوں جیسے کہ تمام اسفار فقہ میں موجود ہے اور شامی علیہ الرحمۃ نے تو اس کے مسجد سے خارج نہ ہونے کی تصریح کر دی۔ شامی ص۵۳۱ جلد ۳ میں ہے و تسقط حرمة المرور فیه للضرورة لکن لا تسقط عنه جمیع احکام المسجد فلذا لم یجز المرور فیه لجنب و نحوه کما مر یعنی مسجد میں سے گزرنا جو شرعاً ناجائز ہے ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہو جاتا ہے اور یہ نہیں کہ تمام احکام مسجد کے ساقط ہو جائیں۔

دیکھا اس جگہ کے لئے باقی تمام احکام مسجد ثابت مان رہے ہیں اور تمام احکام مسجد کے مسجد ہی کے لئے ثابت ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ جگہ مسجد میں داخل ہے اور خارج نہیں ہوتی اور یہ جواز المرور بھی ضرورت کے وقت ہی ہے مطلقاً نہیں۔ در المختار مطبوع مع الشرح ص۶۱۴ جلد ۱، خلاصۃ الفتاوی ص۲۲۹ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۵ جلد ۲، فتاوی عالمگیر ص۵۷ جلد ۱ میں ہے و النظم من الهندیة رجل یمر فی المسجد و یتخذ طریقا ان کان بغیر عذر لا یجوز و



Marfat.com

بعذر یجوز اور جب عذر کیوجہ سے گزرے تو تحیۃ المسجد ادا کرے ہاں اگر دن میں کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ ہی تحیۃ المسجد کا پڑھنا کافی ہے۔ چنانچہ خلاصۃ الفتاوی ص۲۲۹ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۵ جلد ۲، فتاوی عالمگیری ص۵۷ جلد ۱، شامی ص۶۱۴ جلد ۱ میں ہے والنظم للشامی ویصلی کل یوم تحیۃ المسجد مرۃ۔ یعنی جبکہ کئی مرتبہ دن میں گزرے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر مرتبہ تحیۃ المسجد جو ادبِ دخول ہے، ادا کرتا مگر اس کو ایک ہی مرتبہ کافی ہے کہ ہر مرتبہ ادا کرنے میں حرج ہے۔ شامی میں ہے ای اذا تکرر دخوله تکفیه التحیة مرة۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے لما فیہ من الحرج۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ گزرنے کی جگہ مسجد سے خارج نہیں ہوتی ورنہ تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تحیۃ المسجد دخولِ مسجد ہی کے لئے ہے نہ سڑک ہی سے گزرنے کے لئے۔ اور فتاوی عالمگیری ص۴۴۳ جلد ۲ سے بھی یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ جگہ عام سڑک نہیں بنتی بلکہ جنب و حائض ونفساء کے سوا صرف لوگوں کے لئے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے نظم یہ ہے ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذلك وانه صحیح کذا فی المحیط اذا جعل فی المسجد ممرا فانه یجوز لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل واحد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والنفساء ولیس لهم ان یدخلوا فیه الدواب کذا فی التبیین۔

دیکھا طریق کے عدمِ جواز کا صحیح ہونا نقل کر کے ممر کا جواز نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اس عبارت میں طریق سے مراد عام سڑک ہے اور ممر سے مراد صرف گزرنے کی جگہ ہے ورنہ خواہ مخواہ تعارض لازم آئے گا۔

اب علامہ شامی کی سنئے: درالمختار میں "کعکسہ" کا مطلب جو انہوں نے بیان کیا ھو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ ص۵۳۰ جلد ۳ فرماتے ہیں لا نعلم ذلك فی جوامعنا "ہم اس کو اپنی جامع مسجدوں میں نہیں جانتے"۔ حاصل اس کا یہ ٹھہرا کہ درالمختار کی یہ دلیل مخدوش ہے لہٰذا مدعا جس کی بناء دلیل پر ہوتی ہے وہ بھی ایسا ہی ہوا، ہاں اپنی طرف سے "کعکسہ" کا حاصل معنی دو صورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ پہلا یہ کہ مسجد سے



Marfat.com

مراد ایسی مسجد ہے جس کے دو دروازے ہوں اور لوگ اس مسجد میں سے گزریں۔ فرماتے ہیں نعم تعارف الناس المرور فی مسجد له بابان۔ پھر اس صورت کا مکروہ ہونا بحر الرائق سے نقل کیا، فرماتے ہیں وقد قال فی البحر وکذا یکرہ ان یتخذ المسجد طریقا وان یدخله بلا طھارۃ۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ "مکسہ" سے مراد صرف مسجد میں سے گزرنا ہے، یہ نہیں کہ مسجد گزرنے کی جگہ مقرر کی جاوے اور یہ گزرنا گو جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ بھی تحریمہ جیسے درالمختار میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے "لایجوز" گذرچکا۔ اور اس کی مؤید ہے وہ حدیث جو سنن ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً ہے قال صلی اللہ علیه وسلم خصال لاتنبغی فی المسجد لایتخذ طریقا الحدیث اور اگر ضرورت کی وجہ سے گزرنا ہو تو مکروہ نہیں جیسے گزرچکا، مگر تحیۃ المسجد پڑھے۔

دوسرے یہ کہ مسجد سے مراد نفس مسجد نہیں بلکہ صحن مسجد ہے اور طریق سے طریق عام مراد نہیں بلکہ وہ مسقف دیرکیں مراد ہیں جو جامع مسجدوں کے صحن میں بنائی جاتی ہیں کہ بارش وغیرہ کے وقت ان میں نماز کے لئے چلا جاتے یا جامع مسجد سے باہر جانے کے لئے نہ ہر ایک چلنے والے کے لئے عام سڑک کی طرح اور شاید یہی مراد ہے اور جس کو مسجد کیطرف چلنے کی ضرورت ہو تو صرف اس جگہ چلے تاکہ نمازیوں سے دور ہو اور تاکہ اس صورت میں نماز کے مکان کی بھی بہت بڑی تعظیم ہو۔ علامہ کی عبارت یہ ہے نعم یوجد فی اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشی فیھا وقت المطر ونحوہ لاجل الصلوۃ او للخروج من الجامع لا لمرور المارین مطلقا کالطریق العام ولعل ھذا ھو المراد فمن کان له حاجة الی المرور فی المسجد یمر فی ذلك الموضع فقط لیکون بعیدا عن الناس و لیکون اعظم حرمة لمحل الصلوٰۃ فتامل۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے اس پہلے معنی کو پسند نہ فرمایا اور مرجوح قرار دیا کہ بحر الرائق سے اس کے متعلق یکرہ نقل فرمایا اور اس معنی اخیر کو ترجیح دی ہے کہ فرمایا لعل ھذا ھو المراد اور اس پر دو دلیلیں قائم کیں اول یہ کہ اس صورت میں گزرنے والا نمازیوں سے دور ہوگا اور باعث تشویش نہ بنے گا بخلاف پہلی



Marfat.com

صورت کے کہ نمازی بھی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں اور گزرنے والا بھی مسجد ہی گزرتا ہے تو لامحالہ باعثِ تشویش ہوگا۔ اور دوسری دلیل یہ کہ اس صورت میں محلِ نماز یعنی مسجد کی بہت بڑی تعظیم ہے کہ اس میں سے گزرنے سے بچنا ہے اور "تامل" فرما کر ایک سوال وجواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ "عکسہ" کا حاصل معنی ماقبل کے لحاظ سے یہ ہے جعل شیئ من المسجد طریقا یعنی مسجد کا کچھ حصہ راستہ بنایا جائے اور اس صورت میں جس کو آپ ترجیح دے رہے ہیں مسجد کا حصہ راستہ نہیں بنتا بلکہ صحن مسجد کا حصہ راستہ بنتا ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ عرف عام میں صحن مسجد پر بھی لفظِ مسجد کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں کنواں ہے، فلاں مسجد میں نل ہے، فلاں مسجد میں حجرے ہیں، فلاں مسجد میں درخت ہے وغیرہ محاورات میں صحنِ مسجد کو مسجد سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں صحنِ مسجد میں ہی ہوا کرتی ہیں نہ نفسِ مسجد میں بلکہ بعض احکام میں صحن حکماً مسجد ہے غنیۃ المستملی ص۵۰۷، بحرالرائق ص۲۶۳ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندية والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط السرخسي اور یہی وجہ ہے کہ خادم مسجد جیسے مسجد میں دکان اور لینے کا مکان نہیں بنا سکتا ایسے ہی صحن مسجد میں بھی نہیں بنا سکتا۔ فتاویٰ قاضیخان ص۳۱۷، بحرالرائق ص۲۴۹ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیر ص۳۴۹ جلد ۲ والنظم من الهندية قيم المسجد لايجوز له ان يبنى الحوانيت فى حد المسجد او فى فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا او مسكنا تسقط حرمته وهذا لايجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا فى محيط السرخسى۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے جو یہ معنی بیان فرمایا اس صورت میں متعارض عبارتیں موافق ہو جائیں گی اور حتی الامکان تعارض کی صورت میں توفیق ہی کی جاتی ہے لہذا یہ صورت بہتر ہوئی۔ عبارات متعارضہ کا توافق یوں ہوگا کہ جن عبارتوں میں یہ آتا ہے کہ مسجد کو طریق بنانا جائز نہیں اور بیشک یہ صحیح ہے اور وہ عبارتیں بکثرت موجود ہیں اور مولوی صاحب نے ان کو خود غرضی سے پسِ پشت ڈال دیا۔



Marfat.com

مثلاً شامی میں ہے کہ تاتارخانیہ میں فتاویٰ ابی اللیث سے ہے وان اراد اهل المحلة ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذلك وانه صحیح ۔ سبحان اللہ! یہ علامہ ابواللیث کی تصحیح ہے جن کا علوِ شان آفتاب سے بھی زیادہ عیاں ہے۔ اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری ص۴۴۸ جلد۲ بقید تصحیح محیط سے ہے اور محیط کا علوِ مرتبہ بھی غیر مخفی۔ درالمختار میں ہے کما جاز جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسه لجواز الصلوٰة فی الطریق لا المرور فی المسجد۔ علامہ شامی اسکو صحیح کرکے ص۵۳۱ جلد۳ پر فرماتے ہیں یعنی ان فیه ضرورة وهی انهم لو ارادوا الصلوٰة فی الطریق لم یجز فکان فی جعله ضرورة بخلاف جعل المسجد طریقا لان المسجد لا یخرج عن المسجدیة ابدا فلم یجز لانه یلزم المرور فی المسجد۔

ان عبارتوں میں عدمِ جواز کو ترجیح دی گئی اور دوسری عبارتیں ان کے مقابل ہیں جن میں جواز ہے جیسے "کعکسه" وغیرہ، تو ان میں بظاہر تعارض ہے مگر اس دوسرے معنی کی صورت میں تعارض اٹھ گیا کہ جن عبارتوں میں عدمِ جواز ہے ان میں مسجد سے مراد حقیقۃً مسجد ہے اور جن میں جواز ہے ان میں مسجد سے مراد صحنِ مسجد ہے تو اب تعارض نہ رہا لہذا یہی معنی راجح ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا والمتون علی الثانی فکان هو المعتمد فرمانا ہمارے اصل مدعیٰ کے منافی نہیں کہ متون کی عبارت کا راجح معنی علامہ کی نظر میں یہ دوسرا معنی ہی ہے۔ اور مولوی صاحب کا شامی سے عنایہ کی عبارت نقل کرکے یہ کہنا کہ یہی عبارت درالمختار ص۱۲۵ جلد۲ اس لئے کہ راستہ میں نماز پڑھ لینی جائز ہے، محض غلط اور بے اصل حوالہ ہے۔ درالمختار میں نہ ہی یہ عبارت ہے اور نہ ہی اس کے ہم معنی، بلکہ جس عبارت کا یہ ترجمہ کیا اس تمام عبارت کا معنی یہ ہے کہ طریق کو امام مسجد بنا سکتا ہے اور مسجد کو طریق نہیں بنا سکتا۔ درالمختار مع المتن کی پوری عبارت یہ ہے جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسه لجواز الصلوٰة فی الطریق لا المرور فی المسجد اور شامی علیہ الرحمۃ نے بھی اس عبارت کا ص۵۳۱ ج۳ پر یہی معنی بیان فرمایا چنانچہ ابھی گذر چکا۔ سبحان اللہ



Marfat.com

یہ ہے تائیدِ غیبی اور نصرتِ لاریبی کہ مولوی صاحب نے محض بے اصل حوالہ دے کر اپنا مطلب بنانا چاہا مگر وہی عبارت ہمارے مدعا کی دلیلِ صریح بن گئی۔

## مولوی صاحب کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ برجندی شرح وقایہ جلد سوم ص۱۷۱ میں ہے اذا استغنی المسجد فباعہ اہل المسجد بامر القاضی جاز وان باعوہ بغیر امرہ قال بعضھم یرجی ان یجوز والصحیح انہ لا یجوز الا فی موضع لم یکن ھناک قاض۔ کتبِ فقہیہ اس تصریح سے مالا مال ہیں کہ وقف ومسجد کی بیع نہیں ہوسکتی۔ احادیثِ شریفہ بکثرت فرما رہی ہیں کہ وقف کی بیع نہیں ہوسکتی اور مسجد بھی وقف ہی ہے۔ ان تصریحاتِ جلیلہ کے مقابلہ میں یہ عبارت معتمد نہیں ہوسکتی کہ تمام تصریحات کو چھوڑ کر ایک عبارتِ شاذہ پر عمل کیا جاوے بحرالرائق ص۲۴۴ جلد۶ میں ایک عبارتِ قاضی خان علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا ولا اعتبار بھا مع صریح النقل عن الائمۃ الثلاثۃ تو صرف ائمہ ثلاثہ کی صریح نقل کی مخالفت کو عبارت قاضی خان کو جو فقیہ النفس ہیں ساقط کر دینے والا قرار دیا اور یہ عبارت برجندی تو ائمہ ثلاثہ اور دوسرے تمام ائمہ کی صریح نصوں کے مخالف ہے تو کیوں کر پایۂ اعتبار سے ساقط نہ ہوگی اور مرتبہ اعتماد پر کیسے فائز ہوگی؟

سنئے! احکام الوقف ص۱۳ میں امام ہلال بن یحییٰ رائی جو شاگرد امامِ ابویوسف وامامِ زفر ہیں، فرماتے ہیں فقد رأینا الرجل یجعل دارہ مسجدا للہ تعالیٰ لا یباع ولا یورث ولا یوھب۔ ہدایہ مع الفتح وفتح القدیر وعنایہ ص۴۳۲ جلد۵، درالمختار وردالمحتار ص۵۰۰ جلد۳، کنزالدقائق مع بحرالرائق وبحرالرائق ص۲۰۵ جلد۵ میں ہے والنظم من الھدایۃ واذا صح الوقف لم یجز بیعہ ولا تملیکہ فتح القدیر اور بحرالرائق میں ہے ھو باجماع الفقہاء اور دلیل چہارم کے جواب میں عدم جوازِ بیع کے اور نصوص فقہیہ آرہے ہیں انشاء المولیٰ تعالیٰ۔ اب احادیثِ مانعۃ البیع سنئے:

صحیح بخاری ص۳۸۹ جلد۱، صحیح مسلم ص۴۱ جلد۲، سنن ابی داؤد ص۴۳ جلد۲، جامع ترمذی ص۱۶۷



Marfat.com

جلد ۱، سنن نسائی صفحہ ۱۲۶ جلد ۲، سنن کبریٰ بیہقی صفحہ ۱۵۹ جلد ۶ میں متعدد احادیث غیظ المنافقین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیں کہ آپ نے خیبر میں زمین پائی تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے پس عرض کی، میں نے زمین پائی اور ہرگز کوئی مال اس سے زیادہ نفیس نہیں پایا پس کیا فرماتے ہیں حضور، اس کے متعلق فرمایا اگر چاہو تو بند کرو اصل اس کا اور صدقہ کرو اس کو، پس صدقہ کیا حضرت عمر نے، کہ بیشک شان ہے نہ بیچا جائے اصل اسکا اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ ورثہ بنایا جائے والنظم من صحیح البخاری قال صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا فتصدق عمر انہ لایباع ولا یوھب ولا یورث تحبیس اصل سے مراد وقف کرنا ہے جو بیچنے اور ہبہ کرنے اور ورثہ بناتے جانے سے بند کیا جائے۔ اس سبب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرما دی لایباع ولا یوھب ولا یورث۔ اور سنن کی ایک روایت سے یہ صراحۃً مستفاد ہے کہ اس میں ہے فحبّس اصلہا ان لاتباع ولاتوھب ولاتورث بلکہ سنن کبریٰ بیہقی صفحہ ۱۵۹ جلد ۶ کی ایک حدیث میں یہ ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدق باصلہ لایباع ولا یوھب ولا یورث ولکن ینفق ثمرہ۔ اور اسی مضمون کی دو مرفوع حدیثیں صفحہ ۱۶۰ پر ہیں اور اگر اس عبارت برجندی کی بنا امام محمد علیہ الرحمۃ کے قول عود الی ملک البانی پر ہو اور استغناء سے مراد وہی استغناء ہو تو اس بنا کے مشکل ہونے کے علاوہ وہ قول مرجوح ہے اور مرجوحیت اس کی پانچ وجوہ سے ثابت ہو چکی اور جب مبنی مرجوح تو یہ عبارت جو اس پر بنا تھی لامحالہ مرجوحہ ہوئی اور قول مرجوح کے ساتھ فتوےٰ دینا جہل اور اجماع کو پھاڑنا ہے۔ درمختار میں تحریراً اور ردالمحتار میں تقریراً ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع۔ اور اگر مرجوح نہ بھی ہو تب بھی مولوی صاحب کو مفید نہیں اور اس استغناء وخراب سے مراد تو موضع کا ویران ہو جانا یا مسجد کا ویران ہو جانا ہے حالانکہ آبادی کا سامان نہ ہو جیسے کہ گذر چکا اور صورت زیر بحث میں یہ بات متحقق نہیں کیونکہ گاؤں آباد ہے اور وہ مسجد بھی آباد ہے اور آبادی کا سامان موجود ہے افسوس مسجد کا حصہ الگ کرنے کے لئے کتنے غلط رویے اختیار کئے مگر غلط کاری کا حاصل لاحاصل ہے اور حق ہی حق ہے۔



Marfat.com

مولوی صاحب کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ برجندی شرح وقایہ ص۱۷۱ جلد ۳ و شرط ان تبدل به ای صح عند ابی یوسف شرط ان یستبدل الواقف بذلك ارضا اخریٰ اذا شاء اذ فیہ تحویل الی ما یکون خیرا ۔ میں کہتا ہوں اس دلیل کو آپ کے مدعا سے کوئی لگاؤ نہیں ۔ مولوی صاحب یہ شرط استبدال جو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صحیح ہے یہ اس وقت صحیح ہے جب وقف کرتے وقت واقف شرط کرے اس لئے کہ اسی وقت اس کا اختیار ہے ۔ اور جب وقف کر دے تو اب اس کا ملک زائل ہو گیا لہذا بعد میں شرط کرنا باطل ہے ۔ فتاویٰ قاضی خان ص۴۳۱، بحر الرائق ص۲۲۲ جلد ۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص۴۱۳ جلد ۴ میں ہے والنظم للامام قاضیخان علیہ الرحمۃ واجمعوا علی ان الواقف اذا شرط الاستبدال لنفسہ فی اصل الوقف یصح الشرط والوقف ویملك الاستبدال اما بدون الشرط اشار فی السیر انہ لا یملك الاستبدال ۔ نیز فتاویٰ قاضی خان ص۴۳۱، بحر الرائق ص۲۰۶ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیر ص۳۳۰ جلد ۲ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیہ شرط الاستبدال لم یکن لہ ان یبیعھا ویستبدل بھا وان کانت ارض الوقف سبخۃ لا ینتفع بھا کذا فی فتاویٰ قاضیخان ۔ تو کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس مسجد کے واقف نے وقف کرتے وقت یہ شرط کی تھی کہ مسجد کا استبدال کروں گا شرعی طریق سے اس کا ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس مسجد کا واقف تو فوت ہو چکا اور جب واقف اپنے لئے شرط استبدال کرے تو اس سے دوسرے کے لئے حق استبدال نہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیر وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں ۔ یہ سب جانے دیجئے ۔ یہ بحث شرط استبدال تو مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں ہے اور وقف مسجد میں اگر شرط استبدال کرے تو مسجد مسجد بن جاتی ہے اور وہ شرط استبدال باطل ہے ۔ شامی ص۴۹۵ جلد ۳، فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۸ جلد ۲ میں ہے وفی وقف الخصاف اذا جعل ارضہ مسجدا وبناہ واشھد ان لہ ابطالہ وبیعہ فھو شرط باطل ویکون مسجدا ۔ احکام الوقف امام ہلال شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ



Marfat.com

الرحمۃ کے صفحہ ۹۹، ۱۰۰ میں ہے قلت ارأیت رجلا جعل دارہ مسجدا للہ علی ان لہ ان یبیعہ فیستبدل بہ قال المسجد جائز والشرط باطل ولا یکون لہ بیعہ۔ مبسوط امام سرخسی صفحہ ۴۲ جلد ۱۲، عنایہ شرح ہدایہ صفحہ ۴۳۹ جلد ۵، کفایہ شرح ہدایہ صفحہ ۴۴ جلد ۵ میں ہے والنظم من المبسوط المسجد اذا شرط الاستبدال بہ او شرط ان یصلی فیہ قوم دون قوم فالشرط باطل واتخاذ المسجد صحیح۔ اور جب یہ ثابت ہوا کہ مسجد میں شرطِ استبدال صحیح نہیں تو اگر بالفرض شرطِ استبدال ہوتی اور واقف خود موجود ہوتا تب بھی استبدال نہیں کرسکتا۔ ذرا استدلال کرتے وقت دلیل اور غیر دلیل میں امتیاز کرنا چاہیے۔ عجب کہ لوگ مفتی ہی مفتی بن جاتے ہیں اور اپنے منہ محقق و مدقق کہلاتے ہیں مگر اب تک دلیل و غیر دلیل میں امتیاز نہیں۔

مولوی صاحب کی **پانچویں دلیل** "قاضی خان صفحہ ۷۱۲ جلد ۴ میں متولی المسجد اذا جعل المنزل الموقوف علی المسجد مسجدا فصلی الناس فیہ سنین ثم ترک الصلوٰۃ فیہ واعید منزلا مستقلا جاز لان المتولی وان جعلہ مسجدا لا یصیر مسجدا۔

مولوی صاحب کی یہ دلیل بھی پہلی دلیلوں کی طرح مدعا سے محض بیگانہ ہے۔ شاید استدلال کرتے وقت مولوی صاحب کا ذہن کہاں پرواز کر جاتا ہے۔ یہ عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ لکھ کر خود ہی اس کا جواب دے دیا کفی اللہ المؤمنین القتال۔ مولوی صاحب خود ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "کیونکہ متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بن جاتی بلکہ وہ موقوف علیہ ہوتی ہے"۔ مولوی صاحب متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بنتی تو اس میں نماز چھوڑ دینا اور دوبارہ منزل مستقل بنا دینا نہیں مضر اور نہ آپ کو مفید، ہاں اگر وہ منزل مسجد بن جاتی اور پھر دوبارہ منزل بنانی جائز ہوتی تو آپ کو مفید ہوسکتی تھی کیونکہ آپ کا مدعا مسجد کے ٹکڑے کو الگ کرنے کا جواز ہے نہ غیر مسجد کو غیر مسجد بنانا اور یہ بھی بتلادوں کہ متولی کے بنانے سے وہ منزل مسجد کیوں نہیں بنتی۔ شاید پھر ہی مولوی صاحب کے ذہن مبارک میں اس عبارت کا اصلی مفہوم آجائے۔ مولوی صاحب مسجد وقف ہے اور وقف کے شرائط



Marfat.com

ہیں سے ایک شرط ملکِ واقف ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۱۵ جلد ۲ میں شرائطِ وقف کے بیان میں ہے
ومنها الملك وقت الوقف اور متولی جب کہ مالک نہیں تو وقف نہیں کر سکتا لہذا اس کے
مسجد بنانے اور مسجد نام رکھنے سے منزل موقوف جو اس کے ملک میں نہیں، مسجد نہیں بن سکتی۔
مولوی صاحب کی اگر پچھلی دو دلیلیں صحیح ہو جائیں تو مسجد کا صرف حصہ ہی نہیں بلکہ تمام مسجد کو
چھوڑ دینا اور بیچ دینا جائز ہو جائے گا کہ یہ تمام کے متعلق ہیں اور جب یہ دلیلیں ان کو پسند ہیں اور
اسی لئے ان کو دلیل بنایا، تو ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مسجد کو چھوڑ دینا، بیچ دینا اور
مسجد کو منزل و مستغل بنا لینا جائز ہے، اور اس سے بڑا اور کونسا ظلم ہے مگر ان دلیلوں کو مدعا سے
کوئی لگاؤ ہی نہیں، صحیح ہونا تو درکنار، وللہ الحمد! مسلمانو! للہ انصاف کی آنکھیں کھولو اور اپنے
دلوں کو تعظیم مساجد سے مالا مال کرو۔ کسی کے کہے اپنے رب کے گھروں سے منہ پھیر لینا کتنی سخت ناانصافی
ہے۔ واللہ الهادی وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد و
آله واصحابه وبارك وسلم امين برحمتك يا ارحم الراحمين و
اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

**حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

**الجواب هو الموفق للصواب والمشتمل على غاية التحقيق والتدقيق**

**الفقیر محمد چراغ دین مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور**

# الاستفتاء

نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ اہلِ دِہ نے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ رقم
جمع کی ہے کیا اس رقم سے اس مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں؟

نوٹ: ۱۔ کچھ رقم برائے تعمیر مسجد دھڑت کی جمع کی گئی ہے۔ ۲۔ کچھ منتوں والوں نے برائے تعمیر مسجد کو دی ہے۔



Marfat.com

۳۔ یہ احاطہ امام مسجد کا مسجد ایریا سے علیحدہ ہے مگر امام مسجد کا ذاتی نہیں بلکہ گاؤں والوں نے مشترکہ امام مسجد کو دیا ہے، نیز یہ احاطہ سرکاری ہے۔

نمبر ۲: ہمارے گاؤں کا پرانا طریقہ چلا آتا ہے کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطورِ معاوضہ دی جاتی ہیں کیونکہ امام صاحب کی مستقل کوئی تنخواہ مقرر نہیں" کیا یہ کھالیں امام مسجد کو دینی جائز ہیں یا نہیں، بحوالہ بیان فرمائیں کرم ہوگا۔

نوٹ: (حاجی غلام محمد صاحب جو یہ سوال لائے ہیں، نے کہا ہے کہ مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور اب جمع شدہ رقم یا جو نئی جمع ہو ضروریات مسجد پانی وغیرہ کے انتظامات کے لئے ہے۔

ازطرف: اہالیانِ چک ۵۸/۵ ایل گنوں مورخہ ۷۰-۷-۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ما ہاں اسی مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں کیونکہ تکمیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں سے امام اول نمبر میں ہے کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں جبتک کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو حتی کہ مسجد کے لئے روشنی پانی وغیرہ کے وسیع تر انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر صہ ۳۲۰ جلد ۲ میں ہے الذی یبدأ من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف ام لا ثم الیٰ ما ھو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیھم بقدر کفایتھم ثم السراج والبسط کذلک الیٰ آخر المصالح۔ فتاویٰ شامی صہ ۵۲۰ جلد ۳ میں ہے وھو عمارته المعنویة التی ھی قیام شعائره (ثم کما فی الھندیة) بحرالرائق صہ ۲۱۳ جلد ۵ میں بھی اسی طرح ہے۔ پھر صہ ۲۱۵ جلد ۵ میں ہے ان الشعائر التی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطیب (الیٰ ان قال) و یلحق بثمن



Marfat.com

الزيت والحصر ثمن ماء الوضوء او اجرة حمله او كلفة نقله من البئر الى الميضئة۔

**۲:** قربانی کی کھالیں غنی اور غریب دونوں کو دے سکتے ہیں جبکہ دینا مزدوری کے طور پر نہ ہو اور اگر مزدوری یا تنخواہ کے طور پر ہو تو جائز نہیں، تو آپ لوگ غور کرلیں کہ امام مسجد کو کس نیت سے دیا کرتے ہیں۔ اگر معاوضہ بمعنی تنخواہ ہے تو جائز نہیں اور جس نے اس نیت سے دیا ہے اس کی قربانی میں نقص پڑ گیا جس کا دور کرنا ضروری ہے اگرچہ بہت پرانی ہوچکی ہو۔ اور اگر معاوضہ بایں معنی ہو کہ ہمارے امام صاحب مسجد کی رونق اچھی کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور نماز وغیرہ کا اچھا انتظام کرتے ہیں لہذا کسی اور شخص کی بہ نسبت امام کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایسا دینا شخص اس امداد سے نیکی کرتا ہے تو یہ تعاون علی البر بن گیا جو یقیناً جائز ہے جس کا حکم قرآن کریم میں ہے وتعاونوا على البر والتقوى پ۶ ع ۵۔ اور فرمایا هل جزاء الاحسان الا الاحسان پ۲۷ ع۱۳۔ اور بالخصوص قربانی کے متعلق ہے فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر پ۱۷ ع۱۲۔ اور جب کہ قربانی کے گوشت اور چام کا ایک ہی حکم ہے تو امام مسجد کو بھی دے سکتے ہیں کہ اس "القانع والمعتر" میں وہ بھی داخل ہے۔ فتاوے عالمگیری صـ۳۰۱ جلد۴ میں ہے ويهب منها ما شاء للغنی والفقیر یعنی انسان اپنی قربانی میں سے جو چیز چاہے (چام ہو یا گوشت) فقیر اور غنی کو ہبہ کرسکتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا واضح ہے مگر افسوس کہ اس گئے گذرے زمانے میں لوگوں کی ذہنیت کچھ اس طرح کی ہوگئی ہے کہ دینی کام کرنے والے افراد کے متعلق بلاوجہ شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، کیا دینی کام کرنا ایسا جرم ہے کہ جو عطیہ کسی عام مسلمان کو دیا جاسکتا ہے وہ دینی کام کرنے والے کے لئے ناجائز ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۵-۷-۷۰



Marfat.com

# الاستفتاء

(نوٹ) فتویٰ ذیل دسمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ سالک راولپنڈی میں شائع ہوا۔

ملک پاکستان موضع کھوڑ میں اٹک آئل کمپنی اہلِ کتاب نصاریٰ تاجر ومستامن مقیم اور اہلِ کتاب کے ساتھ کسبِ تجارت میں چند مسلمان بھی شامل ہیں۔ کمپنی مذکورہ بالا نے ملازمین کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کی اجتماعی آسائشِ زندگی کے لئے ضروریات بہم پہنچانے کے ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہسپتال، بجلی، پانی، مسجدیں وغیرہ قبل ازیں یہاں ایک مسجد ۱۹۲۰ء سے تعمیر شدہ تھی۔ اس کی مرمت پانی، بجلی وغیرہ کی ضروریات کمپنی پوری کرتی رہی ہے اور اب بوجہ مسجد کہنہ خستہ حال قابلِ تعمیرِ نو ہے۔ اب کچھ رقم عوام مسلمانوں نے چندہ کے ذریعہ فراہم کی ہے اور کچھ رقم کمپنی مذکورہ دے رہی ہے۔ کیا کمپنی کے اس عطیہ سے مسجد بنوانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد کھوڑ

## الجواب

مسجد کے لئے چندہ یا مسجد کے لئے اگر زمین وقف کی جائے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دینے والے کی نیت قربت کی ہو اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جب کہ کمپنی والوں نے پہلے وعدہ بھی کر لیا ہو کہ ہم تمہاری ضروریات کے کفیل ہوں گے۔ شامی میں ہے وان یکون قربۃ فی ذاتہ فتعین ان ھذا شرط فی وقف المسلم فقط بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندھم کالوقف علی الفقراء وعلی مسجد القدس

فقط واللہ اعلم

۱۔ دستخط سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان (مہر)

دار الافتاء ۱۳۶۲ھ
مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان
۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

۲۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح شاہ محمد عارف اللہ قادری ۵۹/بی سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

۳۔ المجیب مصیب الحق ظاھر



Marfat.com

فقیر قادر بخش عفی عنہ دربار عالیہ میرہ شریف ۔ ۴۔ المجیب مصیب و جوابہ حق حررہ عبدہ المذنب ارشاد حسین نوری چرہ شریف ۔ ۵۔ الجواب صحیح دعاگو قاضی نور محمد خطیب جامع مسجد کالا باغ بقلم خود۔ ۶۔ الجواب صحیح فقیر مولوی عبدالرحمٰن پچرند تحصیل تلہ گنگ ۔ ۷۔ الجواب صحیح مولوی غلام سرور خطیب جامع کرمشانی غازی کشمیر۔ ۸۔ المجیب مصیب جوابہ حق حررہ مولوی عبدالحنان عفی عنہ ۔

اس پر فقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ نے یہ خط لکھا :۔

مخدومی سیدی حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قبلہ مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

فقیر بخیریت، امید کہ مزاج سامی بھی بخیر ہوں گے ۔ معروض کہ حضرت کا فتوے ماہنامہ سالک راولپنڈی جلد ۹ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء کے ص۴۳ پر شائع ہوا ہے جس پر دارالافتاء کی مہر اور کئی حضرات کی تصدیقیں بھی ہیں ۔ اس میں حضرت کا ارشاد ہے "نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز و درست ہے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں" پھر بطور استدلال شامیؒ سے ہے ان شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندھم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس " محض نیازمندانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں یہ فتوے نظرِ ثانی کا محتاج ہے قرآن کریم میں تعمیر مساجد کے متعلق واضح ہدایت ہے انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ الاٰیۃ اور یہ بھی واضح کہ مسجد قدس (جو ان کی خصوصی ملی مسجد بحیثیت قبلہ ہے، کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے، قیاس مع الفارق ہے یخود شامی علیہ الرحمۃ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا صرف ہمارے نزدیک قربت ہے یعنی ان کے نزدیک قربت نہیں ۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص۱۸۹ جلد ۵ میں ہے الظاھر ان ھذا شرط فی وقف الذمی فقط لیخرج ما لو کان قربۃ عندنا فقط کوقف علی الحج والمسجد وما کان

---

۱؎ ص۴۹۶ ج۳



Marfat.com

قربة عندهم فقط كالوقف على البيعة بخلاف الوقف على مسجد القدس فانه قربة عندنا وعندهم فيصح ولو كان ذلك شرطا لكل وقف لزم ان لا يصح وقف المسلم على الحج والمساجد لانه قربة عندنا فقط۔ نیز عقود الدریہ ص۱۱۹ جلد ا میں فرمایا ان وقف اهل الذمة لايجوز الا اذا كان قربة عندنا وعندهم حتى لو جعل داره مسجدا للمسلمين لايجوز وانما جاز وقفهم على مسجد القدس لان ذلك قربة عندهم ہندیہ ص۳۱۵ جلد ۲ اور طحطاوی علی الدر ص۵۳۰ جلد ۲ میں بھی یہی مسئلہ جعل الدار مسجدا للمسلمین مفصل ہے، تو ثابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیرِ مسجد بلا مضائقہ کیونکر درست ہوگی؟ پھر اس نازک دور میں (جب کہ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں اور تبلیغی سرگرمیاں نقطۂ ارتقاء پر پہنچ چکی ہیں) عوام اہلِ اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری مسجدوں پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں، عوام کے لئے کسی غلط فہمی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کمپنی والے نصاریٰ نے اپنے مسلم ملازمین سے کئے گئے معاہدہ کی بنا پر ان کی ضروریات کے لئے روپیہ ان کے ملک میں کر دیں تو وہ مسلمان اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے تعمیر مسجد پر خرچ کریں تو درست ہے جیسے کہ فقیر مالِ زکوٰۃ کے مالک بننے کے بعد تعمیرِ مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ امید کہ ضرور توجہ فرماتے ہوئے اصلاح فرمائیں گے یا پھر فقیر کے شبہات زائل فرمائیں گے وذا ایضا اصلاح فالمقصود هو الاصلاح۔ والسلام

۱۳ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ ۲۰-۱۲-۶۱

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

---

اس خط کے جواب میں حضرۃ مولانا علامہ سید مسعود علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ ذیل گرامی نامہ صادر فرما کر یاد سلف صالحین تازہ فرما دی۔



Marfat.com

فون نمبر ۲۵۲۱

۷۸۶
۹۲

مخدومی ومحترمی حضرت مولانا الحاج مولانا نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔

گرامی نامہ موصول ہوکر عزت افزا ہوا جناب والا نے جو اس نیازمند کو غلطی پر مطلع فرمایا اس کا بے حد ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے حقیقت یہ ہے کہ میں نے صرف شامی کے حوالہ کو دیکھ کر یہ مسئلہ لکھ دیا اور مسجدِ اقصیٰ پر دیگر مساجد کو قیاس کرلیا۔ اب حضرت نے جو جزئیات تحریر فرمائے ان سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا لیکن سوال کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی والوں نے عام مسلمانوں کو روپیہ عطیہ کے طور پر دے دیا تو اب اگر مسلمان اس روپیہ کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں گے تو وہ درست ہوگا جیسا کہ جناب نے بھی آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر تملیک کردیں اور مسلمان اپنے اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے صرف کردیں تو درست ہے علاوہ ازیں یہ کہ اگر بالفرض کمپنی والے مسلمانوں کو تملیک ہی نہ کریں اور خود مسجد بنائیں تو شرعاً اس کا حکم کیا ہوگا ؟ میرے نزدیک یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے مسائل کے مکلف نہیں ہیں لہذا اگر انہوں نے ایسا کردیا یعنی مسجد تعمیر کرادی تو اگرچہ وہ مسجد کے حکم میں نہ ہو لیکن نماز پڑھنا بہرحال اس میں جائز رہے گا۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

اب آخر میں مخلصانہ طور پر جناب سے یہ عرض ہے کہ آپ تحریر فرمائیں کہ اب اس کی اصلاح کس طور پر کیجائے ؟

مجھے افسوس ہے کہ مولانا عارف اللہ شاہ صاحب و دیگر تصدیق کنندگان نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور مولانا نے بغیر میری اطلاع کے اس فتوے کو شائع بھی فرمادیا۔ میں نے ان کو بھی خط لکھا ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے آخر میں پھر جناب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

نیازمند : سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم

۲؍ جنوری ۱۹۶۲ء

---

اس گرامی نامہ کے جواب میں فقیر نے یہ تحریر کیا۔

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا المفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قادری لازالت ظلالہم المتلالئہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاجِ گرامی !



Marfat.com

عنایت نامہ نے یادِ سلف کو تازہ کر دیا۔ اس حوصلہ افزائی نے مجھے مخلصانہ طور پر ممنون بنا دیا، فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیاز مند کوئی مفتی یا محقق نہیں مگر بعض مصالحِ شرعیہ کی بناء پر کبھی کچھ عرض کرنا پڑتا ہے جو آپ ایسے حضرات کی بندہ نوازیوں سے قابلِ قبول بھی بن سکتا ہے۔

حسب الحکم استفسارات کے متعلق معروض کہ یہ صحیح فرمایا کہ نماز پڑھنا بہر حال اس میں جائز رہے گا جبکہ ارشادِ پاک جعلت لی الارض مسجدًا و طھورًا وارد ہے تو اس میں کسی اور رائے کی گنجائش ہی کیا؟ اور پھر یہ بھی صحیح ہے کہ نصاریٰ اپنے آپ کو ہمارے مسائل کے مکلف نہیں سمجھتے مگر ہم تو ضرور مکلف ہیں، ہمیں یہ اجازت کہاں کہ انہیں اپنی مساجد پر مسلط کر دیں اور وہ خود تعمیر کریں یا ان کی وکالت میں ہم تعمیر کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر۔ اور اگر کسی سبب سے وہ ایسا کر دیں یعنی مسجد تعمیر کر دیں تو دو صورتیں ہیں:

۱۔ یہ کہ وہ زمین کا ٹکڑا جس پر تعمیر ہوئی ہے پہلے سے شرعی طور پر مسجد بنایا گیا ہو جیسے کہ ظاہر سوال یہی ہے تو چونکہ اصالۃً مسجد ہے ہی وہی بقعہ جو تحت الثریٰ سے عنان السماء تک ہے قیامت تک کے لئے مسجد بن چکا ہے تو کسی بے جا تصرف سے اس کی مسجدیت پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟

۲۔ یہ کہ وہ بقعہ بھی نصاریٰ کے ملک میں ہو اور وہ اس پر مسجد نما مکان تعمیر کر دیں اور صراحۃً مسجد کا نام دیتے ہوئے اجازتِ نماز بھی دے دیں تو وہ مکان تب بھی شرعاً وقف اور مسجد نہیں بن سکتا مگر جب نصاریٰ وہ مکان اہلِ اسلام کے ملک بیعاً یا ہبۃً کر دیں یا مسلمان بطورِ غنیمت حاصل کرلیں اور مالک ہونے کے بعد اپنی طرف سے وقف کر دیں اور مسجد بنائیں تو شرعاً مسجد بن جائے گا و ذا ظاھر لا غبار علیہ اصلًا۔

مسئلہ زیرِ بحث میں کمپنی والوں کے روپیہ دینے کا جو ذکر ہے میرے خیال میں وہ توکیل و تملیک کے دونوں احتمالوں کا محتمل ہے مگر جب بحمد اللہ تعالیٰ وضاحت ہو گئی اور سب صورتیں تفصیلًا سامنے آگئیں تو مسئلہ زیرِ بحث امس و شمس کی طرح واضح ہو گیا۔ والسلام مع الاکرام۔ ۶-۱-۶۲

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک ذی علم سُنّی اور دیندار انسان ہے۔ اکثر حصہ اپنی عمر کا تعلیم و تعلم اور خدمتِ اسلام پر صرف کیا ہے۔ زید کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ اپنی تمام عمر سلسلۂ تعلیم و تعلم اور خدمتِ اسلام میں آزادانہ طریق پر صرف ہو لیکن یہ سلسلۂ تعلیم و تعلم اور خدمتِ اسلام بغیر استقلال اور اطمینان اور آزادی کے قائم نہیں رہ سکتا بلکہ چل ہی نہیں سکتا۔ استقلال اور اطمینان کی فقط یہی صورت ہوسکتی ہے کہ میں اپنی زمین مملوکہ میں مسجد اور مدرسہ وغیرہ بناؤں تاکہ آزاد ہوکر لِلّٰہ خدمتِ اسلام کرسکوں اور بعد میرے میری اولاد بھی اسی سلسلہ کو جاری رکھے اور خدمتِ اسلام میں مصروف رہے چنانچہ زید نے حکومت موجودہ ریاست بہاول پور صوبہ بننے سے پہلے کو اس مضمون کی درخواست دی کہ:۔
جناب عالی! گذارش ہے کہ سائل کو زمین فلاں نمبر فلاں برائے مسجد و مدرسہ و ضروریاتِ مدرسہ قیمۃً عطا فرمائی جائے حکومت نے درخواست منظور کی اور زید سے قیمت لے کر زمین زید کو عطا کی اور پٹہ زمین کا دیا۔ رجسٹری اور انتقال بھی بنامِ زید کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے جو اپنی گرہ سے قیمت دے کر زمین خریدی ہے۔ اس نیت سے کہ میں زمین میں مسجد و مدرسہ بناؤں گا اور ضروریات اس سے پورا کرتا رہوں گا تاکہ آزاد ہوکر خدمت اسلام کرسکوں اور حکومت نے بھی اس خیال پر کہ زید زمین کارِ خیر کے لئے لے رہا ہے، قیمت میں رعایت کی اور زمین زید کو دے دی۔ کیا یہ زمین مملوکہ زید متصور ہوگی یا مملوکہ مدرسہ او ر مسجد انتقال بنامِ زید کرنے سے حکومت مخطی قرار دی جائے گی۔ بینوا الجواب بحوالۃ الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بنا بر صحتِ سوال جوازِ بیع میں قطعاً گنجائش شک و شبہ و ریب نہیں کہ احل اللہ البیع، اور



Marfat.com

رعایت بھی جرم نہیں کہ شرعِ مطہر نے کوئی معیارِ قیمت معین ہی نہیں فرمایا کہ اس کی خلاف ورزی سے بطلان و فساد ثابت ہو صرف تراضی کافی ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور وہ پائی گئی۔ حکومت کا زید کی درخواست پر باقاعدہ مطلع ہو کر اس کے نیک ارادہ کی بنا پر رعایت کرنا، تو یہ بھی مقاصدِ شرعِ مطہر کے ماتحت ہی ہے وتعاونوا علی البر والتقوی، وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر۔ اور جب بیع و رعایت شرعاً جائز ہوئی تو حکمِ بیع یعنی ملکِ مشتری یقیناً لزوماً مرتب ہوگا کما لایخفی علی من لہ ادنی مس باسفار المذہب المہذب فضلاً عن فاضل پس امس و شمس کی طرح واضح ولائح کہ شرعاً زید ہی مالک بنا تو انتقال و رجسٹری زید کے نام ہی ہوں گے اور حکومت مصیب ہے بلکہ اصابت کا اعلیٰ درجہ تو یہ تھا کہ ایسے سنی سرگرم خادمِ اسلام کے لئے بلامعاوضہ انتظام کیا جاتا۔ شرعِ مطہر نے تو نیک کام کرنے والوں کو زکوٰۃ (جس میں تملیک شرط ہے) کا مستحق قرار دیا کہ ارشاد ہوا وفی سبیل اللہ۔ اور اس مسئلہ میں مسجد و مدرسہ کے ملک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت نے معاوضہ لے کر بیع کی اور وقف بلامعاوضہ اور بلاتملیک مخلوق ہے اور زید نے اپنے لئے خرید کی تو اس کی طرف سے بھی یہ خرید وقف نہیں البتہ اسے اختیار ہے جب چاہے وقف کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

چہ میگویند علمائے دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کی گئی ہے جہاں عوام نماز ادا کرتے ہیں اسے تقریباً بیس برس کا عرصہ ہوچکا ہے۔ اب حکومت اس کے متبادل اس کے بہت ہی قریب اس قدر جگہ مسجد کی تعمیر کے لئے دیتی ہے اور پہلی جگہ کو اپنے کسی تصرف میں لانا چاہتی ہے جہاں بلا اجازت مسجد تعمیر ہے۔ بایں حالت پہلی جگہ پر مسجد کو شرعی کیا حیثیت حاصل ہے؟ آیا وہ شرعاً مسجد ہے؟ کیا



Marfat.com

حکومت یا کسی اور شخص کی مملوکہ زمین میں مالک کی اجازت حاصل کئے بغیر مسجد بنائی جائے مالک یا حکومت اس جگہ سے مسجد کو ہٹا دینے کی شرعاً مجاز ہے؟ بینوا توجروا۔

نیازمند: نیاز احمد قادری چشتی رضوی خادم مسجد نوری رضوی معرفت جالندھری انجینئرنگ کمپنی نزد پرانی سبزی منڈی لائل پور ۲۹-۵-۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وقف کے لئے وقف کرنے کے وقت مالک ہونا شرط ہے۔ فتاوےٰ عالمگیری ص۳۱۵ جلد ۲ میں شرائطِ وقف میں ہے ومنها الملك وقت الوقف لہٰذا کسی کی زمین میں مسجد کی شکل بنا کر مسجد کہنے سے شرعاً مسجد نہیں بن سکتی اور مالک اٹھا دینے کا یقیناً حق رکھتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ ۵/۱۶/۶۹

# الاستفتاء

## نقل آمدہ چٹھی از دفتر ڈائریکٹر وقف املاک پنجاب لاہور

بخدمت: ۱۔ صوبائی خطیب جناب مولانا امین الحق صاحب بادشاہی مسجد لاہور معرفت ناظم مساجد لاہور

۲۔ زونل خطیب مولانا عبدالقادر صاحب زونل خطیب ملتان زون بمقام خانیوال

۳۔ مولانا نوراللہ صاحب مہتمم جامع فریدیہ بصیرپور، ساہیوال

(چٹھی نمبر ۷۰ اوقاف (۱۲۳) ا مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۰ء



Marfat.com

**مضمون فتویٰ دربار جامع مسجد چوک جیل روڈ لاہور**

مسجد بعنوانِ بالا سرکاری محکمہ نزول کے رقبہ تعدادی ۱۶ مرلہ واقعہ نمبر خسرہ ۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳ اور ۴۳۵۰ من موضع مزنگ واچھرہ تحصیل وضلع لاہور میں، تعمیر کی گئی ہے۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے سے پہلے نا ہی گورنمنٹ کی منظوری حاصل کی گئی ہے اور نہ ہی زمین کی قیمت تاحال حکومت کو ادا ہوئی ہے جس کی بازاری قیمت مبلغ دو ہزار روپیہ فی مرلہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں انجمن جامع مسجد مذکور سو روپیہ فی مرلہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ محکمہ بورڈ آف ریونیو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ انجمن مذکور ناجائز قابض ہونے کی بنا پر کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اور اس قسم کی مساجد میں مطابق ہدایت نبوی نماز ادا کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ اندریں حالت محکمہ بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور نے استدعا کی ہے کہ اس معاملہ کو علماء صاحبان کے اجلاس میں پیش کر کے حسب ذیل امور پر ان کا فتوے حاصل کیا جائے :-

۱- کیا ان مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے جو کہ حکومت کی اجازت کے بغیر نزول (سرکاری) زمین پر اور بلا ادائیگی قیمت زمین تعمیر کی گئی ہیں؟

۲- کیا ناجائز قابضانِ رقبہ سرکاری زیر مساجد کسی رعایت کی مستحق ہیں اور کیا ان کو بازاری قیمت سے کم شرح پر اس رقبہ کو خریدنے کا حق حاصل ہے یا کہ نہیں؟

لہٰذا بذریعہ عریضہ ہٰذا آپ کی خدمت میں التماس کیجاتی ہے کہ آپ اس بارہ میں جہاں تک ممکن ہو جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

لفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان ڈائریکٹر وقف املاک پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب**

اللہم اجعل لی النور والصواب

۱: اس میں شک نہیں کہ انجمن جامع مسجد کو باقاعدہ اجازت و تصفیہ کے بعد مسجد تعمیر کرنی چاہیے تھی مگر اس میں بھی شک نہیں کہ انجمن سرکار سے طاقتور نہیں کہ جبراً زمین چھین کر قبضہ کرلے اور یہ زمین مغصوبہ کہلاتے



Marfat.com

اور اس میں بھی شک نہیں کہ زمین کے ایسے تمام پاک قطعات عام از یں کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری جو بھی فارغ پڑے ہوں ان پر نماز یقیناً جائز ہے جماعت سے ہو یا تنہا، قرآن کریم میں علی الاطلاق ہے حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴ اور ۱۵۰ (ترجمہ اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ (نماز ادا کرتے ہوئے) اسی کی طرف کرو" بکثرت احادیث صحیحہ میں جو متعدد صحابہ کرام سے بخاری و مسلم وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہیں ان میں تصریح ہے کہ تمام زمین نماز ادا کرنے کے قابل ہے چنانچہ صحیح مسلم ص۱۹۹ جلد ا میں یہ کلمات مبارکہ ہیں جعلت لنا الارض کلھا مسجدا (ہمارے لئے زمین ساری کی ساری مسجد بنا دی گئی ہے یعنی نماز کے قابل بنا دی گئی ہے" اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اینٹیں یا سیمنٹ، لوہا، بجری یا تعمیر مسجد اس خدا داد حق کو اٹھا نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ ایسی مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے ممنوع نہیں۔

۲: ایسے قابض جو باغی نہیں بلکہ اپنی حکومت کے رحم و کرم پر امید کرتے ہوئے اپنے رب جل و علا کی عبادت کے لئے ایک مکان بنا چکے ہیں وہ رعایت کے مستحق ضرور ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے تعاونوا علی البر سورہ مائدہ آیت ۲ (ترجمہ نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو" اور یہ بھی ارشاد ہے الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ سورۃ الحج آیت ۴۱ یعنی ہمارے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو نماز قائم کریں" تو معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی اولین علامت اقامۃ الصلوٰۃ ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہماری عوامی حکومت اس کوشش[1] میں ہے کہ ہزارہا مالکان اراضی سے ہزارہا ایکڑ زائد اراضی لے کر مزارعین کو دے دیوے یعنی ایک ایک غیر مالک مزارع کو ہزاروں مرلے اراضی صرف اس کی ذاتی انفرادی ضرورت کے لئے مہیا کرے تو کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ خود اپنی زائد زمین کے محدود مرلے ملی ضرورت کے لئے عوام اہل اسلام کو دے خصوصاً جبکہ حکومت نے مزارعین کی بیدخلی حکماً روک دی ہے اور سابقہ مقدمات پر کارروائی بند کر دی ہے تو کم از کم اپنی اراضی کے قابضین رقبہ زیر مساجد کو بھی اتنی رعایت سے محروم نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علی آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۹۱ ۱۰/۲/۷۲

---

[1] اور یونہی انفرادی سکونت کے لئے بھی مساعی جاری ہیں تو اجتماعی عبادت گاہ کے لئے بھی ضرورت ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں متروکہ غیر مسلم مہاجرین آکر آباد ہوئے اور اپنی ضرورت کے مطابق شاملاتِ دیہہ میں ایک مسجد بنائی جس طرح عام طور پر مہاجرین نے غیر مسلم متروکہ دیہات وقصبات میں بنائی ہیں اور حکومت کیطرف سے بھی ضرورت مند مہاجرین کو حسبِ ضرورت مساجد بنانے سے ممانعت نہیں کی گئی۔ اب بعض عوام کہتے ہیں کہ وہ مسجد شرعی مسجد نہیں۔ اسکی مرمت وغیرہ پر جو روپیہ خرچ کیا جائے اس کا کوئی خاص ثواب نہیں، تو آیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

سائل: شیر محمد ولد دین محمد از گڑھ فتح شاہ ڈاکخانہ خاص تحصیل سمندری ضلع لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جو چیز کفار سے بدونِ جنگ حاصل ہو مثلاً ڈر کر، گھبراتے ہوئے بھاگ گئے تو وہ مصالحِ اہلِ اسلام کے لئے ہی ہے۔ میزان شعرانی ص۱۸۸ جلد ۲، رحمۃ الامۃ ص۱۸۸ جلد ۲ میں علی الترتیب ہے وما ترکوہ فزعا وھربا او ما ترکوہ فزعا وھربا۔ انہیں میں مذہبِ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا بیان ہوا جمیعہ لمصالح المسلمین۔ بحر الرائق ص۱۱۸ جلد ۵ میں ہے و بناء المساجد والنفقۃ علیھا ذکرہ قاضیخان فی فتاواہ من کتاب الزکوٰۃ فقد افاد ان من المصالح بناء المساجد والنفقۃ علیھا الی آخرہ یعنی اہلِ اسلام کے امورِ رفاہیہ سے مسجدوں کا بنا کرنا اور ان پر خرچ کرنا ہے جن پر غیر مسلم کا ایسا مال استعمال کیا جاتا ہے بلکہ جنگ سے مفتوحہ علاقوں میں مسلمان مسجدیں بناتے چلے آئے ہیں اور یہ



Marfat.com

ہماری مسجدیں جو قدیم سے چلی آتی ہیں پہلے پہلے یہ بھی مفتوحہ اور کفار کے متروکہ علاقوں میں ہی بنائی گئی ہیں ۔ آج تک ان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ قرآن کریم نے فرمایا انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الاٰیۃ کہ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ۔" تو روز نیمروز اور ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہویدا ہوا کہ ان بعض عوام کا کہنا بالکل غلط ہے اور باطل ہے اور وہ مسجد شرعی مسجد ہے اس کا بنا کرنا اور اس پر خرچ کرنا اسی ثواب کا حامل ہے جو ایک شرعی مسجد پر مرتب ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۳ھ بوقت عصر

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں گورنمنٹ کی کالونی میں عوام نے اپنے چندے سے ایک مسجد تعمیر کرنی چاہی تو حکومت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب گورنمنٹ اپنی طرف سے مسجد بنوائے گی تو اسے گرانا ضروری ہوگا ۔ اب حکومت نے اس جگہ ایک بہترین مسجد بنوائی ہے مگر سابقہ مسجد کا سامان نہیں خریدا اور نہ ہی لگایا ہے ۔ اب ہمارے کئی ساتھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی ٹھیک نہیں کیا یہ صحیح ہے ؟ بحوالہ کتب صحیحہ جواب عنایت فرمائیں کیا ہم اسے فروخت کرکے رقم کو اسی مسجد کے دوسرے اخراجات پر لگا سکتے ہیں ؟

نیازمند علمائے ربانی : مسرور احمد بقلم خود خطیب مدینہ مسجد وحدت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں واقعی مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی



Marfat.com

ٹھیک نہیں جبکہ براہِ راست ایسا کیا جائے اور اگر معاوضہ دے کر باقاعدہ خرید کرلیا جائے تو جائز ہے ،
بشرطیکہ مسجد پر لگایا نہ جاسکے جیسے کہ صورتِ سوال سے واضح ہے کہ جب بہترین مسجد بن گئی تو سادہ سابقہ
عمارت کا سامان اس میں نہیں لگ سکتا اور وصول شدہ قیمت بھی ظاہر ہے کہ ابھی اس کی تعمیر یا مرمت
پر خرچ نہیں ہوسکتی تو مسجد کے دوسرے اخراجات پر صرف ہوسکتی ہے جبکہ انتظارِ ضرورتِ مرمت میں رقم
کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ ہدایہ ، فتح القدیر صـ۴۳۶ جلد ۵ ، وقایہ شرح الوقایہ صـ۴۱۲ جلد ۲ ، درالمختار شامی
صـ۵۲۹ جلد ۳ ، بحرالرائق صـ۲۲ جلد ۵ ، تبیین الحقائق صـ۳۲۸ جلد ۳ وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ ہے و
ان تعذر اعادة عينه الى موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفا
للبدل الى المبدل ،اقول واذا كان فى وضع الثمن للانتظار عند احد
خوف الضياع فينبغى ان يجوز صرفها الى عمارتها المعنوية عند
تعذر الصرف الى العمارة الظاهرة او مرمتها مع خوف الضياع
فان العمارة المعنوية هى المقصودة من الظاهرة كما فى صرف
الغلة ففى الشامية صـ۵۳۰ جلد ۳ فان انتهت عمارته وفضل من الغلة
شيئ يبدأ بما هو اقرب للعمارة و هو عمارته المعنوية التى
هى قيام شعائره (الى ان قال) كالامام للمسجد و فى الدر فى بيان
الشعائر هى امام وخطيب و مدرس و وقاد و فراش و مؤذن
و ناظر و ثمن زيت و قناديل و حصر و ماء وضوء و كلفة
نقله للميضأة و ذا اى جواز بيع النقض و صرف ثمنه الى العمارة
المعنوية كالخطيب والامام و المؤذن و سائر شعائر المسجد
فى هذه المسئلة واضح كالشمس و الامس ۔ البتہ خریدار کے لئے ضروری ہے

---

سه اى انتظار المرمة ۱۲ منه غفرله للعله لان العمارة الجديدة المحكمة لاتحتاج
الى المرمة الا بعد زمن طويل يخاف فيه ضياع النقود لموت الامين او الحادثات
الكثير فى هذا الزمان ووقوعها عادة مستمرة ۱۲ احمد و غفرله



Marfat.com

کہ اس سامان سے مویشی خانہ یا بیت الخلاء نہ بنائے کہ وہ نسبت الی المسجد سے قابلِ احترام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الوا الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ　　۲۵-۲-۷۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام دینِ مبین ومفتیانِ کرام شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب عالمِ دین نے ایک مسجد کی بنا ڈالی اور اس کے ساتھ کچھ زمین متعلق کرائی کہ اس زمین پر حجرہ جات وغیرہ تعمیر کرکے تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کروں گا چنانچہ وہ درس وتدریس میں مشغول رہے لیکن بوجہ کم مائیگی حجرہ جات وغیرہ تعمیر نہ کرسکے۔ بعد ازاں مولوی صاحب فوت ہوگئے اور تعلیم کا یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک قاری صاحب اس مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے اس مسجد میں قرآنِ کریم حفظ کرانے کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ طلباء کی زیادتی اور مدرسہ کی کامیابی دیکھ کر انہوں نے اس متعلقہ زمین پر دوکانات تعمیر کرانے کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا کہ ان دوکانات کی آمدنی مدرسین کی تنخواہ اور باہر سے آئے ہوئے طلباء کے اخراجات اور مسجد کی ضروریات مثلاً امام مسجد کی تنخواہ اور خادم مسجد کی تنخواہ یا صفیں خریدنا وغیرہ کی ادائیگی میں صرف کیجائے گی اور ان دوکانات کے اوپر درس گاہیں اور طلباء کی رہائش کے لئے کمرے بنائے جائیں گے اور انہوں نے پبلک اور عوام سے چندہ کی اپیل کی اور عوام نے چندے دیئے اور تعاون کیا حتیٰ کہ دوکانات اور دکانات پر درس گاہیں تعمیر ہوگئیں اور ان دکانات کی آمدنی حسبِ غرض قاری صاحب مسجد اور مدرسہ کی ضروریات پر مشترکہ طور پر خرچ ہونے لگی۔ بعض حضرات طلباء کے لئے شبہ عدمِ جواز کرتے ہیں،

---

ص۵ درالمختار اور شامی ص۱۶۵ جلد میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو تنظیم میں خلل ڈالے ونصہ کحشیش المسجد وکناست لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

آیا یہ مشترکہ اخراجات جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان دکانات کے اوپر والے کمروں میں طلبار کی تعلیم اور رہائش جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : غلام رسول غفرلہ از حویلی لکھا ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ اخراجات اور طلبار حفظ قرآن کریم کی رہائش و درس قطعاً جائز ہیں جن کے جواز میں اصلاً گنجائش شکوک و شبہات نہیں۔ اراضی متعلقہ مسجد میں طلبار کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواتر ثابت ہے۔ اصحابِ صفّہ کا صفہ مسجد نبویہ کی متعلقہ اراضی میں ہی تھا اور وہ تقریباً چار سو کی تعداد میں رہائش پذیر تھے پھر آج تک بلانکیر منکر یہ سلسلہ بالتوارث جاری ہے کہ مسجد کے متعلقہ مکانات میں طلبار رہائش پذیر چلے آرہے ہیں اور جب ذات مکانات متعلقہ کا استعمال طلبار کے لئے جائز ہے تو ان مکانات کا کرایہ جو محض منافع ہے کیونکر حرام ہوسکتا ہے؟ اور اہالیان اسلام کے تعاون مذکورہ سے دکانات وغیرہ تعمیر ہونا اور اس کارِ خیر میں مستعمل ہونا تعاونوا علی البر والتقویٰ کی تصریح سے یقیناً جائز بلکہ اس ارشادِ ربانی کی تعمیل ہے تعجب ہے کہ حضرت رب العلمین جل وعلا تو ایسے طلبار کرام پر خرچ کرنے کا صریح حکم فرمائے کہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف الآیۃ اصحاب صفہ کے حق میں نازل فرمائی حالانکہ العبرۃ لعموم اللفظ قاعدہ مسلمہ ہے، اور آج اس کے جواز میں ہی شبہے کئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ واصحاب صفتہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ





Marfat.com

# الاستفتاء

جناب والاشان مولوی نور اللہ صاحب دام مجدہٗ

سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کچھ سامان پہلے زمانے سے ہی ایک گردوارے کا ڈھیر کی شکل میں پڑا ہوا ہے جس کی سرکار کیطرف سے کوئی ممانعت نہیں آئی۔ اب وہ سامان مسجد کی تعمیر میں استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں، والسلام۔

بندہ: نور بخش سیکنڈ ماسٹر اٹاری تحصیل دیپال پور

۲۲-۸-۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک و شبہ و ریب ایسا سامان تعمیر مسجد میں لگایا جا سکتا ہے۔ میزانِ شعرانی، رحمۃ الامہ، فتاویٰ قاضیخان، فتاوےٰ عالمگیر، ردالمحتار وغیرہا اسفارِ مذہب مہذب میں ہے کہ کافر کا وہ مال جو بغیر قتال لیا گیا ہو اس کا مصرف مصالح اہلِ اسلام ہے۔ میزان و رحمۃ الامہ کے یہ الفاظ نص صریح ہیں او ما ترکوہ فزعا وھربا اور رحمۃ الامہ میں ھربوا ہے۔ خانیہ، ردالمحتار، ہندیہ میں ہے والنظم من الهندية والى بناء الرباطات والمساجد۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

(یکم شوال المکرم ۱۳۶۷ ہجری المقدس)



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورتِ مسئولہ میں کہ ایک عالم فاضل صوفی کامل نے اپنی دو ٹکڑہ زمین میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا اور مصارفِ وقف فقرا، ومساکین وطلبا، ومسافرین لکھے اور یہ بھی لکھا کہ اس اراضی موقوفہ کو فقیر نے اپنے گھر سے خریدا ہوا ہے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اور آئندہ میرے ورثا، واقربا سے کوئی دعویٰ دار نہ ہو اور اس کارِ خیر کا ثواب تاقیامت واقف کو پہنچتا ہوا باعثِ نجات بنے اور دوسرے ٹکڑے چھوٹے کو وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا۔ پھر اسی چھوٹے ٹکڑے کو فروخت کر کے رقم وصول شدہ کو اپنی حینِ حیات میں مصارفِ حصہ موقوفہ پر صرف کر دیا اور حصہ موقوفہ میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہ کیا بلکہ حینِ حیات متولی امین خیرخواہ مخلص کی تقرری میں کوشاں رہے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک صاحب کو وصی بنا دیا کہ جس صاحب کو متولی لائق منتظم سمجھے مقرر وقف کر دے اور اسی حالت پر واقف کا انتقال ہو گیا۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ شرعاً اراضی موقوفہ کے وقف لازم ہونے میں چھوٹے ٹکڑے کی بیع مذکورہ کر لینے سے نقصان لازم آتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین بالدلائل والبراہین ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشبہ بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز وصحیح ولازم ہے۔ فتح القدیر صفحہ ۴۲۲ جلد ۵ میں ہے والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومه لان الاحاديث والأثار متظافرة على ذلك قولاً كما صح من قوله عليه الصلوٰة والسلام لايباع و لا يورث الى اٰخره و تكرر هٰذا فى احاديث كثيرة واستمر عمل الامة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم على ذلك الخ بحرالرائق صفحہ ۱۹۶



Marfat.com

جلد۵ میں ہے والاخذ بقول ابی یوسف احوط واسہل ولذا قال فی المحیط ومشائخنا اخذوا بقول ابی یوسف ترغیبا للناس فی الوقف۔ شرح الوقایہ ص۶۰۹ جلد۲ میں ہے ویفتی بقول ابی یوسف۔ درالمختار میں ہے والاخذ بقول الثانی احوط واسہل۔ بحر وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف۔ بحرالرائق وردالمحتار ص۵۰۶ جلد۳ میں ہے فی الفتح ان قول ابی یوسف اوجہ عند المحققین۔ اور یہ پُرظاہر کہ لفظ "بہ یفتیٰ" "الفتوےٰ علیہ" سے بہت تاکید والا ہے۔ درالمختار میں ہے ولفظ بہ یفتی آکد من الفتویٰ علیہ۔ شامی ص۶۸ جلد۱ میں ہے قال ابن الہمام والفرق بینہما ان الاول یفید الحصر والمعنی ان الفتویٰ لاتکون الا بذلک اور اس میں شک نہیں کہ لزوم وقف ہی غرضِ واقف وفقراء وغیرہم موقوف علیہم کے حق میں ارفق واصلح ہے۔ اور شامی ص۵۱۵ جلد۳ میں ہے وینبغی ان یکون مطمح نظرہ (ای المفتی) الی ما ھو الارفق والاصلح پس اس کا خلاف مرجوح ہوا اور مرجوح کے ساتھ فتوےٰ دینا جہل اور مخالفتِ اجماع ہے۔ درالمختار میں ہے وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع۔ شامی ص۶۹ جلد۱ میں ہے (قولہ بالقول المرجوح) کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجہہ۔ اور یہاں قول ابی یوسف علیہ الرحمۃ مساوی قولِ ثالث بلکہ قوی ہے کہ اس کے لئے لفظ "بہ یفتیٰ" موجود ہے کما مر من الدر۔

اور چھوٹا ٹکڑا واقف نے وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا تھا۔ اور پُرظاہر کہ متعلق شے مغایرِ شے کو کہا کرتے ہیں تو اس کی بیع سے لزومِ وقف اراضی موقوفہ میں نقصان متصور نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ واقف عالم فاضل صوفیِ کامل نے اس ٹکڑے کے متعلق وقف ہونے کا معنیٰ خود عملاً بیان فرما دیا کہ اسے فروخت کر کے اصلاح اراضی موقوفہ پر خرچ کیا۔ اگر بفرض غلط متعلقِ وقف کا معنےٰ ملحق بالوقف ہوتا تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا اور پھر حینِ حیات تک اس اراضی موقوفہ کے لئے متولی امین خیرخواہ کی تلاش اور تقریرِ وقف اور تقرر وصی صاف صاف بتا رہا ہے کہ واقف ہر کوشش سے آخر عمر تک کاربند رہا



Marfat.com

اور پھر ورثار و اقربار کو مایوس کرنا نہایت ہی ثبوت لزوم کا صراحۃً پتہ دیتا ہے لہذا اراضی موقوفہ مذکورہ کا وقف بلاشبہ لازم آتا ہے۔ ھٰذا ما عندی من العلم واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی المحبوب الاکرم وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورتِ مسئلہ میں ایک شخص عالم فاضل صوفیٔ کامل لاولد تھے انہوں نے اپنی حینِ حیات میں اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو وقف حسبۃً للہ برائے خدمت مسافراں وطلبار و یادِ خدا اشخاص کر دیا لکھد یا اور باضابطہ اس تحریر وقف پر گواہاں کے دستخط بھی موجود ہیں۔

(۲) واقفِ موصوف نے کچھ مدت اپنے انتقال کے پہلے اپنے پیرزادہ کو مختارِ کل وصی روبرو مجلسِ عام اس امر کا مقرر فرمایا کہ جس صاحب کو آپ لائقِ دیانت دار سمجھیں، متولی وقف ہذا کا بنا دیں، وہی متولی عند اللہ وعند الناس مقبول ہوگا مگر اس ایصار کی تحریر واقف کیطرف سے نہیں ہے مگر زبانی سپردگی روبرو اکثر اشخاص سے ہے اور وقف نامہ بھی اپنے ہاتھ کا تحریر شدہ کسی مجلسِ عامہ میں اپنے پیرزادہ کو دیدیا تھا۔

(۳) پیرزادہ مختارِ کل وصی نے واقفِ موصوف کے بعد حسبِ فرمان واقف ایک شخص کو لائق و دیانتدار سمجھ کر متولی قابض متصرف ہذا کا بنا دیا۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ نمبر اول میں وقف جائیداد موافقِ شریعت جائز ہے یا نہیں؟ نمبر دو میں واقف موصوف کا اپنے پیرزادہ کو مختارِ کل وصی بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نمبر تین میں اس مختارِ کل کا کسی کو متولی قابض متصرفِ وقف ہذا بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس صورت میں مختارِ کل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو متولی وقف ہذا کے بنانے کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

شوال ۱۳۶۱ھ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللہم اجعل لی النور والصواب

۱، بلاریب وقفِ مذکور جائز وصحیح بلکہ لازم ہے۔ فتح القدیر ص۴۲۲ جلد۵ والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومه لان الاحادیث والأثار متظافرة علی ذلك قولا کما صح من قوله علیه الصلوٰة والسلام لا یباع ولا یورث الی آخرہ وتکررھذا فی احادیث کثیرة واستمر عمل الامة من الصحابة والتابعین ومن بعدھم علی ذلك الخ بحرالرائق ص۱۹۷ جلد۵ والاخذ بقول ابی یوسف احوط واسھل ولذا قال فی المحیط ومشائخنا اخذوا بقول ابی یوسف رحمه الله تعالی۔ درالمختار ص۵۰۶ جلد۳ میں ہے والاخذ بقول الثانی احوط واسھل بحر وفی الدرر وصدر الشریعة وبه یفتی واقرہ المصنف۔ بحرالرائق ص۱۹۷ جلد۵، ردالمحتار ص۵۰۶ جلد۳ میں ہے فی الفتح ان قول ابی یوسف رحمه الله تعالی اوجه عند المحققین اور منقول جب وقف میں تابع عقار ہو تو جائز الوقف ہے۔ فتح القدیر ص۴۳۰ جلد۵ والحاصل ان وقف المنقول تبعا للعقار یجوز۔ شامی ص۵۱۷ جلد۳ میں ہے اما تبعا للعقار فھو جائز بلاخلاف عندھما کما مر۔

۲، مختارِ کل وصی بنانا شرعاً بلاشبہ مشروع وجائز ہے جس کے جواز پر صدہا کتبِ شرعیہ کی شہادتیں موجود ہیں۔ ہدایہ صفحہ۶۸ جلد۴ طبع مصطفائی، عنایہ ص۴۲۹ جلد۹ مصر، تکملۃ البحر ص۴۰۸ مصر، درالمختار ص۶۱۲ جلد۵ کشوری وغیرہا اسفارِ فقہ میں ہے والنظم من الدر اوصی الی زید ای جعله وصیا وقبل عنده صح اور ایصا لفظ سے ہوتا ہے جو مشروط بالتحریر نہیں۔

۳، جب پیرزادہ وصی ومختارِ عام ہے تو عدمِ تحریر سے نقصان پذیر نہیں ہو سکتا۔ شامی ص۶۱۲ جلد۵

فتاویٰ نوریہ جلد اول



Marfat.com

بکل لفظ یدل علیہ نیز اسی میں خانیہ وخلاصہ
میں ہے ویصح هذا التفویض
وغیرہا کتب معتبرہ ومستندہ میں ہے انت وصیی او انت وصیی فی مالی او سلمت الیک الاولاد
بعد موتی و تعهد ولدی بعد موتی و قم بلوازمهم بعد موتی
او ما جری مجری هذه الالفاظ یکون وصیا۔ اور صورت مذکورہ فی السوال
میں لفظ موصی باقاعدہ پائے گئے ہیں تو یقیناً وہ پیرزادہ وصی بن گیا تو لامحالہ اس کا تصرف جائز و نافذ
ہوگا ورنہ وصی ومختار عام کس چیز کا نام ہے بلکہ بعد واقف اسی کا حق ہے۔ تنویر الابصار و در المختار
ص۵۶۶ جلد ۳، بحر الرائق ص۲۳۱ جلد ۵ میں ہے و النظم من الدر ومتنه و ولایة
نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه) لقیامه مقامه وقررہ فی ردالمختار
ص۵۶۶ جلد ۳۔ تو اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو حق تولیت کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ وصی کے
اختیارات قاضی اسلام بلکہ قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔ بحر الرائق ص۲۳۲ جلد ۵، شامی ص۵۶۷ جلد ۳ میں ہے
فان کان الواقف میتا فوصیه اولی من القاضی الخ و قاضی القضاۃ داخل
فی اطلاق القاضی خصوصا علی تحقیق الشیخ الزین البحث ان المراد
من القاضی هو قاضی القضاۃ۔ اور ایسے ہی وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔
ہدایہ ص۶۸۳ جلد ۴، شرح الوقایہ ص۳۸۶ جلد ۴، تکملۃ البحر ص۳۶۹ جلد، در المختار، شامی ص۱۲۵ جلد ۵
میں ہے والنظم من الهدایة قال و الوصی احق بمال الصغیر من
الجد الی ان قال ولنا ان بالایصاء تنتقل ولایة الاب الیه فکانت
ولایته قائمة معنی فیقدم علیه کالاب نفسه۔

الحاصل وقف مذکور جائز و لازم ہے اور وصی بنانا شرعاً جائز اور تسلیم وصی سے جو یہاں موجود ہے
لازم ہو جاتا ہے اور وصی کا تصرف حسب ایصار لازم ہے جب تک وصی خود یا وصی وصی موجود رہے کسی
اور کو حق تولیت حاصل نہیں اگرچہ وہ قاضی القضاۃ یا واقف کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ هذا ما عندی
من العلم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی
اللہ تعالیٰ علی المحبوب النور المعلی وآله وصحبه مصداق الهدی



Marfat.com

و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

بخدمت فیضدرجت فیض رساں سیدی وسندی دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

آپ کی توجہ خصوصی سے خدا کے فضل وکرم سے یہاں پر خیریت ہے ۔امید ہے حضور والا بھی بخیریت ہوں گے ۔ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے ان کی غیر حاضری کیوجہ سے ملاقات نہیں ہوسکی ۔بعد از ملاقات مفصل حالات درج کروں گا انشاءاللہ العزیز ۔مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں ۔امید ہے حضورِ والا باوجود اپنی کثیر مصروفیت کے واپسی ڈاک جوابات سے خورسند فرمادیں گے ۔

**نمبر۱ :** "اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی الصلوۃ غیر النافلہ" کے پیشِ نظر چلتی ریل گاڑی میں فرضی نماز کی ادائیگی کیسی ہے ؟ بصورتِ نعم مندرجہ بالا عبارت کا مطلب کیا ؟ بصورتِ لا کشتی وجہاز میں کیا جواز ؟ ریل گاڑی ،بیل گاڑی ،کشتی وجہاز ایک ہی حکم میں ہیں ؟

**نمبر۲ :** تثویب بعد اذان کا ثبوت عباراتِ فقہائے کرام کے علاوہ احادیث سے نہیں ملتا ہے ۔بصورتِ نعم حضرتِ عبد اللہ بن عمر ،حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تثویب کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی اور انہیں بدعتی کیوں فرمایا !

سائل سگِ در : ابوالنصر منظور احمد شاہ بقلم خود ساہیوال ۵۷-۱۲-۱۲



Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ط : چلتی ریل گاڑی چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا آ° بھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودیکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلا واسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز فرض بھی جائز ہے۔ بحکم احادیث مرفوعہ و موقوفہ ، مستدرک و سنن بیہقی و دارقطنی وغیرہا اور یہی متون و شروح و حواشی و فتاوائے فقہیہ سے ثابت ہے بلکہ یہ امر بھی مصرح ہے کہ کنارہ نزدیک ہو اور اتر کر زمین پر پڑھ سکتا ہو تب بھی بیٹھ کر کشتی میں پڑھ سکتا ہے کما فی المبسوط ص۲ جلد۲ والخلاصۃ ص۱۹۴ جلد۱ والسراجیۃ ص۱۳ والھندیۃ ص۱۷ جلد۱ وغیرہا کشتی رواں میں جوازِ نماز کی تعلیل فقہائے کرام نے یہ فرمائی کہ کشتی کا چلنا اس کے سوار کیطرف منسوب نہیں تو منافیٔ نماز نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔ بدائع صنائع ص۱۰۹ جلد۱ تبیین الحقائق ص۲۰۳ جلد۱ ، خلاصۃ الفتاوے ص۱۹۴ جلد۱ میں ہے والنظم لملک العلماء لان سیرھا غیر مضاف الیہ فلا یکون منافیا للصلٰوۃ بخلاف الدابۃ فان سیرھا مضاف الیہ نیز تلاوتِ بدائع ص۱۸۲ میں ہے بخلاف السفینۃ فانھا لم تجعل بمنزلۃ رجلی الراکب لخروجھا عن قبول تصرفہ فی السیر و الوقوف ولھذا اضیف سیرھا الیھا دون راکبھا قال اللہ تعالٰی حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم وقال اللہ تعالٰی وھی تجری بھم فی موج کالجبال فلم تجعل تبدل مکانھا تبدل مکانہ۔ بناءً علیہ فقہائے کرام نے صاف صاف فرمایا کہ چلتی کشتی جوازِ نماز میں بمنزلۂ زمین ہے اور اپنے سوار کے حق میں گھر کی طرح ہے۔ بدائع ص۱۰۹ جلد۱ میں فرمایا لان السفینۃ بمنزلۃ الارض ۔ تلاوتِ بدائع ص۱۸۲ میں ہے بل مکانہ ما استقر

---

ط و من آیاتہ الجوار فی البحر کالاعلام ان یشأ یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظھرہ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

هو فيه من السفينة من حيث الحقيقة والحكم وذلك لم يتبدل راى بسيرها۔ مبسوط ص۳ جلد۲، بدائع ص۱۱۰ جلد۱، بحر الرائق ص۱۱۷ جلد۲، شامی ص۱۲۱ جلد۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے السفينة فی حقه کالبيت۔ مبسوط ص۳ جلد۲ میں اور وضاحت سے فرمایا لان راكب الدابة ليس له موضع قرار على الارض وراكب السفينة له فيها موضع قرار على الارض فالسفينة فی حقه کالبيت الا ترى انه لا يجريها بل هی تجری به قال الله تعالىٰ وهی تجری بهم فی موج کالجبال الخ نیز ملاحظہ ہو فتح القدیر ص۲۷۵ جلد۱، فتاوےٰ قاضیخان ص۷۶، مبسوط ص۱۴ جلد۲، خلاصۃ الفتاوےٰ ص۱۸۹ جلد۱، در المنتقیٰ ص۱۵۹ جلد۱، ہندیہ ص۷۹ جلد۱ میں ہے والنظم للمحقق سيرا لسفينة لا يوجب اختلاف المكان والمجلس۔

تو امس و شمس کیطرح واضح و ہویدا ہوا کہ کشتی، کشتی سوار کے لئے بمنزلۂ زمین اور کمرے کی طرح ہے اس کا چلنا مکان اور سوار کے تبدل کا موجب نہیں تو چلتی ریل، ریل سوار کے لئے بھی بمنزلۂ زمین اور کمرے کی طرح ہوگی بلکہ ریل میں تو پانی جیسا کوئی حائل بھی نہیں جس پر براہِ راست قیام و سجدہ وغیرہ نہ ہو سکے بلکہ ایسی ٹھوس پٹڑی پر چلتی ہے جو تسفلِ جہہ کیوجہ متصور ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ فقہائے کرام نے بالتخصیص ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو، جوازِ نماز فرائض کی تصریح فرما دی۔ فتاوےٰ فقیہ النفس امام قاضی خان ص۸۲، فتح القدیر ص۴۰۴ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۷۷ جلد۱، بحر الرائق ص۶۵ جلد۲، ہندیہ ص۱۴۳ جلد۱، تنویر الابصار، شامی ص۴۵۷ جلد۱ میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم للشامی عن التتارخانية عن المحيط لو صلى على العجلة ان كان طرفها على الدابة وهی تسير تجوز فی حالة العذر لا فی غيرها وان لم يكن طرفها على الدابة جازت۔ اور ماسوائے تنویر کے ان سب کی تحریر ہے کہ ایسی گاڑی پر نماز بمنزلۂ نماز بر سریر ہے والنظم له ایضا وهو بمنزلة الصلوٰة على السرير اس "بمنزلة الصلوٰة على السرير" کا تطابق و توافق "بمنزلة الارض" اور "له موضع قرار على الارض" اور "فی حقه کالبيت" کے ساتھ عدمِ تبدلِ مکان و مجلس بوقت سیر کو اور زیادہ واضح و نمایاں بنا رہا ہے کما لا يخفى



Marfat.com

على من خدم كلمات القوم۔

بفضلہ وکرمہ تعالٰے ماہِ نیم ماہ اور مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ ریل رواں میں فرض جائز ہیں اور شرطِ اتحاد المکان کے قطعاً منافی نہیں۔ رہا استقبال قبلہ تو وہ بوقتِ قدرت ضروری ہے، قبلہ رو شروع کرے اور اگر ریل سمتِ قبلہ سے بدل آتے تو قبلہ کی طرف پھر جاتے کہ گاڑی وکشتی میں یوں پھرا جاسکتا ہے وان لم یقدر فلا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ مبسوط ص۳ جلد۲، ہندیہ ص۱۴۳ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم من المبسوط یلزمہ التوجہ الی القبلۃ عند افتتاح الصلوٰۃ وکذلک کلما دارت السفینۃ یتوجہ الیہا لانہا فی حقہ کالبیت۔

اور چلتی گاڑی میں جوازِ نماز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر مسافر کو اترنے میں جان کا یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے کا یا درندہ یا دشمن کا خطرہ ہو یا اتنا کمزور ہے کہ بغیر امداد کے اتر نہیں سکتا یا سوار نہیں ہو سکتا یا سخت بوڑھا یا مریض ہے یا سامان چوری ہونے کا یا گاڑی چلنے یا جگہ رکنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورتوں میں ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیر ص۱۴۳ جلد۱، کبیری ص۲۶۹، ۲۷۰، بحر الرائق ص۶۴ تا ۶۵ جلد۲، فتح القدیر ص۴۰۳ جلد۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۹۳ جلد۱، فتاوے قاضیخان ص۸۳ والنظم من الھندیۃ ومن الاعذار ان یخاف لونزل عن الدابۃ علی نفسہ او علی ثیابہ او دابتہ لصًا او سبعا او عدوا او کانت الدابۃ جموحا لونزل عنہا لایمکنہ الرکوب الا بمعین الخ اور اس کی تعلیل خانیہ وفتح وکفایہ میں بکلماتِ متقاربہ یہ ہے فنقول ھذہ الاعذار تجوز المکتوبۃ علی الدابۃ لقولہ تعالٰی فان خفتم فرجالا او رکبانا۔ اور جب جانور یا اس کی اٹھائی ہوئی چلتی گاڑی پر جائز ہوئی تو ریل گاڑی پر بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی وذا احلی من ان یجلی۔ بلکہ مسافرِ ریل گاڑی کو چونکہ غالباً ان میں سے بعض عذر اور خطرے لاحق ہوا کرتے ہیں اور اسٹیشن پر رکنے کے وقت مسافروں کا اترنا چڑھنا باعثِ تشویش وتعویق ہوا کرتا ہے حالانکہ حکم برغالب ومظنہ عموماً لگایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے کنارے کے قریب چلتی کشتی پر باوجودیکہ اتر کر زمین پر پڑھ سکتا ہو



Marfat.com

کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے کما مر اول الجواب من الکتب العدیدۃ معتبرۃ تو ریل پر بھی مطلقاً جائز ہوگی۔ اور جب سفر جائز ہے اور انسان پابندِ حوائج وضروریات ہے اور نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی لازم تو بحکم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا و ما فی معناہا من الآیات و الاحادیث اور و ما جعل علیکم فی الدین من حرج و ما فی معناہا اور یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وغیرہا من الآیات و الاحادیث الدین یسر اور یسروا ولا تنفروا وغیرہا جائز ہوگا اور اسی بنا پر سفر میں قصر شروع ہوا نیز اصولِ فقہیہ میں محقق ہو چکا کہ وقتِ نماز معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جز سببِ وجوب ہے جس کے ساتھ ادا متصل ہو حسامی منہ ۳۰ تا ۳۱ وغیرہا میں ہے والنظم منہ فکان ظرفا لا معیارا الی ان قال، فوجب ان یجعل بعضہ سببا و ھو الجزء الذی یتصل بہ الاداء فان اتصل الاداء بالجزء الاول کان ھو السبب و الا ینتقل السببیۃ الی الجزء الذی یلیہ۔

تو جب چلتی گاڑی میں مسافر نماز شروع کرے تو اسی وقت سببِ وجوب منعقد ہوگا حالانکہ اترنا باعثِ ہلاک ہے تو یقیناً معذور رہا تو نماز جائز ہوگی اور انتظارِ اسٹیشن لازم نہیں کما یتبین من اختیار الشامی حیث قال منہا ان المسافر اذا عجز عن النزول عن الدابۃ لعذر من الاعذار المارۃ وکان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر مع رکب الحج الشریف ھل لہ ان یصلی العشاء مثلا علی الدابۃ او المحمل فی اول الوقت اذا خاف من النزول ام یؤخر الی وقت نزول الحجاج فی نصف اللیل لاجل الصلوۃ والذی یظھر لی الاول لان المصلی انما یکلف بالارکان و الشروط عند ارادۃ الصلوۃ والشروع فیہا و لیس لذلک وقت خاص و لذا جاز لہ الصلوۃ بالتیمم اول الوقت وان کان یرجو وجود الماء قبل خروجہ

---

ولا مانع منہ بنص یساوی الامر بالصلوۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔





Marfat.com

وعللوه بانه قد اداها بحسب قدرته الموجودة عند انعقادسببها وهو ما اتصل به الاداء۔

رہی سائل کی پیش کردہ عبارت "اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی الصلوۃ غیر النافلۃ" تو سائل نے ہوشیاری سے کام لیا ہے یا اس کی محض لاعلمی ہے ورنہ اس کا باقی حصہ "عند الامکان لایسقط الا بالعذر (شامی ص ۶۵۸ جلد ا) ہی سائل کے بعض اشکالات کا حل کر رہا ہے اور بحری جہاز تو سفینہ ہی ہے، رہا ہوائی تو اس میں بھی جائز ہی ہے کہ کشتی کیطرح "بمنزلۃ الارض" اور "کالبیت" ہے۔ زمین اور اس کے درمیان پانی کیطرح ایک ایسا عنصر ہے جو خود تو قیام وغیرہ کے قابل نہیں مگر جو اس پر اثر رہا ہے وہ قابل ہے ولا تنس ما مر من الاعذار المجوزة وغيرها فانها تجرى ايضا اور ریل گاڑی وغیرہا کا فرق اسی جواب سے واضح ہوگیا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مورخہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۷۶ھ

۲ : نیت حسنہ سے سستی وغفلت دور کرنے کے لئے بعد اذان جائز و مستحسن ہے کہ یہ شمولیت جماعت نماز کے لئے بلانا ہے تو دعوت الی اللہ تعالی بنا جو نہایت ہی مستحسن ہے۔ حضرت رب العالمین جل وعلا کا حکم مبین ہے ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ الآیۃ اور امر بالمعروف ہے حالانکہ ارشاد ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف الآیۃ اور نیکی پر تعاون ہے وقد قال اللہ تعالی وتعاونوا علی البر والتقوی۔ اور ان کے سوا بکثرت آیات متظافرہ ومتظاہرہ اور احادیث متواترہ ومتکاثرہ سے یہ معانی روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ لہذا فقہائے کرام نے مستحسن فرمایا۔ مبسوط ص ۱۳۱ جلد ا، ہدایہ، کفایہ ص ۲۱۴ جلد ا، فتاوی قاضی خان ص ۳۷، بدائع ص ۱۴۸ جلد ا تبیین الحقائق ص ۹۲ جلد ا وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ ہے استحسن المتأخرون التثویب فی الصلوات کلها لظهور التوانی فی الامور الدينية. عنایہ ص ۲۱۴ جلد ا، شامی ص ۳۶۲ جلد ا وغیرہا میں اس کے عرف ورواج پڑجانے سے استدلال کیطرف حدیث مرفوع حکمی ومارأہ المؤمنون حسنا فهو عند اللہ حسن ذکر کرتے ہوئے اشارہ



Marfat.com

فرمایا۔ نیز مبسوط ص۱۳۰ جلد۱، بدائع ص۱۴۹ جلد۱، سراجیہ ص۹، کفایہ ص۲۱۴ جلد۱، خلاصۃ الفتاوی ص۴۹ جلد۱، تبیین الحقائق ص۹۲ جلد۱، بحر الرائق ص۲۶۰ جلد۱، مجمع الانہر ص۷۷ جلد۱، در المنتقی ص۷۷ جلد۱، ہندیہ ص۲۹ جلد۱، بیان تثویب میں ہے ما تعارفوہ حالانکہ رد المحتار ص۲۶۲ جلد۲ و ص۲۶۳ اور رسائل شامی ص۱۳۲ جلد۲ اور بحر الرائق ص۱۳۶ جلد۶ میں کافی سے ہے و الاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل عصر عرف اھلہ۔ نیز شامی ص۵۱۸ جلد۳ میں ہے و فی شرح البیری عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص اور ممانعت تثویب میں کوئی حدیث صحیح متصل مرفوع حقیقی یا حکمی ایسی نہیں ملتی جو مطلقاً ممانعت ثابت کرے بلکہ بالتخصیص بھی نہیں اور وہ حدیث مرفوع حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بکلمات متقاربہ سنن ترمذی ص۳۴ جلد۱، اور بیہقی ص۴۲۴ جلد۱ میں ہے امر بلال ان یثوب فی صلوٰۃ الصبح ولا یثوب فی غیرھا تو اولاً یہ حدیث صحیح و متصل نہیں۔ بیہقی فرماتے ہیں وھذا ایضا مرسل فان عبد الرحمٰن بن ابی لیلی (الراوی عن بلال) لم یلق بلالا۔ اور ترمذی فرماتے ہیں و ابو اسرائیل (الراوی عن الحکم) لم یسمع ھذا الحدیث من الحکم۔ نیز ابو اسرائیل کے متعلق فرماتے ہیں و لیس بذلک القوی عند اھل الحدیث۔ اور ثانیاً اس تثویب سے مراد عند الجمہور وہ تثویب ہے جو اذان کے درمیان ہو، ترمذی فرماتے ہیں والذی فسر ابن المبارک و احمد ان التثویب ان یقول المؤذن فی صلوٰۃ الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم فھو قول صحیح اور سنن بیہقی کی تیسری حدیث مسند کے آخر میں ہے فکان یقول (ای بلال) فی اذانہ حی علی الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نصب الرایہ ص۲۷۹ جلد۱ میں ہے وقال الباقون (ای غیر اصحابنا) ھو قولہ فی الاذان الصلوٰۃ خیر من النوم تو بناءً علیہ اس حدیث کا تعلق تثویب مسئول عنہ کے ساتھ سرے سے ہے ہی نہیں اور ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک گو اس تثویب سے مراد تثویب بعد از اذان ہی ہے مگر یہ

---

سے نیز فرماتے ہیں لا یلنہ کونہ من عھد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

حکم معلول بہ علتِ خاصہ وجوداً[للعہ] و عدماً[صہ] ہے اور وہ ہے غفلت و تکاسل تو چونکہ اس پاک زمانہ میں نمازی غفلت سے پاک تھے البتہ وقتِ فجر میں احتمال تھا تو اس میں امر آیا اور باقی نمازوں میں ممانعت مگر چونکہ رفتہ رفتہ لوگوں میں غفلت و سستی پیدا ہو کر بڑھتی گئی تو وہ علت سب نمازوں کے وقتوں میں پائی گئی تو اسی حدیث کا تقاضا ہوا کہ ازالۂ غفلت کے لئے سب نمازوں میں تثویب ہو علمائے کرام نے جو امنا رشرع متین ہیں، جائز و مستحسن کا فتوےٰ دیا۔ بدائع ص۱۴۸ جلد۱ میں ہے ان مشائخنا قالوا لا بأس بالتثویب المحدث فی سائر الصلوات لفرط الغفلة علی الناس فی زماننا و شدة رکونهم الی الدنیا و تهاونهم باموراالدین فصار سائر الصلوات فی زماننا مثل الفجر فی زمانهم فکان زیادة الاعلام من باب التعاون علی البر والتقوی فکان مستحسنا مبسوط ص۱۳۱ جلد۱ میں ہے واما المتاخرون فاستحسنوا التثویب فی جمیع الصلوات لان الناس قد ازداد بهم الغفلة وقلما یقومون عند سماع الاذان فیستحسن التثویب للمبالغة فی الاعلام ومثل هذا یختلف باختلاف احوال الناس اور ہدایہ وغیرہ سے لظهور التوانی فی الامور الدینیة سن ہی چکے۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تثویبِ ظہر پر اور حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تثویبِ عشاء پر کیوں ناراض ہوئے چونکہ اس زمانہ میں لوگ غافل و متکاسل نہیں تھے اور تثویب غفلت پیدا ہونے کا سبب بنتی تھی تو اس سبب کی بنا پر ناراض ہوئے بحکم لا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور جب وہ بات نہ رہی بلکہ غفلت پیدا ہو گئی تو اب تثویب چونکہ غفلت پیدا نہیں کرتی بلکہ پیدا شدہ غفلت کا ازالہ کرتی ہے تو تعاونوا علی البر والتقویٰ کے ماتحت مستحسن بن گئی اور یہی ہمارے فقہائے عظام فرما رہے ہیں کما سمعت۔ نیز رسائل شامی ص۱۲۷ جلد۲ میں ہے المسائل التی اختلف حکمها لاختلاف عادات اهل الزمان واحوالهم التی لابد للمجتهد من معرفتها وهی

---

للعہ فی الفجر ۱۲ صہ فی غیر الفجر ۱۲ منہ غفرلہ

كثيرة جدا لا يمكن استقصاؤها

# تنبیہ

سائل کے الفاظ "تثویب کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی" اس کے تساہل و تغافل یا لاعلمی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ تجاہلِ عارفانہ ہے کہ ان حضرات کے سامنے صرف ایک ایک تثویب کرنیوالا مؤذن تھا اور صرف ظہر یا عشاء کی تثویب تھی اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے اخراج من المسجد کا حکم دیا تھا نہ کہ خود باہر تشریف لے گئے اور نہ یہ کہ اس مسجد میں نماز ادا نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی صراحۃً اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ذکر نہیں۔ عنایہ ص۲۱۴ جلد ۱ وغیرہا میں ہے روی ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد و روی مجاھد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا یصلی فیھا الظھر فسمع مؤذنا یثوب فغضب و قال قم حتی نخرج من عند ھذا المبتدع فافھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و الہ واصحابہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ

# الاستفتاء

نمبر۱ : اعتکاف میں حجامت بنوا سکتا ہے یا نہیں ؟

نمبر۲ : نعلین پہنے مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۳ : حضرت حسان نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جو شعر عرض کئے ہیں وہ کونسے ہیں ؟ اور کتاب کونسی ہے ؟



Marfat.com

السائل: آپ کا فرزند پیارا عبد الخالق عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱: حجامت بنوانا سنت ہے اور سنت مسجد میں ادا کر سکتا ہے جبکہ ممانعت نہ آئی ہو کہ اصل اباحت ہے۔ ہاں مسجد میں ناخن، بال نہ گریں ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔

۲: ہاں جائز بلکہ مستحب ومسنون ہیں۔ شعر اگر اچھے کلام اور فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔ یہ مضمون اتنی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جمع کی جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے لہذا صرف ابوداؤد ص۳۲۸ جلد ۲ کی ایک حدیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان من الشعر حکمۃ اور نعتیں یعنی وہ اشعار جن میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ اور دشمنوں کی بدگوئی کا رد ہو، یقیناً حکمت میں داخل ہیں اور ان کا پڑھنا اور سننا تعظیم رب تعالیٰ اور تعظیم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو وہ یقیناً جائز ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے ورفعنا لک ذکرک، ابوداؤد ص۳۳۵ جلد ۲ میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مخالفوں کا شعروں میں رد پڑھا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام ان کی امداد کرتے رہتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد فیقوم علیہ فیھجو الحدیث۔ بخاری ص۶۴ جلد ۱ میں ہے باب الشعر فی المسجد اور اس میں حضرت حسان کی حدیث ذکر کی فتح الباری ص۴۳۵ جلد ۱ میں ہے واذا کان حقاحاز فی المسجد کسائر الکلام الحق ولا یمنع منہ۔ عینی علی البخاری ص۵۵۲ جلد ۲ میں ہے ان الشعر الحق لا یحرم فی المسجد غرضیکہ نعتوں کا مسجد میں پڑھنا صدہا آیات واحادیث سے ثابت ہے، یہ چند کلمات بطور نمونہ ذکر کئے۔

۳: وہ بہت سے شعر ہیں اور بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں۔ صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے صحیح مسلم





Marfat.com

صلا۳ جلد ۲ میں حضرت حسان کے قصیدہ کے تیرہ اشعار ہیں جو حضور کے ارشاد کے ماتحت حضرت حسان نے سنائے جن میں سے یہ تین ہیں:۔

هجوت محمدا فاجبت عنہ — وعند الله فی ذاك الجزاء

هجوت محمدا برا تقیا — رسول الله شیمته الوفاء

فان ابی و والدتی و عرضی — لعرض محمد منکم وفاء

اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور بھی شاعر صحابی تھے جو نعتیں پڑھا کرتے تھے۔ مولیٰ تبارک تعالیٰ محبوب کے ثناخوانوں سے بنائے۔ وصلی الله تعالی علیه و آله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

# الاستفتاء

نوٹ: مولانا قاضی غلام محمود صاحب خطیب جامع مسجد عیدگاہ نیا محلہ جہلم کے خط میں یہ سوال آیا تھا۔

تاریخ ۲۰-۱۱-۶۵

اگر مسجد کے صحن میں قبر ہو اور خوب ڈھکی ہوئی ہو تو صف میں اگر بالکل محاذی اور سامنے رہے تو کیا حرج ہوگا؟ بصورت حرج کے کیا صف میں وہ جگہ پیچھے میں کھلی چھوڑ دی جایا کرے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

"مسجد کے صحن میں قبر خوب ڈھکی ہوئی ہو" سے کیا مراد ہے۔ اگر غلاف یا غلاف جیسی کسی چیز سے ڈھکی ہوئی ہو جیسے مزارات شریفہ پر غلاف ہوتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ کھلی قبر کے حکم میں ہے اور اگر فنا تو



Marfat.com

یا دیواروں جیسی کسی چیز سے ڈھکی ہو تو قطعاً حرج نہیں کہ صرف سترہ ہی جب کافی ہے تو ایسا بڑا حائل کیوں کافی نہ ہوگا اور یونہی اگر نمازی کے آگے اتنی دور ہو کہ خاشع نمازی کی نظر نہ پڑے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں، شامی ص۶۱۳ جلد ۱ میں ہے لاتکرہ الصلوٰۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ کما فی جنائز المفردات۔ اور یہی مستفاد ہے ہندیہ ص۵۶ جلد ۱ کی اس عبارت کا ان کانت القبور ما وراء المصلی لا یکرہ — واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

**حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ ۲۶-۱۱-۶۵

# الاستفتاء

**نمبر۱:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں چند آدمی عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے، دو آدمی اور آ گئے، جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بیٹھ گئے کہ سابقہ نمازی نماز پڑھ لیں ہم بعد میں پڑھیں گے اور بیٹھتے ہی مسخریاں شروع کر دیں۔ ایک نمازی نے روکا بھی مگر وہ برابر اپنے فعل کو ادا کرتے رہے، بعد میں خود بھی نماز ادا کی مگر بعد از فراغت بھی مسخریاں جاری رہیں۔ آخر کار سونے کا ٹائم آ گیا اور سونے کی ترکیبیں ہونے لگیں۔ اسی اثناء میں مسمّی مانجھا نے مسمّی غلام رسول سے کہا (جو ایک طالب علم اور چھوٹا بچہ ہے) کہ تم آج رات میرے پاس سو جاؤ تو میں تمہیں ٹیکہ (یعنی آلہ تناسل) پر سوار کر کے حج کرا کر لاؤں مدینہ کی، مکہ معظمہ کی؟

**نمبر۲۔** ایک شخص مسمّی گل محمد نے ایک عورت خریدی ہے جس کے نکاح کا ثبوت نہیں ہے۔ ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ کنواری ہے، بیوہ ہے، مطلقہ ہے یا منکوحہ ہے مگر کوئی پتہ نہیں چلا اسے کہا گیا ہے کہ اسے دفع کرو، اپنے گھر سے نکال دو، وہ ہاں جی، ہاں جی کرتا ہے مگر نکالتا نہیں۔ تقریباً





Marfat.com

تین ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر نہ نکالے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور اگر نکال بھی دے تو جتنا عرصہ وہ استعمال کرتا رہا ہے اس کی بھی کوئی سزا ہے یا نہیں؟ مفصل ارشاد فرمادیں۔

السائل: الحاج عبدالمجید صاحب برادر خورد صوفی رشید احمد بھٹی اور سیر ورہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ : ان شخصوں نے بڑا ظلم کیا۔ مسجد میں تو مباح دنیاوی گفتگو ہی نیکیوں کو نقصان پہنچاتی ہے چہ جائیکہ ہنسی مخول اور بیہودہ باتیں کی جائیں۔ پھر اس شخص کے مسمّٰی غلام رسول کو شرارت آمیز لفظ کہنے اس کی شقاوت قلبیہ کی دلیل ہیں یہ لفظ صریح کفر ہیں، بری بات کو حج کے ساتھ تشبیہ دینی، یہ حج کے ساتھ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ استہزاء ہے اور بدفعلی جو سخت حرام ہے اس کو حلال ظاہر کرنا یہ سب کفر سے خالی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیر صـ۲۸۷ جلد۲ میں ہے الھازل و المستھزئ اذا تکلم بکفر استخفافا واستھزاء و مزاحا یکون کفرًا عند الکل و ان کان اعتقادہ خلاف ذلک۔ نیز فتاوئے عالمگیر صـ۲۸۸ جلد۲ میں ہے الاستھزاء باحکام الشرع کفر کذا فی المحیط۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فورًا دل سے توبہ کرے اور نئے سرے سے اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کرے کہ اس کا پہلا نکاح فاسد ہوچکا اور اگر نہ مانے تو مسلمانوں پر لازم کہ اس سے بالکل الگ تھلگ ہوجائیں اور اسے یوں الگ کردیں کہ جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینکی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ پھر اس کی سزا بہت ہی سخت ہے مگر اسلامی حاکم کا کام ہے۔ آپ لوگ پنچایت طور پر قانونِ وقت کے لحاظ سے جتنی سزا دے سکیں، دیں حتٰی کہ مجبور ہو کر توبہ کرے۔

۲ : وہ شخص بھی بڑا مجرم ہے بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے اور پھر استعمال (یعنی زنا) کرنا اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے جو حکام اسلام



Marfat.com

کا کام ہے آپ لوگ دائرۂ قانون کے اندر رہتے ہوئے اسے مجبور کریں کہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور اس عورت کے متعلق صحیح ثبوت مہیا کرے اور اگر پیچھے نکاح نہ ہو تو نکاح کرے ورنہ گھر سے نکال دے۔ اگر نہ نکالے تو بائیکاٹ کر دیں کہ مجبور ہو کر نکال دے یا کم از کم آپ لوگ تو اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ حدیثِ پاک صحیح مسلم وغیرہ میں ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ (الحدیث) قرآن کریم میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم (الآیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ واٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۶ ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۲ھ $\frac{5}{63}$ ۲۶

---

لہ $\frac{5}{12}$





Marfat.com

# نماز

Marfat.com

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقرر وقت پر

Marfat.com

# بَابُ الاوقات

## تنویر فیئ الزوال
## بنور عدل
## فیئ الزوال

ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

Marfat.com

# كتاب الصلوة

## باب الاوقات

### تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد[1] لله الذی ارسل رسوله[2] شاهدا ومبشرا ونذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا[3] منیرا وبه بلا واسطة او بها نور البصائر والابصار تنویرا وصلی الله تعالی علی من ابدعه محمَّدًا[4] مُحَمِّدًا[5] مُحَبَّبًا مُحَبِّبًا رؤفا رحیما نصیرا ظهیرا ففازوا[6] و فاءوا[7] بفیئه الی فیئه الجنة فلا یرون فیها شمسا ولا زمهریرا

---

[1] اللام للاستغراق ۱۲ منه غفرله [2] الاضافة للعهد ۱۲ منه غفرله [3] ای شمسا منیرا کما فی قوله تعالی سراجا وهاجا فهو صلی الله تعالی علیه وسلم منور بنفسه الشریفة بتجلیاته الزاهرة وعند غیبوبته الظاهرة بوساطة اقماره و نجومه المقتبسین من انواره وعلومه من الانبیاء الماضین والعلماء والفقهاء من الصحابة والتابعین و الأخرین اللاحقین الی یوم الدین و لنعم ما قال العلامة البوصیری برد الله ضریحه حیث قال ؎ فانه شمس فضل هم کواکبها ـ یظهرن انوارها للناس فی الظلم ولهذا المرام تمام فاستغن بالاصباح عن المصباح ۱۲ منه غفرله [4] علی زنة المفعول بالمعنی الوصفی ۱۲ منه غفرله [5] علی زنة الفاعل ۱۲ منه غفرله [6] ای المفهوم من ما قبل فازوا به صلی الله تعالی علیه وسلم بالکمالات الدینیة والدنیویة ۱۲ منه غفرله [7] ای لیفیئن بعد الحشر والماضی باعتبار تحقق وقوعه الحتمی ۱۲ منه غفرله ـ



Marfat.com

وعلى ظلاله واحبابه آله واصحابه وفيئه الافخم الاكرم ابنه الغوث الاعظم وعظم وفخم وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا

وبعد فيقول العبد المتوسل بمولاه ابو الخير محمد ن المدعو بنور الله الحنفی القادری النعیمی نوره الله ربه وقواه انه صُرِّح ونُصَّ على ان وقت الظهر ينتهی ببلوغ ظل كل شئ مثله عندهما ومثليه عنده رضی الله تعالٰی عنهم سوى فيئ الزوال فی عامة المتون الموضوعة لنقل المذهب وفُسِّر فی كثير من الشروح والفتاوى بظل يكون للشئ عند الاستواء شمالا او جنوبا ولكن الظل الاستوائی لا يبقى على قدره بل ينتقص فی زمان وينتفی فی آخر ويحدث آخر بعد انتفائه فی الجهة الاخرى فی آخر قبل صيرورة المثلين وذا محسوس مُعايَن لا يخفى على مُعايِن ولذا ترى فی بعض الازمنة الشمس تاخذ الحيطان الشمالية

---

ل۱ ای فيئ الزوال ۱۲ منه غفرله ل۲ فتركت حقيقة الفيئ والزوال بلا مانع عنها وعنى المجاز بدون علاقة معتدة بها وايضا لا معنى على هذا لاضافة الفيئ الى الزوال ۱۲ منه غفرله ل۳ فيبلغ مثليه اذا صار كله مثليه زائدا على القدر مثلا اذا كان الشئ سبعة اقدام والظل الاستوائی تسعة اقدام فيصير مثليه اذا صار ثلاثا وعشرين قدما هذا هو الظاهر من كلام اكثرهم ومنصوص عليه فی كتب بعضهم وقال بعضهم اذا صار بعد الظل الزوالی من رأس الاستوائی قدر مثلی الشئ يصير مثليه وهذا مع ارتكابه المجازين ومخالفته للاستثناء وصعوبة معرفته لان الاحتياج غالبا يحدث آخر الوقت فمن اين يعرف موضع رأس الاستوائی لا يستقيم ايضا بل يصير المثلان على هذا التفسير فی اكثر ايام السنة قبل المثلين بقدر ويظهر القدر فی الصيف واوائل الخريف واواخر الربيع ظهورا بينا كما يتبين مما سيأتی قريبا ان شاء الله تعالٰی ۱۲ منه غفرله ل۴ ای بدون انتفاء باعتبار المفهوم المخالف المعتبر فی الكتب والمخاطبات ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

من المساجد و امثالها فی بلادنا و ذلك لان حركة الشمس فی اكثر البلاد حمائلية فاذا طلعت ترتفع مائلة الی الجنوب الی الاستواء وبعده الی الشمال فی البلاد الشمالية وفی الجنوبية علی العكس كما لا يخفی علی اولی النهیٰ فبقدر هٰذا ينتقص الظل بعد فيلزم علی هٰذا التفسير ان يكون اوائل وقت العصر داخلا فی وقت الظهر او اواخر الظهر فی العصر فعلم ان هٰذا التفسير غير مستقيم و التفسير الصحيح المستقيم باعتبار منطوقه الحقيقی انه ظل كل شیئ بعد الدلوك بميلان الشمس عن مسامتة خط المشرق والمغرب جنوبا او شمالا لانه لا يلزم المحذور و هو فیئ[1] حقيقة و المراد من الزوال اما زوال الشمس عن مسامتة خط المشرق و المغرب جنوبا او شمالا و اما زوالها عن نصف النهار وايّاما كان فالزوال علی معناه الحقيقی و اضافة الفیئ اليه اضافة المسبب الی سببه فان الزوال بالمعنی الاول سبب وجود هٰذا الفیئ و بالمعنی الثانی سبب تسمية الموجود بالفیئ والاضافة عهدية علی الثانی لانه يكون فی هٰذا الوقت فيئان مختلطان باعتباره احدهما باعتباره وحده و اٰخرهما باعتباره

---

[1] فی مجمع البحار اصله الرجوع فاء يفيئ ومنه قيل للظل الذی بعد الزوال فیئ لانه رجع من جانب الغرب الی جانب الشرق وفی التفسير الكبير والفیئ فی اللغة هو رجوع الشیٔ الی ما كان عليه من قبل ولهذا قيل لما تنسخه الشمس من الظل ثم يعود فیئ و فی رد المحتار (قوله فیئ) بوزن شیئ وهو الظل بعد الزوال سمی به لانه فاء ای رجع من جهة المغرب الی المشرق و ما قبل الزوال انما يسمی ظلا وقد يسمی به ما بعده ايضاً ولا يسمی ما قبل الزوال فيئا اصلا۔ سراج و نهر و فی الصراح سايه زوال كه بعد از گشتن آفتاب باشد ۱۲ منه غفرله۔



Marfat.com

مع الاول و اللام للعهد على الاول و الحقيقة هو الاصل لا يصار الى المجاز الا لمانع عنها و ههنا لامانع ولامانعان بل موانع عن المجاز ومانع واحد يكفى فى ترك الاصل فكيف لا يجب ترك الخلف عند الموانع فثبت بنص منطوق المتون الحقيقى ما قلنا وما فى المتون و لو مفهوما مقدم على ما فى الشروح والفتاوى ولو منصوصا والله الهادى و هو الموفق ولهذا لم يصغ الشيخ المحقق المدقق زين الملة والدين ابن نجيم رحمه الله تعالى فى بحره الى ما قالوا بل صرح بخلافه حيث قال ناقلا عن السراج الوهاج.

والفيئ فى اللغة اسم للظل بعد الزوال سمى فيئا لانه فاء من جهة المغرب الى جهة المشرق اى رجع وبه اندفع ما قيل ان الفيئ هو الظل الذى يكون للاشياء وقت الزوال انتهى و هذا نص فى ما قلت كما ترى فيعتبر الظل دون ما كان من الفيئ وقت قياس المثل والمثلين كائنا ما كان و اين ما كان و ان انعدم فيه فالكل فان قلت اذا كان الفيئان مختلطين فلا يعلم قدره فكيف يسقط عند القياس قلت لترسم الدائرة الهندية بان تسوى الارض جدا فترسم عليه دائرة ءبج و ليقم مقياس قدر ربع قطرها على عين مركزها وظاهر ان ظل رأسه اول النهار يكون خارجا عن الدائرة فيدخل فضع على المدخل علامة و كذا يخرج آخر النهار فضع علامة على المخرج ايضا و صل منتصفى قوسى محيطها



Marfat.com

بخط مستقيم وهذا خط نصف النهار مار على المركز البتة وارسم ايضا قطرا يقاطعه بالزوايا القوائم وذا خط المشرق والمغرب وليرسم خط مستقيم مار على نقطة الشرق بحيث يكون بعده عن خط نصف النهار فى الجهتين متساويا ولنسمه بخط المثلين وايضا تخط مستقيما متقاطعا لنصف خط المشرق والمغرب منصفا له شرقيا ولنسمه بخط المثل ولترسم دائرة ح ه على مركز الاولى هكذا ،

## الدائرة الهندية

### الشكل الاول

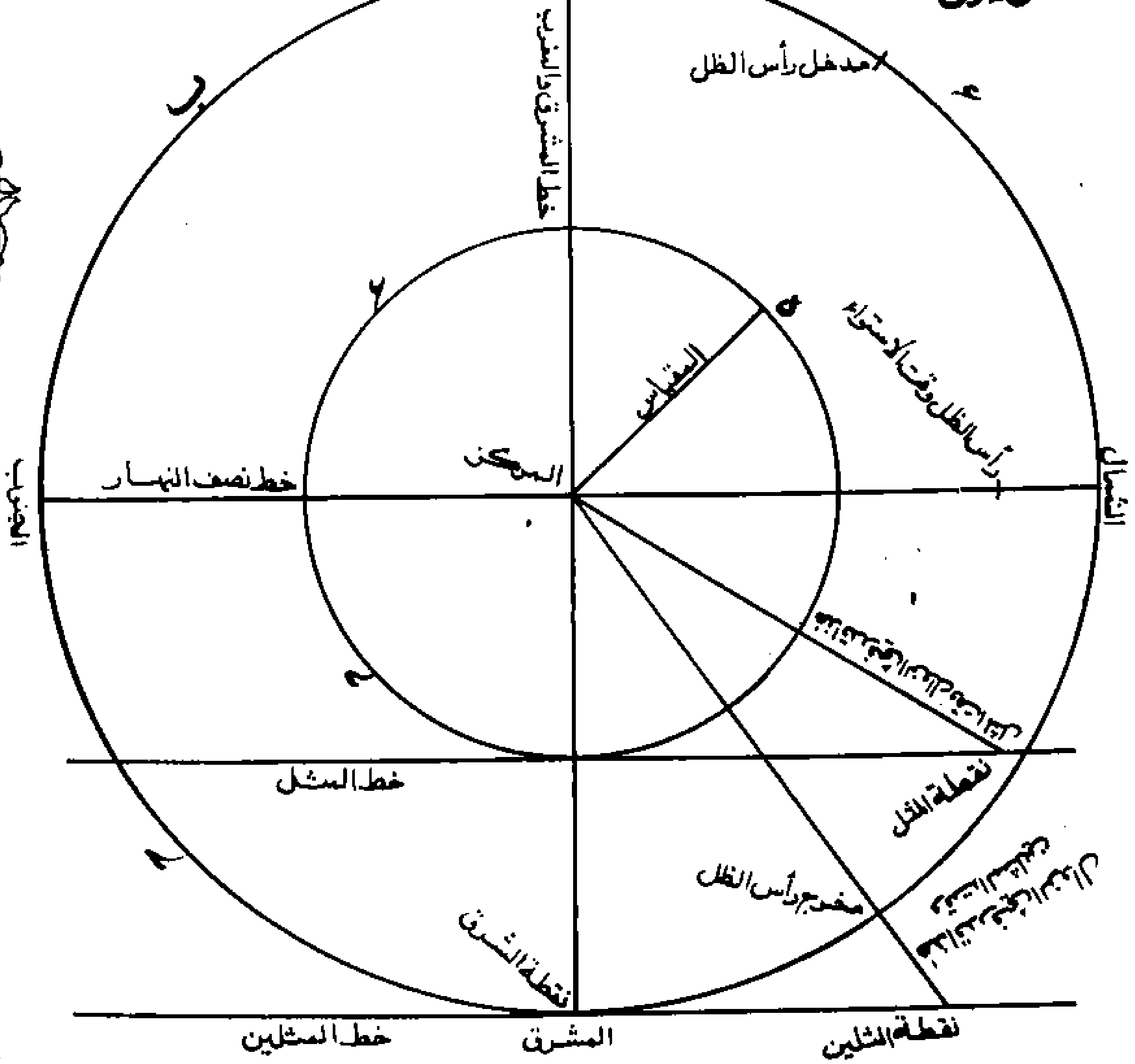




Marfat.com

فاذا بلغ ظل رأس المقياس على خط نصف النهار فهذا وقت الاستواء ولتعلم على نقطة البلوغ فاذا صار ظل الرأس شرقيا عن هٰذا الخط دخل وقت الظهر فاذا بلغ خط المثل فهذا وقت صيرورة ظل كل شيئ مثله لانه لاريب فی ان فيئ الزوال انما هو باعتبار بعد الشمس و ميلانها عن مسامتة خط المشرق و المغرب والا لم يختلف فی عصر ما و لا مصر ما ولا اثر لميلانها عن المسامتة الاميلان الظل عن عين خط المشرق و المغرب الى الجانب المخالف لميلانها وعند عدم ميلانها يكون المثل ببلوغ الظل خط المثل لان بعده من هٰذا المبلغ الى المركز بمقدار قطر دائرة ء ب ج وهو قدر المقياس فلا بد ايضا عند الميلان ان يكون المثل ببلوغه خط المثل و قدر فيئ الزوال فی هٰذا الوقت ما بين خط المثل و محيط دائرة ء ح ه من الظل لان الزائد بميلان الشمس هو هٰذا القدر لانه عند عدم الميلان يكون المثل ببلوغ الظل محيطها لان بعد المحيط من المركز بمثل المقياس وعند الميلان لا يصير ببلوغ المحيط بسبب الميلان بل ببلوغه خط المثل فعلم ان الزائد بالميلان قدر ما بين المحيط و الخط فاذا بلغ خط المثلين فهٰذا وقت صيرورة ظل كل شئ مثليه والدليل يتبين مما سبق وما بين خط المثلين ومحيط ء ب ج قدر فيئ الزوال فی هٰذا الوقت بنحو ما مر و بالجملة فكلما اردت معرفة قدر الظل و الفيئ فصل رأس

---

سه فی نظرنا القاصر واما عند الله و عند من عنده علم من عنده فقبله ۱۲ نور نور



Marfat.com

الظل بنصف خط المشرق و المغرب الشرقی بخط مستقیم بحیث تحدث قائمة بتلاقیهما وارسم علی مرکز ءب ج دائرة یمر محیطها علی نقطة التلاقی فقدر الظل ما بین المرکز و المحیط من الظل و قدر الفیئ ما بین المحیط و هذا الخط وطریق آخر ایسر لمعرفة الفیئ و هو ان یؤخذ شیئ عریض طویل خشبة او غیرها یکون سطحاه الفوقانی و التحتانی مستویین متوازیین و یوضع علی خط نصف النهار بحیث یکون احد طرفیه الی الجنوب وآخرها الی الشمال علی الارض المستویة بحیث تحدث من تلاقی سطحه الشرقی مع سطح الارض زاویة قائمة فاذا حدث الظل فی الجانب الشرقی دخل وقت الظهر فوقت الاعتبار بخط مستقیم ءب فان کان مثل عرضه الشرقی مرة فمثل و ان مرتین فمثلان ولاحاجة الی اسقاط الفیئ لسقوطه بنفسه وان شئت معرفة قدر الساقط فاسقط من خط طرف الظل الشمالی او الجنوبی مثله فما بقی فهو قدر الفیئ هکذا :-

الشکل الثانی

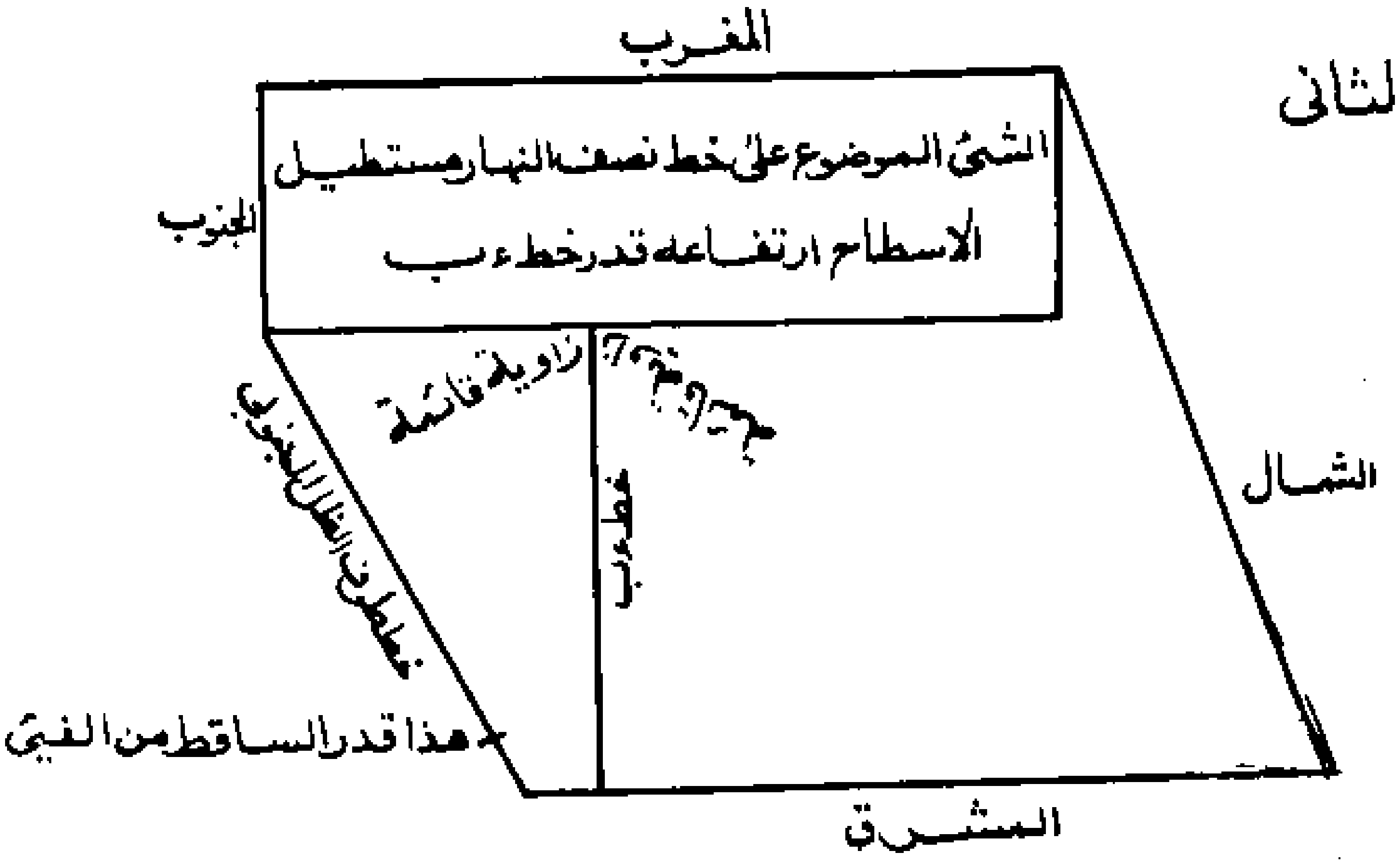




Marfat.com

وان كان طرفا الظل الجنوبي والشمالي مستويين بخط واحد فهذا
زمان بعد تمام نصف النهار وقد يكون مستطيلا وقد يكون مربعا
وقد يكون معينا وفي وقت ما شبيها بالمعين والدلائل مما لا يخفى
على البعض وبعضها مبينة مما ذكرنا فلذا طوينا كشحا عن
ذكرها وايضا لا يخفى ما استبان من طرق المعرفة مما ذكرنا
وهذا اخر ما اردنا وبعد استخراج القلم من تحرير المرام
يوم الاربعاء تسعة وعشرين من المحرم الحرام سنة ستين وثلثمائة
بعد الالف من هجرة من تم به الالف صلى الله تعالى عليه و
سلم ونما مأمول من الكرام ما هو معمول الكرام ان لا يبادر بالانكار
من دون الاستبصار فان وجد صوابا يطلعني مثابا وان خللا و
زللا فلا يمل عن الاخبار ايضا مللا وان استنصر وكم في الدين
فعليكم النصر ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله
عليه توكلت واليه انيب والله يعلم المفسد من المصلح حسبي
الله ونعم الوكيل واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى
الله تعالى على سيد الاولين والآخرين خاتم النبيين وآله وصحبه
وحزبه اجمعين.

العبد الفقير ابو الخير محمد نور الله النعيمي غفرله



Marfat.com

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

# اِبْدَاءُ البُشْریٰ بقبول الصّلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ

نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جا سکتی ہے

Marfat.com

محترم المقام حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

براہِ کرم سوالات کے جوابات تحریر فرما کر رہینِ کرم فرمائیں یہاں یہ مسئلہ مندرجہ نہایت معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے جس پر سخت لے دے ہو رہی ہے جوابی لفافہ مرسلِ خدمت ہے، رجسٹرڈ روانہ فرمائیں جس کے لئے مزید پچاس پیسے کے ٹکٹ جوابی لفافہ پر چسپاں کر دئے گئے، آنحضرت کو ڈاک خانہ سے ایک رسید رجسٹری ملے گی۔ فقط والسلام

چشم براہ :

محمد عبدالکریم قادری نعیمی غفرلہ مدرسہ عزیزیہ جلالیہ اسلامیہ ڈاک خانہ ملفت گنج
ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین حسبِ ذیل مسائل میں کہ معتبر کتابوں سے



Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ :

نمبرا : نمازِ عیدین کا آخری وقت نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نصف النہار حقیقی نماز کے اندر داخل ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اس بارہ میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ مکمل تحقیقی دلائل سے توضیح فرمائیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی نماز کے اندر داخل ہوتے ہی نماز فاسد ہوجائے گی، یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟

نمبر۲ : ان معتبر کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کو یعنی صرف نصف النہار حقیقی کے وقت ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں لیکن صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ایک طویل وقت تک ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں۔ اس مسئلہ میں معتبر و مکمل قطعی و ظنی دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

نمبر۳ : زوال اور استواء کی کیا تعریف ہے؟ نیز صاحبِ موصوف نے جو استواء کو ایک طویل وقت یعنی نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک بتلاتے ہیں، قطعی اور ظنی معتبر و مکمل دلائل سے اس کی حل فرمائیں۔ بینوا هذه المسائل بالادلة الواضحة و توجروا عندالله بالاجور الكاملة و بالله التوفيق والسلام۔

چند معتبر کتابوں کی صریح عبارتیں یہ ہیں :-

**(۱) زوال کی تعریف :-**

کفایہ شرح ہدایہ دفی المبسوط طريق معرفة الزوال ان يغرز عود مستوٍ في ارض مستوية فما دام ظل العود في النقصان علم ان الشمس في الارتفاع لم يزل بعد وان استوى الظل علم انه حال الزوال فاذا اخذ الظل في الزيادة علم انها زالت فيخط على رأس الزيادة فيكون رأس الخط الى العود فيئ الزوال۔

**(۲) اوقاتِ مکروہہ :-**

فی الہدایۃ : لاتجوز الصلوٰۃ عند طلوع الشمس



Marfat.com

ولاعند قيامها فى الظهيرة ولاعند غروبها (م) ولاعند قيامها
فى الظهيرة اى وقت وقوف الشمس فى نصف النهار۔ فى شرح الوقاية:
ولايجوز صلوة و سجدة تلاوة وصلوة جنازة عند طلوعها وقيامها
وغروبها الاعصر يومه ۔ مجمع الانهر : منع عن الصلوة و
سجدة التلاوة وصلوة الجنازة عند الطلوع والاستواء والغروب
الاعصر يومه ۔ قد روى لايجوز الصلوة عند طلوع الشمس و
لاعند غروبها الاعصر يومه ولاعند قيامها فى الظهيرة۔
منية المصلى : الاوقات التى تكره فيها الصلوة فخمسة ثلاثة منها
يكره فيها الفرض والتطوع وذلك عند طلوع الشمس وعند
غروبها الاعصر يومه ووقت الزوال۔ مراقى : الاوقات المكروهة
اولها عند طلوع الشمس الى ان ترتفع وعند استوائها الى ان
تزول وعند اصفرارها الى ان تغرب ويصح اداء ما وجب فيها
مع الكراهة كجنازة حضرت و سجدة اية تليت فيها كما
صح عصر اليوم عند الغروب۔

(۳) انتهاءِ وقتِ نمازِ عیدین :۔

فى الهداية : واذا حلت الصلوة بارتفاع
الشمس دخل وقتها الى الزوال واذا زالت الشمس خرج وقتها
لان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على
قيد رمح او رمحين ولما شهدوا بالهلال بعد الزوال امر
بالخروج الى المصلى من الغد (م) امر بالخروج من الغد ولوجاز الاداء
بعد الزوال لم يكن للتاخير معنى ۔ فى شرح الوقاية : ووقتها من
ارتفاع ذكاء الى زوالها (م) قوله الى زوالها المراد بالزوال الاستواء



Marfat.com

فقد يطلق عليه الزوال للمحاورة والغاية ههنا خارجة عن المغيا فان وقت استواء الشمس على نصف النهار ليس بوقت لها فما بعده اولى ان لا يكون وقتا۔ مجمع الانهر : وقت صلوٰة العيدين من ارتفاع الشمس قدر رمح و رمحين الى استواء الشمس والغاية غير داخلة فى المغيا فاذا استوى الشمس على نصف النهار خرج وقت صلوٰة العيد۔ قدورى : فاذا حلت الصلوٰة بارتفاع الشمس دخل وقتها الى الزوال فاذا زالت الشمس خرج وقتها (ح) قوله الى الزوال اى قبل نصف النهار لان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قيد رمح او رمحين و قوله فاذا زالت الشمس خرج الخ لما روى انهم لما شهدوا بالهلال بعد الزوال امر بالخروج الى المصلى من الغد ولو جاز الاداء بعد الزوال لم يكن للتاخير معنى۔ كبيرى مجتبائى، وابتداء وقت صلوٰة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح او رمحين الى زوال النهار۔ مالابد منه : تا پیش از زوال وقت نماز عیدین است (ح[26]) و مراد از زوال عین نصف النهار است مجازاً که مبدأ زوال می باشد نه انتقال آفتاب از خط نصف النهار جانب مغرب که آں ابتدائے وقت ظہر است۔

المستفتى :

محمد کمال الدین غفرلہ امام دار السلام جامع مسجد مقام ملفت گنج
ڈاکخانہ ملفت گنج ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)
مورخہ : یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

---

[26] لم اجد هذه العبارة فى الكبيرى ۱۲ ابو الخير النعيمى غفرله



Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى جعل الليل والنهار خلفة لمن اراد ان يذكر او اراد شكورا وارسل نبيه ونجيه وصفيه محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم لنعبد ربنا فى جميع الاوقات عصورا ودهورا وجعل لنا العيدين ووسّع وقتهما ليزيدنا بهجة وسرورا وتفضل بالدعوة العظمى من الذكر والصلوات والضحايا الى ما بعد الضحوة الكبرى فصلى الله تعالى على حبيبه الاعلى وعلى اله واصحابه مصابيح الهدى وبارك وسلم دائما ابدا فى الاخرة والاولى۔

بسم الله الرحمن الرحيم

## الجواب

اللّٰهم اجعل لى النور والصواب

عیدین کی نماز کا آخری وقت واقعی نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نمازِ عید میں حقیقی نصف النہار ہوجاتے تو فاسد ہوجائے گی اور ضحوۂ کبریٰ کا دخول مفسد نہیں بلکہ ضحوۂ کبریٰ میں عیدین اور باقی ہر قسم کی نمازیں بلاشک وشبہ وریب یقیناً جائز ہیں۔ یہ جواز قرآنِ کریم کی آیاتِ کثیرہ اور بکثرت احادیثِ شہیرہ اور نصوصِ فقہیہ وغیرہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

## الآيات الشريفة

۱ : وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ (البقرہ)

۲ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ (سورۃ البقرۃ)



فتاویٰ خواجگان جلد اول

Marfat.com

ان آیتوں میں نماز سے مدد لینے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے کما فی احادیث ابی داؤد وغیرہ وقد ذکرھا المفسرون فی التفاسیر یہ امر "استعینوا" مطلق ہے اور انسان ہر وقت محتاج ہے اور استعانت کا ضرورت مند ہے لہذا ہر ایسے وقت میں یہ استعانت جائز ہے جس میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ یا اس کے نائب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ممانعت نہ ہو اور یونہی "الصلوٰۃ" بھی مطلق ہے لہذا ہر نماز سے استعانت جائز ہے اور چونکہ ضحوہ کبریٰ سے نصف النہار حقیقی کے ماقبل تک کسی نماز سے کوئی آیت یا حدیث منع نہیں فرماتی تو لامحالہ جائز ہوگی اگرچہ نماز عید ہو۔

۳۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۝ (سورۂ طٰہٰ)

اس میں حکم ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ تفسیر درمنثور ص ۲۹۳ جلد ۴ طبع مصر میں ہے اخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن مردویہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رقد احدکم عن الصلوٰۃ اوغفل عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ قال اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ یعنی محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تمہارا نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جب اسے یاد کرے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

اور اس مضمون کی اور حدیثیں بھی کتب احادیث وتفاسیر میں بکثرت ہیں۔ یہ امر بھی مطلق ہے اور نماز بھی مقید نہیں تو ہر ایسے وقت میں پڑھ سکتا ہے جس میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو اور چونکہ نصف النہار حقیقی سے پہلے نماز عید سے منع نہیں فرمایا گیا تو یقیناً جائز ہوگی۔ اور اسی آیت کی دلالۃ النص سے یہ بھی یقیناً ثابت ہے کہ اگر کسی واقعی عذر کی وجہ سے نماز میں دیر ہو جائے تو وقت کے آخری حصہ میں بھی ادا کرنا جائز ہے وذا ظاھر من ان یظھر۔

۴۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ (سورۃ العلق)

ان دو آیتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کی مذمت ہے لہذا کسی وقت میں کسی شخص کو نماز پڑھنے



Marfat.com

سے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہ کیا ہو، اپنی طرف سے منع کرنا ناجائز ہے وحیث لا منع عن صلوٰۃ العیدین فی الضحوۃ الکبری فتجوز ولا یجوز ان یمنع عنہا۔

# الاحادیث المنیفة

۱۔ حضرتِ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین ساعتیں ایسی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان میں نماز پڑھنے سے یا اپنے مردوں کو ان میں دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جب[۱] سورج چمکتا ہوا طلوع ہوتا ہے حتی کہ بلند ہو جائے اور حین یقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس جب[۲] کھڑا ہو جاتا ہے دوپہر کا کھڑا ہونے والا حتی کہ سورج ڈھلے۔ اور جب[۳] جھکے سورج غروب کے لئے حتی کہ غروب ہو جائے۔ (صحیح مسلم ص۲۷۶ جلد ۱ اصح المطابع، سنن ابی داؤد ص۴۵۴ اصح المطابع، نسائی ص۹۵، ص۲۸۳ جلد ۱ مجتبائی، ترمذی ص۱۶۷ اصح المطابع، ابن ماجہ ص۴۸۷ جلد ۱، شرح معانی الآثار طحاوی ص۹۰ جلد ۱ رحیمیہ دہلی، ابوداؤد طیالسی ص۱۳۵ دائرۃ المعارف، بیہقی ص۴۵۴ جلد ۲ دائرۃ المعارف، دارمی ص۲۷۴ جلد ۱ طبع المدینۃ المنورۃ)

امام محی السنۃ نووی شرح میں فرماتے ہیں قوله حين يقوم قائم الظهيرة الظهيرة حال استواء الشمس و معناه حين لا يبقى للقائم فى الظهيرة ظل فى المشرق ولا فى المغرب۔ لسان العرب ص۵۰۰ جلد ۱۲ طبع بیروت، نہایہ ص۳۲ جلد ۳ طبع مصر، الدر النثیر ص۳۲ جلد ۳ طبع مصر میں ہے قام قائم الظهيرة اى قيام الشمس وقت الزوال من قولهم قامت به دابته اى وقفت والمعنى ان الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطأت حركة الظل الى ان تزول فيحسب الناظر المتامل انها قد وقفت وهى سائرة لكن سيرا لا يظهر له اثر سريع كما يظهر قبل الزوال و بعده ويقال لذلك الوقوف المشاهد قام قائم الظهيرة۔ مرقاۃ ص۴۲ جلد ۳ امدادیہ ملتان، میں ہے قلت هذا هو المعتمد قال الطيبي الشمس اذا بلغت



جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

وسط السماء ابطأت حركة الظل الى ان تزول فيتخيل للناظر المتامل انها وقفت وهى سائرة قلت قال تعالى وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ والله تعالى اعلم بالصواب قال النووى معناه حين لا يبقى للقائم فى الظهيرة ظل فى المشرق والمغرب قال ابن حجر الظهيرة هى نصف النهار و قائمها اما الظل و قيامه وقوفه من قامت به دابته وقفت والمراد بوقوفه بطؤ حركته الناشئ عن بطئ حركة الشمس حينئذٍ باعتبار ما يظهر للناظر ببادى الرأى و الا فهى سائرة على حالها و اما القائم فيها لانه حينئذ لا يميل له ظل الى جهة المشرق و لا الى جهة المغرب انتهى ما فى المرقات ۔ زہر الربیٰ شرح سنن نسائی للسیوطی علیہ الرحمۃ ص۹۵ جلد ا میں ہے قائم الظهيرة قائم الظل الذى لايزيد ولا ينقص فى رأى العين و ذلك يكون منتصف النهار حين استواء الشمس وقال فى النهاية اى قيام الشمس وقت الزوال الخ شرح سندھی علی النسائی ص۹۵ جلد ا میں ہے اى يقف الذى يقف عادة عند الظهيرة حسب ما يرى ويظهر فان الظل عند الظهيرة لا يظهر له حركة سريعة حتى يظهر بمرأى العين انه واقف۔ نیز اسی شرح سندھی ص۲۸۳ جلد ا میں ہے اى يقف ويستقر الظل الذى يقف عادة عند الظهيرة حسب ما يبدو فان الظل عند الظهيرة لا يظهر له حركة سريعة حتى يظهر بمرأى العين انه واقف وهو سائر حقيقة والمراد عند الاستواء ۔ اور یونہی شروح صحیح بخاری کرمانی ص۱۷۰ جلد ۱۲، فتح الباری ص۲۸۷ جلد ۶، عینی ص۵۶۲ جلد ۷، قسطلانی ص۷۰ جلد ۶، سندھی علی البخاری ص۱۸۳ جلد ۲ میں بھی ذرا اختصار سے ہے۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت جب سورج وسط السماء میں پہنچتا ہے تو سائے



Marfat.com

کی حرکت سورج ڈھلنے تک آہستہ ہوجاتی ہے تو غور کرنے والے کو بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ سورج ضرور ٹھہر گیا ہے حالانکہ وہ چل رہا ہوتا ہے مگر اس چلنے کا ایسا ظہور نہیں ہوتا جیسے زوال سے پہلے اور پیچھے ظاہر ہوا کرتا ہے اور سورج کے اس ٹھہر جانے کو جو صرف ظاہری نظر سے معلوم ہوتا ہے قام قائم الظهيرة کہا جاتا ہے اور اس وقت کھڑا ہونے والے کا سایہ مشرق کی طرف باقی نہیں رہتا اور نہ ہی مغرب کیطرف ہوتا ہے یعنی سورج وسطِ سماء میں سر کے اوپر برابر ہوتا ہے۔ مرقاۃ[1] میں فرمایا وذلك كله كناية عن وقت استواء الشمس فی وسط السماء۔ طحطاوی علی المراقی ص۱۰۹ طبع مصر میں اس حدیث کے ماتحت فرمایا وهو وقت الاستواء فالمعنى عند استوائها حتى تزول تبیین الحقائق ص۸۰ طبع مصر میں ہے اذا وقف ای الظل ولم ينقص ولم يزد فهو قيام الظهيرة۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نصف النہار حقیقی یعنی جس وقت سورج سر پر ہو صرف اسی وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ناجائز نہیں۔

۲۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں ہے کہ محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ حتیٰ کہ سورج طلوع کرے اس حد تک کہ بلند ہو جائے۔ اس لئے کہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور اس وقت کافر سورج کے لئے سجدہ کرتے ہیں ثم صل فان الصلوة مشهودة محضورة حتى يستقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوة فان حينئذ تسجر جهنم "پھر نماز پڑھو اس لئے کہ نماز مشہودہ محضورہ ہے یعنی فرشتے اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں اس حد تک کہ سایہ نیزے کے ساتھ مستقل ہو جائے پھر نماز سے بند ہو جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے پس جس وقت سایہ ڈھلے تو نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز مشہودہ محضورہ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو پھر نماز سے بند ہو جاؤ حتیٰ کہ سورج ڈوب جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ڈوبتا ہے اور اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔" (مسلم شریف ص۲۷۶ جلد۱، سنن بیہقی ص۴۵۵ جلد۲) علاّمہ

[1] ص۴۲ ج۲



Marfat.com

نووی فرماتے ہیں معنی یستقل الظل بالرمح ای یقوم مقابلہ فی جہۃ الشمال لیس مائلا الی المغرب ولا الی المشرق وھذہ حالۃ الاستواء و نقل عنہ القاری علیہ الرحمۃ فی المرقاۃ ص۴۳ ج۳ مقررا۔

مجمع البحار کشوری ص۱۶۸ جلد۳ میں ہے بمعنی یرتفع الظل معہ ولا یقع منہ علی الارض شیئ او الباء بمعنی فی ای یرتفع فی الرمح۔ اور تکملہ مجمع البحار ص۱۴۷ میں ہے یرتفع الظل معہ ولا یقع علی الارض منہ شیئ من استقلت السماء ارتفعت الخ اور یونہی مرقات ص۱۴۳ جلد۳ میں بھی ہے۔ نیز مرقات میں ہے ای حتی یرتفع الظل مع الرمح او فی الرمح و لم یبق علی الارض منہ شیئ۔ نیز اسی میں ہے قال ابن الملک یعنی لم یبق ظل الرمح۔ نیز مجمع البحار ص۱۶۸ جلد۳، نہایہ ص۳۰۸ جلد۳، الدر النثیر ص۳۰۸ جلد۳ میں بالفاظ متقاربہ ہے و النظم من النہایۃ ای حتی یبلغ ظل الرمح المغروس فی الارض ادنی غایۃ القلۃ و النقص لان ظل کل شیئ فی اول النہار یکون طویلا ثم لا یزال ینقص حتی یبلغ اقصرہ و ذلک عند انتصاف النہار۔ نیز نہایہ اور مجمع میں ہے و النظم منہا و ھذا الظل المتناہی فی القصر ھو الذی یسمی ظل الزوال ای الظل الذی نزول الشمس عن وسط السماء و ھو موجود قبل الزیادۃ نیز مرقات میں فرمایا و روی حتی یستقل الرمح بالظل ای یرفع الرمح ظلہ فالباء للتعدیۃ و علی الروایتین ھو مجاز عن عدم بقاء ظل الرمح علی الارض و ذلک یکون فی وقت الاستواء۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حتی یستقل الظل بالرمح سے مراد یہ ہے کہ ایسا نیزہ جس کو زمین میں بالکل سیدھا گاڑ دیا جائے اور سورج کے بلند ہوتے ہوتے اس کا سایہ مغرب کی طرف سے کم ہوتا ہوتا بالکل مٹ جائے اور مغرب و مشرق دونوں سمتوں میں سایہ نہ ہو تو یہ وقت نماز منع ہونے کا ہے۔ البتہ اس وقت صرف شمال کی طرف ہی عموماً سایہ رہتا ہے جس کو ظل الزوال



Marfat.com

یا فیئ الزوال کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے حوالی میں بعض دنوں میں نہیں پایا جاتا۔
حدیثِ پاک میں بالخصوص نیزے اور سائے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرب کی عادت تھی کہ وقت کی پہچان کے لئے اپنے نیزوں کو زمین میں سیدھا گاڑ دیتے تھے پھر ان کا سایہ دیکھتے تھے۔ مرقاۃ صـ۴۳ جلد۳ میں ہے وتخصیص الرمح بالذکر لان العرب کانوا اذا ارادوا معرفۃ الوقت رکزوا رماحھم فی الارض ثم نظروا الی ظلھا۔ اور نہایہ، درنثیر، مجمع البحار کی مذکورہ عبارت میں ظل الرمح المغروس فی الارض الخ میں بھی اسی عادتِ عرب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایسی عوامی واضح گھڑی ہے جس میں کسی کمی بیشی کا احتمال تک بھی نہیں، اس کی چال ہر وقت صحیح رہتی ہے اور بالکل عام فہم ہے۔ الحاصل اس حدیثِ پاک سے امس وشمس کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ صرف نصف النہار حقیقی کے وقت ہی نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ضحوۂ کبریٰ میں جو نماز پڑھی جائے وہ جائز ومقبول ہے۔ اس نماز کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں نیز اسی حدیث میں سنن ابوداؤد صـ۱۸۱ جلد۱، سنن بیہقی صـ۴۵۵ جلد۲ میں حتی یستقل الظل بالرمح کے عوض حتی یعدل الرمح ظلہ ہے۔ اس کا حاصل معنی بھی وہی ہے۔ اور سنن ابن ماجہ صـ۳۹۶ میں اسی حدیث میں حتی یقوم العمود علی ظلہ ہے جو معنی مذکور کی اور زیادہ وضاحت کرتا ہے۔ نیز اسی حدیث شریف میں ثم صل فان الصلوٰۃ مشھودۃ محضورۃ کی بجائے سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی کی دوسری روایت میں صل ماشئت فان الصلوٰۃ مشھودۃ مکتوبۃ ہے۔ ابن ماجہ میں ثم صل مابدا لک ہے، ان کلماتِ مبارکہ ثم صل ماشئت اور مابدا لک میں ضحوۂ کبرٰی میں جوازِ نماز اور عمومِ نماز کی تصریح ہے۔

۳۔ حضرتِ صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر سوال کیا کہ رات اور دن کے وقتوں میں کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں نماز مکروہ ہو؟ تو حضور نے فرمایا ہاں جب وقت صبح کی نماز پڑھو تو سورج کے طلوع تک نماز نہ پڑھو اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے ثم صل فالصلوٰۃ محضورۃ متقبلۃ حتی تستوی الشمس علی رأسک کالرمح فاذا کانت علی رأسک کالرمح فدع الصلوٰۃ فان



Marfat.com

تلك الساعة تسجر فيها جهنم و تفتح فيها ابوابها حتى تزيغ الشمس عن حاجبك الايمن۔ یعنی بعدازاں نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز محضورہ متقبلہ ہے حتیٰ کہ سورج تمہارے سر پہ نیزے کی طرح برابر ہو جاتے پس جب تمہارے سر پہ نیزے کی طرح ہو تو نماز چھوڑ دو، اس لئے کہ بیشک وہ ایسا وقت ہے جس میں جہنم بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں حتیٰ کہ سورج تمہارے دائیں ابرو سے ڈھل جائے۔ پس جس وقت ڈھل جائے تو اس وقت کی نماز محضورہ متقبلہ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو، پھر نماز چھوڑ دو سورج ڈوبنے تک" (ابن ماجہ طبع مصر صہ ۸۹ ج ۱)
یہی حدیث مستدرک حاکم صہ ۱۶۵ ج ۳ دائرہ معارف اور سنن بیہقی صہ ۴۵۵ ج ۲ طبع الدائرہ میں بالکل انہی کلمات مبارکہ کیساتھ ملتی جلتی ہے جس کے متعلق حاکم نے فرمایا صحيح الاسناد اور علامہ ذہبی نے فرمایا صحیح،
اور یونہی مسند امام احمد صہ ۳۱۲ ج ۵ طبع بیروت اور مجمع الزوائد طبع بیروت صہ ۲۲۴ ج ۲ میں ہے جس کے کلمات متعلقہ یہ ہیں فاذا اطلعت فصل فان الصلوٰة محضورة متقبلة حتى تعتدل على رأسك مثل الرمح او اسکے متعلق مجمع میں فرمایا رواه عبد الله في زيادته في المسند و رجاله رجال الصحيح الخ نیز مجمع الزوائد صہ ۲۲۷ جلد ۲ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے جس میں فاذا دنت للزوال فارنها بے قال في المجمع رواه الطبراني في الكبير و رجاله موثقون۔ اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے جائز اور ایسی مقبول ہے کہ اس کے لئے فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل صہ ۲۳۵ جلد ۴ حضرت مرہ بن کعب یا کعب بن مرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ان کے سوال پر حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز مقبول ہے صبح کی نماز ادا کرنے تک پھر نماز (نفل) نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع کرے اور ایک یا دو نیزے کے قدر ہو جائے ثم الصلوٰة مقبولة حتى يقوم الظل قيام الرمح ثم لا صلوٰة حتى تزول الشمس یعنی ایک دو نیزہ سورج بلند ہونیکے بعد نماز مقبول ہے حتیٰ کہ سایہ نیزہ کے کھڑا ہونے کی طرح کھڑا ہو جائے (سایہ مشرق و مغرب میں نہ ہو) پھر نماز نہیں حتیٰ کہ سورج ڈھلے پھر نماز مقبول ہے حتیٰ کہ عصر پڑھی جائے پھر سورج کے غروب ہونے تک نماز نہیں۔ پھر اسی مسند طبع مصر کے صہ ۳۲۱ ج ۴ میں حضرت کعب بن مرہ سے بغیر کسی شک کے بعینہا یہی کلمات مبارکہ ثم الصلوٰة مقبولة الخ ہیں اور مجمع الزوائد صہ ۲۲۵ ج ۲ میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ہے رواه احمد من طريقين





Marfat.com

احدهما هذه والاخرى عن سالم عن رجل عن كعب بن مرة البهزى من غير شك وقال حتى يصلى الصبح بدل حتى يطلع الصبح وكذلك رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح الا ان الاسناد الثانى فيه رجل لم يسم۔

۵ حضرت عبداللہ الصنابحی سے ہے (جو صحابی ہیں یا جلیل القدر تابعی) کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک سورج طلوع کرتا ہے حالانکہ اس کے ساتھ قرن شیطان ہوتا ہے پس جب بلند ہو تو الگ ہو جاتا ہے پھر اذا استوت قارنها "جس وقت استوا کرے (یعنی بالکل سر پر آجائے) تو اس کے نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈھل جائے تو الگ ہو جاتا ہے پھر جس وقت غروب کے قریب ہو جائے تو نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈوب جاتے تو الگ ہو جاتا ہے ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة فى تلك الساعات اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز سے منع فرمایا رواه الامام مالك فى المؤطا (طبع رحیمیہ) ص۸۲ و الامام محمد فى المؤطا (طبع یوسفی) ص۹۶ والبيهقى فى السنن ص۴۵۴ جلد ۲ والامام الشافعى فى الام (طبع مصر) مسند امام احمد ص۳۴۸ ج۴ مطبع ۱۳۱۳ ابن ماجہ ص۳۹۷ جلد۱ میں اسی حدیث میں اذا استوت قارنها کی بجائے فاذا كانت فى وسط السماء قارنها ہے جو استوا کا معنی اور زیادہ واضح کر رہا ہے۔ ابن ماجہ کے محشی نے لکھا ہے فى الزوائد اسناده مرسل ورجاله ثقات. نیز زرقانی شرح مؤطا طبع مصر ص۴۶ جلد۲ میں ہے ان الحديث صحيح بلاشك اذ رواته ثقات مشاهير وعلى تقدير انه مرسل فقد اعتضد باحاديث عقبة وعمرو وقد صححهما مسلم كما رأيت وبحديث ابى هريرة۔ نیز اسی میں ہے قال يحيى بن معين عبد الله الصنابحى روى عنه المدنيون يشبه ان له صحبة وقال ابن السكن يقال له صحبة مدنى اور یونہی تہذیب التہذیب ص۹۱/۹۲ جلد۶ دائرۃ المعارف میں ہے۔ اور جس طرح ان کے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے یونہی ان کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ



Marfat.com

عبداللہ ہے یا عبدالرحمٰن کما فی التہذیب وغیرہ، اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ابن ماجہ میں ابوعبداللہ ہے اور باقی حضرات کی روایت میں عبداللہ ہے مگر یہ اختلاف قطعاً مضر نہیں کہ تقدیر صحابیت پر تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج نہیں اور یونہی تابعی ہونے کی صورت میں بھی کیونکہ وہ جلیل القدر ہیں۔ تقریب التہذیب میں ہے ثقة من كبار التابعين۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ المرسل حجة عندنا اور اسماء و عنوانات کا اختلاف جبکہ معنون و مسمی ایک ہو قطعاً مضر نہیں، اور زرقانی نے اس حدیث کی تصحیح بالتفصیل کی ہے کما مر وقد استدل به فقهاءنا العظام كما في المبسوط والبدائع والفتح والكبيري فعليه الاعتماد۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا كنا ننهى عن الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها ونصف النهار رواه الطحاوی فی شرح معانی الآثار ص۹۱ جلد۱ رحیمیہ، نیز مجمع الزوائد ص۲۲۵ جلد۲ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے وإذا انتصف النهار فتحت لها ابواب جهنم رواه الطبرانی فی الکبیر و اسناده حسن۔ اس نصف النہار سے بھی نصف النہار حقیقی ہی مراد ہے لان الاحادیث یفسر بعضها بعضا۔ بہرحال ان احادیث شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نصف النہار حقیقی کے وقت ہی نماز ممنوع ہے اور نصف النہار حقیقی سے پہلے جائز ہے اور باعث ثواب ہے اگرچہ ضحوۂ کبریٰ میں ہی ہو اور یہ حکم عام ہے تو نماز عید کو بھی شامل ہے۔

## النُّصُوصُ الفقهيّه

انہی احادیث مبارکہ کے حکم سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز نصف النہار حقیقی ہی[1] میں مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے فقہائے عظام نے اس وقت کو چار مختلف عنوانوں سے ذکر فرمایا ہے:

۱۔ عند قيام الشمس فی الظهيرة (جو حدیث حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے۔)

---

[1] الحصر اضافی بالنسبة الى الضحوة الكبرىٰ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

۲- عند استواء الشمس (جو حدیث صنابحی وغیرہ سے مستفاد ہے)

۳- عند الانتصاف (جو حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے)

۴- وقت الزوال (جو حضرت صفوان بن معطل کی روایت طبرانی اور حدیث عقبہ بن عامر (کہ مبسوط وغیرہ میں اس حدیث کے کلمات میں وعند زوالها حتی تزول ہے) سے ماخوذ ہے)

مختصر القدوری ص۲۷ اصح المطابع، متن ہدایہ مجتبائی ص۶۸ میں ہے لا تجوز الصلوٰۃ عند طلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظهیرۃ ولا عند غروبها۔ ہدایہ میں فرمایا لحدیث عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ثلاث اوقات نهانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نصلی وان نقبر فیها موتانا الخ وقررہ فی فتح القدیر ص۲۰۳ جلد ا طبع مصر بذکر حدیث عقبۃ والصنابحی وایضا قررہ فی الکفایۃ والعنایۃ شرحی الهدایۃ ص۲۰۳ جلد ا طبع مصر والجوهرۃ النیرۃ ص۴۲ جلد ا۔ نیز فتاوی سراجیہ ص۹ میں ہے عند طلوع الشمس وقیام الظهیرۃ والغروب۔ وقایہ مع الشرح طبع غلام رسول لاہور ص۱۳۱ جلد ا، نقایہ مطبوع مع جامع الرموز کشوری ص۵۳ میں ہے عند طلوعها وقیامها وغروبها۔ شرح وقایہ ص۱۳۲ جلد ا میں ہے واما سائر الصلوات فلا یجوز فی الاوقات الثلاثۃ لحدیث النهی۔ بدائع صنائع ص۲۹۵، ۲۹۶ جلد ا طبع مصر میں ہے والثانی عند استواء الشمس الی ان تزول۔ اور احادیث حضرت عقبہ اور صنابحی سے استدلال فرمایا کنز الدقائق اسلامیہ پریس لاہور ص۱۹، غرر درر ص۵۳ طبع دار السعادۃ، ملتقی الابحر ص۷۳ مطبوع عامرہ مصر، ..... مع الشرحین میں ہے والنظم منہ عند الطلوع والاستواء والغروب۔ ملتقی الابحر ص۷۳ میں فرمایا ای وقت وقوف الشمس فی نصف النهار۔ درر میں فرمایا للنهی الوارد عنها فی الحدیث الخ۔ عینی شرح کنز ص۱۹، تبیین الحقائق ص۸۵ جلد ا میں حدیث حضرت عقبہ بن عامر سے استدلال فرمایا۔ بحر الرائق ص۲۴۹ جلد ا طبع مصر میں فرمایا لما رواہ الجماعۃ الا البخاری من حدیث عقبۃ بن عامر الجهنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ





Marfat.com

پھر فرمایا والنہی فی حدیث عقبة من الاول فکان الثابت به کراهة التحریم بعد ازاں حدیثِ صنابحی سے بھی استدلال فرمایا۔ نور الایضاح اور مراقی الفلاح ص۱۰۹ طبع مصر مع حاشیة الطحطاوی میں ہے (و) الثانی (عند استوائها) فی بطن السماء (الی ان تزول) علامہ طحطاوی نے فرمایا وعلامته ان یمتنع الظل عن القصر ولا یاخذ فی الطول، پھر مراقی میں حضرت ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں ہے وعند زوالها طحطاوی نے اس کی شرح میں فرمایا ای قرب زوالها وهو وقت الاستواء فالمعنی عند استوائها حتی تزول۔ کبیری شرح منیہ ص۲۴۲ میں ہے عند طلوع الشمس واستوائها وغروبها۔ تنویر الابصار ص۴۶ مطبوع مع الدر طبع احمدی میں ہے مع شروق واستواء وغروب۔ طحطاوی علی الدر ص۱۸۰ جلد ا طبع مصر میں ہے؛ قوله واستواء ای استواء الشمس فی کبد السماء۔ اور طحطاوی ص۱۷۳ جلد ا میں کبد السماء کی تفسیر یہ ہے ای وسط السماء بحسب ما یظهر لنا فتاویٰ قاضی خان ص۳۵ کشوری، خلاصۃ الفتاویٰ ص۶۸ مطبوعہ قصہ خوانی بازار پشاور میں ہے وعند الانتصاف الی ان تزول الشمس۔ نیز خلاصۃ الفتاویٰ ص۶۸، منیۃ المصلی ص۱۷ میں ہے والمنظم من الخلاصة الصلوة فی وقت طلوع الشمس والزوال والغروب یکره۔ فتاوٰے عالمگیر ص۵۱ میں ہے الاوقات المکروهة من الزوال او تغیر الشمس للغروب او طلوعها۔ کبیری ص۲۳۵ میں حضرت عقبہ بن عامر اور صنابحی کی حدیثوں سے استدلال فرمایا ہے۔

ان نصوصِ فقہیہ سے ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح نمایاں ہو رہا ہے کہ ہر قسم کی نمازیں اوقاتِ ثلاثہ میں مکروہ تحریمی ہیں اور نصف النہار میں یہ کراہت صرف اس وقت ہے جب کہ سورج اور سایہ قائم معلوم ہوتے ہیں اور سورج وسطِ سماء میں سر پر ہوتا ہے جبکہ مشرق یا مغرب میں سایہ بالکل نہیں ہوتا جیسے کہ احادیث شریفہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث اصول ہیں اور نصوصِ فقہیہ فروع اور کوئی فرع اپنے اصل کے خلاف نہیں ہوتی تو یوں بھی نصف النہار حقیقی ہی میں کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی پر ظاہر کہ روایاتِ فقہیہ



Marfat.com

میں تخصیص بالذکر مذکور کے ماسوا سے حکم کی نفی کرتی ہے۔ شرح الوقایہ مجتبائی ص۴۷ جلد۲ میں ہے لا خلاف فی ان التخصیص بالذکر فی الروایات یدل علی نفی الحکم عما عداہ لہٰذا ضحوہ کبرٰے میں جواز ثابت ہوا اور ضحوہ کبرٰے میں کراہت کا حکم کسی کتاب میں ہرگز ہرگز نہیں۔ اور قنیہ وقہستانی غیر معتبر ہیں اور کسی متاخر کا احتمالی رنگ میں کہنا جس کا مبنٰی ہی غلط ہو، حکم نہیں بن سکتا کما سیجیئ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ نصوصِ فقہیہ تو عام ہیں اور ہر قسم کی نماز کے متعلق ہیں۔ اب نمازِ عید کے متعلق بالخصوص نصوصِ فقہیہ پیش کی جاتی ہیں اور چونکہ اس مسئلہ میں عید اور باقی نمازوں کا ایک ہی حکم ہے تو اس لحاظ سے پہلی نصوص کی طرح ان سے بھی تمام نمازوں کا وہی حکم عام ثابت ہو رہا ہے جو سب نمازوں کو شامل ہے یعنی وقتِ استواء میں کوئی نماز بھی جائز نہیں اور اس سے پہلے جائز ہیں۔

بدائع صنائع ص۲۷۶ جلد۱، فتاویٰ قاضی خان ص۸۸، خلاصۃ الفتاوٰے ص۲۱۴ جلد۱، سراجیہ ص۱۸ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من البدائع وقت صلوٰۃ العید من حین تبیض الشمس الی ان تزول۔ کنز الدقائق ص۵۰ طبع الٰہی بخش لاہور مع تقریر الشروح ملتقی الابحر مع تقریر الشرحین ص۱۷۳ جلد۱، نور الایضاح مع تقریر الشرح والحاشیہ ص۳۲، وقایہ مع تقریر الشرح ص۲۰۳ جلد۱، نقایہ مع تقریر القہستانی ص۱۳۰، قہستانی ص۱۲۰ میں ہے والنظم من الکنز وقتہا من ارتفاع الشمس الی زوالہا۔ قدوری مع تقریر الجوہرۃ ص۱۱۲ جلد۱، غرر مع تقریر الدرر ص۱۴۳ جلد۱، تنویر الابصار مع تقریر الدر والشامی ص۷۷۹، متن ہدایہ مع تقریر الہدایہ ص۱۵۳ جلد۱، فتح القدیر ص۴۲ جلد۲، بحر الرائق ص۱۶۲ جلد۲، شامی ص۳۴۴ وغیرہ میں ہے اذا حلت الصلوٰۃ بارتفاع الشمس دخل وقتہا الی الزوال۔ مراقی الفلاح میں (الی) قبیل (زوالہا) ہے۔ قہستانی، در المختار، طحطاوی علی الدر ص۳۵۴ ج۱، شامی ص۷۷۹ جلد۱، ملتقی الابحر ص۱۷۳ جلد۱ میں ہے ای الی ما قبل زوال الشمس والغایۃ غیر داخلۃ فی المغیا بقرینۃ ما مر ان الصلوٰۃ الواجبۃ لم تجز عند قیامہا۔ شامی ص۷۷۹ جلد۱، طحطاوی ص۳۵۴ جلد۱ میں ہے وہذا یرشد الی ان المراد بالزوال الاستواء واطلق



Marfat.com

علیہ للمحاورۃ۔ قدوری، جوہرہ ص۱۱۲ جلد ۱، در المنتقیٰ ص۱۷۳ جلد ۱، در المختار شامی ص۷۷۹ جلد ۱، طحطاوی ص۳۵۴ جلد ۱، بحر الرائق ص۱۶۱ جلد ۲ میں ہے فاذا زالت الشمس خرج وقتہا امام طحاوی شرح معانی الآثار ص۲۲۷ جلد ۱ میں فرماتے ہیں آخرہ زوال الشمس وکل قد اجمع علی انہا اذا لم تصل یومئذٍ حتی زالت الشمس لاتصلی بقیۃ یومہا۔ اور یونہی اور بھی صدہا جزئیاتِ فقہیہ اس کی صریح دلیل ہیں جن میں "زوال، زالت، تزول الشمس" کے الفاظ ہیں مثلاً شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نمازی جمع نہ ہو سکیں یا ابر تھا اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی، تو دوسرے دن پڑھے، یا امام نے بلا وضو نماز پڑھی اور زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہو تو دوسرے دن پڑھے اور یونہی ذبح قربانی وغیرہ کے جزئیات جو متفرق طور پر قدوری، عالمگیر، جوہرہ نیرہ، صغیری، کبیری، غرر، نور الایضاح، در المختار، طحطاوی، شامی، قہستانی، قاضی خان، ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرہا کتبِ فقہیہ میں مذکور ہیں والنظم من الہندیۃ تؤخر صلوٰۃ عید الفطر بعد الزوال الی الغد اذا منعہم من اقامتہا عذر بان غم علیہم الہلال و شہد عند الامام بعد الزوال او قبلہ بحیث لایمکن جمع الناس قبل الزوال او صلاہا فی یوم غیم فظہر انہا وقعت بعد الزوال نیز اسی میں ہے ومن ذبح بعد العلم لایجوز ذبحہ حتی تزول الشمس اور اس زوال سے مراد استواء ہے جو حقیقی زوال کے قبل یا قبیل ہوتا ہے، مجاورت کے لئے مجازاً استواء کو زوال سے تعبیر کیا گیا اور اس استواء سے مراد نصف النہار حقیقی ہی ہے کہ استواء کا حقیقی معنی وہی ہے اور مجاز کا سلسلہ یوں نہیں چلتا کہ زوال سے مراد استواء اور استواء سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہو کما سیتضح فی مسئلۃ نیۃ الصوم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چودھویں صدی سے پہلے کی کسی کتابِ فقہ میں بالتخصیص یہ نہیں ملا کہ انتہائے وقتِ عید ضحوۂ کبریٰ ہے یا استواء و زوال ہے جو بمعنے ضحوۂ کبریٰ ہے۔ نیز ہمارے فقہائے کرام کی عادتِ مستمرہ ہے کہ ایسے مواضع میں بعض حضرات ضرور متنبہ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ روزۂ ماہِ رمضان اور نذرِ معین و نفل کے وقت نیت





Marfat.com

کے متعلق قدوری وغیرہ کتبِ معتمدہ و معتبرہ میں ہے کہ زوال تک جائز ہے چنانچہ قاضی خان ص۹۵ ، بدائع صنائع ص۸۵ جلد۲ ، قدوری ص۶۹ ، خلاصۃ الفتاوے ص۲۵۱ جلد۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من القدوری فان لم ینو حتی اصبح اجزأتہ النیۃ ما بینہ و بین الزوال تواس پر ہدایہ ص۱۹۲،۱۹۱ جلد۱ ، فتح القدیر ص۲۳۷ جلد۲ ، غرر ص۱۲۷ جلد۱ ، وقایہ شرح الوقایہ ص۳۰۵ جلد۱ ، بحر الرائق ص۲۶۰ جلد۲ ، تبیین الحقائق ص۳۵۱ جلد۱ ، نور الایضاح ، مراقی ، طحطاوی ص۳۸۸ ، ص۳۸۹ ، شامی ص۱۱۶ جلد۲ ، منحۃ الخالق ، بحر الرائق ص۲۶۰ جلد۲ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی و عدل عن تعبیر القدوری و المجمع و غیرہما بالزوال لضعفہ لان الزوال نصف النہار من طلوع الشمس و وقت الصوم من طلوع الفجر کما فی البحر عن المبسوط قال فی الہدایۃ و فی الجامع الصغیر قبل نصف النہار وھو الاصح لانہ لابد من وجود النیۃ فی اکثر النہار و نصفہ من وقت طلوع الفجر الی وقت الضحوۃ الکبریٰ لا وقت الزوال فتشترط النیۃ قبلہا لتتحقق فی الاکثر وفی شرح الشیخ اسمٰعیل و ممن صرح بانہ الاصح فی العتابیۃ و الوقایۃ وعزاہ فی المحیط الی السرخسی وھو الصحیح کما فی الکافی و التبیین۔ اھ

دیکھئے پہلے قول کا بلا حجاب رد کر رہے اور دوسرے قول (کہ ضحوۂ کبرےٰ تک نیت کا وقت ہے) کو اصح بلکہ صحیح فرما رہے ہیں مگر نمازِ عید یا دوسری نمازوں کے متعلق ایسی تصریح کسی ایک معتمد کتاب میں بھی نہیں اور بالخصوص عید کے متعلق تو بکثرت " الی الزوال " کا لفظ ہی ہے بلکہ قہستانی تک بھی " الی الزوال " ہی کہہ رہے ہیں کما مر اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ " الی الزوال " صحیح نہیں بلکہ " الی الضحوۃ الکبریٰ " صحیح یا اصح یا اولیٰ ہے بلکہ اشارۃً تک بھی نہیں کیا بلکہ لطف یہ ہے کہ کسی ایک نے بھی مسئلہ روزہ میں یوں تطبیق نہیں کی کہ زوال سے مراد ضحوۂ کبرےٰ ہے اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ضحوۂ کبرےٰ اور زوال کے درمیان کافی انفصال ہے تو محاورت برائے نام بھی نہیں بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ قبل الزوال کا معنی ضحوۂ کبرےٰ



Marfat.com

نہیں بن سکتا۔ مبسوط ص۶۲ جلد ۳ میں ہے واذا نوى قبل الزوال لم يوجد هذا المعنى لہٰذا زوال اور نصف النہار والی دو عبارتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے صاف صاف فرما رہے ہیں کہ نیتِ روزہ کے متعلق " الزوال " کہنا غیر اولیٰ، غیر اصح، ضعیف، غیر صحیح ہے تو مسئلہ نماز میں یہ تطبیق کہ " الزوال " سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہے، کیسے ہو سکتی ہے اور پھر کسی نے یہ لکھا بھی نہیں کہ زوال سے مراد ضحوۂ کبرےٰ یا حقیقی نصف النہار ہے۔

نیز مسئلۂ روزہ میں اس اختلاف کی بنا اس پر ہے کہ عمل کی بنا نیت پر ہے جو اول میں ہونی ضروری ہے اور اگر اول میں نہ ہو تو اکثر حصہ میں تو ضرور ہونی چاہیئے اور نہار کے اکثر حصہ میں نیت تب ہی پائی جاتی ہے جبکہ ضحوۂ کبرےٰ سے پہلے ہو کیونکہ نہارِ صوم طلوعِ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور چونکہ یہ مبنی نماز میں جاری نہیں ہو سکتا چنانچہ ہدایہ میں بھی ہے بخلاف الصلوٰة والحج، تو بلا وجہ صیام پر نماز کا قیاس کرتے ہوئے ضحوۂ کبرےٰ کو انتہائے وقت قرار دینا مناسب نہیں۔ روزہ کا دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے تو اس کا نصف ضحوۂ کبرےٰ ہے مگر نماز کے یہ اوقاتِ ثلاثہ طلوعِ شمس سے شروع ہوتے ہیں تو ان کے دن کا نصف، نصف النہار حقیقی ہی ہے اور ضحوة الكبرےٰ نہیں۔

## تنبیہ

مسئلہ روزہ میں ضحوة الكبرےٰ اس لفظِ نصف النہار سے مستفاد ہے جو امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر میں واقع ہے یعنی اس " النہار " سے مراد نہارِ شرعی لیا گیا ہے مگر انہی حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع کبیر میں وہی لفظِ " الزوال " ہے جو اس پر دال ہے کہ اس " النہار " سے مراد نہارِ عرفی ہے تو اس سے پہلے قول کی تصحیح ہوتی ہے حتى يتفق كلاما الامام عليه الرحمة في المسئلة الواحدة ولا يختلفا۔ جامع کبیر ص۱۵ میں ہے ولو قال لله على ان اصوم غدًا فاصبح (من الغد) لا ينوى الصوم ثم نواه قبل الزوال اجزأه وان نواه تطوعًا فهو مما اوجبه اور اندریں صورت "جواز نیت الی الزوال" کا اصل مبنیٰ وہ آیت اور حدیثیں ہیں جو ہمارے فقہائے عظام نے ذکر فرمائی ہیں كما في البدائع وغيرها



Marfat.com

اور یہ مبنی نہیں کہ نہار کے اکثر حصہ میں نیت پائی جائے۔

بہرحال روزہ کے متعلق یہ دو قول ہیں۔ ایک طرف مشائخ کرام کی کثرت ہے تو دوسری طرف قائلین عظام کی عظمت وجلالت۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر بالفرض جامع صغیر وجامع کبیر کی عبارتیں متعارض ہوں تو ترجیح اسی کو ہے جو جامع کبیر میں ہے۔ بحر الرائق ص۱۵۷ جلد۲ میں ہے ان الجامع الصغیر صنفہ بعد الاصل فما فیہ ھو المعول علیہ۔ شامی علی الدر ص۶۵ جلد۱ میں ہے وفی باب العیدین من البحر والنھر ان الجامع الصغیر صنفہ محمد بعد الاصل فما فیہ ھو المعول علیہ ثم قال فی النھر سمی الاصل اصلا لانہ صنف اولا ثم الجامع الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات کذا فی غایۃ البیان۔ اور ثلاثین شامی ص۱۹ جلد۱ میں ہے وقال فی البحر فی باب صلوۃ العید عن غایۃ البیان سمی الاصل اصلا لانہ صنف اولا ثم الجامع الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات انتھی وقال ان الجامع الصغیر صنفہ محمد بعد الاصل فما فیہ ھو المعول علیہ انتھی **اقول** ولذا بعینہ اقول فما فی الجامع الکبیر ھو المعول علیہ۔ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ روزہ میں بھی نہارِ عرفی کا اعتبار ہے چہ جائیکہ نماز میں معتبر نہ ہو۔

## فائدہ

ضحوۂ کبریٰ میں کراہتِ نماز وہ بھی صرف احتمال کے رنگ میں عبد العلی برجندی نے شرح النقایہ میں ذکر کی ہے کما نقل عنہ الشامی فی ص۳۴۴ جلد۱، اور حموی نے شرح اشباہ ص۵۶۴ میں اس کی نسبت قہستانی کیطرف کی ہے مگر اس میں یہ ملا نہیں۔ اور طحطاوی ص۱۸۰ جلد۱ میں حموی سے منقول ہے اور قہستانی نے ص۵۴ میں وثوق سے اس کی نسبت ائمۂ خوارزم کیطرف کی ہے۔ اور علامہ شامی نے بھی قہستانی سے اس نسبت کو نقل کیا ہے۔ نیز شامی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق قنیہ سے بھی نقل کیا ہے۔ علامہ شامی کی پوری عبارت یہ ہے:

وفی شرح النقایۃ للبرجندی قد وقع فی عبارات الفقہاء



Marfat.com

ان الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل وفى هذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلوٰة فيه فلعل المراد انه لا تجوز الصلوٰة بحيث يقع جزء منها فى هذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار الشرعى وهو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به اسمٰعيل ونوح وحموى وفى القنية واختلف فى وقت الكراهة عند الزوال فقيل من نصف النهار الى الزوال لرواية ابى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم انه نهى عن الصلوٰة نصف النهار حتى تزول الشمس قال ركن الدين الصباغى وما احسن هذا لان النهى عن الصلوٰة فيه يعتمد تصورها فيه وعزا فى القهستانى القول بان المراد انتصاف النهار العرفى الى ائمة ما وراء النهر وبان المراد انتصاف النهار الشرعى وهو الضحوة الكبرىٰ الى الزوال الى ائمة خوارزم شامى ص ۳۴۳، ۳۴۵ جلد ۱ فألق السمع واستمع بقلب شهيد۔

اوّلاً برجندی نے صرف اس شبہ کی بنا پر کہ نصف النہار حقیقی کا وقت اتنا کم ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہو سکتی اور "نہی" کا تقاضا ہے کہ ادا ممکن و مقدور ہو صرف ایک احتمال کے رنگ میں "لعل" کے ساتھ دوسرے مرتبہ میں یہ کہا او المراد بالنهار هو النهار الشرعى تو اس سے تمام کتب متقدمین و متاخرین، متون و شروح و فتاوے کا صریح حکم کیسے بدل سکتا ہے۔ برجندی تو برجندی



Marfat.com

ہیں حضرت ابن ہمام سے جیسے مجتہد حضرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایسی ابحاث جو منقول کے خلاف ہوں معتبر نہیں۔ شامی صـ۲۵۵ جلد ۱ میں ہے وقد قال العلامۃ القاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالفت المنقول نیز شامی صـ۱۵۱ جلد ۱ میں ہے البحث فی المنقول غیر مقبول اور یہ بھی مسلم ہے کہ "ما فی المتون" "مافی الشروح" پر مقدم ہوتا ہے اور مافی الشروح مقدم ہوتا ہے مافی الفتاوے پر، شامی صـ۶۶ جلد ۱ میں ہے مافی المتون مقدم علی مافی الشروح و مافی الشروح مقدم علی مافی الفتاوی۔ تو ایک شارح برجندی کا محض احتمالی قول تمام متون و شروح و فتاوے پر کیسے مقدم ہو سکتا ہے؟ اور قنیہ و قہستانی تو متون و شروح و فتاوے کے مقابلہ میں کیا آسکتی ہیں جبکہ وہ محض غیر معتبر اور ضعیف اور ساقط الاعتماد ہیں۔ زاہدی مصنف قنیہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوشہ چین ہے۔ کشف الظنون صـ۱۳۵۷ جلد ۲ طبع تہران میں قنیہ کے متعلق ہے مشہورۃ عند العلماء بضعف الروایۃ و ان صاحبھا معتزلی اور قہستانی کے متعلق صـ۱۹۴۲ جلد ۲ میں ہے انما کان دلال الکتب فی زمانہ ولا کان یعرف بالفقہ ولا غیرہ بین اقرانہ و یؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ ھذا بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق و لا تصحیح و تدقیق فھو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی النیل۔

یہی علامہ شامی عقود الدریہ صـ۳۵۶ جلد ۲ طبع مصر میں فرماتے ہیں نقل الزاھدی لا یعارض نقل المعتبرات النعمانیۃ فانہ ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النھر ایضاً۔ نیز اسی میں ہے والقھستانی کجارف سیل و حاطب لیل خصوصاً و استنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی

---

ــہ شامی صـ۱۰ جلد ۱ میں ہے بلغ رتبۃ الاجتہاد ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

رسائل ابن عابدین صـ۱۳ جلد ا طبع الآستانہ میں ہے ومن الکتب الغریبۃ ملا مسکین شرح الکنز والقہستانی لعدم الاطلاع علی حال مؤلفیھما او لنقل الاقوال الضعیفۃ کصاحب القنیۃ۔ اور اس سے پہلے ہے الکتب المتأخرۃ خصوصا غیر المحررۃ کشرح النقایۃ للقہستانی۔ بعد ازاں فرمایا لایجوز الافتاء من ھذہ الکتب الا اذا علم المنقول منہ والاطلاع علی ماٰخذھا اور یونہی شامی علی الدر صـ۶۵ جلد ا میں بھی ہے۔ طحطاوی علی الدر صـ۳۶ جلد ا میں ہے ان القنیۃ لیست من کتب المذھب المعتبرۃ فلا یعارض ما فی الفتح والنہایۃ والعنایۃ اور مسئلہ زیر بحث میں تو قنیہ و قہستانی کی نقل صرف فتح و نہایہ و عنایہ کے خلاف نہیں بلکہ جمیع متون و شروح و فتاویٰ متقدمین و متاخرین کے سراسر منافی ہے تو کیونکر معتبر ہو۔

**ثانیاً**:۔ برجندی کا احتمال اور قنیہ و قہستانی کے نقل صرف لفظِ نصف النہار سے ہی ماخوذ ہیں یعنی وہ "النہار" سے مراد نہار شرعی لیتے ہیں حالانکہ ائمہ و مشائخ مذہب کے کلمات مبارکہ میں صرف لفظِ نصف النہار ہی نہیں بلکہ الفاظ "استواء الشمس" اور "قیام قائم الظہیرہ" اور "وقت الزوال" بھی بکثرت وارد ہیں کما مر، حالانکہ ان سے ضحوۂ کبریٰ مراد نہیں لیا جا سکتا کما مر، اور جب یہ سب کلمات ایک ہی چیز کے متعلق ہیں تو نصف النہار کا ایک ایسا معنیٰ جو ان دوسرے کلمات کے مخالف ہو، کسطرح مراد لیا جا سکتا ہے تو ثابت ہوا کہ وہ احتمال و نقول محض غلط ہیں اور قابلِ التفات نہیں۔

**ثالثاً**:۔ وہ صرف متون و شروح و فتاویٰ کے خلاف ہی نہیں بلکہ احادیثِ مبارکہ کے بھی خلاف ہیں کما مر، اور اکثر احادیث میں لفظِ نصف النہار نہیں بلکہ وہ کلمات مبارکہ ہیں جن میں ان کی تاویل چل ہی نہیں سکتی، زاہدی اور قہستانی جیسوں کی کیا حیثیت جبکہ امام الائمہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات فرماتے ہیں اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ پھر صرف احادیث ہی نہیں بلکہ آیات سابقہ کے بھی خلاف ہے۔

**رابعاً** جس کو وہ نہار شرعی کہتے ہیں وہ روزہ کے لحاظ سے تو نہار شرعی ہے مگر ان اوقاتِ ثلاثہ متعلقۂ نماز کا نہار شرعی تو وہی ہے جس کو وہ نہارِ عرفی بتا رہے ہیں کیونکہ ان سب احادیثِ "نہی" میں کلمات





Marfat.com

طلوع وغروب اور استوار یا قائم الظہیرہ وغیرہ کی تصریح ہے اور طلوع وغروب بالاتفاق طرفین ہیں تو اگر " النہار" سے نہارِ شرعی ہی مراد لینا ہے تو وہ نہارِ شرعی مراد لیں جو متعلقہ اوقاتِ ثلاثہ ہے نہ کہ نہارِ شرعی صیامی مراد لیں کہ یہاں نیتِ روزہ زیرِ بحث نہیں اور نہ ہی نہارِ صیامی کے ساتھ لفظِ نہارِ شرعی کی تخصیص کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ نہارِ صلاتی یا اوقاتی پر اس کا اطلاق ناجائز ہو بلکہ اکثر احادیث میں تو لفظِ " النہار " ہے ہی نہیں۔

**خامساً** وہ شبہ جس پر برجندی کا احتمال اور قنیہ وقہستانی کے نقل مبنی ہیں وہ سرے سے محض بے جا اور بادر ہوا ہے کیونکہ " نہی " کی بہ نسبت امر امکان وقدرتِ ادا کا زیادہ تقاضا کرتا ہے۔ امر میں عمل مطلوب ہوتا ہے اور " نہی " میں کفّ یعنی رک جانا، اور عمل رک جانے کی بہ نسبت قدرت کا زیادہ تقاضا کرتا ہے حالانکہ امر کے متعلق اہلِ اصول نے تصریح فرمائی کہ صرف قدرتِ ممکنہ ہی کافی ہے اور اس کا بھی صرف توہم ہی شرط ہے چنانچہ نماز کا ایسا آخری وقت جس میں صرف " اللہ اکبر " ہی کہا جا سکے، اس میں لڑکا بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لائے یا حائض و نفسا پاک ہو جائے یا دیوانہ ہوش پائے تو ان پر بالشروط المعتبرہ نماز لازم ہو جاتی ہے یعنی وہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کے مخاطب ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسے کم وقت میں اگرچہ عادۃً نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر اس کا امتداد متوہم ہے کیونکہ اللہ رب العالمین سورج کو ٹھہرا کر ایسے کم وقت کو طویل بنا سکتا ہے تو ادا ہو سکتی ہے۔

حسامی رحیمیہ ص۴۰، ۴۱، منار اور نور الانوار طبع سراجدین لاہور ص۴۸، ۴۹، شرح المنار لابن الملک طبع عامرہ ص۵۲، ۵۳، شرح المنار لابن العینی طبع عامرہ ص۵۳، افاضۃ الانوار شرح المنار اور اس کے حاشیہ نسمات الاسحار للعلامہ ابن عابدین الشامی ص۳۶، ۳۷ طبع مصر، تحریر اور اس کی شرح تیسیر التحریر ج۲ ص۱۴۴ طبع مصر، تنقیح، توضیح تلویح ص۱۹۵ جلد۱ طبع مصر میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للحسامی جعل القدرة الممكنة شرطا لوجوب الاداء (الیٰ ان قال) والشرط كونه متوهم الوجود لا كونه متحقق الوجود فان ذلك لا يسبق الاداء و لهذا قلنا اذا بلغ الصبي او اسلم الكافر في اٰخر الوقت تلزمه الصلوٰة لجواز ان يظهر في الوقت امتداد بتوقف الشمس كما كان لسليمان عليه السلام الخ تو یونہی وقتِ استوار کم ہونے کے باوجود متوہم الامتداد ہے تو مورد نہی



Marfat.com

بن سکتا ہے لہذا وہ شبہ زائل ہو گیا۔

**سادساً** اس نہی سے مطلب کف عن الصلوٰۃ ہے یعنی نماز کے ادا کرنے سے رک جانا اور یہ ایسا فعل ہے جو زمانِ طویل کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ اگر اس وقتِ استواء سے پہلے نماز شروع کرنے والا استواء ہوتے ہی نماز سے رک جائے یا استواء کے وقت نئے سرے سے نماز شروع کرنے سے پرہیز کرے تو دونوں طرح اس نہی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

الحاصل مکمل نماز ادا کرنے کے لئے جتنا وقت ضروری ہے، کف عن الاداء کے لئے اتنے وقت کی ضرورت نہیں وذا مما لاغبار علیہ اصلاً مگر وہ حضرات نہی عن الصلوٰۃ الکاملۃ بجمیع اجزائہا من اولہا الی اخرہا سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات نے "الصلوٰۃ" کو بمعنے مفعول تصور کر لیا اور بجمیع اجزائہا مراد لیا حالانکہ یہ مصدر بمعنے فعل ہے۔ اگر مصدری معنی میں نہ لیں تو "الصلوٰۃ" فعل نہیں بنے گا تو نہی عن الافعال الشرعیۃ کا حکم یعنی مقدور العبد ہونا اس پر حاوی نہیں ہو گا تو وہ شبہ خود بخود زائل ہو جائے گا کہ اس کی بناء ہی اس پر ہے کہ نصف النہار حقیقی کا وقت اتنا تنگ ہے کہ اس میں فعلِ صلوٰۃ سما نہیں سکتا، اور جب "الصلوٰۃ" کو بمعنی مصدر لیا جائے تو اداءِ جمیع الصلوٰۃ کی طرح ادا لبعض الصلوٰۃ بھی اس کا مصداق بنے گا حالانکہ بعض کا اداء ضرور مقدور ہے تو وہ شبہ مٹ گیا اور یوں بھی یہ شبہ باطل ہے کہ اگر "نہی عن الصلوٰۃ بجمیع اجزائہا" مراد ہو تو بعض الصلوٰۃ کا پڑھنا جائز ہو گا کہ وہ منہی عنہ نہیں اور جب بعض اجزاء کا پڑھنا جائز ہوا تو ایسی نماز عید یا قضائے فرض و واجب جو اس وقت نہی سے پہلے شروع کی جائے اور نماز کے اندر وقتِ نہی آجائے، فاسد نہ ہو کہ یہ بعض ہے اور بعض سے نہی ہی نہیں اور یونہی نفل نماز جو پہلے سے شروع کی ہو وہ مکروہ نہ ہو اور ایسے ہی وہ نماز قضا یا واجب و نفل جو اس وقتِ نہی میں شروع کرے اور ظہر کے وقت میں ختم کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہ ہونا کیونکہ نہی بعض سے ہے ہی نہیں حالانکہ یوں نہیں بلکہ پہلے کی شروع کردہ نماز بھی وقتِ نہی کے داخل ہونے سے فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے اور یونہی نماز کا وقتِ نہی میں شروع کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی پوری کرے، تو معلوم ہوا کہ بجمیع اجزائہا والی قید غلط ہے لہذا برجندی کا پہلا احتمال ہی درست ہے کہ لعل المراد انہ لاتجوز الصلوٰۃ



Marfat.com

بحيث يقع جزء منها فى هذا الزمان (شامی ص۳۴۴)، تو احتمالی رنگ میں "لعل" کہنا درست نہیں اور علامہ طحطاوی نے تو اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے یمکن تصویرها بان یکون شرع قبل الاستواء ثم طرأ الاستواء فى اثنائها قبل القعود قدر التشهد فانه بذلك يفسد الفرض ويكون النفل مکروها یعنی اس وقتِ استوار بمعنی نصف النہار حقیقی میں ادائے نماز کی صورت یوں بنائی جاسکتی ہے کہ استوار سے پہلے نماز شروع کی جائے۔ پھر نماز کے اندر قعود قدر التشہد سے پہلے استوار طاری ہو جائے۔ اس لئے کہ بے شک طاری ہونے سے فرض فاسد ہو جاتا ہے اور نفل مکروہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مرقاۃ ص۴۲ جلد ۳ میں ہے قال ابن حجر ووقت الاستواء المذكور وان كان وقتا ضيقا لايسع الا التحريمة فيحرم تعمد التحريم فيه یعنی وقتِ استوار بمعنے نصف النہار حقیقی اگرچہ وقت تنگ ہے اور پوری نماز کو سما نہیں سکتا مگر بے شک تکبیر تحریمہ کو سما سکتا ہے تو نماز کا قصداً شروع کرنا اس میں حرام ہوگا۔ اور ان دونوں جوابوں سے ثابت ہوا کہ نماز بجمیع اجزاہا کا امکان الاداء فی الوقت ضروری نہیں بلکہ پہلے سے شروع کردہ پر استوار طاری ہو جائے یا وقتِ استوار میں شروع کی جائے تب بھی موردِ نہی بن جاتی ہے۔

**سابعاً** وہ احادیثِ شریفہ جن سے نصف النہار میں نہی عن الصلوٰۃ ہے انہی احادیث سے ضحوۂ کبرٰے میں نماز پڑھنے کا جواز روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کما مر، بلکہ احادیثِ شریفہ نمبرات دو، تین، چار میں تو اس نماز کو مشہودہ محضورہ متقبلہ مقبولہ فرمایا گیا ہے یعنی وہ نماز ایسی جائز ہے کہ اس کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ مقبولِ بارگاہِ عزت ہے کما مر بالتفصیل، تو اگر نصف النہار سے مراد ضحوۂ کبرٰے ہو تو لازم آتا ہے کہ ان حدیثوں میں سے ہر ایک حدیث کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے متعارض ہو یعنی پہلے حصے میں تو ضحوۂ کبرٰے میں نماز کا جائز و مقبول ہونا بیان ہوا اور دوسرے حصے میں اسی نماز کا ناجائز ہونا وذا باطل قطعا لايجوز فى كلام عاقل فضلا عن كلام سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم۔

**ثامناً** اگر بالفرض ضحوۂ کبرٰے میں جوازِ نماز آیات و احادیث اور اقوالِ ائمہ و مشائخ مذہب سے



Marfat.com

ثابت نہ بھی ہو تا تب بھی بلا دلیل کراہت ثابت نہ ہوتی کیونکہ اہل السنت والجماعت کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ " اشیاء میں اصل اباحت ہے " بلکہ ہمارے مشائخ عظام نے تصریح فرمائی کہ کراہت تحریمی ہو تنزیہی بھی بلا دلیل خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔ اختصاراً صرف شامی ہی کی عبارت پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ شامی ص۱۱۶ جلد ۱ میں ہے لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دليل خاص نیز یہ بھی ہے لایلزم منه ان یکون مکروها الابنهی خاص لان الكراهة حكم شرعی فلابد له من دلیل اور ص۵۹۷ جلد ۱ میں مکروہ تحریمی کے متعلق فرماتے ہیں، انه فی رتبة الواجب لایثبت الابما یثبت به الواجب یعنی بالنهی الظنی الثبوت او الدلالة۔

**تاسعاً** علی سبیل ارخاء العنان، نصف النہار حقیقی کے بعد گو بلا فصل زوالِ شمس ہو جاتا ہے اور حقیقۃً وہ وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہوسکتی مگر چونکہ ہماری نظروں میں اس وقت سورج یا سایہ حرکت سے ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ غور و تامل سے دیکھنے والا بھی ٹھہرا ہوا ہی محسوس کرتا ہے تو فی الواقع نصف النہار حقیقی ہونے سے ذرا پہلے ہی نصف النہار کا ظن ہو جاتا ہے جو ذرا بعد تک بھی رہتا ہے اور فی الواقع زوال ہونے سے ذرا بعد ہی زوال کا علم ہوتا ہے<sup></sup> چنانچہ بعض نے تو یہ قول بھی کر دیا کہ سورج حقیقۃً حرکت سے تھوڑی دیر کے لئے بند ہو جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں، سورج حرکت کرتا رہتا ہے اور کمال

---

۵ قوت القلوب شریف ص۵ جلد ۱ میں ہے کہ ضرور مروی ہے کہ محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا زوال ہوگیا ہے؟ تو جبریل نے عرض کی " لا نعم " یعنی نہیں ہوا ہاں ہوا، تو حضور نے فرمایا یہ کس طرح؟ تو عرض کی کہ میرے لا نعم عرض کرنے کی مدت میں سورج نے آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کیا ہے ونصه وقد روی فی الخبر ان النبی صلی الله علیه وسلم سأل جبریل علیه السلام فقال هل زالت الشمس فقال لا نعم فقال كيف هذا فقال بين قولی لك لا نعم قطعت فی الفلك خمسين الف فرسخ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲ میں ص۳۵۲ سے ص۳۶۱ تک وقت مابین ظہر و عصر کے متعلق یہ تفصیلی افادہ فرمایا ہے جو وقت زوال وقبل زوال کے مابین میں بھی با قاعدہ جاری و ساری ہے۔ فرماتے ہیں " وقت ظہر و مثل مجھو خواہ ایک اس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقتِ بشری سے خارج ہے (الیٰ ان قال) ولہذا ملتقٰے وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامۂ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے۔ اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظرِ ناظر کبھی حالت شک رہتی ہے، کبھی بقائے وقت اول، کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے "

Marfat.com

عروج کے باعث حرکت کا ظہور نہیں ہوتا تو غور و تامل سے بھی قائم و واقف ہونے کا ظن ہوتا ہے۔ مرقاۃ ص۲۲ جلد۳ میں ابن الملک کا قول نقل کیا سکون الشمس واقفۃ عن السیر وتثبت فی کبد السماء لحظۃ ثم تسیر وقیل یظن انھا واقفۃ قلت ھذا ھو المعتمد قال الطیبی الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطأت حرکۃ الظل الی ان تزول فیتخیل للناظر المتأمل انھا وقفت وھی سائرۃ الی اٰخر ما مر من المرقاۃ۔

حدیث ۱ کے تحت نووی، نہایہ، درنثیر، مجمع، لسان العرب وغیرہا سے بھی یہ تفصیلاً گزر چکا ہے اور حضور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس قیام شمس کا اعتبار فرمایا ہے کہ حین یقوم قائم الظھیرۃ فرمایا ہے یعنی جتنے وقت تک قائم معلوم ہوتا ہے نماز ممنوع ہے۔ نہایہ وغیرہا میں اسی اعتبار کے لحاظ سے تشریح ہے، تو اس ظاہری و ظنی وقت نصف النہار میں اتنی وسعت ہے کہ دو رکعت نماز ادا ہو سکتی ہے تو برجندی، قہستانی، زاہدی کا وہ شبہ سرے سے ہی زائل ہو گیا وللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ۔

## تنبیہ

رسائل ابن عابدین ص۱۳ میں بھی علامہ شامی فرماتے ہیں قلت وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتأخرین ویکون القول خطأ اخطأ بہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقل بعضھم عن بعض۔ پھر ص۱۵ میں فرمایا ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا صاحب البحر والنھر والمنح والدر المختار وغیرھم وھی سھو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر۔ تو مسئلہ زیر بحث کا صرف چھ کتابوں میں آجانا اور وہ بھی بعض میں صرف احتمالی رنگ میں اور بعض میں رد کے ساتھ اور ان کی بعض بالکل غیر مشہور یا غیر معتبر ہی ہیں تو یہ کیونکر مقبول و معتمد ہو سکتا ہے؟ بہرحال وہ شبہ اور اس پر مبنی احتمال و اقوال سب باطل ہیں اور بلاشک وشبہ وریب ضحوۂ کبریٰ میں اور اس کے بعد نصف النہار حقیقی تک



Marfat.com

طویل وقت مندرج فی السوال میں ہر قسم کی نمازیں یقیناً جائز و روا اور باعثِ ثواب و جزاء و عطا ہیں اور عیدین کا آخری وقت بھی یقیناً نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نمازِ عید میں نصف النہار حقیقی کا وقت ہو جائے تو فاسد ہو جائے گی مگر ضحوۂ کبریٰ کے داخل ہونے سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ ضحوۂ کبریٰ ہونے کے بعد بھی نمازِ عید یقیناً جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کا پڑھنا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔ مثلاً شہادت دیر سے آئی کہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی، یا امام نے نماز پڑھائی اور ضحوۂ کبریٰ ہونے پر ظاہر ہوا کہ وضو نہیں تھا یا جسم یا لباس پر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی تھی تو اعادہ لازم ہوا، تو ایسی صورتوں میں ضحوۂ کبریٰ کے داخل ہونے پر بھی نصف النہار حقیقی سے پہلے پڑھنا ضروری و واجب ہے لانہ وقت العید بتصریحات جمیع کتب المذہب حتی الشامیۃ والقہستانی کما مر ولا یجوز تاخیر الصلوۃ عن وقتہا بلا عذر اور اس جواب سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ استواء سے نصف النہار شرعی صیامی مراد نہیں بلکہ شرعی صلاتی یا اوقاتی ہے جس کو نصف النہار حقیقی و عرفی بھی کہا جاتا ہے یعنی جس وقت سورج سر پر ہو اور مشرق و مغرب میں سایہ معدوم ہو جسے مجازاً بوجہ مجاورت زوال بھی کہا جاتا ہے ومن اراد زیادۃ تفصیل المقال وتحقیق الحال فعلیہ برسالتنا فی الزوال و شرحہ تیسیر المقال۔

الحمد للہ! کہ تمام سوالات کے جواب بقدرِ ضرورت تفصیل سے تحریر ہوئے فما کان صوابا فمن اللہ تعالیٰ بمنہٖ و کرمہ وما کان خطأ فمنی ومن الشیطن فرحم اللہ تعالیٰ فاضلا متدینا دلنی علی الخطأ والنسیان وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم واسمی الجواب **بابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ** جعلہ اللہ تعالیٰ البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا والاخری وما ذلک علی اللہ تعالیٰ بعزیز۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومحبوبنا محمد



Marfat.com

وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

---

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر کے بعد قبل طلوعِ آفتاب قضاء فرض نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ بادلیل تحریر فرمادیں حوالہ کتاب بھی ہو۔

آپ کا ثناء گو: سگِ آستانہ خادم حقیر پرتقصیر خادم الفقراء عبدالحلیم غفرلہٗ از موضع بریت متصل حویلی لکھا منتظر الجواب۔

(۱۷ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشبہ طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک قبل از نمازِ فجر اور بعد از نمازِ فجر فرض نماز کی قضاء ادا کرسکتا ہے۔ تمام کتبِ فقہ تصریحاتِ جلیہ سے گونج رہی ہیں۔ ہدایہ صـ۱۷ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری صـ۲۷ جلد ۱، درالمختار شامی





Marfat.com

ص۳۴۳ جلد اوغیرہا میں ہے والنظم من الاولیٰ ولا باس بان یصلی فی ھٰذین الوقتین الفوائت الخ والمولیٰ المتعال اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الاکرم الانور وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ





Marfat.com

# اذان

Marfat.com

# باب الاذان

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کیا ولد الزنا کا مذبوح اور اس کی اذان جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ صلوٰۃ و صوم کا پابند ہے اور مدرسہ بھی کچھ پڑھا ہوا ہے اور دوکانداری کرتا ہے ظاہرا تو احوال اچھے ہیں مگر ریش بریدہ ہے اور اس کی والدہ نے بعدہٗ توبہ کر لی ہے اور نکاح کر لیا ہے۔ اب یافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں حق حق بیان کر دیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنگریز منڈی اسٹیشن وساوے والا ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حلّتِ ذبیحہ کے لئے شرعاً ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۸۵ جلد ۴ میں ہے فمنها ان یکون عاقلا۔ نیز اسی میں ہے ومنها ان یکون مسلما الخ تو ولد الزنا جبکہ مسلمان سمجھدار پابند صوم و صلوٰۃ ہے تو اس کی ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے اور ایسے ہی اس کی اذان بھی جائز ہے اور ولد الزنا ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۵۳ جلد ۱ میں ہے و یجوز اذان العبد و القروی واهل البادیۃ و ولد الزنا (الی ان قالوا) من غیر کراهۃ البتہ اگر ریش بریدہ مشت بھر سے کم رکھنے والا ہے تو فاسق ہوا اور اس وجہ سے اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے و



Marfat.com

یکرہ اذان الفاسق۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین بیچ اس مسئلہ کے اذان کے متعلق کہ مؤذن اذان مسجد سے باہر کہتا ہے یعنی مسجد کے پیچھے متصل ایک کھوہ ہے اور اس میں رہائش بھی ہے اور اس جگہ میں لاؤڈ سپیکر بھی فٹ کرکے رکھا ہوا ہے اور آبادی بھی صرف اذان کے لئے کی ہے کیا وہاں اذان کہنی جائز ہے یا نہیں؟ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا فتویٰ ہے۔ مفصل جواب سے نوازیں۔ اہلِ سنت وجماعت جواب دیکر مشکور فرماویں

السائل: محمد حنیف نظامی مدینہ مسجد محراب پور تحصیل کنڈیارو ضلع نوابشاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے۔ ہمارے مذہب حنفی میں بھی یہی لکھا ہے۔ غنیۃ المستملی ص ۳۶۲، فتح القدیر ص ۲۱۵ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴۹ جلد ۱ میں ہے والنظم منہا ف الاصل وینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی اصل میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ اذان منارہ پر کہی جائے یا مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے اور (اصل) امام محمد علیہ الرحمۃ تلمیذ رشید حضرتِ امام اعظم علیہما الرحمۃ کی کتاب کا نام ہے جو مذہب حنفی کی نہایت مستند کتاب ہے۔ بہرحال اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے اور منارہ بھی نماز کی جگہ سے باہر ہی ہوتا ہے تو متصل کنواں



Marfat.com

پر اذان کہنے میں کیا حرج ؟ بلاشبہ جائز ہے اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانے میں بھی مسجد کے باہر ایک بہت اونچے مکان پر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے۔ سنن ابوداؤد ص۷۷ جلد ۱ میں ایک صحابیہ انصاریہ کی روایت ہے کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر یعنی میرا گھر مسجد پاک کے آس پاس تمام گھروں سے اونچا تھا تو حضرت بلال اس پر فجر کی اذان کہا کرتے تھے اور منارہ کو (مئذنہ) بھی اسی لئے ہی کہتے ہیں کہ وہ اذان کے لئے اونچا بنایا جاتا ہے اور مسجد کے متصل مسجد سے باہر ہوتا ہے اور یونہی جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے امام کے سامنے مسجد کے دروازہ پر چنانچہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی مسجد کے باہر دروازہ پر ہوا کرتی تھی' ابوداؤد شریف ص۱۵۵ ج ۱ میں حضرت سائب بن یزید سے ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ منبر پر جمعہ کے دن جلوہ گر ہوتے تھے تو مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی اور یونہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی اور یہ سامنے والی اذان تو برقرار رہی اور اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کے بازار کے ساتھ مکانِ زوراء پر اذان کا حکم دیا۔ ابوداؤد کے اسی صفحہ میں ہے فلما کان خلافۃ عثمان وکثر الناس امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاذن بہ علی الزوراء یعنی جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے تو آپ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا حکم دیا تو وہ اذان زوراء پر کہی گئی۔ بہرحال روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اذان جمعہ کی ہو یا دوسری، مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے، منارہ پر ہو یا کسی دوسرے مکان پر، مقصود نمازیوں کو سنانا اور خبردار کرنا ہے اور وہ عموماً مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں تو جس مکان سے وہ اچھی طرح سن سکتے ہیں وہاں اذان ہونی چاہئے اور ہو مسجد سے باہر ہاں جمعۃ المبارکہ کی دوسری اذان جو امام کے سامنے ہوتی ہے وہ سامنے ہی دروازہ پر سنت کے مطابق کہی جائے اور کھوہ پر نہ کہیں کہ سامنے نہ رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ



فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان وعلمائے دین دریں مسئلہ کہ آیا کہ اذانِ ثانی جمعہ مسجد کے اندر پڑھنی جائز ہے کہ نہیں؟ حوالہ کتب سے تحریر فرما کر جواب سے مشرف فرماویں بینوا توجروا۔

السائل: الفقیر محمد یار خطیب مسجد چک ۱۹/۸۳ ایل حلقہ شیخ فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے فتاویٰ قاضی خان ص۳۷ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص۴۹ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیر ص۲۹ جلد ۱ میں ہے لایؤذن فی المسجد (ترجمہ) مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔" اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر جمعہ کے دن جلوہ فرماتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی۔ اور ایسے ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی، تو ثابت ہوا کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہونی ضروری ہے۔ ہاں اگر اول سے مسجد میں اذان کے لئے مسجد بنانے سے پہلے ہی جگہ اذان کی معین بنالی جو دیوار مسجد میں الماری کی طرح ہو تو اس میں جائز ہے کیونکہ وہ جگہ حکماً مسجد سے باہر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ / ۲۵-۷-۶۷

# الاستفتاء

بخدمت گرامی قدر مکرمی معظمی حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب



Marfat.com

السلام علیکم کے بعد عرض مندرجہ ذیل ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ کا جواب بحوالہ قوی جلد روانہ فرما کر مشکور فرمائیں ـــــ نماز جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہیے یا باہر، فقہ و حدیث نبوی سے جواب منتقل ہو، جواب مسئلہ مندرجہ بالا کا تفصیل سے ہو، مسجد کے اندر ہونے سے مطلب ہے کہ مسجد کے مکان کے اندر اذان ہونی ضروری ہے یا کہ باہر احاطہ مسجد میں جیسے کہ اذان اول ہوتی ہے۔

السائل: مولوی در محمد بستی صادق آباد موضع کوٹ قاضی ڈاکخانہ کرم پور براستہ دہاڑی ضلع ملتان۔

۲۲-۱۲-۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جمعہ کی اذانِ ثانی امام کے سامنے سنت ہے اور اذان اول دوسری نمازوں کی اذانوں کی طرح منارہ یا بلند مکان پر دی جاتی ہے جس کی تفصیل کتبِ فقہیہ میں ہے مگر امام کے سامنے کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کے مکان کے اندر یا باہر مکان کے سامنے نماز کی جگہ پر ہو بلکہ نماز کی مقرر کردہ جائے مسجد جو اصالۃً وہی مسجد ہے اس میں نہ دی جائے بلکہ اس جگہ سے باہر کہی جائے پھر خواہ مکان کے دروازہ میں ہو یا بیرونی مسجد کے دروازہ پر ہو یا مکان کی شرقی دیوار میں الماری نما جگہ میں ہو جو امام کے سامنے ہو حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے من باب کان وجاہ المنبر. سنن ابوداؤد میں ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتاویٰ قاضیخان ص۳۷، خلاصۃ الفتاویٰ ص۴۹ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۲۹ جلد۱، بحر الرائق ص۲۵۵ جلد۱ میں ہے لا یؤذن فی المسجد، غنیہ شرح منیہ ص۳۶۳ میں ہے الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد. فتح القدیر ص۲۹ جلد۲ میں ہے لکراھۃ الاذان فی المسجد۔ بہرحال اذان ثانی



Marfat.com

بھی اذان اللہ ہے مسجد سے باہر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ ۲۶-۱۲-۶۳

# الاستفتاء

نمبر۱۔ آیا کہ جب جمعۃ المبارک کی جو دوسری اذان کہی جاتی ہے تو اس اذان کا جواب دیا جائے یا کہ نہیں اور اس دوسری اذان کے بعد اور خطبہ سے پہلے اس اذان کی دعا مانگی جائے یا کہ نہیں؟

نمبر۲: آیا کہ جب نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام کہتا ہے اور دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہئے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ چھوڑ دینا چاہئے یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں؟

السائل: جناب محمد یار صاحب خطیب و امام مسجد چک ۲۹۷/ر ج ب، ڈاکخانہ چک ۱۹۶/ر ب
تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب ؎

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱: ہاں اس اذان کا جواب بھی جائز ہے اور بعد اذان دعائے اذان بھی جائز ہے کہ اجابت

---

؎ جوابی کارڈ پر "الجواب النور والصواب" لکھا ہے اور یونہی "اللہ تعالیٰ اعلم" کی جگہ "المولیٰ تعالیٰ اعلم" اور درود پاک "وصلی علی حبیبہ وسلم" لکھا ہے کہ ادب کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منہ غفرلہ





Marfat.com

اذان و دعا کی حدیثیں مطلق ہیں اپنے اطلاق سے اذان ثانی کو بھی شامل ہیں اور بالخصوص اس اذان کے جواب کی حدیث صحیح بخاری ص۱۲۵ جلد ۱ میں بڑے واضح طور پر موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شروع خطبہ سے پہلے پہلے ایسا کلام جو دنیاوی نہ ہو۔ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ طحطاوی علی المراقی ص۳۱۲ میں ہے انما یکره ما کان من جنس کلام الناس اما التسبیح وغیره فلا۔

۲۔ : نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعد ازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۲۵ جلد ۱ میں ہے فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھکذا فی الذخیرة۔ (ترجمہ) صحیح یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والا دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے، اس طرح ذخیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

مولانا صاحب آئندہ مسئلہ کے لئے کارڈ نہ بھیجا کریں بلکہ لفافہ ہونا چاہیئے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۰-۱۱-۶۱



Marfat.com

# تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین

جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

Marfat.com

جمعہ کی اذان ثانی کے جواب دینے اور اس اذان میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں یہ رسالہ ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔

اس رسالہ کا آغاز باقاعدہ خطبہ سے ہوتا ہے مگر اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔۔۔۔ برادر گرامی حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے رسالہ قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے فتاوی نوریہ جلد اول کی فہرست میں درج ذیل تعارفی کلمات تحریر فرمائے:

"جمعہ کی اذان ثانی کا جواب اور اس اذان میں نام پاک آنے پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں نہایت مدلل اور مبرہن رافع اشکالات رسالہ"

(فتاوی نوریہ حصہ اول پہلا ایڈیشن ۵۳۶)

اب اس رسالے کو "تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین" یعنی "جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم" کا عنوان دیا جا رہا ہے۔

محمد محب اللہ نوری

۵ / اگست ۱۹۹۱ء



Marfat.com

لہ

# الاستفتاء

نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارکہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟

نمبر۲: اذانِ ثانی کا جواب جائز ہے؟ نام پاک آنے پر انگوٹھے چومنے جائز ہیں؟ اگر یہ امور جائز ہیں تو بعض کتابوں میں جو حدیثِ پاک اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ و لا کلام کے تحت عدمِ جواز لکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

نمبر۳: مشکوٰۃ شریف باب حرم مکہ حرسہا اللہ تعالیٰ ص۲۳۷ اصح المطابع پر ہے عن جابر قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الضبع قال ھو صید و یجعل فیہ کبشا اذا اصابہ المحرم رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی کی وضاحت فرماویں، عین نوازش وشفقت ہوگی۔

مستفتی:- منظور احمد غفرلہ مدرس دارالعلوم عالیہ عربیہ مدینہ مسجد ساہیوال

۱۳-۵-۷۸ ہجری المقدس

(جواب ص۲۸۱ پر ملاحظہ کریں)

---

لہ یہ استفتاء تین سوالوں پر مشتمل ہے پہلے دو سوالوں کا حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیلی جواب دیا ہے جب کہ تیسرے سوال کا جواب فتاوی نوریہ کے قلمی نسخے میں بھی درج نہیں ہے۔۔۔ اس دوسرے سوال میں مذکور حدیث پاک میں "بجو" کے شکار کا ذکر ہے۔ سائل کے استفسار کا مقصد غالباً یہ ہے کہ اگر بجو شکار ہے تو پھر کیا اسے کھانا حلال ہے؟

(باقی اگلے صفحے پر)



Marfat.com

## بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

جواباً معروض کہ صید یعنی شکار سے مراد' ایسے وحشی جانور ہیں جو خلقتاً انسانوں سے غیرمانوس ہوں چنانچہ نیل گائے اور ہرن وغیرہ شکار ہیں اور گائے' بکری وغیرہ شکار نہیں۔ بحالت احرام خشکی (جنگل) کا شکار منع ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ حرم علیکم صید البر مادمتم حرما (المائدہ 96) یعنی حرام ہے تمہارے لئے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔ وحشی جانور کا شکار کر بیٹھے تو جزاء لازم ہے۔ البتہ کوا' چیل' چوہا' کاٹنے والا کتا' بچھو اور سانپ کو حضور علیہ السلام نے مستثنیٰ قرار دیا لہٰذا محرم یا غیر محرم کے لئے حرم یا غیر حرم میں بطور عادت ابتداءً حملہ کرنے والے ان موذی جانوروں کے قتل کی اجازت ہے۔ اسی طرح وہ جانور یا درندے جو اکثر و بیشتر عادتاً حملہ کرنے میں پہل نہیں کرتے (جیسے بجو' لومڑی وغیرہ) حملہ آور ہوں تو ان کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حدیث مذکور میں حضرت جابر کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا بجو ان موذی جانوروں میں سے ہے جن کا قتل معاف ہے۔ یا یہ شکار ہے جس پر کفارہ و جزا لازم آتی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بجو شکار ہے محرم جب اس کا شکار کرے تو اس کے عوض چھترا دے۔

شکار کا لفظ احناف کے نزدیک تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام۔ لہٰذا اس حدیث پاک میں بجو کو شکار کہنے سے اس کی حلت ثابت نہیں ہوتی۔

مشکوٰۃ شریف کی محولہ بالا حدیث سے اگلی حدیث میں ہے' حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجو کے بارے میں دریافت کیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "اویاکل الضبع احد" کیا کوئی بجو بھی کھاتا ہے؟ (یعنی کوئی مسلمان اسے کھانا پسند نہیں کرتا۔)

نیز حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر کیل دار جانور کو ناجائز قرار دیا ہے اور بجو بھی کیل دار جانور ہے لہٰذا اسے کھانا منع ہے۔

(محمد محب اللہ نوری)

11 اگست 1991ء



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

الحمد للّٰہ الذی بذکرہ تطمئن قلوب الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعودا و علیٰ جنوبہم و قال بکرمہ یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا فان الذکر ماحی عیوبہم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ من رفع ذکرہ و جعلہ ذکرا من ذکرہ وجعل اکثار الصلوٰۃ علیہ غرفا من بحرہ وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ المتأدبین باٰدابہ۔

امورِ مذکورہ سوال بلاشک وشبہ وگنجائشِ ریب شرعًا جائز بلکہ مستحسن ومطلوب ہیں۔ اطلاقات وعموماتِ آیاتِ متکاثرہ واحادیثِ متظافرہ واجماعِ ائمہ وجمیع امت سے جواز وحسنِ دعا روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح و ہویدا ہے کما بیناہ فی فتاوانا۔ اور اطلاق وعموم سے استدلال سلف وخلف سے شائع وذائع ہے اس کا انکار ہوش وخرد کا انکار ہے کما بینہ مجدد المأۃ الحاضرۃ علیہ الرحمۃ فی اقامۃ القیامۃ ص۳۶ تا ۳۸ و بذل الجوائز ص۴ وغیرھا من تصانیفہ المنیفۃ وفتاویہ الشریفۃ تو لامحالہ یہ دعا بھی جائز ومستحسن ہی ہوگی۔ پھر اس دعا کی ابتدا بالخصوص درودِ پاک سے ہے اور درودِ پاک کا استحسان فرمانِ فرقانِ مبین اور فرامینِ احادیثِ شریفہ واجماع سے بروجہِ اتم ثابت[عہ] بلکہ یہ دعائے مخصوص احادیثِ مرفوعہ مسندہ کتب

---

[عہ] اور اسی بنا پر فقہائے کرام نے بھی اس کا ذکر عام فرمایا۔ شامی ص۳۶۰ جلد۱ میں ہے قولہ ویدعو(الخ) ای بعد ان یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما رواہ مسلم وغیرہ اذا سمعتم المؤذن الخ اور بالخصوص یومِ جمعہ اکثار کا امر ہے فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ (ای یوم الجمعۃ) فان صلوٰتکم معروضۃ علی۔ مرفوعا ابن کثیر ص۵۱۵ جلد۳۔ منہ غفرلہ



Marfat.com

معتمدہ صحاح ستہ وغیرہا سے ثابت، مثلاً اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ہو فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ رواہ مسلم ص۱۶۶ جلد۱ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ اس امر صلوا اور سلموا کا عموم بوجہ ظرفیت اذا سمعتم اور حیثیت لام المؤذن مستمع اذان ثانی پر بھی حاوی، تو لامحالہ یہ درود و دعا یقیناً مستحسن و مطلوب ہے بلکہ بالخصوص خود محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اذانِ جمعہ کے بعد دعا حدیثِ صحیح سے ثابت کما صرح بہ فی الفتاوی الرضویۃ ص۴۶۳ جلد۳ حالانکہ اصل عدمِ خصوص ہے لقولہ تعالٰی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الآیۃ تو جب تک کسی دلیلِ خاص سے اس کو خاصۂ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارے لئے بھی جائز و حسن و مسنون ہی رہے گی چہ جائیکہ عمومِ "صلوا" اور "سلموا" خصوصیت کے نافی ہیں، نیز یہ درود و دعا و جوابِ اذان سب ذکر اللہ ہیں اور ذکر اللہ کا استحسان صدہا آیاتِ مبارکہ اور ہزارہا احادیثِ منیفہ مبارکہ سے امس و شمس سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور صرف جواز و استحسان ہی نہیں بلکہ بلاحد و عد بکثرت کرتے رہنے کے بکثرت احکام کتاب و سنت سے نہایت ہی عیاں و تاباں ہیں مثلاً قال اللہ تعالٰی یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اور حدیثِ عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال لسانک رطبا بذکر اللہ تعالٰی ابن کثیر ص۴۹۵ جلد۳ بحوالہ ائمہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ۔ نیز اسی میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کی تفسیر میں ہے ان اللہ تعالٰی لم یفرض علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا فی حال العذر غیر الذکر فان اللہ تعالٰی لم یجعل

---

ے رواہ البخاری ص۱۲۵ جلد۱ ۱۲ منہ غفرلہ

ے وسیجیئ تخریجہ ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ





Marfat.com

لاحد اینتهی الیه ولم یعذر احدا فی ترکه الا مغلوبا علی ترکه فقال اذکروا الله قیاما وقعودا وعلی جنوبکم باللیل والنهار فی البر والبحر وفی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحة والسر والعلانیة وعلی کل حال۔ اور جب بلاحد وعد تمام حالات میں ذکر اللہ مستحسن و مطلوب ہوا تو لامحالہ یہ اذکار درود و دعا و جوابِ اذان بھی جائز ہوتے الا ان یمنع مانع خاص۔ اقامۃ القیامہ ص۲۶ میں ہے، مطلق ذکر الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت، تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتر ہی ہوگی۔ ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت الخ بلکہ جوابِ اذان دعا و درود کی طرح بالخصوص بھی بکثرت احادیثِ مرفوعہ صحاح ستہ وغیرہا سے صراحۃً ثابت جس کی مثال مسلم سے گزر چکی۔ وہ احادیث اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تقاضا ان اذانوں کے جوابوں کو بھی ثابت کرتا ہے جو کسی نماز کے لئے نہیں جیسے اذانِ نومولود، شامی ص۳۶۹ جلد ا میں ہے بقی هل یجیب اذان غیر الصلوٰۃ کالاذان للمولود لم اره لائمتنا والظاهر نعم ولذا یلتفت فی حیعلته کما مر وهو ظاهر الحدیث نیز اسی ص۳۶۹ میں یوں بھی بیانِ عموم ہے ویظهر لی اجابة الکل بالقول لتعدد السبب وهو السماع۔ اور انہی احادیث کے حکم عام کی بنا پر ہمارے بعض فقہائے کرام اور ائمہ عظام نے جوابِ اذان میں اجابتِ قولیہ کا وجوب اختیار فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۵۵ جلد ا، بحر الرائق ص۲۹۵ جلد ا، شلبی علی الزیلعی ص۸۹ جلد ا، در المختار ص۳۷، ہندیہ ص۲۹ جلد ا وغیرہا میں ہے والنظم من الدر والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول الخ اور عینی علی البخاری ص۶۳۵ جلد ۲ میں ہے احتج بقوله صلی اللہ علیہ وسلم "فقولوا" اصحابنا ان اجابة المؤذن واجبة علی السامعین لدلالة الامر علی الوجوب اور بعض حضرات نے مستحب فرمایا کہ یہ امر استحبابی ہے۔ شامی ص۳۷۱ جلد ا میں امام طحاوی سے ہے ان الامر للاستحباب





Marfat.com

والمذہب (الی ان قال) وبہ تایّد ما صرح بہ جماعۃ من اصحابنا من عدم وجوب الاجابۃ باللسان وانہا مستحبۃ (الی ان قال) والذی ینبغی تحریرہ فی ہٰذا المحل ان الاجابۃ باللسان مستحبۃ۔

بہرحال استحباب سے کم کسی کا قول نہیں تو ثابت ہوا کہ اذانِ ثانی کا جواب کم از کم مستحب ضرور ہے بلکہ حدیثِ مرفوع صحیح بخاری سے صراحۃً ثابت کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پہ اس اذان کا جواب دیا۔ صحیح بخاری ص۱۲۵ جلد ۱ میں ہے کہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے، مؤذن نے اذان شروع کی پس کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا وَاَنَا، پھر کہا واشہد ان محمد رسول اللہ تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا وَاَنَا، پھر جب اذان پوری ہوئی تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا ایہا الناس انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہٰذا المجلس حین اذن المؤذن یقول ما سمعتم منی مقالتی یعنی اے لوگو! بیشک میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس پر جبکہ مؤذن نے اذان دی فرماتے ہوئے وہ جو تم نے میرا کہا مجھ سے سنا ہے اور پہلے گذر چکا کہ اصل عدم الخصوص ہے جو یہاں حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب دینے سے بھی صراحۃً ثابت ہو رہا ہے لہٰذا عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے فوائد میں فرماتے ہیں وفیہ اجابۃ الخطیب للمؤذن وھو علی المنبر اور خطیب کے لئے جائز ہوا تو دوسرے حاضرین کے لئے بھی ضرور جائز ہوگا[عہ] لعدم الفارق والمانع اور یونہی تقبیل الابہامین بھی جائز و مستحسن کہ یہ عرفاً محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آیاتِ متواترہ و احادیثِ متظاہرہ سے یقیناً

---

عہ کما سیجیٔ عن الطحطاوی ص۲۴۳ ج۱ الاستدلال بہٰذا الحدیث علی جواز کلام الغیر الدنیوی عموماً ۱۲



Marfat.com

ثابت، تو تقبیل الابہامین بھی ضرور ثابت ہوئی وذا مما لا یخفی وقد بینہ بما لا مزید علیہ المجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی منیر العین ونہج السلامۃ وغیرھا۔ رہی وہ حدیث پاک اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام تو اس سے تقبیل الابہامین اور درود و دعا و جوابِ اذان و اذکار کا حرام ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس کا عموم و اطلاق بایں معنٰی کہ ہر نماز اور ہر کلام حرام ہو ہرگز ہرگز مراد نہیں، کیا اذان اور خطبہ[عسہ] کلام نہیں؟ اور نمازِ جمعہ نماز نہیں؟ کیا صاحبِ ترتیب پر نمازِ فائتہ کی قضاء لازم[عسہ] نہیں؟ کیا خروجِ امام کے ساتھ تمام جہان میں نماز و کلام سے بندش ہو جاتی ہے یا کم از کم صرف روئے زمین پر؟ نہیں نہیں بلکہ کسی ایک اقلیم میں بلکہ ایک علاقہ یا ایک شہر یا کم از کم ایک محلہ میں ہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر وقتِ خروج سے قیامت تک کے لئے ثابت ہے یا کسی ایک صدی کے لئے یا کم از کم سال، یا یہ بھی نہیں تو ایک مہینہ یا ہفتہ یا کم از کم اسی دن کے آخر تک ثابت رہتی ہے۔ ہرگز نہیں، تو ثابت ہوا کہ اس نماز و کلام ممنوع سے مراد خاص نماز اور خاص ہی کلام ہے، نماز میں تو کوئی نزاع نہیں لہذا بیانِ کلام پر اکتفاء ہے فاستمع بقلب شہید اصح یہ ہے کہ اس کلام[للعہ] سے مراد[عسہ] حاضرینِ مسجد کی دنیاوی کلام ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ ص۳۷ جلد ۲، کفایہ ص۳۸ جلد ۲، بحر الرائق ص۱۵۵ جلد ۲، شامی ص۷۶۸ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۲،۳۱۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للشامی (قولہ ولا کلام) ای من جنس کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلا یکرہ وھو الاصح طحطاوی علیہ الرحمۃ نے یہ اور فرمایا ومن ثمہ قال فی البرھان وخروجہ قاطع للکلام ای کلام الناس اھ فعلم بھذا انہ لا خلاف بینھم فی جواز

---

عسہ بحر الرائق ص۱۵۵ جلد ۲ وغیرہ میں مصرح کہ یہ ممانعت امام کو بھی شامل ہے اطلق فی المنع فشمل الامام ۱۲ عسہ وقد صرح باللزوم قاضیخان علیہ الرحمۃ وغیرھم ۱۲ للعہ یعنی وہ کلام جو حضرت عند الامام الاعظم ممنوع ہے قبل الخطبہ ۱۲ عسہ شامی علیہ الرحمۃ تو یہیں ص۲۳۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں قال الامام الحافظ العلامۃ محمد بن طولون الحنفی فی بعض رسائلہ ان اطلاقات الفقہاء فی الغالب مقیدۃ بقیود یعرفھا صاحب الفھم المستقیم الممارس للفن وانما یسکتون اعتمادا علی صحۃ فھم الطالب اور یونہی ص۲۳۳ جلد ۱ میں حضرت علامہ ابن نجیم سے نقل فرماتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

غیر الدنیوی علی الاصح ویحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی ویشھد لہ ما اخرجہ البخاری ان معاویۃ اجاب المؤذن الی اخر ما ذکر الطحطاوی تو صاف صاف ثابت ہوا کہ اذکار وغیرہ سے یہ حدیث مانع نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ حدیث مذکور سوال قابل استدلال بھی ہے۔ فتح القدیر ص۳۷ جلد ۲، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱، شامی ص۶۷۶ جلد۱، مرقاۃ ص۲۶۹ جلد۳ میں ہے ان رفعہ غریب والمعروف کونہ من کلام الزھری یعنی اس کا مرفوع ہونا ضرور غریب ہے اور وہ کچھ جو پہچانا گیا ہے یہ ہے کہ یہ زہری تابعی کا کلام ہے۔ نصب الرایہ ص۲۰۱ جلد ۲ میں ہے قلت غریب مرفوعا قال البیھقی رفعہ وھم فاحش انما ھو من کلام الزھری یعنی میں کہتا ہوں کہ مرفوع ہونے کی حیثیت سے غریب ہے۔ امام بیہقی نے فرمایا اس کا رفع وہم ظاہر ہے تو زہری ہی کا کلام ہے۔ غنیۃ المستملی ص۲۴۰ میں ہے وانما لم نستدل بما استدل بہ فی الھدایۃ وغیرھا وھو اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام لان رفعہ غریب والمعروف کونہ من کلام الزھری یعنی ہم نے ہدایہ وغیرہا کے مستدل بہ اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام سے صرف اسلئے استدلال نہیں کیا کہ اس کا رفع غریب اور معروف یہی ہے کہ زہری کا اپنا کلام ہے۔ ان حضرات کا اس حدیث کے متعلق "رفعہ غریب اور المعروف الخ" فرمانا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ غریب بمعنی شاذ ہے اور شذوذ اقسام طعن فی الحدیث سے ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ مشکوٰۃ ص۶ میں ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ ای شذوذا ھو من اقسام الطعن فی الحدیث۔ پھر لطف مزید یہ کہ امام زہری تابعی نے بھی بعینہ یہ کلمات نہیں فرمائے۔

فتح القدیر، نصب الرایہ، غنیہ، مرقاۃ میں متصلاً ہی فرمایا "رواہ مالک فی الموطا قال خروجہ یقطع الصلوٰۃ وکلامہ یقطع الکلام یعنی امام مالک نے موطا میں اس کو روایت فرمایا کہ زہری نے فرمایا کہ امام کا نکلنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام بند کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ میں یہ اور فرمایا" و عن مالک رواہ محمد بن الحسن فی موطاہ کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس کو





Marfat.com

امام مالک علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے مؤطا میں روایت فرمایا۔ امام زہری کا یہ کلام یونہی مؤطا امام مالک صـ۳۶ طبع دارالاشاعت، مؤطا امام محمد صـ۱۰۱ طبع یوسفی میں ہے۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ زہری تابعی یوں فرماتے کیوں ہیں؟ تو مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد اور سنن بیہقی صـ۱۹۳ جلد ۳ طبع حیدر آباد، سے صراحۃً مستفاد کہ امام زہری کا یہ ارشاد اپنے استاذ حضرتِ ثعلبہ بن مالک کے بیان مسند سے مستفاد ہے والنظم من مؤطا مالک۔ مالک عن ابن شهاب عن ثعلبة بن ابی مالک القرظی انه اخبره انهم كانوا فی زمن عمر بن الخطاب يصلون يوم الجمعة حتى يخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر وجلس على المنبر اذن المؤذنون قال ثعلبة جلسنا نتحدث فاذا سكت المؤذنون وقام عمر يخطب انصتنا فلم يتكلم منا احد قال ابن شهاب فخروج الامام يقطع الصلوٰة وكلامه يقطع الكلام۔ بلکہ امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار صـ۲۱۷ جلد ۱ میں اور امام بیہقی سننِ بیہقی صـ۱۹۳ جلد ۳ میں اپنی اپنی سندوں سے ابن شہاب زہری سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرتِ ثعلبہ بن ابی مالک نے یہ خبر دی والنظم عن الطحاوی عن ابن شهاب قال اخبرنی ثعلبة بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام على المنبر يقطع الصلوٰة وكلامه يقطع الكلام وقال انهم كانوا يتحدثون حين يجلس عمر ابن الخطاب على المنبر حتى يسكت المؤذن فاذا قام عمر على المنبر لم يتكلم احد حتى يقضی خطبتيه كلتيهما ثم اذا نزل عمر عن المنبر وقضى خطبتيه تكلموا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری صـ۳۱۶ جلد ۳ طبع عامرہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں اخرجه الطحاوی ایضا باسناد صحيح۔ یہ حضرتِ ثعلبہ[ع] صحابی ہیں یا تابعی جو زمانِ فیض تواماں حضرتِ فاروقِ اعظم

---

[ع] تقریب التہذیب صـ۳۷ میں ہے مختلف فی صحبته وقال العجلی تابعی ثقة ۱۲



Marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خبر دیتے ہیں کہ ان کے منبر پر جلوہ فرما ہونے کے وقت جمعہ کے دن اختتامِ اذان تک انھم کانوا یتحدثون یعنی بے شک وہ حاضرین گفتگو کرتے رہتے تھے اور یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا (خطبہ دینا) کلام بند کر دیتا ہے ولا شك فی وفور الصحابة فی زمنه المقدس وانھم لا یسکتون علی باطل رضی اللہ تعالٰی عنھم فسقط ما قیل ھذا استدلال[عہ] بالسکوت۔ تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اس حدیث سے حرمتِ کلام قبل الخطبہ پر استدلال نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے کلمات موثوق بہا جوازِ کلام کی صریح دلیل ہیں اور جب جوازِ کلام ثابت ہوا تو اس کلام سے مراد ہمارے نزدیک کلام متعلق بآخرت ہے تاکہ اس کے متعارض نہ ہو جو حضرت مولٰی علی اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے کہ وہ امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام پسند نہ فرماتے تھے لتتفق کلماتھم ولا تتعارض پھر نظر فقہی نے حکمِ فقہی اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام کا مبنٰی یہ پایا کہ خروجِ امام خطبہ کے لئے ہوتا ہے اور استماعِ خطبہ فرض اور اذانِ ثانی مقدمۂ مسنونہ ہے تو اگر حاضرِ مسجد نماز شروع کر دے یا دنیاوی[عہ] کلام تو ہوسکتا ہے کہ امام خطبہ شروع کر دے اور استماع فوت ہو جائے۔ مبسوط ص۳۱ جلد ۲ میں ہے فیجعل بعد الخروج کالشارع فیھا من وجہ۔ شامی ص۷۶۹ جلد ۱ میں ہے ینتظرون خروج الخطیب متھیئون لسماعہ۔ پھر جب خطبہ شروع نہ کیا اور اذان شروع ہوگئی تو وجہِ وجیہِ شرعی نے بتادیا کہ اختتامِ اذان تک خطبہ ملتوی ہے تو اب وہ انتظار بھی اتنی دیر تک نہ رہی تو کلام اخروی بطریقِ اولٰے جائز ہوئی لارتفاع علۃ المنع۔ اور یونہی جب امام سلے دعا تے اذان شروع کی تو حاضرین کو بھی فرصتِ دعا مل گئی، یہ تو صرف وقت قبل الخطبہ ہے۔ ہم بفضلہ وکرمہ تعالٰی اس کی نظیر عینِ خطبہ میں ثابت کرتے ہیں۔ صحاح ستہ وغیرہا کی احادیثِ صریحہ کثیرہ بامر الرکعتین لجائی وقت

---

عہ کما فی البدائع ۱۲

عہ یہ ایسا کلام ہے جو طول پکڑ سکتا ہے اور بوجہ غفلت سماع فوت ہوسکتا ہے اور اخروی کلام باعثِ غفلت نہیں اور امام کے کھڑے ہوتے ہی بند ہوسکتا ہے بخلاف نماز کہ وہ بلاتشہد خاص تک پہنچے اختتام پذیر نہیں ہوسکتی فاتضح الفرق واستبان الحق ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

الخطبة مروی ہیں۔ حضرتِ امام شافعی ان کی بنا پر مجوزِ نماز ہیں مگر ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک دورانِ خطبہ میں بوجہ فرضیت استماع و انصات نہیں پڑھ سکتا تو ان احادیثِ کثیرہ کا ایک جواب مستقل یہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنے والے کے لئے اس کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ بند فرما دیا ہو۔ مبسوط ص۲۹ جلد ۲، تبیین الحقائق ص۸۸ جلد ۱، کبیری ص۲۳۹، فتح القدیر ص۳۷ جلد ۲، نصب الرایہ ص۲۰۳ جلد ۲، عمدۃ القاری ص۳۱۳ جلد ۳، مرقاۃ ص۲۵۳، ص۲۶۹ جلد ۳ میں ہے والنظم من الفتح لجواز کونه قطع الخطبة حتی فرغ وھو کذلك[عه] رواه الدارقطنی فی سننه من حدیث عبید بن محمد العبدی الخ تو روزِ روشن کی طرح معلوم ہوا کہ جب ایک وقت مقرر تک خطیب خطبہ دائرہ بند کر دے تو اس دوران میں نماز جائز ہے تو کلام بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی لعدم الفارق مع عدم لزوم امتداده کالصلوٰۃ۔

اور ملا علی[عه] قاری علیہ الرحمۃ کی نظر میں اولیٰ یہ کہ ان حدیثوں کو وقتِ قبل الخطبہ پر محمول کیا جائے مرقاۃ ص۲۵۳ جلد ۳ میں فرماتے ہیں فالاولی ان یقال معنی قوله یخطب ای یرید ان یخطب ولیس قوله امسك عن الخطبة نصا فی قطع الخطبة لانا نقول المراد امسك عن شروعها۔

بہرحال مقصود واضح ہے۔ نیز دورانِ خطبہ میں جب خطیب کا رکنا متیقن ہو جائے تو صراحۃً جوازِ کلام کلام عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دورانِ خطبہ میں مجمع صحابہ کرام میں عرض کیا اور کسی نے قطعاً انکار نہ کیا فکان ذا اجماعا منهم بمثل ذلك الحال رواه الائمة مالك فی الموطا ص۳۵ ومحمد فی الموطا ص۵۶ والبخاری

---

عه زیلعی نے فرمایا بل ھو الظاہر ۱۲ عه عمدۃ القاری ص۳۱۳ جلد ۳ میں ہے الجواب الثانی ان ذلك کان قبل شروعه صلی اللہ علیه وسلم فی الخطبة وقد بوب النسائی فی سننه الکبری علی حدیث سلیك قال باب الصلوٰة قبل الخطبة ثم اخرج عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیك الغطفانی ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قاعد علی المنبر الحدیث ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

ص۱۲۸ و مسلم ص۲۸۵ و الترمذی ص۶۵ مطبع علیمی وغیرهم عن ابن عمر وغیره رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و النظم من الامام محمد ان رجلا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم (عثمان بن عفان) دخل المسجد یوم الجمعة وعمر بن الخطاب یخطب الناس فقال ایة ساعة هذه فقال الرجل انقلبت من السوق فسمعت النداء فما زدت علی ان توضأت ثم اقبلت قال عمر و الوضوء الحدیث، اور اس کی نظیر نماز میں اذا امن الامام فامنوا رواه البخاری ص۱۰۷ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال۔ استماعِ قراءت نماز فرض ہے مگر تامین امام کے وقت امر تامین ہے ، تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کیطرح واضح ہوا کہ جوابِ اذان جائز ہے ، اور جب امام دعائے اذان کرے تو مقتدی بھی کر سکتے ہیں۔ نیز یہ حکم فقہی کراہتِ کلام بعد خروج الامام اس لئے ہے کہ وہ وقتِ انتظارِ خطبہ ہے ، مبسوط سے سن چکے فیجعل بعد الخروج کالشارع فیها من وجه تو یہ نظیر منتظر نماز ہے جو شرعاً حکمِ نماز میں ہے لا یزال احدکم فی صلوٰة ما کانت الصلوٰة تحبسه رواه البخاری ص۹۰ عن ابی هریرة مرفوعاً حالانکہ منتظرِ نماز پر کلامِ اخروی مکروہ نہیں حالانکہ وہ حکماً نماز میں ہے تو منتظرِ خطبہ پر کیوں مکروہ ہوئی ؟ تو لامحالہ تحقیق یہی ہے کہ جن آثار سے کراہتِ کلام ثابت ہو رہی ہے۔ اس کلام سے مراد کلامِ دنیوی ہے اور جن دلائل کثیرہ سے جواز ثابت ہو رہا ہے تو وہ کلامِ اخروی کا ہے۔ پھر نصوصِ مجوزہ کی کثرت و صراحت کا بھی یہی تقاضا ہے اور اصل انعدام تعارض اور توفیق و تطبیق ہی ہے۔ غنیة المستملی ص۲۴۰ میں ہے اذ هی (المعارضة) خلاف الاصل فلا یحکم بها الا عند عدم امکان التوفیق پھر صدہا آیاتِ متظافرہ و احادیثِ متظاہرہ اور اقوالِ متکاثرہ عامہ و خاصہ جو قیود و حد و عد سے بالا تر ہیں وہ بھی مجوزِ اذکار و ادعیہ و اجابتِ قولیۂ اذان ہیں کما مر، تو کیا چند آثارِ موقوفہ و محتملہ سے نصوصِ متواترہ منسوخ ہو سکتی ہیں

---

عه کما صرح به ابو هریرة رواه مسلم ۱۲ عه تقیید المطلق نسخ الاطلاق عندنا کما صرح به فی الاصول ۱۲



Marfat.com

ہیہات ہیہات ، ہرگز نہیں ہرگز نہیں - احادیثِ اجابت و ادعیۂ اذان جو صحاح و صراح ہیں کیا وہ سب صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہیں کہ وہی مخاطب ہیں لہذا ہمیں اجازت نہ ہو، یا صرف ملکِ عرب کی اذانوں کے لئے یا اذانہائے مؤذنین محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، یا ان میں سے کسی ایک کی اذانوں ، یا ان اذانوں سے کسی ایک اذان کے ساتھ مختص ہوں ، یا کسی خاص زمانے یا قوم کے مؤذنین کے متعلق ہو ، کیا خالد یا ولید کی اذانیں قابلِ اجابت دعا رہیں یا نہیں ؟ الی غیر ذلک من الصور العامۃ والخاصۃ المتجاوزۃ الآف الوف آلاف الالوف ۔ بالاتفاق ایسے بے سروپا پادر ہوا خیالاتِ خام اور اوہام ناتمام قطعاً قابلِ سماع نہیں کہ وہ احادیث یقیناً عام و شامل ہیں اور صورتِ مسؤلہ بھی اسی عموم کے تحت داخل اور بہ اسے شامل ،

اذان علی القبر جو کسی نماز کے لئے نہیں اور اس کے متعلق شامی ص۳۵۸ جلد ۱ میں ردہ ابن حجر اور ص۸۳۷ جلد ۱ میں لا یسن ہے ۔اس کا جواز فضائلِ ذکر و دعا ، و درود کی آیات و احادیث اور احادیثِ متعلقہ اذان سے اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے " ایذان الاجر فی اذان القبر " میں ثابت فرمایا ہے جو جائز و مسلم ہے مگر سخت ترین حیرت یوں دامن گیر کہ وہی دلائل آیات و احادیث اور احادیثِ اذان اس اذانِ واقعی (جو خصوصی نماز کی اذان ہے) کے جواب و دعا ثابت کرنے سے قاصر کیے جاتے ہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔ فقیر نے آج تک امام اہلِ سنت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی کتاب میں باوجود کثرتِ مطالعہ یہ قطعاً نہیں پایا کہ امورِ مذکورہ سوال ناجائز ہیں اور آیات و احادیث ان کے اثبات سے قاصر ہیں بلکہ ایسا کوئی اشارہ تک نہیں ۔ البتہ بعض حضرات نے در المختار کے حوالہ سے فرمایا کہ اس اذان کا جواب مقتدیوں کے لئے ناجائز ہے تو ...... عبارتِ در المختار کی تنقیح و

---

عہ بہارِ شریعت حصہ سوم ص۳۳ میں حکم فقہی مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے ، کے عموم سے استدلال فرماتے ہوئے کہا یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں ۔ اذانِ ثانی جمعہ بھی اسی میں داخل ہے حالانکہ احادیثِ اجابت و دعائے اذان عام میں کوئی اذان ان سے مستثنیٰ نہیں ، اذانِ ثانی جمعہ اسی میں داخل ہے ۔ کیا عموم احادیث عموم کلام مشائخ جتنی طاقت بھی نہیں رکھتا !! اور ساتھ ہی کتب فقہیہ کا عموم بھی بلا استثناء ہی ہے آیا صرف نہر الفائق کی رائے سب کو اڑا دے گی ! ہرگز نہیں ! منہ غفرلہ



Marfat.com

جواب ہی اس کا جواب ہے۔ درالمختار ص۳۷۱ جلد ۱ مطبوع مع الشامی میں ہے قال و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب۔ شامی میں ہے (قولہ قال ای فی النھر۔

تو اس عبارتِ درمختار کا حاصل یہ ہوا کہ صاحبِ نہر نے نہر میں[عہ] فرمایا چاہئے کہ جواب نہ دے زبان سے بالاتفاق اس اذان میں جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے تو اولاً اس "چاہئے" سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منقول فی المذہب نہیں بلکہ صاحبِ نہر کی رائے ہے جو مذہب نہیں بن سکتی و ذاظاھر جدا علی من رای کلمات القوم بلکہ خود صاحبِ نہر نے تصریح فرمائی کہ میں کہتا ہوں کما سیجیئ عن المنحۃ پھر یہ رائے بھی اسی قدر ہے کہ جواب نہ دینا چاہئے اور یہ نہیں فرمایا کہ ناجائز ہے تو اس سے ناجائز سمجھنا جائز نہیں۔ غالباً اسی بنا پر درمختار میں جب ان لوگوں کا بیان کیا جن پر جوابِ اذان نہیں تو اس کی طرف اشارہ تک بھی نہ کیا۔ درمختار ص۳۶۸ میں یجیب من سمع الاذان کی شرح میں ہے لاحائضا و نفساء و سامع خطبۃ و فی صلوٰۃ جنازۃ وجماع ومستراح الخ حیض ونفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو ان پر واجب نہیں، تو معلوم ہوا کہ صاحبِ درمختار کو یہ مختار نہیں کہ منتظرِ خطبہ پر بھی جواب نہیں چہ جائیکہ ناجائز بتائیں۔

ثانیاً۔ اس رائے کا مبنیٰ دوسری رائے ضعیف پر ہے کہ عند الامام الاعظم قبل الخطبہ کلامِ اخروی بھی مکروہ ہے وقد بینا فساد المبنی والمبنی علی الفاسد فاسد طحطاوی علی الدر ص۱۸۹ جلد ۱ میں ہے ولکن سیأتی ان الاصح جواز الاذکار عندہ قبل شروعہ فی الخطبۃ فی الجمعۃ فلا مانع من الاجابۃ۔

ثالثاً یہ نقلِ درمختار صحیح بھی نہیں بلکہ کاتب نے "لاتجب" کو بگاڑ کر "لایجیب" لکھ دیا ہے۔ منحۃ الخالق ص۲۵۹ جلد ۱ میں ہے قال فی النھر اقول ینبغی ان لاتجب باللسان

---

عہ وقد اختلط الامر علی صاحب الدر والافا المنقول عن النھر کما فی المنحۃ والطحطاوی علی المراقی "لاتجب" فاتضح الحق واستبان وقد کتبت ھذا علی ھامش الشامی ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

اتفاقاعلی قول الامام فی الاذان بین یدی الخطیب و ان تجب بالقدم الخ اور یونہی طحطاوی علی المراقی ص۱۲۰ میں بھی نہر سے "لاتجب" ہے جس کا معنیٰ یہ بنا کہ صاحبِ نہر الفائق نے نہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں چاہئے کہ زبان کے ساتھ بالاتفاق اجابتِ اذان واجب نہ ہو الخ اور جب منقول عنہ میں نفیِ وجوبِ اجابت ہے اور نفیِ جوازِ اجابت نہیں تو اس سے ناجائز سمجھنا کسی طرح جائز نہیں، وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاعِ خاص مستلزمِ ارتفاعِ عام نہیں۔

**رابعًا** بلکہ الٹا جواز سمجھ آرہا ہے بحسب المفہوم المخالف المعتبر فی الروایات کمافی الدر والشامی ص۳۰۱ جلد ۱ وغیرھما اور یہاں تو سیاق وسباقِ کلامِ نہر کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ وجوبِ اجابتِ قولیہ اور عدمِ وجوب[عه] کے متعلق اختلافِ حلوانی اور غیرِ حلوانی پر فرماتے ہیں مالایخفی علی من رای وامامایفھم من "علی قول الامام" فھو الکراھۃ وھی لاتنافی الجواز فافھم تو عبارتِ در سے عدمِ جواز پر استدلال غلط در غلط بنا۔

**خامسًا** اگر واقع میں "لاتجب" نہ ہوتا اور "لایجیب" ہی ہوتا اور در اول میں "لاینبغی" بھی نہ ہوتا تب بھی اس کا معنیٰ نفیِ وجوب بن سکتا ہے، بقرینۃ السیاق، شامی علیہ الرحمۃ یہیں ردالمختار کے اس "لایجیب" کے متعلق جو اجابتِ اقامت کے حق میں ہے، یہی معنیٰ ممکن بتاتے ہیں ویمکن حملہ علی نفی الوجوب بدلیل قول الخلاصۃ لیس علیہ جواب الاقامۃ۔

**سادسًا** یہ صرف درالمختار اور نہر الفائق کا بیان ہے اور صرف ان دونوں پر فتویٰ سرے سے جائز ہی نہیں تو یوں بھی وہ[عه] "ناجائز" جائز نہیں رہتا۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ردالمختار ص۶۵ جلد ۱، اور ثلاثین ص۱۳ ج۱

---

عه م الاستحباب عند الحلوانی ۱۲ عـــه اس قسم کے تعقلات بے ادبی نہیں بنتے لہذا امام اہل السنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں اکابر فقہائے کرام اور مشائخ عظام کے اسمائے مبارکہ ذکر کر کے تعقلات کئے ہیں صرف جلد اول میں ہی ایک ہزار نو سو پینتالیس تک ہیں مثلاً فتاویٰ رضویہ ص۸۲۵ جلد ۱ میں ہے فظھران ما وقع فی مسئلۃ الجنب المذکورۃ فی الخانیۃ الشریفۃ من قولہ

(باقی اگلے صفحہ پر)



Marfat.com

میں فرماتے ہیں والنظم من الاول لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ کالنھر وشرح الکنز للعینی والدر المختار شرح تنویر الابصار نیز رسائل کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں لا ثقۃ بما یفتی بہ اکثر اھل زماننا بمجرد مراجعۃ کتاب من الکتب المتأخرۃ خصوصًا غیر المحررۃ کشرح النقایۃ للقھستانی والدر المختار و الاشباہ والنظائر ونحوھا فانھا لشدۃ الاختصار والایجاز کادت تلحق بالالغاز مع ما اشتملت علیہ من السقط فی النقل فی مواضع کثیرۃ وترجیح ما ھو خلاف الراجح بل ترجیح ما ھو مذھب الغیر مما لم یقل بہ احد من اھل المذھب نیز اسی صفحہ میں ہے وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتاخرین ویکون القول اخطأ بہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقل بعض عن بعض پھر اسی کی کئی نظیریں بتا کر فرماتے ہیں ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا صاحب البحر والنھر والمنح والدر المختار وغیرھم وھی سھو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر نھیت الخ تو معلوم ہوا کہ صرف در المختار اور نہر پر اعتماد کرتے ہوئے اگر ان میں عدمِ جوازِ اجابتِ مذکورہ صراحۃً بھی ہوتا تب بھی اس پر فتوےٰ نہیں دیا جاسکتا تھا چہ جائیکہ اس عبارتِ مستدل بہا سے حسب القواعد جواز مفہوم ہو رہا ہے۔

---

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

احدث اولم یحدث سبق قلم من الامام الاجل فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ ورحمنا بہ فی الدنیا و الاٰخرۃ امین ولاغرو فلکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولا عصمۃ الا لکلام الالوھیۃ ثم النبوۃ ۱۲ سے اقامۃ القیامۃ کے مش میں رد المحتار اور رسائل شامی وغیرہا کے متعلق فرمایا کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

# فائدہ

"خروجِ اذا خرج الامام" سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے "صعود المنبر" فرمایا ہے تبیین الحقائق ص۲۲۳ جلد ا، عینی علی الکنز ص۴۹، غنیۃ المستملی ص۵۱۹ میں ہے والنظم من العینی ومعنی خرج اذا صعد علی المنبر اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر امام حجرہ میں ہو تو اس سے نکلنا ورنہ منبر پر چڑھنا۔ در المنتقی ص۱۷۱ جلد ا، در المختار ص۷۶۷ جلد ا، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱، بحر الرائق ص۱۵۵ جلد ۲ میں ہے والنظم من البحر ان الامام ان کان فی خلوة فالقاطع انفصاله عنها وظهوره للناس والا فقیامه للصعود۔ اور درحقیقت ان دو تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں کہ جن حضرات نے صرف صعود علی المنبر کہا وہ اپنے اقالیم کے لحاظ سے فرماتے ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ نہیں اور جن حضرات نے تفصیل فرمائی تو ان کی نظر میں وہ علاقے بھی ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ ہوتی ہے۔ بحر الرائق میں ہے وفی شرح المجمع عبارة الخروج وارادة علی عادة العرب من انهم یتخذون للامام مکانا خالیا تعظیما لشانه فیخرج منه حین اراد الصعود هکذا شاهدناه فی دیارهم والقاطع فی دیارنا یکون قیام الامام للصعود۔

اور وہ جو سراج الوہاج سے ہے فان لم یکن فی المسجد مقصورة یخرج منها لم یترك القراءة والذکر الا اذا قام الامام الی الخطبة۔ اس "قام الامام الی الخطبة" سے مراد یہ ہے کہ وہ قیام کرے جو بعد از معمولاتِ وقتیہ منتہی الی الخطبہ ہوتا ہے اور اس معنی کا قرینہ "الی" انتہائیہ ہے اور دوسرا قرینہ اس کے بعد متن میں فاذا صعد الامام المنبر جلس "فار" کے ساتھ آنا اور اس بنا پر یہ معنی بھی اس تفصیلی معنی کے مطابق ہو جائے گا

البتہ فقیر کی نظرِ قاصر میں تفصیلی معنے خروج میں ایک اور شق بھی ہونی چاہئے۔ اور تفصیل یوں ہو کہ اگر امام ایسی خلوت گاہ میں موجود داخلِ مسجد ہے اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے تو اس سے نکلے اور اگر



Marfat.com

ایسی خلوت گاہ میں نہ ہو اور مسجد سے باہر ہو تو مسجد میں داخل ہو اور اگر قبل از وقتِ اذانِ ثانی ہی مسجد میں بیٹھا ہے تو منبر پر چڑھے اس کی وجہ ظاہر کہ اولینِ امام امام الائمہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے تو اتصالِ بابِ معلّٰی کے باعث حجرہ سے باہر تشریف لانا ہی مسجد میں داخل ہونا تھا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۵۲ جلد۲ میں ہے فاذا خرج الامام اراد نفسه عليه الصلوٰة والسلام فالمراد الخروج الحقيقي من الحجرة الشريفة۔ اور جو امام باہر سے آتا ہے تو اس کا مسجد میں داخل ہونا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس داخل ہونے کی صورت میں ہے جو حجرۂ مبارکہ سے خارج ہونا تھا، لہذا ایسا داخل ہونا اسمِ خروج کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر پہلے سے ہی مسجد میں ہو تو چونکہ ایسا دخول نہیں ہوتا، اور وقت سے پہلے بندش حرج ہے اور حرج شرعًا مدفوع تو اس کا منبر پر چڑھنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریف آوری کے معنے میں ہوگا کہ چڑھنے سے ہی تعین الوقت ہوتا ہے۔ اسی مرقاۃ میں ہے؛ او المعنى اذا ظهر الامام بدخوله الى المسجد او بطلوعه على المنبر۔

رہا علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا ص۷۲۹ جلد۱ میں فرمانا واجابة الاذان حينئذٍ مكروهة[عـه] تو وہ بھی قابلِ استدلال نہیں کہ یہ تو صاحبِ در کی متابعت میں ان کے کلام فالترقية المتعارفة الخ کی توجیہ کے ضمن میں فرمارہے ہیں جس کا مبنی والخلاف فی کلام یتعلق بالاخرة اما غیرہ فیکرہ اجماعًا ہے حالانکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ خود اس کے خلاف صرف ایک ہی صفحہ پہلے تصریح فرما چکے ہیں (اما قوله ولا كلام) اى من جنس كلام الناس اما التسبيح ونحوه فلا يكره وهو الاصح۔ عنایہ شرح ہدایہ ص۳۷ جلد۲ میں ہے یباح به ما سوى التسبيح ونحوه على الاصح وقال بعضهم كل كلام کفایہ شرح ہدایہ ص۳۸ جلد۲ میں مبسوط شیخ الاسلام سے بحر الرائق ص۱۵۵ جلد۲ میں نہایہ اور عنایہ سے طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱ تا ص۳۱۲ میں بحر سے ہے والنظم له اختلف المشائخ على قول

---

عـه وكذا قال الطحطاوى ايضا فى حاشية الدر ص۳۴۶ جلد۱ مكرنا مفسدًا ۱۲



Marfat.com

الامام (ای ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی الکفایۃ والبحر) فی الکلام قبل الخطبۃ فقیل انما یکرہ ما کان من جنس کلام الناس اما التسبیح[عہ] ونحوہ فلا وقیل ذٰلک مکروہ والاول اصح علامہ طحطاوی اس کے متصل فرماتے ہیں ومن ثم قال فی البرہان وخروجہ قاطع للکلام ای کلام الناس عند الامام اھ اور اس پر متفرع فرماتے ہیں فعلم بہذا انہ لاخلاف بینہم فی جواز غیر الدنیوی علی الاصح ویحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی ویشہد لہ ما اخرجہ البخاری ان المعاویۃ اجاب المؤذن بین یدیہ الحدیث۔ علامہ عینی اس کی شرح ص۲۹۳ جلد۳ میں فرماتے ہیں وفیہ[عہ] اجابۃ الخطیب للمؤذن وھو علی المنبر تو معلوم ہوا کہ صاحبِ دُر کا والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اور یونہی اما غیرہ فیکرہ اجماعًا فرمانا شامی وغیرہ مذکورین کی نظر میں محض غیر محقق ہے اور اس " اجماعًا " سے اجماعِ ائمہ کرام تو کیا اجماعِ جمیع مشائخِ مذہب بھی مراد نہیں ورنہ "اختلافِ مشائخ علے قول ابی حنیفہ" کا کیا معنیٰ؟ البتہ اس " اجماعًا " سے مراد صرف لبعض علماء کا اجماع ہو سکتا ہے جو ہمارے اوپر کسی صورت میں بھی حجت نہیں۔ اس کی نظیر درالمختار اور شامی کے ص۲۶۷ میں گذر چکی (ویجیب الاقامۃ) ندبا اجماعا۔ شامی نے فرمایا (قولہ اجماعًا) قید لقولہ ندبا ای ان القائلین باجابتہا اجمعوا علی الندب ولم یقل احد منہم بالوجوب کما قیل فی الاذان فلا ینافی قولہ وقیل لا فافہم وہاں " قیل لا " قرینہ ہے تو یہاں " یکرہ اجماعا " سے کچھ آگے صاحبِ دُر کا اذنوا

---

عہ وکذا فی البنایۃ للعینی علی الہدایۃ ص۱/۸۲۱ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ وفی الطحطاوی علی الدر ص۱/۱۸۸ وص۱۸۹ ان الاصح جواز الاذکار عندہ (ای الامام الاعظم علیہ الرحمۃ) قبل شروع فی الخطبۃ فلامانع من الاجابۃ (ای اجابۃ الاذان الثانی بین یدی الامام) قالہ ردا لنقل الدر عن النہر ۱۲



Marfat.com

واحدا بعد واحد فرمانا قرینہ ہے کہ سنتِ اذان تو پہلی سے ادا ہو گئی باقی زائد ہیں اور جائز بھی ہیں کما سیجیئ بفضلہ تعالیٰ تفصیل ما۔

نیز علامہ شامی باب الاذان ص۳۶۹ میں فرماتے ہیں کہ اجابتِ اذان کا سبب سماعِ اذان ہی ہے تو میری نظر میں پہلی اور دوسری سب اذانوں کی اجابتِ قولیہ کا ہونا ظاہر ہے و یظهر لی اجابۃ الکل (ای الاذان الاول والثانی) بالقول لتعدد السبب وھو السماع بلکہ وہ تو اسی سببِ اجابت (سماع الاذان) کی بنا پر ظاہر احادیثِ اجابت کا تقاضا اس حد تک عام بتاتے ہیں کہ اذان غیر نماز کو بھی شامل ہے اور اس کا جواب بھی دینا چاہیے (چہ جائیکہ نمازِ خصوصی کی اذان کا جواب نہ دیا جائے) فرماتے ہیں ھل یجیب اذان غیر الصلوٰۃ کالاذان للمولود لم ارہ لائمتنا والظاھر نعم ولذا یلتفت فی حیعلتیہ کما مر وھو ظاھر الحدیث۔ پھر احتمال پر اضمحلال الاان یقال ان "ال" فیہ للعہد ہیں قطعاً مضر نہیں کہ اذانِ نماز کے سوا کوئی معہود نہیں تو نہایت ہی نمایاں ہوا کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک کلامِ اخروی اور جوابِ اذان مکروہ وممنوع نہیں تو یہ جملہ (اجابۃ الاذان حینئذٍ مکروھۃ) محض متابعت ومماشاتِ دُر میں ہے وکم لہ من نظیر فی کلام الشراح والمحشین۔ پھر علامہ کا یہ جملہ اس اذانِ ثانی کے متعلق ہے جو تلقینِ مرقی پر مترتب ہوتی ہے کہ ان کی رائے قوی یہ ہے کہ وہ تلقین (جو اذان سے پست آواز کے ساتھ ہوتی ہے) ہی اصل اذان بن جائیگی اور وہ اذان جسے مؤذن باقاعدہ اذان سمجھتے ہوتے لہجۂ اذان میں ادا کرتا ہے جوابِ اذان بن جائیگا فرماتے ہیں والظاھر ان مثل ذلک یقال ایضًا فی تلقین المرقی الاذان للمؤذن والظاھر ان الکراھۃ علی المؤذن دون المرقی لان سنۃ الاذان الذی بین یدی الخطیب تحصل باذان المرقی فیکون المؤذن مجیبا لاذان المرقی واجابۃ الاذان حینئذٍ مکروھۃ الخ

اور جب یہ باقاعدہ اذانِ ظاہر اس تلفظ کلماتِ اذان کا جواب ہونے کی وجہ سے مکروہ



Marfat.com

ہے جو مرقی محض غرضِ تلقین سے ادا کرتا ہے تو اذانِ جماعت ہیں جو خطیب کے سامنے اذانوں کے ہی لہجہ میں بہ نیتِ اذان ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری بطریقِ اولیٰ ممنوع ہونی چاہیئے حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مکروہ قطعاً نہیں بلکہ جائز ہیں اور حدیثِ موقوف متلقی بالقبول سے موثوق ہیں اور سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے اس کی تائید نقل فرماتے ہیں۔ ای رد المحتار ص۲۶۳ میں ہے "قال الرملی فی حاشیۃ البحر ولم ار نصا صریحا فی جماعۃ الاذان (الی ان قال) ففیہ دلیل علی انہ غیر مکروہ لان المتوارث لایکون مکروھا وکذلک نقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعۃ حسنۃ اذما راٰہ المؤمنون حسنا فھو حسن اھ ملخصا اقول وقد ذکر سیدی عبدالغنی المسئلۃ کذلک اخذاً من کلام النہایۃ المذکور" پھر تصنیفِ ردالمحتار کے بعد العقود الدریہ کے ص۸ میں یہی دہراتے ہوئے فرماتے ہیں اما الاذان الاول فقد صرح فی النہایۃ بان المتوارث فیہ اجتماع المؤذنین (الی ان قال) وکذلک الذی بین یدی الخطیب المتوارث کونہ بجماعۃ فھو مثلہ غیر مکروہ بدعۃ حسنۃ اذما راٰہ المسلمون الخ اور ان اذانوں اور مؤذنوں کے تعدد کا تذکرہ قدوری ص۳۳ ، ہدایہ ، کفایہ ص۳۸ جلد ۲ ، غنیۃ المستملی ص۵۲۰ میں نمایاں طور پر ہے والنظم من الہدایۃ واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلک جری التوارث لطف یہ کہ درالمختار میں فرماتے ہیں (ویؤذن) ثانیًا (بین یدیہ) ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الحلابی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی۔

تزروزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ بوقتِ اذانِ ثانی کلامِ اخروی مکروہ نہیں بالخصوص کلماتِ اذان کا تلفظ جائز ہے اور جوابِ اذان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ہاں جماعتِ مؤذنین کا معًا یا متعاقبًا



Marfat.com

بلند آواز سے ادا کرنا چونکہ زمانِ سعادت توأمانِ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں روایات مشہورہ سے ثابت نہیں بلکہ بخاری وغیرہ سے صراحۃً توحدِ موذن ثابت لہٰذا اس کا جواز توارث اور حدیث ما راٰہ المسلمون سے ثابت کر رہے ہیں فاتضح الحق واستبان ماضی قریب کے متبحر عالم اور ذکی فاضل عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ صفحہ ۲۴۴ جلد ا میں فرماتے ہیں واما الکلام فانما یکرہ منہ قبل شروع الخطبۃ الدنیوی لا الدینی کالاذکار والتسبیح و بعد الشروع فیما یکرہ مطلقا ھذا ھو الاصح کما فی النہایۃ وغیرھا فلا تکرہ اجابۃ الاذان الذی یؤذن بین یدی الخطیب وقد ثبت ذلک من فعل معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صحیح البخاری ولا دعاء الوسیلۃ المأثور بعد ذلک الاذان ھذا عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

## تنبیہ

یہ وہی عمدۃ الرعایہ ہے جس سے فتاویٰ رضویہ صفحہ ۴۹۰ جلد ۲ میں اسی اذانِ ثانی بین یدی الخطیب کے دروازۂ مسجد پر ہونے کے متعلق خود اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال فرمایا ہے ونصہ "یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۲۲۵ جلد ا میں لکھتے ہیں الخ نیز کاسر السفیہ الواہم کے صفحہ ۱۵۷ میں ان کے متعلق فرمایا" ذکی، طباع، عالم" پھر تعجب کہ اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام سے تقبیل الابہامین جیسی حرکتِ قلیلہ تعظیمیہ کی ممانعت کیسے متصور ہوتی ہے حالانکہ ہمارے فقہائے کرام نے ہمارے ائمۂ ثلاثہ کی تصریح نقل فرمائی کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے آنے والا چل کر لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے۔ فتاوٰے خانیہ صفحہ ۸۵، در المختار مع تقریرا لشامی صفحہ ۷۷۲ جلد ا، بحر الرائق صفحہ ۱۵۷ جلد ۲، عالمگیری صفحہ ۷۶ جلد ا، غنیۃ المستملی صفحہ ۵۲۳ میں ہے والنظم منہا والخانیۃ

---

ہ بخاری صفحہ ۱۲۴ میں ہے باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ اور اس باب میں حضرت سائب بن یزید کی روایت مسندہ میں ہے ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

والهندية ذكر الفقيه ابو جعفر عن اصحابنا لا باس بالتخطي ما لم يأخذ الامام فی الخطبة ويكره اذا اخذ لان للمسلم ان يتقدم و يدنو من المحراب اذا لم يكن الامام فی الخطبة ليتسع المكان علی من يجيئ بعده و ينال فضل القرب من الامام (الی ان قال) اما من جاء و الامام يخطب فعليه ان يستقر فی المسجد لان مشيه و تقدمه عمل فی حال الخطبة

نیز ہمارے حضرات نے تصریح فرمائی کہ قوم کے لئے مستحب ہے کہ امام کی طرف منہ کرے بوقتِ خطبہ غنیۃ المستملی صفحہ ۵۲۰ اور دوسری کتبِ معتمدہ میں ہے والنظم من الغنية وفی المبسوط يستحب للقوم ان يستقبلوا الامام عند الخطبة وعن ابی حنيفة انه كان اذا فرغ المؤذن من اذانه ادار وجهه الی الامام و عن عدی بن ثابت كان عليه السلام اذا خطب استقبله اصحابه بوجوههم ذكره ابن بطال فی شرح البخاری لكن الرسم الأن انهم يستقبلون القبلة للحرج فی تسوية الصفوف لكثرة الزحام كذا فی شرح الهداية للسروجی۔

جب اتنی حرکاتِ کثیرہ جائز ہیں تو اس قلیل میں کیا حرج؟ حالانکہ یہ تعظیم محبوبِ معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے جو مطلقاً مطلوبِ شرعی ہے جب کہ نہی خصوصی نہ آئے لہذا جائز و مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم و احكم وصلی اللہ تعالیٰ علی محبوبنا الاكرم ما اذن و اجيب اذان و دعی له بالوسيلة فی الجنان

---

علیہ شامی صفحہ ۱۲۶ جلد ۳ میں ہے المشهور اطلاق اصحابنا علی ائمتنا الثلاثة ابی حنيفة وصاحبيه كما ذكره فی شرح الوهبانية ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

بالجنان وعلیٰ الہٖ واصحابہ وسلم فی کل حین وآن۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

مورخہ شب ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ ۸ بجے

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایسا نمازی جو اقامت نماز کے دوران مسجد میں آیا جبکہ امام بھی آچکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہو کیونکہ اس وقت قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے حالانکہ مستحب کا موقوف علیہ بھی مستحب ہوتا ہے۔ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

المستفتی: محمد اجمل نوری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور یوں بھی آیا کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ) اس حکم کی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور کے نزدیک نماز تحیۃ المسجد مستحب مؤکد ہے بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی کہ سنت ہے[للعہ] جو کسی بھی سنت یا فرض نماز سے بھی ادا ہوجاتی ہے جس سے پہلے بیٹھنا تاکیدی مستحب بلکہ سنت کا خلاف اور غیر اولیٰ ہے لہٰذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے

---

للعہ تبیین الحقائق للزیلعی ص۱۷۳ عینی علی الہدایہ ص۸۴۳ طحطاوی علی الدر ص۲۸۶ شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص۵۵ نیز فتاوی ظہیریہ سے اس کے ص۵۹ اور رفعی علی الشامیہ ص۹ میں ہے والمنظوم للزیلعی تحیۃ المسجد سنۃ۔ تنویر الابصار تحریراً اور در المختار اور شامی تشریحاً ص۱۲/۴۳۵ نیز طحطاوی علی الدر تقریراً ص۲۸۶ میں ہے والنظم للغزنوی یسن تحیۃ المسجد نور تنصیصا اور درر تعلیلا ص۱/۱۱۲ نور الایضاح تعریجاً اور مراقی اور طحطاوی تعلیلا ص۲۱۳ میں ہے سن تحیۃ المسجد۔ بحر الرائق اور شامی میں ہے وقد حکی الاجماع علی سنیتھا۔ شرح الاشباہ میں ہے وھو سنۃ اجماعا شامی میں ہے (قولہ یسن تحیۃ) کتب الشارح فی ہامش الخزائن (اسم شرحہ الکبیر للتنویر) ان ھذا رد علی صاحب الخلاصۃ حیث ذکرانھا مستحبۃ اور شرح الاشباہ میں ہے وانما اطلق المصنف علیھا الاستحباب لاشتمال السنۃ علی الاستحباب ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ادا رنماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے لہذا حدیث لاتقوموا حتی ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام نہ کرے۔ رہا سائل کا استدلال کہ ہمارے نزدیک حی علی الفلاح پر قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے لہذا قعود بھی مستحب ہوا، تو یہ محض باطل ہے کیونکہ یہ قیام مستحب تو مقدمہ ہے اسی قیام کا جو بحکم قوموا للہ قانتین نماز فرض میں فرض ہے حالانکہ منفرد یا امام ومقتدی پر فرض نماز سے قبل قعود قطعاً فرض نہیں بلکہ منفرد کے لئے تو کسی نے مستحب تک بھی نہیں کہا تو معلوم ہوا کہ قیام قعود پر موقوف نہیں ورنہ قعود بھی قیام کی طرح فرض ہوتا ولم یقل بہ احد۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ مضمرات شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کادوری کا ایسے داخل مسجد کے لئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے اور صحیح نہیں اسمیں حضور پرنور روحی فداہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مذکور کی صریح خلاف ورزی ہے جو ہمارے کسی بھی امام کا قول ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا لہذا مقبول نہیں اور ہندیہ اور رد وغیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کر دینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔

تعجب ہے کہ امام کی موجودگی کی صورت میں تکبیر سے پہلے حاضرین کے لئے قیام عند الفلاح ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مستحب تو ہے مگر مستحب کا خلاف دلیل خاص کے بغیر مکروہ نہیں بن سکتا کما صرح بہ الشامی وغیرہ تو وقت پر آنیوالے کے لئے کیوں مکروہ ہوا! اس مبارک اور صحیح حدیث کو بکثرت ائمہ دین نے اپنی اپنی مبارک تصانیف میں باسانید معتبرہ متعددہ روایت فرمایا ہے چنانچہ موطا امام مالک ص ۱۴۶ (طبع اصح)، موطا امام محمد ص ۱۱۹ (یوسفی) مسند امام احمد ص ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۳ ج ۵ صحیح بخاری ص ۶۳ باسنادین صحیح مسلم ص ۲۴۸ ج ۱ سنن ابی داؤد ص ۶۷ (مجیدی) باسنادین ترمذی ص ۴۳ ج ۱ (اصح) ابن ماجہ ص ۷۲ (اصح) شرح السنۃ ص ۲۶۵ ج ۲ وغیرہا میں بکلمات متقاربہ ہے والنظم من البخاری وغیرہ عن ابی قتادۃ السلمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس مصنف عبد الرزاق ص ۴۲۳ ج ۱ بخاری ص ۱۵۶ ج ۱، مسلم ص ۲۴۸ ج ۱ میں بایں کلمات متقاربہ بھی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین۔ اور ابن ماجہ ص ۷۲ میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مرفوع میں بھی یہی

---

؎ شامی علیہ الرحمۃ کے مجموعۃ الرسائل الثنین ص ۱۳ سے ص ۱۵ تک ہے قلت وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتاخرین و یکون القول خطأ اخطأ بہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقلہ بعضھم عن بعض کما وقع ذالک (الی ان قال) ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا صاحب البحر والنھر والمنح والدر المختار وغیرھم وھی سہو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر الخ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی کتاب کا مصنف کوئی غلط بات سہواً درج کر دیتا ہے اور بعد میں آنیوالے یونہی نقل کرتے جاتے ہیں حتی کہ بیس کے قریب کتابوں میں نقل ہو جاتی ہے حالانکہ وہ بھول ہوتی ہے اور اس کی بکثرت نظیریں ہیں جن میں بحر و نہر اور منح و درمختار وغیرہ کے مؤلفین نے نقل میں اتفاق کیا حالانکہ وہ بھول اور سہو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

کلماتِ مبارکہ ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہٗ ربی وحدہ وصلی اللہ علی حبیبہ الذی لانبی بعدہٗ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ / صفر المظفر ۹۴ھ
۹۰-۳-۷۴

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں اذان یا ور جگہ حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم سامی لیا جائے اور سامع اپنے دونوں انگوٹھے چومے تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو نصِ حدیث شریف سے دلیل دے کر تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

المستفتی :- سلطان احمد اختر عزیز پوری چک نمبر ۴۵/۴ ایل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے اور قرآن کریم واحادیث حبیب و محبوبِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک شرعِ مطہر سے کسی شئی کی حرمت و کراہت ثابت نہ ہو تو اسے حرام و مکروہ نہیں کہہ سکتے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے عفی اللہ عنھا۔ اس کی تفسیر میں تفسیر خازن ص۹۳ جلد ۲ مصری میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرمہ اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما قد عفی عنہ فلا تتکلفوا۔ اور یونہی تفسیر کبیر ص۴۵۹ جلد ۳، معالم التنزیل ص۸۳ جلد ۲ مصری



Marfat.com

سنن ابن ماجہ ص۲۴۹، سنن الترمذی ص۲۱۹ جلد ا وغیرہا میں ہے۔ اور ہدایہ مطبوع مع الشروح عنایہ شرح ہدایہ، فتح القدیر ص۲۷۳ جلد ۳، منحۃ الخالق ص۱۷ جلد ا، شامی ص۹۸ جلد ا میں ہے کہ اصلِ اشیاء اباحت ہے۔ شامی کے یہ لفظ ہیں وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمہور من الحنفیۃ والشافعیۃ اھ وتبعہ تلمیذہ العلامۃ قاسم وجری علیہ فی الہدایۃ من الحداد وفی الخانیۃ من اوائل الحضر والاباحۃ۔

تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ انگوٹھوں کا چومنا اصل میں کم از کم مباح ضرور ہے کہ شرعِ مطہر سے اس کی ممانعت نہیں آئی اور جب نیتِ تعظیم محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چومے جاتے ہیں تو مستحب و عبادت بن جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث یہی ہے اور ایسے ہی مسندِ امام حضرت سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے پہلی حدیث یہی ہے کہ الا انما الاعمال بالنیات حضرت امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف ص۱۳۸ جلد ۲، حضرت شیخ الامام الکمال ابن الہمام فتح القدیر ص۱۰۱ جلد ۳، علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار ص۴۳ جلد ا، علامہ ابراہیم حلبی غنیہ ص۵۱، علامہ شامی علیہ الرحمۃ ردالمحتار ص۴۸۵ جلد ۵، امام محی الدین ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں والنظم لذی الشرف المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات

اب بحمدہٖ تعالیٰ کھل گیا کہ تقبیل الابہامین بتعظیم اسم المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم شرعِ اطہر میں جائز و مستحب ہے۔ نیز قرآنِ کریم سے صحیح طور پر ثابت اور حدیث شریف اور ائمہ قدیم و حدیث سے بھی ثابت کہ محبوب طالب و مطلوب کی تعظیم و اجلال شرعاً نہایت ہی ضروری و لابدی ہے قرآنِ کریم کا ارشاد ہے لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ معالم ص۱۵۹ جلد ۶ میں ہے (وتعزروہ) ای تعینوہ وتنصروہ (وتوقروہ) تعظموہ وتفخموہ ہذہ الکنایات راجعۃ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحوہ فی الخازن وایضًا فیہ والتعزیر نصر مع التعظیم شفا شریف ص۲۸ جلد ۲ میں ہے قال ابن



Marfat.com

عباس تعزروہ تجلوہ و قال المبرد تبالغوا فی تعظیمہ۔ مجمع البحار ص۲۳۹ جلد۲ میں ہے تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل القرب اور اصول کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ تو جو قول و فعل تعظیم پر دال ہوگا وہ کم از کم جائز و مستحسن ضرور ہوگا لہذا فتح القدیر ص۹۴ جلد۳ ، فتاوٰے عالمگیری ص۱۳۵ جلد۱ میں ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا پس تقبیل الابہامین جو دال بر تعظیم ہے ضرور جائز و مستحسن ہوئی۔

نیز حدیث میں وارد ہے کہ ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] اور تقبیل الابہامین کو اہلِ اسلام حسن جانتے ہیں اور نفی ورود حدیث مرفوع صحیح خاص جزئیہ میں نفی وجود صحیح نہیں اور ایسے ہی نفی بر صحیح سے نفیِ حسن و ضعیف نہیں ہو سکتی اور وہ بھی فضائل اعمال میں معمول اور یونہی نفی مرفوع سے نفی موقوف نہیں ہو سکتی اور موقوف بھی حجت ہے۔ خاتمہ مجمع البحار ص۵۰۶ قولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم الخ تفسیر کبیر ص۲۴۶ جلد۱ میں ہے عدم الوجدان لا یدل علی عدم الوجود۔ غنیہ وغیرہا میں ہے مذھب الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ۔ فتح القدیر ص۹۵ جلد۲ میں ہے والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع بلکہ حدیث صحیح کی نفی صاف صاف بتاتی ہے کہ حدیث حسن یا ضعیف مرفوع یا موقوف صحیح ثابت ہے کہ مفہوم مخالف روایات میں ضرور بالضرور معتبر ہے۔ در المختار میں ہے المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا ومنہ اقوال الصحابۃ۔ شامی ص۳۰۱ جلد۱ میں ہے انہ فی الروایات ونحوھا معتبر باقسامہ حتی مفہوم اللقب، پس جراحی کا " لم یصح فی المرفوع " کہنا ثبوت بطریق مذکورہ کا صاف طور پر پتہ دیتا ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے تقبیل الابہامین کو مستحب بھی لکھا اور قولِ جراحی بھی نقل کیا۔ ص۳۷۰ جلد۱ میں ہے یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادۃ صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرۃ عینی بک یارسول اللہ

---

۱ مسند احمد ص۳۷۹ ج۱ ، مجمع الزوائد ص۱۷۷، ۱۷۸ ج۱



Marfat.com

ثم يقول اللّٰهم متعنى بالسمع و البصر بعد وضع الابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون قائدا له الى الجنة كذا فى كنز العباد او قهستانى و نحوه فى فتاوى الصوفية و فى كتاب الفردوس من قبل ظفرى ابهاميه الحديث۔

منیر العین ص۱۰ میں موضوعات ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے قلت و اذا ثبت رفعه الى الصديق رضى الله تعالى عنه فيكفى العمل به لقوله عليه الصلوٰة والسلام عليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين۔ معارج النبوۃ ص۴ رکنِ اول میں ہے "گویند در وقتِ اذان درحینِ استماع اشهد ان محمدا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بوسیدن وانگشت بر دیدہ نہادن نیز سنتِ آدم علیہ السلام است و احادیث در فضلِ آں آوردہ اند" اور وہابیہ کے نزدیک بھی سنت ہی ہونا چاہیے کہ ان کا اپنا حکیم بہشتی زیور کے ص۴ پر لکھتا ہے " سنت وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا ہو" اور گنگوہی براہین کے ص۲۸ پر لکھتا ہے " جو شے باوجود شرعی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے مگر عجب کہ اسکا انکار کرتے ہیں اور فرمانِ باری تعالیٰ جل جلالہ و لا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا على الله الكذب سے نہیں ڈرتے۔ مگر ان کا مذہب ہی یہی چاہتا ہے کہ تعظیم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکا جائے۔ چنانچہ براہین ص۵۱ میں روئے زمین کا علم شیطانِ لعین کے لئے تو رشید احمد نے مان لیا اور سرکارِ دو عالم دانائے ماکان ومایکون سے نفی کیا بلکہ اسی صفحہ میں دیوار کے پیچھے کے علم سے بھی انکار کیا اور وہ بھی حدیث موضوع سے۔ بہرحال یہ ثابت ہوا کہ تقبیل الابہامین عند ذکر الاسم الشریف ضرور بالضرور جائز و مستحب ہے الا ان يمنع مانع كالخطبة و القراءة فيمتنع هناك خصوصا لا مطلقا۔ والله و رسوله اعلم وصلى الله تعالى عليه و آله وصحبه وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

---



Marfat.com

# امامت

Marfat.com

# باب الامامۃ

## الاستفتاء

بسمہ سبحانہ وتعالیٰ حامدا ومصلیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ دیوبندیوں، مرزائیوں، الجدیثوں، شیعوں کے جلسوں میں جانا کیسا ہے؟ اور امرِ معروف میں مل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟ اور اعلیٰحضرت بریلی شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مسلک تھا؟ یاد رہے کہ ان سے مل کر کام کرنے سے عوام یہی سمجھیں گے کہ سب پکے مسلمان ہیں اور ان کے اختلاف جزوی فروعی ہیں۔ سب کے پیچھے نمازیں جائز ہیں، صرف حلوے مانڈے کا اختلاف ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبد الغفور ہزاروی غفرلہ خطیب وزیر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اجلاس اہالی ابتداع وارتداد میں بحالتِ اختیار دیدہ و دانستہ شریک[عہ] ہونا ناروا وحرامِ محض ہے

---

عہ انما قلت ھذا لان الذھاب قد یجوز لغرض المناظرۃ والرد وازالۃ الاشر ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

آیہ کریمہ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین وغیرہا آیاتِ متکاثرہ و احادیثِ متوافرہ کا بھی تاکیدی تقاضا ہے جس پر ائمہ سلف و خلف کا اطباقِ قولی و عملی ہے جسے امامِ اہل السنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیفِ جلیلہ جمیلہ میں ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ واضح ڈھونڈا فرمادیا حتی کہ وصایا شریف میں بھی اس کا پرزور اعادہ فرمایا۔

اور سوال کی شق ثانی "امرِ معروف میں مل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟" نہایت ہی مجمل ہے حتی کہ معروف کی تفصیل بھی غیرِ معروف ہی رہی کہ شرعی مراد ہے یا عرفی یا لغوی؟ اجمالی جواب یہ ہے کہ صُوَرِ کثیرہ میں بحکمِ دلائلِ مشار الیہا اختلاط حرام ہے اور بکثرت ایسی صورتیں بھی ہیں کہ تنفرِ قلبی کے ساتھ اختلاطِ صوری کی متحمل ہو سکتی ہیں مثلاً دورِ حاضر میں سفر و ادائے افعالِ حج میں اکثر اختلاط ہو جاتا ہے۔ ملکی فوج میں بھی شمولیت ممنوع نہیں، جہادِ کشمیر وغیرہ بھی جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ[عـہ] ابو السعود ص۲۳ جلد۲ نیشاپوری ص۱۷۸ جلد۳ میں بالفاظِ متقاربہ ہے و النظم لہ رخص لھم فی موالاتھم اذا خافوھم و المراد بتلک الموالاۃ مخالقۃ و معاشرۃ ظاھرۃ و القلب مطمئن بالعداوۃ و البغضاء و انتظار زوال المانع من قشر العصا و اظھار الطویۃ کقول عیسیٰ علیہ السلام کن وسطا و امش جانبا۔ اور ایسے ہی روح البیان ص۳۰ جلد۲ میں ہے الا فیھا شق العصا بدل قشر العصا۔ اور قول کلمۃ اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی تشریح میں فرمایا ای کن فیما بینھم صورۃ و تجنب عنھم سیرۃ۔ احکام القرآن ص۱۰ جلد۲ میں امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں وھذا ھو ظاھر ما یقتضیہ اللفظ و علیہ الجمھور من اھل العلم

---

عـہ المحجۃ المؤتمنہ ص۱۰ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے مگر صورۃ ضرورۃ خصوصاً باکراہ قال تعالیٰ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ وقال تعالیٰ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

نیز اسی میں فرمایا فھٰذہ الآی و الآثار دالۃ علی انہ ینبغی ان یعامل الکفار بالغلظۃ و الجفوۃ دون الملاطفۃ و الملاینۃ مالم تکن حال یخاف فیھا علی تلف نفسہ او تلف بعض اعضاءہ او ضررا کبیرا یلحقہ فی نفسہ فانہ اذا خاف ذلک جاز لہ اظھار الملاطفۃ والموالاۃ الخ روح البیان ص۲۱۰ جلد ۲ میں ہے و اذا کان الرجل مبتلی بصحبۃ الفجار فی سفرہ للحج او للغزاء لایترک الطاعۃ بصحبتھم ولکن یکرہ بقلبہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ بروز بدھ بوقت عصر

# الاستفتاء

(مقدمہ کے حالات یعنی بیان) ہمارے چک میں پہلے ایک امام رکھا ہوا تھا۔ اس امام میں کئی ایک خامیاں تھیں۔ مثلاً جھوٹ بھی بول لیتا تھا، خفیہ سود بھی لے لیتا تھا، جھوٹی شہادت بھی دے دیتا تھا اور ایک دفعہ معاذ اللہ! یہ بھی کہہ دیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ ۸ ر آنے کی خاطر جھوٹ بولا تھا۔ یعنی ایسی ایسی خامیاں تھیں چنانچہ گاؤں والوں نے اس امام کو نکال دیا کہ اس کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اور اس کی جگہ ایک سید امام جو اپنے علم کے مطابق عالم بھی تھا اور حنفی بھی تھا، لے آئے اور چک والوں نے اسے قبول کر لیا اور نماز اس کے پیچھے پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد دو تین گھر اس امام کے بھی خلاف ہو گئے کہ اس کو بھی نکال دو، ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہی پہلے والا امام آجائے۔ ان ہی شخصوں نے اس کو جواب دیا تھا کہ یہ امام ٹھیک نہیں ہے اس کو نکال دو۔ پھر ان آدمیوں میں سے ایک کا نام کریم بخش ہے اس نے حسد شروع کر دیا کہ یہ حاجی صاحب لائے ہیں



Marfat.com

اس کو بالکل نہیں رہنے دینا، امام پر یہ بات لگادی کہ اس نے مردار گائے یا بھینس کا چمڑا اتارا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے چمڑا ضرور اتارا تھا اور رنگ کر بیچ دیا تھا، اور ایک دو جھوٹے الزام لگائے اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اس امام کو نکال دو جو کہ سید تھا، اور لائیں گے، حاجی صاحب ان کو خیر لول دیا کہ ہماری طرف سے جواب ہے باقی لوگوں سے پوچھ لو۔ سید امام صاحب نے آوان پارٹی کو پوچھا، ان نے کہا کہ ابھی نماز پڑھایا کرو، چونکہ ان لوگوں نے ۱۰-۱۲ دن نہیں بتایا اور جو پارٹی حسد کرتی تھی کہ سید صاحب کے پیچھے بھی نہیں ہوتی ان نے وہی پہلا امام لاکہ مسجد میں کھڑا کر دیا اور دو جماعت ہونے لگی۔ چار یا پانچ دن دو جماعت ہوتی رہی، آخر ایک دن مغرب کی نماز پڑھنے کے واسطے گئے اور میں بھی ساتھ ہی تھا تو ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور شاہ صاحب کو بولا کہ نماز کراؤ، تو بات پر کریم بخش نے کہا کہ ہم جماعت نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس نے مصلے کو اٹھا کہ دوسری طرف پھینک دیا جس پر کہ امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھانی تھی اور یہی کہتا رہا کہ ہمارا پہلا جماعت نہیں کرائے گا اور تمہارے امام کو بھی جماعت نہیں کرانے دیں گے تو ہم پھر مسجد کے صحن سے باہر مصلی لے گئے اور کہا کہ ہم یہاں جماعت کرالیں گے تو اسی کریم بخش نے وہاں سے بھی مصلے اٹھا کر اندر پھینک دیا اور مغرب کی نماز نہیں ہونے دی اور سب لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھی اور اس کو روک بھی لیتے، اس نے مسجد کے باہر چند آدمی جو کہ بے نماز تھے لڑائی کے واسطے کھڑے کئے ہوئے تھے۔

یہ مقدمہ کے پورے حالات ہیں اس مقدمہ کا صحیح فیصلہ لکھ کر بھیج دیں اور کریم بخش پر کوئی جرم لگتا ہو تو وہ بھیج دیں اور حدیث کا حوالہ دیں اور لکھیں کہ اس کو کیا تعزیر لگنی چاہیے۔ اس کا جلدی سے جلدی جواب دیں اور فتوے پورا صحیح لکھ کر بھیج دیں اور یہ جو کاغذ ہے ساتھ بھیج دیں تاکہ فیصلہ کرنے کے وقت سب کو سنا دیں کہ جھوٹی بات کوئی نہیں ہے، مصلے اٹھا کر پھینکنے والے کریم بخش کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا اس کا نام یاد نہیں ہے، اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ یہ مصلے امام کا دو دفعہ اٹھا کر پھینکا گیا۔ یہ قصہ میرے سامنے ہوا ہے۔

سائل : صوفی بشیر احمد نوری کانٹے والا ریلوے اسٹیشن ٹوبہ ٹیک سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ سوال اور حالاتِ امامِ سابق صحیح اور واقعی یہی ہیں تو وہ امام بدلگام اہلِ اسلام کا امام قطعاً نہیں بن سکتا



Marfat.com

جھوٹ بولنا، جھوٹی شہادت دینا، سود لینا، یہ ایسے جرم ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک کسی ایک مرتبہ کسی سے ظہور پذیر ہو تو اسے بلا توبہ امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے چہ جائیکہ وہ ان تین بڑے جرموں کا عادی مجرم مُصر تھا جیسے سائل کے الفاظ "بول لیتا تھا" "لے لیتا تھا" "دے دیتا تھا" سے ظاہر ہے مگر وہ تو حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دفاکش بدہن جھوٹ بولنے کی نسبت کرکے اور وہ بھی اس خبثِ باطن کے ساتھ کہ آٹھ آنہ کی خاطر کہا بے ایمان ہوگیا اور دائرۂ اسلام سے بالاجماع خارج ہوگیا اور مرتد ہوگیا، اس کا کفر یہود و نصاریٰ اور ہندو و سکھوں سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ کلمہ گو ہوکر مرتد ہوا، اللہ رب العالمین نے فرمایا والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم پ۱۰ ع۱۴ " وہ جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" نیز فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا پ۲۲ ع۴ " بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ عزوجل ایذاء سے پاک ہے، اسے کون ایذاء دے سکتا ہے؟ مگر اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کو اپنی ایذاء فرمایا۔ اور ان کے سوا اور بہت سی آیات سے اور احادیث سے حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب و گستاخ کا خائب و خاسر و مردود ہونا اظہر من الشمس ہے درالمختار شامی کے ص[illegible] جلد ۳ میں فتاوےٰ بزازیہ و دُرَر و شفا سے اور فتاویٰ خیریہ ص۱۰۳ جلد ۱ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی علیہ الرحمۃ اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔" شامی ص۲۹۲ جلد ۳ میں ہے ان مجرد نسبۃ الکذب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر" صرف جھوٹ کی نسبت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے۔" بلکہ کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف جھوٹ کی نسبت کسی ایسی چیز میں کرے جس کا لانا



Marfat.com

ضروریاتِ دین سے ہے۔ درالمختار شامی صـ۳۹۲ جلد ۳ وغیرہا میں ہے الکفر لغۃ الستر وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیٔ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا قطعاً یقیناً ضروریاتِ دین سے ہے بلکہ سب ضروریات کا صدق اسی پر مبتنی ہے لہٰذا وہ بوجہ کفر و ارتداد امامت کے قابل نہیں رہا۔ باقی حسد شرعاً بڑا سخت حرام ہے پھر اس حسد کی وجہ سے اس پہلے امام کو امامت کی دعوت دینا اور سخت حرام ہے اور بڑا سخت ظلم ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم " تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں "

اس آیتِ کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد یہ ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا، پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا، یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے گمان میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ ہوگے۔ حاجی صاحب اور گاؤں والوں نے ٹھیک کہا کہ اس کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اور وہ سید صاحب جو حنفی اور علم دار ہیں اور تمام چک والوں نے انہیں قبول بھی کر لیا اور امام بنا لیا تو ان کی مخالفت ہرگز ہرگز جائز نہیں جب کہ ان سے کوئی شرعی عیب سرزد نہ ہوا ہو، جھوٹے الزام لگانے اور بہت بری چیز ہے جیسے سورۂ احزاب سے ثابت ہے۔

باقی رہا مردار گائے یا بھینس کا چام اتار کر رنگنے کے بعد بیچنا، تو یہ کوئی عیب نہیں بلکہ شرعاً جائز ہے اور بہت مضبوط حدیثوں سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری صـ۲۰۲ جلد ۱، صـ۸۳۰ جلد ۲ صحیح مسلم صـ۱۵۸ جلد ۱، سننِ نسائی صـ۱۹۰ جلد ۲، سننِ ابو داؤد صـ۲۱۳ جلد ۲، سننِ ابن ماجہ صـ۲۶۶ میں بالفاظِ متقاربہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ کنیز کی مردار بکری



Marfat.com

کے متعلق حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلا انتفعتم بجلدھا "تم نے اس کے چام کے ساتھ کیوں نہیں نفع اٹھایا" قالوا انھا میتۃ "صحابۂ کرام نے عرض کیا بے شک یہ مردار ہے" قال انما حرم اکلھا "حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مردار کا صرف کھانا ہی حرام کیا گیا ہے"، اور اس کے علاوہ بہت حدیثوں سے ثابت کہ مردار کا چام رنگنے سے پاک ہوجاتا ہے اور اس سے ہر طرح کا نفع اٹھایا جاسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، تو سید صاحب اس الزام سے بھی پاک ہیں۔

باقی رہا کریم بخش کا جماعت سے روکنا اور مصلّٰی باہر پھینک دینا، یہ بہت بڑا ظلم ہے اور مسجد کو غیر آباد کرنا ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ پ ۱ ع ۱۴ میں ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۰ "اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔" باقی رہی تعزیر تو وہ بہت ہی زیادہ سخت ہے اور حاکمِ اسلام ہی لگا سکتا ہے۔ البتہ اہلیانِ اسلام پر لازم کہ اس کو مجبور کریں کہ ان عادتوں سے باز آجائے اور نیک بن جائے، آپس میں برادری کے لوگ بائی کاٹ وغیرہ سے ڈرا دھمکا کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

تحریرہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

مورخہ ۶ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ



Marfat.com

# الاستفتاء

علمائے دین و شرع متین ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور اسے صحیح العقیدہ حنفی تصور کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے چند عقائد و اعمال ذیل میں درج ہیں :۔

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً یہ کہتا ہے کہ وہ معاذ اللہ کوڑھے ہو کر مرے تھے۔ اس کے باوجود لوگوں کے سامنے صحیح حنفی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔

۲۔ اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے، خطبہ کے دوران کئی بار اس نے کہا " میرے جیسے کئی بے ایمان ملاں ہیں۔

۳۔ مسجد سے خاصی آمدنی کے باوجود روٹیاں مانگتا ہے۔

۴۔ چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔

۵۔ خود کو سید کہلانے کے باوجود قربانی کی کھالیں گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعے دباؤ ڈال کر حاصل کرتا ہے۔

۶۔ لوگوں کو ایسے تعویذ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا جو دوسروں کی موت کا باعث بن سکتے ہیں۔

ان افعالِ ذمیمہ کے باعث مجھے اس سے سخت نفرت ہے کیوں کہ روکنے پر بھی وہ نہیں رکتا۔ اس لئے میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ براہِ نوازش یہ بھی تحریر فرمائیں کہ میرا یہ فعل حق بجانب ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

السائل :

محمد الدین ایف۔ اے مولوی فاضل، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پرائمری سکول
بیڑ سوھنڈیاں۔



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے تو وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا، اسے مسجد کا آباد کرنا، اس میں بیٹھنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ منصب امامت کے لائق ہو، بے ایمان کافر ہوتا ہے اور کافر کے متعلق رب العالمین فرماتا ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر (ترجمہ) مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دیکر" (پ ۱۰ ع ۹ سورۃ التوبہ) امام اہلِ سنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے ایسے کلمات استعمال کرنا اس کے خبثِ باطنی کی دلیل ہے اور چوری جیسے ذلیل کام گداگری اور فتنہ آمیز تعویذات یہ سب اسی خبثِ باطنی کا نتیجہ ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اور نفرت نہایت لازم ہے آپ نے اپنا فرض ادا فرمایا آپ حق بجانب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴/ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ ۱۵-۱-۶۸

# الاستفتاء

علامۂ زماں فقیہ دوراں شیخ الحدیث ومہتمم صاحب جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور دامت برکاتہم

سلامِ مسنون : حسبِ ذیل استفتاء میں از روئے شرع کیا ارشاد ہے؟

۱: جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالکل افضل سمجھے وہ سنی ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے؟



Marfat.com

نمبر۲ : جو شخص حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو واجب الاحترام نہ مانے بلکہ آپ کی شان میں گستاخی کرے اور فاسق تک کہے کیا وہ سنی ہے اور کیا اس کے پیچھے سنی کی نماز جائز ہے؟ بیّنوا توجروا

مخلص : محمد سرور[له] قادری مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ رجسٹرڈ

خطیب نور المساجد چیچہ وطنی ۶۹-۹-۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عالی جناب حضرت قادری صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :- اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد الانبیاء والرسل افضل البشر ہیں اور یونہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ ۶-۱۰-۶۹

# الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا مولوی صاحب دام فیضکم العالیہ

---

له یہ مستفتی حضرت مفتی غلام سرور قادری (حال مہتمم جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور) ہیں کیونکہ اس عرصے میں موصوف مسجد نور المساجد چیچہ وطنی کے خطیب رہے ہیں۔

(محمد محب اللہ نوری)



Marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : ایک آدمی ایک گاؤں کا پیش امام ہے اور اس کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی کے لئے نفقہ وسکنیٰ دیتا ہے اور دوسری بیوی کے لئے نفقہ وسکنیٰ نہیں دیتا اور نہ وہ طلاق دیتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ آیا وہ آدمی کس حال میں متصور ہوگا، کافر یا مسلمان یا فاسق وغیرہ ؟ اب وہ حج کا ارادہ کرتا ہے اسی بیوی کو جس کے لئے نفقہ وسکنیٰ ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے، آیا اس کی حج ہوگی یا نہیں ؟ ثواب وغیرہ کے متعلق بھی لکھیں (نصِ قرآن وحدیث کی رو سے جواب)۔

المستفتی : پیر شہادت علی شاہ جسو کے گور دنہ ڈاک خانہ جیھٹ پور
تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے نہایت اجمال سے کام لیا ہے۔ ایسے مسائل میں پوری تفصیل سے سوال کرنا چاہیے۔ اللہ رب العالمین کا حکم ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو" اور یہ بھی قرآنِ کریم کا ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ یعنی مرد افسر ہیں عورتوں پر" اور حدیثِ پاک میں تو حقوقِ زوجین کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو جو بھی خاوند ہو یا بیوی دوسرے کے حق بلا وجہ ادا نہ کرے تو وہی مجرم ہے تو اگر وہ شخص اپنی فرمانبردار اور وفادار بیوی کو نفقہ وسکنیٰ سے محروم رکھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر بیوی اس کے گھر آباد نہیں ہوتی اور بے فرمان ہے تو بیوی گنہگار ہے اور طلاق دینا بھی ہمیشہ مرد پر جھگڑا یا فساد میں لازم نہیں ورنہ خلع کی صورت میں مرد گنہگار ہوتا حالانکہ قرآنِ کریم گنہگار نہیں بتاتا بلکہ فرماتا ہے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہ رکھیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس میں

---

؏ قرآنِ کریم اولٰئک ھم الظّٰلمون فرماتا ہے ۱۲



Marfat.com

جو بدلہ دیکر عورت چھین لے "

اور ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ جو زیادتی اور ظلم کرے وہ فاسق کہلاتا ہے اور فاسق کو امام مسجد نہ بنایا جائے۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ زیادتی خاوند کی ہے یا بیوی کی، یہ تو آج کل کے جاہلوں کا عام رواج بن گیا ہے کہ مولویوں پر بہانے بنا بنا کر اعتراض شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے

یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا یعنی اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کا گلہ نہ کرو" اور یونہی حج کا ارادہ کرنا یا فرمانبردار بیوی کو ساتھ لے جانا جرم نہیں، اور بے فرمان بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بھی گناہ نہیں، ایسی صورت میں حج جائز ہے اور کار ثواب ہے، ہاں اگر خاوند ظالم ہو تو ثواب میں فرق آئیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ (۶۴-۱-۲۹)

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس میں کہ ایک شخص نے اپنی دو لڑکیوں کے عوض چھ سو روپیہ لے کر نکاح کر لیا حالانکہ اس کو اس کے باپ نے منع کیا اور وہ نہ مانا آیا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

سائل:

مولوی سلطان محمود از موضع ٹھاکرہ متصل حویلی لکھا۔



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئلہ یہی فی الواقع ہے تو شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمہ ہے۔ مقتدیوں پر واجب کہ طاقت ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں کہ شخص مذکور سخت فاسق ہے، اس نے جو روپیہ لڑکیوں کے عوض لیا ہے وہ رشوت ہے چنانچہ بحرالرائق، فتاویٰ عالمگیری میں اس کی تصریح ہے، باپ کا حکم ماننا خصوصاً جب حکم شرع پر پابندی کا حکم کرے نہایت ضروری اور فرض اہم ہے اور اس شخص نے نہ مانا تو سخت فاسق ہوا اور فاسق کی امامت کا یہ حکم اسفارِ اظہار فقہ میں مشرح و مصرح ہے ہاں صحیح طور پر توبہ کرے تو اس کی امامت میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

(۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ)

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی منکوحہ کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کے باعث اپنے گھر ٹھہرا لیا ہے، تو کیا اندریں صورت زید امامتِ نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ واقعی درست اور صحیح ہے تو زید بلاشبہ امامت کر سکتا ہے کہ ناجائز تنگ کرنا ظلم ہے اور



فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

مظلوم کی امداد مستحسن ہے تو اس امرِ مستحسن کی وجہ سے امامت سے کیونکر روکا جا سکتا ہے؟ قرآنِ کریم کا فرمانِ جلیل ہے وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ یعنی ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ" حالانکہ لڑکی بھی قرابت والی ہے اس کے ساتھ بھی احسان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ

# الاستفتاء

اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک ہی مسجد ہے جس کے دو پیش امام زید اور بکر ہیں جو کہ باری باری امامت کرتے ہیں، زید نے بکر کے خلاف زنا کرنے کا الزام لگایا جو کہ گاؤں کی پنچایت کے روبرو پیش ہوا لیکن وہ الزام شہادتوں سے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ہر دو کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ہر دو یا کسی ایک کے خلاف کوئی شرعی تعزیر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کیا ہر دو کے متعلق علیحدہ علیحدہ مفصل طور پر تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

السائل قطب الدین بھٹی سکنہ لبنت پورہ

نیز یہ کہ اگر زید بکر سے معافی مانگ لے اور بکر معافی دے دے تو اس معاملہ کی تلافی ہو جائیگی،

نوٹ: زید عینی شاہد نہیں تھا بلکہ گواہاں کے اکسانے پر اس نے یہ الزام لگایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زید نے ظلم کیا اور جھوٹ کہا، قرآنِ کریم میں ہے فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ



Marfat.com

هم الكاذبون (ترجمہ) پس جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں" قرآن کریم نے اس کی سزا اسّی کوڑے مقرر فرمائی فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً (ترجمہ) تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو" واولئك هم الفاسقون" اور وہی فاسق ہیں" جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ واجب الاعادہ ہے، مگر سچے دل سے توبہ کرلے اور بکر سے بھی معافی لے لے تو نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور رحيم. مگر وہ جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور بکر بچارے کا کیا قصور؟ قرآن کریم تو صرف ناحق تہمت لگانے والے کو فاسق اور کاذب فرماتا ہے هم الفاسقون اور هم الكاذبون فرمایا تو بکر کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو، والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه وآله وصحبه وسلم.

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ**

۱۷ ذی القعدہ ۱۳۶۹ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید اپنے پیشوا کا حلیہ لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہے کہ ؎

یوسف ثانی ست در حسن و جمال     ہمچو موسیٰ ہست در جاہ و جلال

اور ایک دوسری غزل میں یوں رقمطراز ہے کہ ؎

آج کیوں زاہد و واعظ نکل آتے ہیں     مسجدیں چھوڑ کر خادم تیرے میخانے میں

دونوں شعروں کے متعلق حکم شرعی صادر فرمائیں، نیز زید کے امام وخطیب ہونے کی صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

(از رضوی دواخانہ پتوکی ۶۵-۹-۱)



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سوال وضاحت طلب ہے، زید کا پیشوا کیسا ہے؟ اگر سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل اور حقیقی عالم وعارف ہے تو بحکم ان العلماء ورثۃ الانبیاء[1] علیہ ظاہری وباطنی کے لحاظ سے زید نے اپنی نیازمندی کے طور پر کہا ہے تو کیوں جائز نہیں[2]! اور اس کی اقتدا میں نمازیں کیوں ناروا ہیں؟ اور اگر بے علم و بے عمل طالب نیا تے دنیہ متبع ہوائے نفسانی اور پیروشیطانی ہے اور بدعقیدہ ہے تو یہ شعر ناجائز وسخت ترین جرم ہیں، اور ایسے کی امامت درست نہیں اور خطابت ناروا، خود حالات و واقعات کے مطابق سمجھ سکتے ہیں اور ہیں خود بھی عمل کی از حد ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ**

(۲۵-۹-۴)

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے باؤلے کتے کا جگر نکلوایا تاکہ باولے کتے کے کاٹے ہوئے کو علاجاً کھلا دے، پھر کھلایا یا نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید بایں وجہ از روئے شریعت محمدی گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: احقر فیض احمد چشتی چک ۲۶۹/ ر۔ب ڈاکخانہ ٹبہ عالمگیر تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر (۶-۵-۶۷)

---

[1] ترمذی ص ۹۳ ج ۲ ابوداؤد ص ۱۵۹ ج ۲

[2] اور دینی زاہدوں اور واعظوں کا ایسے اولیاء کرام کے پاس حاضر ہونا بھی برا نہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

زید نے اگر کسی نیک ، دیندار طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے بطورِ علاج وہ جگر کھلانا چاہا تھا جو مسلم معالج ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس کا اس کے ماسوا کوئی اور علاج نہیں اور موت کا صحیح اور واقعی خطرہ ہے تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ایسا عادۃً ناممکن ہے تو اس بنا پر اس نے غلط اور ناجائز و حرام کا ارادہ کیا مگر بچ گیا ۔ اب دیکھا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس نے یہ ارادہ بدلا ہے تو اس کے لئے نیکی لکھی گئی کما فی الحدیث المتفق علیہ اور اگر کسی اور وجہ سے نہیں کھلایا تو اس ارادہ بد سے توبہ سے گناہ معاف ہو سکتا ہے تو امامت کے لائق ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ - ۵ - ۶۷

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کا پہلا امام فوت ہو گیا ہے اور اس کا لڑکا جو کہ انگریزی تعلیم یافتہ اور درسی بھی رہ چکا ہے ، نمازیں بھی قضا کرتا ہے اور داڑھی بھی منڈواتا ہے ، اور زنا کی بھی بد عادت ہے ، کیا وہ امامت کا مستحق ہے ؟ بینوا توجروا

مستفتی

سرون دیپال پور ضلع منٹگمری



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لى النور والصواب

داڑھی منڈوانا ، زناکاری ، نمازوں کا قضا کرنا ، یہ بہت بڑے عیب ہیں ورنہ انگریزی تعلیم اور اوورسیر ہونا کوئی عیب نہیں ، اگر مندرجاتِ سوال صحیح اور واقعی ہیں تو شخص مذکور اپنے عاداتِ شنیعہ اور حرکاتِ قبیحہ کے سبب مجرم و بدکار و فاسق ہے ، امامتِ نماز کے منصبِ رفیع کا سزاوار نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ ہے اس کا امام بنانا ناروا و گناہ ہے ، امام بنانا تعظیم ہے اور وہ شرعاً تعظیم کا مستحق نہیں بلکہ واجب الاہانۃ ہے تبیین الحقائق ص ۱۳۴ جلد ۱ ، مراقی الفلاح ص ۱۸۱ ، شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للزیلعی لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ، غنیۃ المستملی ص ۴۷۹ ، طحطاوی علی المراقی ص ۱۸۱ ، شامی ص ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للطحطاوی ومفادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحریمیۃ ، غنیہ میں اضافہ فرمایا وفیہ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقا یأثمون ، ایسے بدکار کو مسلمان برا جانتے ہیں اور حدیثِ پاک میں ہے کہ اس شخص کی نماز بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں جو قوم کا امام ہے حالانکہ وہ اسے برا جانتے ہوں ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ لا یقبل اللہ منہم صلوٰۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون (الحدیث) رواہ ابوداؤد ص ۸۸ جلد ۱ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسکت علیہ وکذا ابن ماجۃ ص ۶۹ ، سنن ترمذی ص ۵۵ جلد ۱ میں حضرتِ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے نہیں گزرتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) ان تینوں سے ایک یہ بیان فرمایا امام قوم وہم لہ کارہون لہٰذا وہ امامت کے قابل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ





Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک عورت جو اپنے خاوند کے ساتھ لڑ کر اپنے میکے آگئی اور تین ماہ پورے ہونے پر خاوند نے طلاق دی تو ایک امام مسجد نے اپنی لاعلمی سے یہ سمجھا کہ چونکہ عورت عرصہ تین ماہ سے اپنے خاوند سے الگ ہے لہذا اس طلاق کی عدت گزر گئی، تو اس نے طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام مسجد کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور امام مسجد اپنی غلطی کا مقر ہے اور تائب ہونا چاہتا ہے۔ بینوا توجروا (نوٹ) عورت مدخول بہا ہے۔

السائل: غلام حسین نوری البصیر پوری خطیب چک ۵۵ گنوں ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عدت وقتِ طلاق سے شروع ہوتی ہے۔ اس امام مسجد نے بڑی سخت غلطی کی، اس پر لازم تھا کہ علمائے کرام سے دریافت کرتا، مگر اس فعلِ حرام کے سبب وہ کافر نہیں ہوا اور نہ ہی اس کا نکاح فاسد ہوا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اگر دیدہ دانستہ حلال جانتے ہوئے کرتا تو کفر اور فسادِ نکاح کا حکم وارد ہوتا قرآنِ کریم میں ہے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا اور احادیثِ شریفہ میں ہے رفع عن امتی الخطأ والنسیان، اور جب وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اور توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولٰئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات، حدیثِ پاک میں ہے ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ بہرحال امام مسجد توبہ کر سکتا ہے بلکہ توبہ کرنا فرض ہے بحکم توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا اور جب تائب ہو جائے تو امام بھی بن سکتا ہے ہاں وہ





Marfat.com

عدت میں کیا گیا نکاح شرعاً نکاح نہیں، عورت و مرد پر لازم ہے کہ بالکل الگ تھلگ رہیں اور پورے پورے پرہیز سے رہیں اور عدت پوری ہو جائے تو حسبِ دستورِ شریعت نکاح صحیح کر سکتے ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ (۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ)

# الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہ اعظم علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مد ظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج شریف !

مندرجہ ذیل مسئلہ زیرِ بحث ہے لہٰذا التماس ہے کہ بواپسی، قرآن وحدیث سے مسئلہ ذیل کا صحیح جواب عنایت فرمائیں :-

مولوی ولی محمد ولد حاجی فتح دین ارائیں سکنہ چک ۴/۱-ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری جو اہل حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں پیش امام فرقہ مذکورہ چک ہذا ہیں جنہوں نے اپنے مکان متروکہ ضلع فیروزپور کا کلیم فارم پہلے دس ہزار کا اور بعد ازاں ترمیم کرا کے سترہ ہزار روپے سے زائد رقم کا منظور کرالیا ہے چونکہ ہم اس کی برادری اور اس کے سابقہ و موجودہ گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان کے مکانات وغیرہ و دیگر حالات سے بخوبی واقف ہیں، ان کے مکانات متروکہ اڑھائی تین ہزار روپے سے زیادہ مالیت کے کسی طرح بھی نہیں تھے۔ چونکہ پیش امام مذکور نے گورنمنٹ کو دھوکا دیکر اور جھوٹ بول کر ناجائز طور پر اپنا کلیم فارم منظور کرالیا ہے، تو کیا ایسے دھوکا باز اور جھوٹے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا من رب العلمین۔

المستفتیان : باشندگان چک نمبر ۴/۱-ایل ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا عبدالغنی ولد فرید قوم ارائیں + نشان انگوٹھا عمردین ولد بلاقی قوم ارائیں +

نشان انگوٹھا رشید ولد عبدالرحمٰن قوم ارائیں +



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو پیش امام مذکور بہت بڑا بدکار ہے جس نے دیدہ دانستہ کئی مرتبہ جھوٹ اور دھوکا کا ارتکاب کیا اور اب بھی اسی بدکاری پر اَڑا ہوا ہے۔ سترہ ہزار سے زائد روپے کی محبت میں گرفتار ہے اور توبہ نہیں کرتا۔ اُس کے اِن جرموں کی شناعت و قباحت بکثرت آیاتِ قرآنِ کریم اور صدہا حدیثوں سے روزِ روشن کیطرح ثابت ہے۔ جھوٹے اور دھوکا باز کو تو کافر قومیں بھی معیوب جانتی ہیں تو قومِ مسلم کیونکر برا نہ جانے، لھذا ہر مسلمان قوم ایسے بدکار کو ضرور برا جانتی ہے۔ اور حدیث[۱] میں ہے کہ ایسے شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا جو ایسی قوم کا امام بنے جو اُسے بُرا جانتی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ لا یقبل اللہ منھم صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابو داؤد ص۸۸ جلد۱ عن ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسکت علیہ وکذا ابن ماجۃ ص۶۹۔ یہ بھی حدیث[۲] میں آیا کہ ایسے شخص کی نماز اس کے سر سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا ترفع صلوتھم فوق رؤسھم شبرًا رجل امّ قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابن ماجۃ ص۶۹ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز حدیث[۳] میں ایسے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت آئی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ الترمذی ص۵۶ جلد۱ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث[۴] سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نماز اس کے کانوں سے بھی نہیں گزرتی (قبول نہیں ہوتی) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لا تجاوز صلوتھم آذانھم العبد الآبق حتی یرجع و



Marfat.com

امرأۃ باتت وزوجہا علیہا ساخط وامام قوم وھم لہ کارھون
رواہ الترمذی ص۴۸ جلد۱ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیز حدیث
میں مرفوعاً ہے کہ نیکوں کو امام بناؤ اس لئے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان وفد (واسطے)
ہوتے ہیں اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و
بین اللہ عزوجل رواہ الدارقطنی ص۱۹۷ جلد۱ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما وکذا البیہقی ص۹۰ ج۳۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول
کی جائے تو تمہارے نیک تمہارے امام بنیں کہ وہ تمہارے وفد ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان
اذا سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم
فیما بینکم وبین ربکم رواہ الدارقطنی ص۱۹۷ جلد۱ عن مرثد بن
ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً وکذا الحاکم فی
المستدرک ص۲۲۲ جلد۳۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں اپنی نمازوں کا صاف اور ستھرا بنانا
خوش کرے تو اپنے نیکوں کو آگے کرو (امام بناؤ) ان سرکم ان تزکوا صلوٰتکم فقدموا
خیارکم الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنزالعمال ص۱۲۵ جلد۴۔ نیز صحیح بخاری
ص۲۶۴ جلد۲ کی حدیث ہے عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یؤمن فاجر مومنا الا
ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ او سوطہ رواہ ابن ماجۃ
یعنی کوئی بدکار کسی مومن کا امام ہرگز ہرگز نہیں بن سکتا مگر یہ کہ بدکار مومن پر اپنی حکومت سے غالب آجائے
مومن اس کی تلوار یا کوڑے سے ڈرے۔"

ان احادیث کی روشنی میں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا فاجر فاسق ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں، اہالیانِ اسلام اپنے اختیار سے اُسے بالکل امام نہ بنائیں، اگر امام ہوتے ہوتے ایسے پالے پڑ جائے تو طاقت والوں پر لازم کہ اسے امامت سے ہٹا دیں۔ قرآنِ کریم تو بُروں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرماتا ہے، چہ جائیکہ ان کو امام رکھا جائے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ



Marfat.com

الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ الانعام)

اور بھی بہت سی آیات واحادیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت کہ بُروں کا ساتھ بُرا ہے اور نیکوں کا ساتھ اچھا ہے ہاں کسی ظالم بادشاہ وغیرہ سے جان کا خطرہ ہو تو اجازت ہے مگر وہ حکم ہر جگہ جاری نہیں، ایسے خطرے کے وقت تو اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ سے اجازتِ خاصّہ بھی آئی ہے مگر جب ایسا سخت خطرہ نہ ہو تو قطعاً اجازت نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت کہ جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل) تو لازم کہ کسی بدکار کو امام نہ رکھا جائے کہ اس کے ظاہری معنی کی زد سے بچاؤ ہو سکے۔ نیز ایسا بدکار شرعاً تعزیر و تذلیل کا مستحق ہے اور امام رکھنا توقیر و تعظیم ہے تو طاقت ہوتے ہوئے اسے امامت سے الگ کرنا ضروری ہے، پھر الگ کرنے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ شاید وہ پشیمان ہو کر تائب ہو جائے۔ بہر حال ایسے بدکار کو منصبِ امامت سے الگ کرنا بشرطِ طاقت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندریں کہ فاسق کا خود بخود اپنی طاقت سے امامِ نماز بن جانا یا طاقت والوں کا اسے امام بنانا جبکہ اس سے احق بالامامت موجود ہو کیسا ہے؟ پھر اس صورت میں جو نمازی بوجہ مجبوری اس جماعت میں شامل ہوں کہ اگر شامل نہ ہوں تو فتنہ و فساد کا صحیح خطرہ ہو یا خطرہ تو نہ ہو مگر کسی اور مسجد میں امام متقی کی اقتداء حاصل نہ کر سکتا ہو یا کوئی اور احق بالامامت ہو ہی نہ تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے اور اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتداء حاصل کر سکتا ہو تو کیا کرے، بینوا توجروا



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

فاسق کا احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت یا اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحاب اقتدار کا امام بنا دینا شرعاً سخت ناجائز اور ظلم مبین ہے جبکہ کسی حقدار کا حق غصب کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے تو امامت نماز کا شرعی حق جو احق بالامامت کے لئے حاصل ہے بلکہ تمام نمازیوں کی اقتداء بالاحق کے حقوق خانہ خدائے سبوح وقدوس میں غصب کرنے کیونکہ ظلم و ناروا نہ ہوں گے، کیا اللہ رب العالمین جل وعلا نے یہ حکم محکم نہیں فرمایا ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا۔ کیا احادیث ابن ماجہ و ابوداؤد و ترمذی میں صراحۃً یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ایسے شخص کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی جو ایسی قوم کا امام بن جائے جو اسے ناپسند کرتی ہو، کیا یہ ارشاد نہیں فرمایا اجعلوا ائمتکم خیارکم، اسی موضوع پر اور بھی کافی حدیثیں ہیں وقد مر البعض فی ھذہ الفتاوٰی۔

فقہائے کرام نے بھی مکروہ تحریمہ فرمایا ہے بحر الرائق ص۳۴۸ جلد۱، در المختار، طحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد۱، شامی ص۵۲۲ جلد۱ میں ہے والنظم من الدر مع التنویر (لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریمًا۔ نیز قدوری ص۲۴، ہدایہ ص۱۰۱ جلد۱، منیہ و کبیری ص۳۵۱، مبسوط ص۴۰ جلد۱ میں ہے والنظم من القدوری یکرہ تقدیم العبد والاعرابی و الفاسق۔ کبیری ص۴۷۹، طحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد۱، شامی ص۵۲۳ جلد۱ میں ہے و النظم للحلبی علیہ الرحمۃ کراھۃ تقدیمہ (ای الفاسق) کراھۃ تحریم۔ تو ایسے امام اور مقتدیوں پر لازم کہ ایسی مکروہ تحریمہ نمازوں کا اعادہ کریں یعنی دوبارہ بلاکراہت ادا کرتے ہوئے سبکدوش بنیں۔ ہاں اسمیں شک نہیں کہ اصل فرض ادا ہو جاتا ہے للدلائل الاٰتیۃ مگر اعادہ لازم ہے للکراھۃ التحریمیۃ بناء علی الدلائل الماضیۃ۔ باقی وہ نمازی جو سوال کی پچھلی شقوں میں مذکور ہیں ان سب کی



Marfat.com

نمازیں جائز ہیں اور واجب الاعادہ نہیں، البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں جن کا اعادہ مستحب ہے کما ستتبین، قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين " نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کرو " یہ امر مطلق ہے اور یہاں کوئی مقتضائے کراہتِ تحریم نہیں تو نمازیں بلاشبہ جائز ہیں، احادیثِ شریفہ میں صراحۃً اس اطلاق کی تائید یں اور تصریحاتِ جواز موجود ہیں۔ سننِ ابوداؤد صـ۸۸، سننِ بیہقی صـ۱۲ جلد۳ حضرتِ ابوہریرہ سے اور سننِ دارقطنی صـ۱۸۴ تا صـ۱۸۵ جلد۱ میں حضرتِ ابوہریرہ، حضرتِ ابوالدرداء، حضرتِ ابن عمر، حضرتِ علی حضرتِ واثلہ بن اسقع اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانیدِ متکاثرہ اور کلماتِ متقاربہ متعاضدہ مرفوعًا میں ہے صلوا خلف كل بر وفاجر۔ ان اسانید سے طریق مکحول عن ابی هريرة کے سب راوی ثقہ ہیں البتہ یہ مرسل ہے جو ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول اور حجت ہے فتح القدیر صـ۳۰۵ جلد۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ۸۶ جلد۳، کبیری صـ۴۷۹ میں فرمایا والنظم منه انه مرسل وهو حجة[عـه] عندنا وعند مالك وجمهور الفقهاء اور باقی اسانید ضعیف ہیں مگر کثرتِ طرق سے درجۂ حسن وقبول پر فائز ہیں۔ فتح القدیر صـ۳۰۵ جلد۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ۸۶ جلد۳ میں ہے وقد روى هذا المعنى من عدة طرق للدارقطني وابي نعيم والعقيلي كلها مضعفة من قبل بعض الرواة وبذلك يرتقي الى درجة الحسن عند المحققين وهو الصواب۔ شرح سفر السعادۃ صـ۵۳۵ میں ہے " وبالجملہ وے از حیثیتِ حدیث ظنی واز حیثیت اجماع قطعی " پھر یہ اطلاقاتِ آیت واحادیث صحابہ کرام اور تابعین کرام کے دستورِ عمل سے اور واضح ہو رہا ہے۔ مبسوط صـ۴۰ جلد۱، بدائع صنائع صـ۱۵۶ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ صـ۳۰۵ جلد۱، زیلعی اور شلبی صـ۱۳۵ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم للسرخسي عليه الرحمة لان الصحابة والتابعين كانوا لا يمتنعون من الاقتداء بالحجاج في صلوٰة الجمعة وغيرها مع انه كان افسق اهل زمانه سننِ بیہقی صـ۱۲۲ جلد۳ میں حضرتِ عبداللہ بن عمر کے اقتداء بالحجاج وغیرہ باقاعدہ اسنادوں سے بیان کرنے کے

---

[عـه] فتح ومرقات میں ہے وهو مقبول عندنا ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

بعد عبدالکریم بکّار سے باسناد روایت کیا ادرکت عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلہم یصلی خلف ائمۃ الجور۔ نیز اسی میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باسناد روایت کیا ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان قال فقال ما کانا یصلیان اذا رجعا الیٰ منازلہما؟ فقال لا واللہ ما کانا یزیدان علیٰ صلوٰۃ الائمۃ۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف ص۷۶ میں فرماتے ہیں وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبۃ وکان یشرب الخمر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۸۶ جلد۳، حدیث والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر، کے تحت بعد ذکر کلام ابن ہمام متعلقہ توثیق وتحسین حدیث فرمایا وقال ابن حجر ویوافقہ خبر الدارقطنی اقتدوا بکل بر وفاجر وھو وان کان مرسلا لکنہ اعتضد بفعل السلف فانہم کانوا یصلون وراء ائمۃ الجور وروی الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج وکذا کان انس یصلی خلفہ ایضا واحتمال الخوف یمنعہ ان ابن عمر کان لا یخافہ لان عبد الملک کان ممتثلا لما یامرہ بہ ابن عمر فیہ وفی غیرہ ومن ثم کان یجعل امر الحج لہ ویامر الحجاج باتباعہ فیہ۔

بخاری ص۹۶ جلد۱ میں بالاسناد ہے کہ عبیداللہ بن عدی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ آپ محصور تھے تو عرض کیا ہمیں امام فتنہ (یعنی باغیوں کا سرغنہ کنانہ بن بشر) نماز پڑھاتا ہے اور ہم حرج سمجھتے ہیں، تو آپ نے جواب دیا الصلوٰۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معہم واذا اساؤا فاجتنب اساء تہم۔ عینی ص۷۶۴ جلد۲ اس کی شرح میں فرماتے ہیں وفیہ ان الصلوٰۃ خلف من تکرہ الصلوٰۃ خلفہ اولیٰ من تعطیل الجماعۃ، اور ص۷۶۵



Marfat.com

میں محیط سے لوصلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرز الثواب الجماعۃ ذکر فرمایا۔ شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت اشعۃ اللمعات ص۱۰۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں "ودریں دلیل است در گذاردن نماز خلف ہر بر و فاجر چنانکہ مذہب اہل سنت و جماعت است" مرقاۃ ص۱۴۲ جلد ۲ میں ہے وفیہ دلیل علی جواز الصلوٰۃ خلف الفرقۃ الباغیۃ وکل فاجر حالانکہ اس وقت سائل وغیرہ کو باغیوں سے کوئی کسی قسم کا خطرہ نہیں کہ وہ تو صرف سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در پے ایذا تھے۔ انہی احادیث و دستورِ صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے باعث ہمارے ائمۂ دین اور فقہاء و متکلمین حضرات بھی یہی فرماتے ہیں۔

فقہ اکبر شریف میں حضرت سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک ہے والصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر من المؤمنین جائزۃ۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس کی شرح ص۶۲ میں اس کی دلیل وہی حدیث اور عمل صحابہ قرار دیتے ہیں۔ نیز اسی صفحہ میں منتقٰی سے نقل کرتے ہیں سُئل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن مذہب اھل السنۃ والجماعۃ فقال ان تفضل الشیخین ای ابابکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و تحب الختنین ای عثمان وعلیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما وان تری المسح علی الخفین وتصلی خلف کل بر وفاجر اور یونہی شرح ابو المنتہی ص۲ میں ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص۴۳ میں ہے ومن شرائط اھل السنۃ والجماعۃ ان یری الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر، عقائد و شرح عقائد ص۱۱۵ میں ہے وتجوز الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر الخ تکمیل الایمان ص۸ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "و یجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر جماعت در نماز از دست نباید داد و مقید بامامِ متقی و متورع نباید بود و بجہتِ آں فضیلتِ جماعت کہ بے شبہ از سننِ مؤکدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم است ترک نباید کرد و آں قدر کہ آنحضرت را تاکید در التزام جماعت و اجتماع و ایتلاف بود در جائے





Marfat.com

دیگر نبود نعم اگر مردے صالح و متقی برائے امامت پیدا شود بہتر والا ہر کہ باشد نماز بجماعت گذارد و ہر چند کہ فاسق بود بشرطیکہ فسق و فجور وے منجر بکفر نگردد و علم باحکام و ارکانِ نماز و قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ از قرآن یاد داشتہ باشد۔" نیز شرح سفر السعادۃ ص۵۳۵ میں فرمایا "وعلمائے اہل سنت و جماعت برآں اجماع کردہ و در کتبِ عقائد آں را ذکر کردہ و آں را از علامات سنت و جماعت داشتہ اند۔"

اسی حدیث کے ذکر میں حضرت ابوالشکور سالمی رضی اللہ عنہ "تمہید شریف" ص۱۷۲ میں چالیس جلیل القدر تابعین (جو کہ ایک ایک یا دو دو اہلِ بدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کر چکے ہیں) سے ایک حدیثِ مرفوع اس مدعیٰ کی نقل کرتے ہیں جس میں ہے و اشہدوا الصلوات الخمس و الجمعۃ بالجماعۃ مع کل امام۔ مجموعۂ ظاہر الروایۃ متن مبسوط سرخسی ص۴۰ جلد۱ میں ہے ویجوز امامۃ الاعمیٰ و الاعرابی والعبد و ولد الزنا و الفاسق وغیرھم احب الی۔ حضرت محررِ مذہب امام محمد علیہ الرحمۃ کا یہ "وغیرھم احب الی" فرمانا روزِ روشن سے بھی واضح دلیل ہے کہ ایسی صورت میں کراہتِ تحریمہ قطعاً نہیں کہ "احب" کا مقابل جائز و محبوب ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی ناجائز ہوتا ہے البتہ مکروہ تنزیہی بن سکتا ہے کہ وہ بھی جائز ہوتا ہے اور محبوب بن سکتا ہے لہٰذا بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱ میں مجتبیٰ و معراج الدرایہ سے، پھر شامی ص۵۲۳ جلد۱ میں فرمایا والنظم من البحر وھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی۔ در المنتقی ص۱۰۸ جلد۱ طحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد۱ میں ہے والنظم لہ (قولہ تنزیھیا) ای فی الکل لقول محمد فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی۔ خلاصۃ الفتاوے ص۱۴۵ جلد۱ میں بھی "وغیرھم احب الی" فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۵۶ جلد۱ میں ہے وغیرھم اولی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہی ہو سکتا ہے جو احب اور اولیٰ کا مقابل ہوتا ہے اور یہ صورتِ امامت جس کا ذکر ہو رہا ہے صورتِ تقدیم نہیں بلکہ صورتِ تقدم ہے کیونکہ تقدم کا معنے آگے ہونا ہے اور امامت کا معنیٰ امام بننا، یعنی وہ لوگ فاسق وغیرہ خود بخود آگے ہو جائیں اور امام بن جائیں اور یہ مراد نہیں کہ امام بنائے جائیں۔ بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱، شامی ص۵۲۳ جلد۱ میں ہے والنظم من البحر فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم



Marfat.com

ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیھیۃ قدوری ص۴۴ ، ہدایہ ص۱۰۱ جلد۱ ،
فتح القدیر ،کفایہ ،عنایہ شروح ہدایہ ص۳۰۵ جلد۱ ، زیلعی ص۱۳۴ جلد۱ میں ہے والنظم من الھدایۃ
ویکرہ تقدیم العبد (الیٰ ان قال) وان تقدموا جاز لقولہ علیہ
السلام صلوا خلف کل بر و فاجر۔

بہرحال تقدیم و تقدم کا فرق واضح ہے اور یہ بھی واضح کہ "صلوٰۃ خلفھم" مامور بہ ہے اور مامور بہ حسن ہوتا ہے ------------ تو لامحالہ ان کی نمازیں مکروہ تحریمی نہیں ہوں گی۔ بلکہ فقہائے عظام نے تو یہ بھی تصریح فرمائی کہ فاسق کی اقتدا میں ثوابِ جماعت حاصل ہو جاتا ہے، گو اتنا نہیں جتنا کہ متقی کی اقتدا سے، فتاویٰ قاضی خان ص۴۳ ، فتح القدیر ص۳۰۴ ، کبیری ص۵۱۳ ، بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱ ، در المختار ، شامی ص۵۲۵ ، شلبی علی الزیلعی ص۱۳۵ جلد۱ ، مراقی عن مجمع الروایات ص۱۸۱ ، ہندیہ ص۴۳ جلد۱ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۵۰ میں ہے والنظم منھا ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجماعۃ لکن لا ینال مثل ما ینال خلف تقی۔ اس سے صاف صاف معلوم ہوا کہ انفراد سے اقتدا بہتر ہے شامی ص۵۲۵ جلد۱ میں ہے افاد ان الصلوٰۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد۔ بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱ میں ہے فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فھو افضل وان لا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد۔ ہاں اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدا حاصل کرسکتا ہو تو بہتر کہ دوسری مسجد میں چلا جائے "تبیین الحقائق ص۱۳۵ جلد۱ ، بحر الرائق ص۳۴۹ ، مجمع الانہر ص۱۰۸ ، شامی ص۵۲۳ وغیرہا میں ہے والنظم من البحر ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد آخر۔

اور یہ "ینتقل الی مسجد آخر" ایجاب نہیں بلکہ اباحت و استحباب کے لئے ہے۔
اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ گو اپنی مسجدِ محلہ کا حق ہے کہ اس میں نماز ادا کی جائے مگر اس عذر کی بنا پر جا سکتا ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان ص۴۳ ، خلاصہ ص۱۵۰ ، فتح القدیر ص۳۰۴ جلد۱ ، ہندیہ ص۴۵ کے اسی جزئیہ تفصیلیہ سے واضح ہو رہا ہے۔ امام قاضی خان نے فرمایا الفاسق اذا کان



Marfat.com

یوم و عجز القوم عن منعہ تکلم الناس فیہ قال بعضہم فی صلوٰۃ الجمعۃ یقتدی بہ ولا یترک الجمعۃ بامامتہ لان فی الجمعۃ لا یوجد غیرہ ومن شرائط السنۃ و الجماعۃ ان یری الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر واما فی غیر الجمعۃ من المکتوبات فہو بسبیل من ان یتحول الی مسجد اخر ولا یأثم بذلک لان قصدہ الصلوٰۃ خلف تقی۔ خلاصہ کے یہ لفظ ہیں والفاسق اذا کان یوم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولا یترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ بسبیل من ان یتحول الی مسجد اخر ولا یأثم بذلک۔ اور فتح القدیر میں خلاصہ سے ہے، ہندیہ میں فرمایا والفاسق اذا کان یؤم یوم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ یجوز ان یتحول الی مسجد اخر ولا یأثم بہ ھکذا فی الظہیریۃ۔ تو یہ " بسبیل من ان یتحول" اور (لا یأثم بذلک) اور " یجوز " واضح کر رہے ہیں کہ وہ امر "انتقال الی المسجد آخر" وجوبی قطعی نہیں لہذا خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر وغیرہا میں جزئیہ مذکورہ کے بعد متصلاً فرمادیا والنظم من الفتح ولو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعۃ، ہاں کراہت تنزیہیہ ضرور ہوگی جو موجب اعادہ نہیں، پھر جمعہ اور غیر جمعہ کی تفریق اس بنا پر ہے کہ پہلے زمانہ جمعہ میں تعدد نہیں ہوتا تھا یعنی شہر میں ایک ہی مسجد میں قائم کیا جاتا تھا لہذا کسی اور مسجد میں مل نہیں سکتا تھا اور دوسری فرض نمازیں شہر کی اور مسجدوں میں بھی ہوتی ہیں لہذا مشائخ کرام نے تصریح فرمادی کہ اگر جمعہ بھی متعدد ہو تو دوسری مسجد میں اقتدائے متقی میں ادا کرے اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہوگا۔ فتح القدیر، بحر الرائق، شامی وغیرہا میں ہے وعلی ھذا فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا



Marfat.com

فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول حینئذٍ۔ اور تفریق کی اس بنا سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ اگر دوسری فرض نمازیں بھی کسی اور متقی کی اقتدا میں ادا نہ کرسکتا ہو کہ اس آبادی میں مسجد ہو ہی ایک، یا اور مسجد ہو مگر امام متقی نہ ہو تو وہ فرض نمازیں بھی جمعہ کیطرح اس امام کی اقتدا میں ادا کرے کہ یہاں بھی جمعہ کی طرح وھو بسبیل من التحول الی مسجد اٰخر نہیں پایا گیا حالانکہ اسی پر مدار ہے اور یہ تو کسی نے نہیں فرمایا کہ اکیلا پڑھ لے یا اپنے گھر میں جماعت قائم کرلے، اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی تاکید ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے بلکہ انہی تصریحاتِ خانیہ وغیرہا کے مفہومِ مخالف کے لحاظ سے جو کتبِ فقہیہ میں معتبر ہے (کما فی الشامیۃ وغیرھا) یہ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں اس کی اقتدا میں نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا اور جائز نہیں ہوگا اور شامی اور بحر الرائق سے بالفاظِ متقاربہ گزر ہی چکا کہ فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد، نیز بحر الرائق ص۳۴۹، در المختار، شامی ص۵۲۵ میں ہے والنظر من البحر وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھۃ کما لا یخفی، شامی نے "غیرھم" کی تفسیر میں فرمایا ای من ھو احق بالامامۃ منھم۔

اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزئیہ مذکورہ میں یصلی اور یقتدی اور لا یترک الجمعۃ بامامتہ کے امر و نہی وجوبی ہیں اگر خلاف ورزی کرے گا تو گنہگار ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اسے ابتداع قرار دیا، شرح فقہ اکبر ص۲۶ میں فرمایا فمن ترک الجمعۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجر فھو مبتدع عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصلیھا ولا یعیدھا۔

---

عہ "یصلی" اور "یقتدی" مضارع کے صیغے بمعنے امر ہیں اور لا یترک مضارع منفی بمعنے نہی ہے کما لا یخفی علی الفقہاء ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

# تنبیہ

لا یلزم من کراهة التقدیم تحریما ان یکون الصلوة خلفه علی الاطلاق مکروهة تحریما لانه لیس بواجب الاهانة مطلقا کالکافر حتی لا یعظم بنوع تعظیم من السلام و الغسل و الجنازة و الدفن فی المقابر و امثاله کیف لا و هو مومن مسلم و الاسلام یعلو و لا یعلی فلا یلزم من کراهة تعظیمه بالتقدیم ان یکون صلوة غیر المقدمین خلفه تعظیما مکروها و ذا ظاهر من الدلائل المتقدمة ظهورا تاما و قد قال الطحطاوی فی حاشیة الدر ص۲۴۳ جلدا " وظاهر ما فی البحر حیث خص التحریمة با لامام للحدیث السابق ان الکراهة فی حقهم تنزیهیة " و ایضا عدم الاهتمام بالامور الدینیة لیس بلازم کل فاسق و کذا احتمال عدم الاهتمام لا یستلزم کراهة الصلوة خلفه تحریما فان امثال هذه الظنون و ان اعتبرت فی التقدیم فلا یعتبر مطلقا فان الاصل فی المسلم عدمه فتذکر المسائل التی لم یعتبر المشائخ الظاهر البین فیها انظر مسئلة الحیوان الحی الواقع فی البیر فی الخانیة و الفتح و البحر و غیرها من اسفار المذهب المهذب کما فی الشامیة ص۱۹۶ جلدا ، قال فی البحر و قیدنا بالعلم لانهم قالوا فی البقر و نحوه یخرج حیا لا یجب نزح شیئ و ان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقب دخولها ماء کثیرا مع ان الاصل الطهارة اھ و مثله فی الفتح و ایضا فیها و فی



Marfat.com

الخانیہ لو ذبحت الشاۃ وخرجت حیۃ بیزح عشرون دلوًا لتسکین القلب لا للتطہیر حتی لو لم ینزح وتوضأ جاز وکذا الحمار والبغل لو خرج حیا ولم یصب فمہ الماء وکذا مایوکل لحمہ من الابل والبقر والغنم والطیور والدجاج المحبوسۃ اھ ومثلہ فی مختارات النوازل

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

*حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ*

# الاستفتاء

حامیٔ شریعت وماحیٔ شرک وبدعت ومفتیانِ عظام دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولانا مولوی محمد نوراللہ صاحب دام اقبالہ۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ومغفرتہ :- بعدآداب ونیاز کے عرض ہے کہ فرمایئے کہ ایک پانچ وقت نماز پر پابندی کرنے والا یعنی پانچوں نمازیں باقاعدہ اور وقت پر ادا کرنے والا اگر ہر روز دو یا ایک نماز قضاء کرنیوالے کے پیچھے نماز باجماعت پڑھے تو آیا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں جو پیش امام ہر روز دو نمازیں قضاء کرے یا صبح کی نماز پہلی اور ظہر عصر کی چھوڑدے ، آیا اس امام کے پیچھے صاحب ترتیب کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں بحضرت! اس کا حوالہ دیا ، دیگر تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری ہے یا نہیں یعنی تراویح کی نیت تحریر فرمادیں ، ہمارا بہت جھگڑا رہتا ہے ہاں آپ فیصلہ کردیں کہ نمازِ تراویح میں نیت کس طرح مستحب ہے ؟ اور حضرت صاحب دونوں مسئلے تحریر فرماکر مجھ جیسے جاہل کا مغالطہ نکال دیں ، میں آپ حضور کا بڑا مشکور ہونگا چونکہ ہمارے پیش امام کہتے ہیں کہ تراویح وقت نمازِ عشاء کہنے کے بغیر تراویح ہوتی ہی نہیں ، حوالہ دینا واجباً عرض ہے کہ جواب تحریر فرمادیں۔

السائل ، خاکسار محمد اسلم عاجز ساکن شاہو بلوچ ۳-۱۰۶۳ اا



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ ومغفرتہ :-

جو شخص قصداً بلا عذر ایک نمازِ فرض کسی ایک دن نہ پڑھے تو وہ فاسق ہے چہ جائیکہ ہر روز ایک یا دو نمازیں قضار کرے ایسے شخص کے سخت فاجر و فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ فاسق کی اقتدار مکروہ ہے اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے لہذا ایسے شخص کی اقتدار سے پرہیز کی جائے۔ شامی ص۵۲۳ جلد ۱ میں ہے واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ لانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً (الیٰ ان قال) مشی فی شرح المنیۃ علیٰ ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ نیز ص۴۲۵ میں درالمختار سے ہے کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تجب اعادتھا۔

تراویح کی نیت میں عشار کا وقت کہنا بالکل ضروری نہیں، تراویح ہے ہی وہ نماز جو عشار کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اور زبان سے نیت ہر نماز میں صرف مستحب ہے اور دل کی نیت ضروری ہے نفل اور سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنتِ وقت کی یا قیام اللیل کی (یعنی اس رات کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی) فتاویٰ عالمگیر ص۳۴ جلد ۱ میں ہے ویکفی مطلق النیۃ للنفل و السنۃ والتراویح ھو الصحیح کذا فی التبیین وھو ظاھر الجواب واختیار عامۃ المشائخ کذا فی التجنیس والاحتیاط فی التراویح ان ینوی للتراویح او سنۃ الوقت او قیام اللیل۔ واللہ تعالیٰ[1] اعلم وصلی اللہ تعالیٰ

---

[1] لے کارڈیر والمولیٰ تعالیٰ اعلم وصلی تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم لکھا ہے کہ ادب کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

نوٹ :- مسائل دریافت کرنے کے لئے کارڈ نہیں بھیجنا چاہئے بلکہ لفافہ میں لفافہ بھیجنا چاہیے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظِ قرآن ہے، اس کے اوپر اہل وعیال کا بہت بوجھ ہے، گھر کے دس افراد کھانے والے ہیں اور کوئی کمانے والا نہیں ہے، وہ شخص نابینا بھی نہیں ہے لیکن صرف نظر تھوڑی کمزور ہے، دور کی چیز نہیں دیکھ سکتا نزدیک سے دیکھ سکتا ہے، مجبوری کی وجہ سے ریل گاڑی میں سوال کرتا ہے، نظر کی کمزوری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کرسکتا گذشتہ سال ماہِ رمضان شریف میں مسجد قادری میں اس نے قرآنِ پاک ختم کیا ہر سال کہیں نہ کہیں رمضان شریف میں قرآنِ پاک سناتا ہے۔ گذشتہ سال جب اس نے یہاں مسجد قادری میں تراویح پڑھائیں تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا اب بھی پیش امام کے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے نمازی حضرات اس حافظِ قرآن کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑا کرتے ہیں اور اس حافظِ قرآن کو دو چار مرتبہ کہتے ہیں تب نماز پڑھاتے ہیں وہ خود یہ کہتے ہیں کہ کوئی اور صاحب نماز پڑھائیں تو بہتر ہوگا لیکن کوئی صاحب تیار نہیں ہوتے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ حافظِ قرآن گاڑیوں پر سوال کرتا ہے، مانگنے کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتا، مجبوری کی وجہ سے سوال کرتا ہے لہٰذا براہِ کرم اس نزاع میں احکامِ شرع سے واضح طور پر مع دلائل و حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں بینوا توجروا۔

السائل :-

محمد عنایت اللہ منتظم مسجد قادری اسٹیشن روڈ حیدرآباد سندھ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نماز ہو جاتی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، حدیث شریف میں ہے صلوا خلف کل
بر و فاجر۔ ہاں یہ بھی واضح ہے کہ اس حافظ صاحب کا غیر ہی بہتر ہے کیونکہ منصب امامت
نہایت اعلیٰ وارفع ہے اور گداگری اگرچہ اصل میں ضرورت پر مبنی ہو مگر حد ضرورت پر اکتفاء عادۃً بڑا
مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم
وآلہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۴/رجب المرجب ۱۳۸۸ھ، ۹/۱۰/۶۸

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ داڑھی منڈانے والا امام مسجد بنانا جائز
ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
السائل: بشیر احمد ٹیچر سکول چک ۴۳/ایس۔پی کھریہ ۱۹-۳-۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

منصب امامت بہت ہی بڑا دینی منصب ہے۔ داڑھی منڈانے والا فاسق اور گنہگار اس بلند منصب





Marfat.com

کے لائق نہیں لہذا اسے امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے لہذا اس کا لوٹانا واجب ہے کما هو مبین من کتب المذهب المهذب ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ**

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بجواب حادثہ مندرجہ ذیل کے کہ بوقت عدم موجودگی امام الحی ودیگر قابل امامت علی سبیل السنۃ کسی ایسے آدمی کی اقتدا کر لی جاوے جس کی داڑھی قبضہ سے کم ہو، ضرورت وفتنہ کے مدنظر بمطابق صلّوا خلف کل بر و فاجر الخ اقتدا کر لیویں تو کیا اس صورت میں بھی بسبب مسئلہ مشہورہ ادائیگی بصورت کراہت موجب اعادہ ہے یا کہ نہ ؟

نوٹ : نماز جمعہ تھی ۔ بینوا بالحوالۃ توجروا بالکمالۃ

الجواب الموفق للصدق والصواب

بشرط صحت وصدق مسئلہ مسئولہ بوجہ ضرورت شخص مذکور کے پیچھے نماز صحیح و درست بلکہ اولیٰ ہے ،
فان قلت فما الافضلیۃ ان یصلی خلف ھؤلاء او الانفراد قیل اما فی حق الفاسق فالصلوٰۃ خلفہ اولیٰ (بحرالرائق) پس جبکہ نماز درست ہوئی اور کراہت پائی نہیں گئی تو پھر اعادہ کیسے ؟

محب النبی صدر مدرس جامعہ غوثیہ نظامیہ وزیرآباد

(اس سوال وجواب پر مندرجہ ذیل جواب لکھا گیا ۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر واقعی ضرورت وفتنہ شرعیہ کی بنا پر اقتدا کیا گیا ہے تو بلا گنجائش شک وشبہ وریب جائز و روا و بجا ہے



Marfat.com

اللہ رب العالمین جل وعلا کا ارشادِ مبین ہے واركعوا مع الراكعين والاطلاق حجة بمنزلة النص حتى لا يتخصص بخبر الواحد والقياس كما نصوا عليه قاطبة. پھر اس اطلاق کی تائید حدیث صلوا خلف كل بر وفاجر سے ہو رہی ہے، جس کا معنی صحیح و ثابت، متعدد صحابہ کرام سے مرفوعاً، سنن ابوداؤد اور بیہقی و دارقطنی وغیرہا میں باسانیدِ کثیرہ مروی اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مجمع علیہ ہے اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دستور العمل سے موثوق بہ ہے كما لا يخفى على من خدم كلمات الائمة الكرام اصلاً جنے کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف ص۹۶ میں حضرت امام الائمہ سراج الامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد والصلوٰة خلف كل بر وفاجر من المؤمنين جائزة کے تحت فرماتے ہیں فمن ترك الجمعة والجماعة خلف الامام الفاجر فهو مبتدع عند اكثر العلماء والصحيح انه يصليها ولا يعيدها. پھر تعجب ہے کہ جب کوئی اور قابلِ امامت علی سبیل السنۃ موجود ہی نہیں تو کراہت واعادہ کا شبہ ہی کیوں جاتا ہے؟

بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱، درالمختار، شامی ص۵۲۵ جلد۱ میں ہے والنظم من البحر وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة كما لا يخفى. شامی نے "غیرهم" کی تفسیر میں فرمایا: ای من هو احق بالامامة منهم، نیز بحر و شامی میں بالفاظِ متقاربہ ہے فان امكن الصلوٰة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد. پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ یہ صورت ہے ہی نماز جمعہ کی، حالانکہ اس کی ادا موقوف بر جماعت ہے اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ فرض ہوتا ہے لہٰذا یہ جماعت بھی فرض ہوگی اور اقتدا ضروری ہوگا یہاں تک کہ مشائخ کرام نے مطلقاً تصریح فرمادی کہ اگر فاسق زبردستی امامت کراتا ہے اور منع نہیں کر سکتے تو اس کی اقتدا میں جمعہ ادا کیا جائے جبکہ کسی اور احق بالامامت کی اقتدا حاصل نہ ہو سکتی ہو، فتاویٰ قاضی خان ص۴۳، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۵ جلد۱، فتح القدیر ص۳۰۴ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۷۹، ہندیہ ص۴۵ جلد۱، مجمع الانہر ص۱۰۸ جلد۱، شامی ص۵۲۳ جلد۱،



Marfat.com

تبیین الحقائق ص۱۳۵ جلد ا، بحر الرائق ص۳۴۹ جلد ا میں ہے والنظم منہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ۔

تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ صورتِ سوال میں اقتدا روا، بلکہ ضروری تھا اور کوئی ایسی کراہت جو موجبِ اعادہ بنے قطعاً نہ تھی لہذا یہ اقتدا موجبِ اعادہ نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت شرعیہ فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے کما صرحوا بہ والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ

(نوٹ) ظاہر سوال یہ کہ اس امام وقتی کی داڑھی قبضہ سے کم کتراتے رہنے کے سبب سے ہے اور وہ تائب بھی نہ ہوا ورنہ اگر داڑھی پوری ہوئی ہی نہ ہو یا تائب ہوگیا تو کیا حرج؟ بلکہ اگر سرے سے خلقۃً ہوئی نہ تب بھی امامت بلا کراہت جائز، جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ (۳-۱۲-۶۱)

# الاستفتاء

مندرجہ ذیل مسائل بھی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی:

نمبر۱: امام مذکورہ[ـــه] داڑھی خشخاشی رکھتا ہے تو جب کبھی وہ جماعت کراتا ہو، بعد میں اگر مجھے شامل ہونا جائز ہے یا نہیں حالانکہ میں نے اسے سمجھا دیا ہے مگر وہ نہیں مانتا بلکہ کہتا ہے شرعی ہے بھی یہی؟

نمبر۲: مسوڑے سے خون نکالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

نمبر۳: اویس قرنی کے والدِ ماجد کا کیا نام ہے؟

نمبر۴: گندم و دیگر غلہ کو عشر یا نصف عشر کھانے کی گندم رکھنے کے بعد کو ہے یا تمام کے حساب سے؟

السائل: ابوطیب غلام رسول فاروقی از چک ۱۰/ایس پی

ـــه یہ امام وہ نہیں جو پہلے سوال میں مذکور ہے بلکہ اس کا غیر ہے جو اس سوال کے خط میں مذکور ہے، وہ فتویٰ ۱۳۸۰ھ کا ہے اور یہ فتویٰ ۲، ۱۲، ۱۳۸۱ھ کا یعنی سات سال پہلے کا ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

: آپ پرہیز کریں اور محتاط بھی رہیں یعنی کوئی ایسی صورت نکالیں کہ وہ سمجھ جائیں اور فساد بھی نہ ہو۔

: ہاں شرعاً داڑھی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے صحیح مسلم ص۱۲۹ جلد ۱، سنن ترمذی ص۱۰۰ جلد ۲، نسائی ص۲۷۴ جلد ۲، ابنِ ماجہ ص۲۵ میں "عشر من الفطرۃ" کی حدیث میں ہے واعفاء اللحیۃ، صحیح بخاری ص۸۷۵ جلد ۲، مسلم ص۱۲۹ جلد ۱، ترمذی ص۱۰۰ جلد ۲، نسائی ص۲۷۴ جلد ۲، میں بروایات متعددہ ابنِ عمر سے مرفوعاً وارد ہے وفروا اللحی، اعفوا اللحی، اوفوا اللحی بلکہ مسلم میں ابوہریرہ سے مرفوعاً ارخوا اللحی بھی آیا ہے۔ اور مسلم و ترمذی نے ابنِ عمر سے یہ بھی روایت کیا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی اور امر "وجوب" کے لئے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانا نہایت ضروری ہے اور کترنا بالکل جائز ہی نہ ہوتا مگر دوسری احادیث سے معلوم ہوا کہ مشت بھر سے زائد کترنا جائز ہے تو مشت بھر رکھنا ضروری ہوا، شامی ص۲۵۹ جلد ۵ میں ہے وھو ان یقبض الرجل علی اللحیۃ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ ناخذ۔ فتح القدیر ص۲۷۰ جلد ۲، بحرالرائق، درالمختار شامی میں ہے والنظم من الدر واما الاخذ منھا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد۔ حاصل یہ کہ مشت بھر سے کم کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

ج۲ مسوڑے سے خون نکلنا مفسدِ صوم نہیں وذا ظاہر جدا۔

ج۳ حضرت خیر التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عامر ہے کما فی تقریب التہذیب وغیرہ۔

ج۴ عشر یا نصف العشر کل پیداوار سے لیا جاتا ہے کما صرح بہ الفقہاء الکرام





Marfat.com

قاطبة وهو حكم الكتاب والسنة لعموم كلمة ما ۔ والله تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالیٰ علی حبیبه و آله واصحابه وبارك وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

# الاستفتاء

علامۂ زماں بیہقیٔ دوراں شیخ الحدیث فقیہ اعظم حضرت قبلہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔ برائے مہربانی درج ذیل مسئلہ تفصیلاً تحریر فرمائیں :۔

**مسئلہ ۱** :۔ داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم ترشوانا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنا کہیں صحیح حدیث سے ثابت نہیں مفصلاً تحریر فرمادیں۔

**مسئلہ ۲** :۔ ایک مولوی نے ایک امام مسجد کے نام کے ساتھ "مظہر اعجاز نبوت" لکھا ہے ایسے لکھنے والے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

**مسئلہ ۳** :۔ مسجد میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں اٹھا کر لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلانا کیسا ہے ؟ فقط والسلام

ناچیز : غلام سرور جادوی خطیب جامع مسجد غوثیہ رضویہ کالا گیٹ فوجی ملز جہلم

۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔ مزاج گرامی !

آپ کے مرسلہ مسائل محتاج تفصیل جدید نہیں ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے جس میں کسی شک وشبہ کی



Marfat.com

گنجائش نہیں اعفاء اللحیہ کی مکمل و مفصل تحقیق اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالے لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ" میں بکثرت آیات و احادیث کی روشنی میں دیکھیں ، اور ایسے کی امامت مکروہ ہے ۔ اپنے اختیار سے امام بنانا اور اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی کا بنایا ہوا ہے اور نمازی کو اس کے ہٹانے کا اختیار نہیں تو تنزیہی ہے هٰذا هو عطر التحقيق ۔ اگر امام مسجد واقعی عالم عامل کامل و مکمل معلم و مبلغ پابند سنت ہے اور ولی صاحب کرامات تو ایسا عالم مظہر اعجاز نبوت ہی ہوتا ہے یعنی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجاز کے ظہور کا ذریعہ ہے تو شرعاً جائز ہے ، اور اگر اس کے خلاف ہے تو خلاف کے مقدار پر نا جائز ہے مسجد میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں اٹھانی جو فتنہ و فساد کا ذریعہ ہو نہایت ہی سخت حرام ہے جس کا استحلال کفر ہے جھوٹی قسم اٹھانا قرآن کریم کے احکام سے فسق مبین ہے چہ جائیکہ ایسی قسم فتنہ و فساد بھی پھیلائے چہ جائیکہ مسجد کے اندر ہو ،

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارك وسلم ۔

**حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

(۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ / ۳۱-۵-۷۰)

# الاستفتاء

نمبر (ا) ہمارے محلہ شمالی کی مسجد گلاب شاہ کے خزانچی میاں محمد گلزار صاحب داڑھی کترواتے ہیں جو کہ ایک مشت سے کم ہو جاتی ہے ۔ امام صاحب اور ناچیز کی عدم موجودگی میں امامت کے لئے خود کھڑے ہو جاتے ہیں یا کسی دوسرے داڑھی کتروانے والے کو کھڑا کر دیتے ہیں اور بعض وقت مودودی صاحب کے آدمی کو کھڑا کر دیتے ہیں ، داڑھی کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہوتا ہے ، اگر انہیں داڑھی پورا رکھا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو بے دریغ کہتے ہیں کہ ہم داڑھی کو استرے سے صاف کرا دیں گے اور ہم داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھیں گے ، ہماری نماز ہو جاتی ہے ۔ ایسے آدمی کے لئے کیا حکم ؟ اور ایسا آدمی مسجد اہل سنت میں خزانچی رہ سکتا ہے یا نہیں ؟

(ب) ایک دوسرے آدمی جو کہ مقامی نہ تھے باہر کسی جگہ امامت کراتے اور داڑھی کترواتے ہیں جو کہ ایک



Marfat.com

مشت سے کم ہے امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ جب انہیں داڑھی کے بارے میں کہا گیا کہ داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے تو بہت جرأت سے بولے، داڑھی فرعون کی تھی، داڑھی سکھوں کی ہے! اعمال نیت پر ہیں ایسے آدمی کے لئے شرعی حکم فرمادیں جس نے داڑھی کا یہ احترام کیا؟

(۳) شخص مذکور میاں گلزار صاحب ایک نئی بات خاندانِ اہلِ چشت کے ذمہ کہتے ہیں کہ خاندانِ اہلِ جنت کے نزدیک پوری کرانا منع ہے، باقی داڑھی کی کوئی قید نہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

سوال ۲ حضورِ والا! امام صاحب کی عدم موجودگی میں جبکہ امام صاحب دو چار دن چھٹی جائیں اور انتظامیہ مسجد کسی دوسرے آدمی کا انتظام نہ کر سکے اور وقتِ جماعت تمام آدمی بے ریش یا داڑھی کتروانے والے موجود ہوں تو ایسی صورت میں کیا ان آدمیوں سے کسی کو امامت کے لئے کھڑا کر سکتے ہیں، کیا یہ امامت جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس نماز کا دہرانا واجب ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

السائل: محمد نور الٰہی مرزا، رضا ہومیو ہسپتال بخشی مارکیٹ جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ:-

واقعی ایسا شخص خزانچی نہیں ہونا چاہیے مگر شرعاً یہ حکم بھی نہیں لگا سکتے کہ نہ رہے، داڑھی منڈانے یا کترا کر ایک مشت سے کم رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور برطرف کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کی نماز اس کے اقتدا میں مکروہ تحریمی ہے اور واجب الاعادہ ہے اس میں مقامی یا غیر مقامی کا فرق نہیں، پھر یہ جرأت کہ فرعون اور سکھوں کی داڑھی کیطرف نسبت کر کے داڑھی پر استہزار کیا جائے۔ نہایت ہی ظلم اور فسق و فجور ہے۔ حضراتِ چشت اہلِ بہشت کیطرف ایسی بات منسوب کرنی بھی بدترین جھوٹ اور سخت افترا ہے۔ اپنے جیسے فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا بھی وہی حکم ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الاعادہ ہے البتہ اگر قدرتی طور پر داڑھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہوا اور ابھی داڑھی اتری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ



Marfat.com

تعالیٰ علیٰ حبیبہ وسیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) مزید استفسارات کے لئے آپ اپنے شہر کے مفتی حضرت مولانا غلام محمود صاحب خطیب عیدگاہ کیطرف رجوع فرمایا کریں۔ والسلام۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۵/۹/۷۱

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کی داڑھی مٹھ بھر نہیں اور وہ قینچی سے کترتا ہے اور داڑھی پر سیاہ رنگ کا خضاب لگاتا ہے کیا وہ امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں، کیا خضاب سیاہ رنگ کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں!

السائل: محمد اشرف بقلم خود ۷۱-۱۱-۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

داڑھی مشت بھر سے کم کرانی حرام ہے اور یونہی خضاب بھی ناجائز ہے ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز ہے کما فی اسفار المذھب المھذب الحنفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پورے اٹھارہ سالہ لڑکے کے پیچھے نماز باجماعت ہوسکتی ہے کہ نہیں



فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

حالانکہ وہ لڑکا کہتا ہے کہ مجھے احتلام آتا رہتا ہے اور اب تک داڑھی نہیں اتری اور بڑا خوبصورت نہیں، بینوا توجروا۔

سائل : غلام رسول تعلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بصورتِ صحتِ سوال وہ لڑکا شرعاً بالغ ہے۔ تمام ائمہ دین کے نزدیک تنویر الابصار میں ہے بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال۔ نیز اسی میں ہے فان لم یوجد فیھما فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وقررہ فی الدر وقال الشامی فی العنائیۃ[عہ] ھذا عندھما وھو روایۃ عن الامام وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ وعند الامام حتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ ولھا سبع عشرۃ سنۃ لہٰذا نماز اس کے پیچھے بلاکراہت جائز ہے، شامی میں ہے (قولہ وکذا تکرہ خلف امرد) الظاھر انھا تنزیھیۃ ایضا والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بوقتِ ظہر

---

عہ ای فی الجملۃ التی بنیت الغایۃ للصغیر ۱۲ ابو الخیر غفرلہ



Marfat.com

# الاستفتاء

بخدمتِ اقدس جناب قبلہ کونین وکعبہ دارین والد صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ آپ کے فرمان کے مطابق آج مورخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ کو نیکے بہاول پہنچے، بات چیت ہونے کے بعد انہوں نے یہ کہا ہے کہ حافظ نذیر احمد صاحب بغیر داڑھی کے ہیں اور اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں، یہ حضرت صاحب قبلہ سے لکھوا کر لے آؤ۔ تو اب فقیر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مہربانی فرما کر تحریر فرما دیں کہ جائز ہے یا نہیں؟ حضور کی عین نوازش ہوگی۔

آپ کا کمترین غلام : عبد النبی منیر احمد نوری بقلم خود ساکن بہاول واس
تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے جبکہ امام بالغ ہو۔ شرائطِ امامت بالغین سے ہے کہ امام بھی بالغ ہو۔ نور الایضاح، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی میں ہے والنظم من المتن والمبلوغ اور یہ شرط کسی آیت یا حدیث یا کتابِ فقہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد داڑھی بھی اتر چکی ہے تو نماز جائز ہے ورنہ نہیں، جو یہ کہے کوئی دلیل لائے اور کسی معتبر کتاب سے دکھائے کہ نماز ناجائز ہے۔ قوم کے نوجوان ہونہار حافظوں کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ قرآنِ کریم سنائیں تو بحکم وتعاونوا علی البر والتقوٰی انہیں موقع دینا چاہیے کہ یہ عبادت انجام دے سکیں نہ یہ کہ انہیں منع کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ





Marfat.com

# الاستفتاء

مفتیان دین و شرعِ متین شریعت میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا جس کی پیدائش ۱۹۴۷ء (۱۶ سال) میں ہوئی اور وہ ایک سال سے قرآنِ مجید کا حافظ ہو چکا ہے اور دو یا تین جماعت سکول بھی پڑھا ہوا ہے اور اس کو ایک سال سے احتلام بھی آتا ہے چونکہ اس کو داڑھی ابھی نہیں اتری اس لیے چہرہ صاف عورتوں کی مانند ہے، لڑکا رنگ کا سانولا ہے۔ ایک دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز منع ہے کیونکہ اس کا چہرہ عورتوں کی طرح صاف ہے۔ اس کے بارے شریعت میں کیا فرماتے ہیں نیز دیوبندی صاحب کہتا ہے کہ فرض نماز ہرگز نہیں ہوتی، اس کے پیچھے نفل نماز ہو سکتی ہے۔ اس کے بارے میں بھی تحریر فرما کر مشکور فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری بروئے شریعت مدد فرما کر تحریر کا جواب دیں گے۔

السائل:۔ محمد حنیف حصہ دار ولٹوہا (۲۰-۱۲-۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً بلاشبہ اس لڑکے کو امام بنانا جائز ہے کہ شرعاً یقیناً وہ بالغ ہے۔ جب ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا ہے تو اس کی عمر ۱۶ سال سے بھی یقیناً زائد ہے کہ شرعی سال انگریزی سال سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے تو اگر ۱۹۴۷ء کے آخر میں بھی پیدا ہوا تو تب بھی تقریباً ساڑھے سولہ سال بنتا ہے حالانکہ شرعاً پندرہ سال لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ اسے احتلام نہ آئے اور اس لڑکے کو تو احتلام بھی سال کا آتا ہے تو وہ یقیناً بالغ ہے کما فی الدر و الشامیۃ والھندیۃ وغیرھا من الاسفار المذھبیۃ اور داڑھی کا اترنا امامت کی شرط کسی امام کے نزدیک قطعاً نہیں بلکہ اطلاقِ قرآن کریم اور حدیث پاک سے کئی وجوہ سے اس کی امامت



Marfat.com

جائز ہے۔ وہ دیوبندی منع بتانیوالا کوئی بالکل بے علم اور جاہل معلوم ہوتا ہے یا پھر اس کے دل میں کوئی عناد یا فساد ہے۔ کسی دیوبندی کی کتاب میں بھی یہ قطعاً نہیں لکھا کہ داڑھی کا اترنا شرط ہے تو وہ کیوں بلاوجہ کہتا ہے، دیکھئے قرآن کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين (پ الٓمّٓ) "یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس آیت سے جماعت و امامت ثابت ہو رہی ہے اور اس کا اطلاق اس جماعت و امامت کو بھی یقیناً شامل ہے جس کا امام بالغ ہو مگر داڑھی نہ اتری ہو والاطلاق فی حکم النص عندنا کما نصوا علیہ فی الاصول اور مسلم شریف ص۲۳۶ جلد۱، ابوداؤد ص۸۶ جلد۱، نسائی ص۱۲۶ جلد۱، ترمذی ص۳۲ جلد۱، ابن ماجہ ص۷، مستدرک حاکم ص۲۴۳ جلد۱، دارقطنی ص۱۰۴ میں محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک بالفاظ متقاربہ ہے ويؤم القوم اقرئهم لكتاب الله "یعنی قوم کی امامت کرے ان میں سے قرآن کریم کو زیادہ پڑھنے والا" حالانکہ حافظ دوسروں سے زیادہ پڑھنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں یہاں تک آیا والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم یعنی نماز اے مسلمانو تمہارے اوپر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے رواہ ابو داؤد ص۳۴۳ جلد۱ کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، سنن بیہقی ص۱۲۱ جلد۳، تو کیا وہ حافظ جو گاؤں کے لوگوں سے قرآن کریم زیادہ پڑھنے والا ہے اور مسلمان اور سنی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی؟ ناجائز کہنا قرآن کریم اور حدیث پاک کے خلاف ہے اور یونہی کتب فقہ مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ سب کے خلاف ہے۔ کسی ایک امام نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ داڑھی اُگی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سات آٹھ سال کا لڑکا بھی نماز نفل اور فرض دونوں میں امام بن سکتا ہے مگر دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکے کی امامت سے منع فرمایا ہے جب کہ اسے احتلام نہ آیا ہو۔ ان کی حدیث کے لفظ یہ ہیں ونهانا (امير المؤمنين عمر بن الخطاب) ان يؤمنا الا المحتلم۔ (صحیح بخاری ص۴۶۵ جلد۲) اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کشف الغمہ ص۱۳۳ جلد۱ میں ہے لا يؤم الغلام حتى يحتلم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات پاک یہ ہیں لا يؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود۔

ان سب کا حاصل یہ کہ احتلام آنے سے پہلے لڑکا امام نہیں بن سکتا مگر تعجب کہ یہ چودھویں صدی کا دیوبندی



Marfat.com

یہ کہنا ہے کہ احتلام آنے کے بعد بھی امام نہیں بن سکتا جس کی داڑھی نہ اگی ہو عورت کے حکم میں نہیں اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو اور یہی وجہ ہے کہ لڑکوں کی صف بالغوں کے پیچھے ہوتی ہے اور عورتوں سے آگے۔ پھر شرعی مسئلہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر لڑکا کھڑا ہو جائے تو نہیں ٹوٹتی بلکہ اکیلا لڑکا ہو تو حکم ہے کہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو اور جب بالغ ہو جائے تو بالغوں کے ساتھ ہی ضرور کھڑا ہو گا تو عورت کے حکم میں کیسے ہوا؟ ہاں اگر کوئی لڑکا ایسا ہو جو بڑا خوبصورت ہو جس کی صورت بڑی دلکش ہو کر برے اور ذلیل لوگ اسے دیکھ کر شیطانی اور شہوانی خیالات میں پڑتے ہوں تو ایسے بالغ لڑکے کی امامت خلافِ اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں مگر نا جائز پھر بھی نہیں۔ شامی ص۵۲۵ جلد ۱ میں ہے الظاهر انها تنزيهية ايضاً والظاهر ايضاً كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة پھر اسی میں ہے علة الكراهة خشية الشهوة وهو الاظهر۔ فتح القدیر ص۳۰۷ جلد ۱ میں ہے ومرجعها اى كراهة التنزيه الى خلاف الاولى۔

بہر حال ایسے بالغ حافظ لڑکے کا امام بننا فرضی و نفلی سب نمازوں میں شرعاً یقیناً جائز ہے جبکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو۔ ہاں اگر ایسے لوگ جو حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ ہوں یا حضور کے پیچھے کسی اور نئے نبی کے آنے کے قائل ہوں یا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھیں تو ان کی امامت فرض اور نفل کسی نماز میں بھی جائز نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں اور داڑھیاں بڑی بڑی رکھیں، جب ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸-۱۲-۶۳

# الاستفتاء

بحضور فیض گنجور فیض مآب جناب مفتی صاحب مدظلکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بازار میں دکان ہے اس کے





Marfat.com

بغیر کوئی شرعی مانع نہیں، کیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسلمان شرعی موانع سے مبرا بلاشک وشبہ وریب امامت کرسکتا ہے۔ بازار میں دوکان ہونا بلا وجہ مانع نہیں ہوسکتا۔ تجارت بلاشبہ جائز ہے قرآن کریم میں ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور بازار کی ذات میں کوئی خرابی نہیں، جب محرمات شریعت سے مجتنب رہے تو "مشی[1] فی الاسواق" منافی نبوت بھی نہیں چہ جائیکہ بہ امامت صغریٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ رجسٹر نکاح کوئی مسلمان لیکر رجسٹراری کا کام کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام یا خطیب موجودہ رجسٹر لیکر رجسٹری کا کام کرے آیا اس کا وعظ وخطبہ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:۔
قادری عبدالکریم مدرس جامع صدیقیہ لوکوشیڈ لاہور ۲۳/۹/۶۶

---

[1] کہ قرآن کریم میں مطاعن کفار سے منقول ہے یمشی فی الاسواق ۱۲ ابوالخیر غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

باقاعدہ حدودِ اسلام کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے کرسکتا ہے ہاں اگر کوئی نکاح خواں ناجائز نکاح کرے یا رشوت وغیرہ لے تو یہ ناجائز ہے اور اسکا وبال اسی پر ہے مگر جو ایسا نہ کرے تو وہ مجرم نہیں بلکہ پابندیٔ مذکورہ کے ساتھ یہ کام کرنا مستحسن ہے اگر کوئی مسلمان یہ کام نہ کرے تو کیا اہلِ اسلام کے نکاحوں کا رجسٹرار کوئی غیر مسلم مقرر کیا جائے؟ یہ عجیب سا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۹ رجمادی الاخرے ۱۳۸۶ھ ۲۶-۹-۲۵

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید جو باقاعدہ مرد باریش ہے اور صرف مردوں والا عضو رکھتا ہے، عورتوں والا عضو برائے نام بھی نہیں اور نہ ہی پستان عورتوں کیطرح ابھرے ہوئے ہیں مگر اس کے مردانہ عضو میں سوراخ ہے جس سے پیشاب آتا ہے اور احتلام مردوں کی طرح ہوتا ہے اور منی بھی مردانہ عضو سے اسی سوراخ سے خارج ہوتی ہے تو کیا ایسا شخص شرعاً مرد ہے اور مردوں کا امام بن سکتا ہے یا خنثیٰ ہے اور مردوں کا امام نہیں بن سکتا؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:

مولوی محمد اسحاق از لدھیال مؤرخہ ۵۹-۱۲-۳۰)



Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

ایسا شخص بلاشک وشبہ یقیناً مرد ہے اور خنثیٰ بالکل نہیں، شرعاً خنثیٰ وہ انسان ہے جس کے مردانہ اور زنانہ دونوں عضو ہوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۹۸ جلد۴ میں ہے یجب ان یعلم بان الخنثی من یکون لہ مخرجان قال البقالی رحمہ اللہ تعالیٰ او لا یکون لہ واحد منہما اور یونہی تمام کتب معتبرہ مذہبیہ میں ہے۔ اور مردانہ عضو کے سوراخ درمیانہ سے پیشاب آنا بھی کوئی مضر نہیں بلکہ یہ تو واقعی خنثیٰ کے حق میں بھی مرد ہونے کی دلیل ہے کہ مردانہ عضو سے پیشاب آئے۔ فقہائے کرام نے اس کو مطلقاً عہ مرد ہونے کی دلیل قرار دیا ہے اور یہی احادیث شریفہ سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان کان یبول من الذکر فھو غلام۔ اور مردوں کی طرح احتلام آنا یا پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ ہونا جوان کے حق میں مرد ہونے کا نشان ہے فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے وکذا اذا احتلم کما یحتلم الرجل او کان لہ ثدی مستو (الی ان قالوا) لان عدم نبات الثدیین کما یکون للنساء دلیل شرعی علی انہ رجل کذا فی المبسوط لشمس الائمۃ السرخسی اور داڑھی بھی مردانگی کی دلیل خاص ہے۔ فتاوے مذکورہ وغیرہا میں ہے خرجت لحیۃ فھو رجل کذا فی الذخیرۃ حالانکہ زید کا زنانہ عضو برائے نام بھی نہیں تو یہ چیزیں اس کے حق میں اس کی واقعی مردانگی کے نشان کیوں نہیں بنتیں تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ زید مرد ہے تو اس کی امامت مردوں کے لئے جائز ہوگی جس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، و اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

---

عہ ای غیر مقید بخروج البول من راس الذکر واثنائہ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

# مکبر الصوت

## لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

Marfat.com

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

(الحج، آیت ۷۸)

Marfat.com

لاؤڈ سپیکر لگا کر نماز پڑھانے کے جواز میں یہ معرکۃ الآراء رسالہ سیدی حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں تحریر فرمایا۔۔۔۔ اور حق یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

ہر چند کہ یہ ایک خالص علمی تحقیق تھی مگر علمی و تحقیقی انداز میں اس کا جائزہ لینے کی بجائے بعض حلقوں نے اسے تعصب کی نظر سے دیکھا اور اس تحقیق کو بہت بڑا "جرم" قرار دیا۔ اس وقت غازی کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ اعظم سے فرمایا:

"مولانا آپ کی تحقیق انیق لائق تحسین ہے۔۔۔۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء کرام لاؤڈ سپیکر لگا کر نمازیں پڑھائیں گے اور آپ کا فتویٰ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا"۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"میں خود ہی مکبر الصوت کی تقریظ ہوں۔۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بہت سے علماء سے تقاریظ حاصل کر کے روانہ کروں گا"

حقیقت ہے کہ یہ مدلل و مبرہن رسالہ اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج مفتی سید شجاعت علی قادری رقم طراز ہیں:

"لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ پر (حضرت فقیہ اعظم کا) فتویٰ آپ کی فقاہت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور فقیر کی نگاہ سے جتنے فتاویٰ اس موضوع پر گزرے ہیں، ان سب میں مدلل ہے۔۔۔۔ کسی نئی چیز کو خلاف اسلام قرار دے دینا بڑا آسان کام ہے



Marfat.com

مگر حکم شرع دریافت کرلینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے"۔

(مکتوب محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں:

"لوگ اس مسئلہ میں اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ " کبر الصوت" کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔اب تو بیس برس سے زیادہ گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالے کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا"۔

(تقریظ محررہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ کبر الصوت کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

"حضرات علمائے کرام و فقہائے عظام کے حضور پر زور معروض کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق براہ کرم قیمتی آرائے عالیہ سے ضرور مطلع فرمائیں اور بصورت اختلاف دلائل تحقیقیہ شرعیہ و مذہبیہ کی روشنی میں رہنمائی کی سعی جمیل فرمائیں۔ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ مجھے قبول حق سے قطعاً عار نہیں اور اعتراف خطا بھی دشوار نہیں۔۔۔۔ہاں محض لکیر کا فقیر بننا اور دلائل شرعیہ کے خلاف محض شخصیتوں کے سامنے جھک جانا یا توہمات باطلہ و اشتباہات عاطلہ کا شکار ہو جانا' میں کیا آپ کی انصاف پسند نظریں بھی پسند نہیں فرماتیں۔ خدارا اپنی بھاری ذمہ داری کا احساس فرمائیں اور حق خوب ظاہر و واضح کر دکھائیں"۔

کبر الصوت (پہلا ایڈیشن ۳۹)

یہ رسالہ پہلی بار " کبر الصوت لیس فوت" کے تاریخی نام ۱۳۷۵ھ "۱۹۵۶ء" میں اردو پریس لاہور سے چھپ کر انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور کی طرف سے شائع ہوا فروری ۱۹۵۹ء میں اس کا ضمیمہ چھپا۔۔۔۔ازاں بعد ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء میں یہ مکمل رسالہ ترتیب



Marfat.com

جدید کے ساتھ خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع کیا۔۔۔۔۔۔ سیدی فقیہ اعظم نے اس کا انتساب اعلی حضرت فاضل بریلوی کے نام کیا:

"یہ چھوٹا سا مجالہ چونکہ حضرت امام اہل السنت والجماعت حامئ سنت' ماحئ بدعت' عظیم البرکت' کریم اللعت' مجدد مأۃ حاضرہ' اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کے خصوصی فیوض و برکات سے ہی مستفاد ہے۔ لہذا ان ہی کے نام نامی و اسم سامی سے منتسب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۷ ر ذی القعدۃ المبارکہ ۷۸ ۱۳ھ"

۱۹۶۷ء میں جب فتاوی نوریہ حصہ اول پہلی بار شائع ہوا تو سیدی فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں حوالہ جات کا اضافہ فرما کر فتاوی نوریہ میں شامل کر دیا۔

محمد محب اللہ نوری

۹ ر اگست ۱۹۹۱ء



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈ سپیکر نصب کرادے کہ تکبیر تحریمہ وانتقالات سے وہ مقتدی جو دور ہوں مطلع ہوتے رہیں تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز ہوگئی جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعالِ نماز میں متابعتِ امام کرتے رہے ہیں ؟ بعض علماء کرام فسادِ نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے وہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ "من لم یدخل فی الصلوٰۃ" کی اقتدا بنی جو مفسدِ نماز ہے کما فی الشامی ایک بہت بڑے عالم نے تو اسے جزئیہ صریحہ لاؤڈ سپیکر کا حکم دیا ہے اور ایسے ہی "تلقن من الخارج" بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعالِ نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسد ہے۔ ایک بہت بڑے اور مشہور مدرسے کے صدر المدرسین نے کہا " نماز میں کسی ایسے شخص کی آواز سے جو داخلِ نماز نہ ہو، استفادہ کرنا باتفاقِ فقہاء مفسدِ نماز ہے "، صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہرِ مفرط پایا جاتا ہے جو مفسدِ نماز ہے لہٰذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر توبہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟ کیا قرآنِ کریم سے باوجود دعوائے " تبیاناً لکل شیئ " اس کا کوئی حل نہیں ملتا ؟ احادیثِ شریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی ؟ پھر اجماعِ امت اور اجتہادِ مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا ؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

السائل : ابو النصر گول چکر منٹگمری



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزّل الکتب تبیانا لکل شیئ ۞ وتفصیل الکتاب ۞ وبشّر عبادہ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ فی کل باب ۞ اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب ۞ وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی حبیبہ الذی علّمہ مالم یکن یعلم وکان فضل اللہ علیہ عظیما بلا ارتیاب ۞ فانبأ بما کان وما یکون الی یوم الحساب ۞ فحفظ من حفظ ونسی من نسی لیصیب مجتہد والصواب ۞ ثوابا علی ثواب ۞ وعلٰی اٰلہ خیر اٰل واصحابہ خیر اصحاب ۞ کلما قرّر سوال وحرّر جواب ۞ بنصوص الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ واجتہاد الائمۃ واضح الخطاب ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وگنجائش ریب قرآن کریم اور احادیث طیبہ اور اجماع عملی ونقول مذہبیہ فقہیہ سے اس کا جواز آفتاب بے حجاب سے بھی زیادہ واضح وبے نقاب ہے تفصیل جواب سے قبل ان مقدمات ضروریہ پر نظر غائر نہایت ضروری ہے:-



Marfat.com

# مقدمہ اُولیٰ

## اشیاء میں اصل اباحت ہے،

اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے، استعمال کرنے والے پر شرعاً کوئی گرفت نہیں کہ وہ معاف ہے۔ قرآنِ کریم نے صاف صاف فرمادیا عَفَی اللّٰہُ عَنْھَا (المائدہ) ترجمہ: "اللہ انہیں معاف کر چکا ہے"۔ سننِ ترمذی ص۲۱۹ جلد۱، ابن ماجہ ص۲۴۹ میں حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ ترجمہ: "حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآنِ پاک) میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کردہ چیزوں سے ہے"۔ یعنی اس کے کرنے پر کچھ گرفت نہیں۔ سننِ بیہقی ص۳۲۰ جلد۹ میں ہے فقد عفا عنہ۔ اور اسی کے ص۱۲ جلد۱۰ میں ہے فھو عفو، اور حضرتِ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثِ مرفوع سننِ بیہقی ص۱۲ جلد۱۰، مستدرک ص۳۷۵ جلد۲ میں ہے وما سکت عنہ فھو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیا ترجمہ: "اور جس چیز کا ذکر نہ فرمایا تو وہ معاف[عہ] ہے پس اللہ تعالیٰ سے معافی قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں"۔ پھر یہ آیت پڑھی وما کان ربک نسیا یعنے "تمہارا رب بھولنے والا نہیں"۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا۔ اور ذہبی نے یہ تصحیح برقرار رکھی، سنن ابی داؤد ص۱۸۳ جلد۲، مستدرک ص۳۱۷ جلد۲ میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث موقوف میں ہے فھو عفو "کہ وہ معاف ہے"۔ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذھبی۔

---

عہ منتہی الارب میں ہے عافیۃ کصاحبۃ دور کردن خدا از بندہ مکروہ را وسلامت از بیماری و بلاء مکروہات در بدن و مال و دین و دنیا و آخرت اسم مصدر است ۱۲



Marfat.com

اوران کے علاوہ اور آیاتِ متعددہ واحادیثِ کثیرہ سے بھی یہ قاعدہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہے، مفسرینِ کرام ومشائخ عظام کی تصریحات بھی یہی فرماتی ہیں اختصاراً صرف شامی کی ایک ہی عبارت پر اکتفار کیا جاتا ہے ص۹۵ جلد۱ میں ہے وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية اھ وتبعه تلميذه العلامة قاسم وجری عليه فی الهداية من فصل الحداد وفی الخانية من اوائل الحضر والاباحة جس کا خلاصہ یہ کہ جمہور احناف اور شوافع کے نزدیک مختار یہ ہے کہ بلاشبہ اصل اباحت ہے۔ امام اہل السنت والجماعت اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بکثرت اپنے مبارک رسالوں اور فتووں میں اس قاعدہ مبارکہ کی توضیح وتصریح فرمائی ہے مثلاً فتاویٰ افریقیہ ص۸ میں فرمایا" جواز کو یہی کافی ہے کہ شرعاً ممانعت نہیں، جس چیز کو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع بننا اور نئی شریعت گھڑنا ہے۔" پھر کافی دلائل کے بعد ص۹ میں فرمایا" اللہ عزوجل فرماتا ہے ما اتٰكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا" جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں، وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔" تو معلوم ہوا کہ جس کا نہ حکم دیا نہ منع کیا وہ نہ واجب نہ گناہ، اور فرماتا ہے عزوجل یا ایها الذين اٰمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم وان تسئلوا عنها حين ينزل القراٰن تبد لكم عفا الله عنها والله غفور حليم۔" ایمان والو! نہ پوچھو وہ باتیں کہ ان کا حکم تم پر کھول دیا جائے تو تمہیں برا لگے اور اگر اس زمانے میں پوچھو گے جبتک قرآن اتر رہا ہے تو تم پر کھول دیا جائے گا، اللہ انہیں معاف کرچکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔"

یہ آیتِ کریمہ ان تمام حدیثوں کی تصدیق اور صاف ارشاد ہے کہ شریعت نے جس بات کا ذکر نہ فرمایا وہ معافی میں ہے جبتک کلامِ مجید اتر رہا تھا احتمال تھا کہ معافی پر شاکر نہ ہو کر کوئی پوچھتا تو اس کے سوال کی شامت سے منع فرمادی جاتی اب کہ قرآنِ مجید اتر چکا، دین کامل ہولیا، اب کوئی حکم نیا آنے کو نہ رہا جتنی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا نہ منع کیا، ان کی معافی مقرر ہوچکی جس میں اب تبدیلی نہ ہوگی۔ وہابی جو کہ اللہ کی معافی پر اعتراض کرتا ہے، مردود ہے، وللہ الحمد! احکامِ شریعت ص۱۶۳ میں فرمایا" اصل اشیاء میں طہارت



Marfat.com

حلّت ہے قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ب نأخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینہ۔

# مقدمۂ ثانیہ

## بلا دلیلِ خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے اور حضرت رب العالمین جل وعلا پر افترا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ ص۹ جلد۲ میں ہے "جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو، جان لو کہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعویٰ اسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک بہ اصل موجود" اقامۃ القیامہ ص۲۶ میں فرمایا" ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرعِ مطہر پر افترا کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ سبحان اللہ! الٹا سند کا مطالبہ ہم سے! شامی ص۱۱ جلد۱ میں بحر الرائق سے ہے ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص، شامی فرماتے ہیں اقول وھٰذا ھو الظاھر اذ لا شبھۃ ان النوافل من الطاعات کالصلوٰۃ والصوم ونحوھما فعلھا اولی من ترکھا بلا عارض ولا یقال ان ترکھا مکروہ تنزیھا۔ خلاصہ یہ کہ کراہت تنزیہیہ بلا دلیلِ خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔ یہ مقدمہ بھی پہلے کی طرح بکثرت آیات و



Marfat.com

احادیث وتصریحات ائمہ عظام سے امس کشمس کی طرح ثابت ہے مگر اختصار مطلوب ہے۔

# مقدمۂ ثالثہ

## بلاتحقیق وثبوتِ کامل حرام ومکروہ کہنا افتراء ہے

بلاتحقیق وثبوتِ کامل حرام ومکروہ کہنا افتراء ہے امام اہلسنت والجماعت کے کلمات طیبات میں ہی سنئے "احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ وثبوتِ کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مبین خود مبیّن، سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ واٰثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا (فتاوی رضویۃ ص۹۹ جلد۲) ترجمہ: یہ کچھ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالٰی پر افتراء کرو کہ حرمت وکراہت کے لئے تو دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے اور ضرور توقف فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے حرام فرمانے میں جبتک کہ حضور پر نصِ قطعی اتری باوجودیکہ وہی مُشرّع ہیں اھ اور علامہ شامیؒ نے کتاب الاشربہ میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

# مقدمۂ رابعہ

## قوی گمانِ ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں

امام اہلسنت والجماعت کے پاکیزہ کلمات میں ہے "جب تک خاص اسی شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی ضرورت نہیں، مسلمان



Marfat.com

کو روا ہے کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن و یحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔ فی الحدیقة لاحرمة الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السوال عن شیٔ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بہا فیحرم علیہ (فتاویٰ رضویہ ص۱۱۹ جلد۲) ترجمہ: حدیقہ میں ہے حرمت نہیں مگر جبکہ یقینی طور پر ثابت ہو اس لئے کہ اصل حلال ہونا ہی ہے اور انسان پر کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا بھی لازم نہیں، اس حد تک کہ اس شئ کی حرمت پر اطلاع پائے اور ٹھوس ثبوت حاصل کرلے تو اس پر حرام ہوگی۔" نیز ص۹۸ میں ہے وفی الحدیقة لاحرمة الا مع العلم لا مع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل یعنی حدیقہ میں ہے کہ یقین حرمت کے سوا شک یا گمان کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اشیا میں اصل حلال ہونا ہی ہے۔" بلکہ قرآن کریم میں صراحۃً ارشاد فرمایا گیا ایہا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء (المائدہ) کہ اے ایماندارو! چیزوں سے سوال نہ کرو" یہ اور اس کے سوا متعدد آیات واحادیث سے بھی یہ مقدمہ ثابت ہے۔

## مقدمۂ خامسہ

### اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہے

اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہے یعنی کسی امر کو کسی قید سے مقید نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس امر کی ادائیگی اس قید پر موقوف نہیں اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے مثلاً کوئی کہے پانی پلاؤ اور یہ نہ کہے کہ پیالے میں، تو پیالے میں پلایا جائے یا گلاس یا کوزے میں ہر طرح پلانا پایا گیا۔ حکم اقامتِ نماز بلا مصلی زمین پر پڑھنے کی قید سے مطلق ہے تو زمین پر پڑھی جائے یا نہ ہر طرح حکم ادا ہو جاتا ہے اور یونہی یہ قید بھی نہیں کہ اذان سن کر ہی نماز قائم کرو تو اذان کے سننے پر نماز موقوف نہیں بلکہ نمازی بہرہ یا دور ہو کہ اذان سن نہ سکے یا سرے سے ہوئی نہ، تب بھی نماز کا ادا کرنا معتبر ہے حتی کہ جماعتِ جمعہ میں بھی شامل ہو جائے تو فرض ادا

---

سه ظن غالب بھی شرعاً یقین کے حکم میں ہے کما صرحوا بہ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ہو جائے گا۔ اصول الشاشی ص۱۱، تنقیح وتلویح ص۱۶۹ وغیرہا میں ہے والنظم لصدر الشریعۃ حکم المطلق ان یجری علی اطلاقہ۔ نیز تنقیح وتوضیح ص۱۷۳ میں ہے (ولنا قولہ تعالیٰ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم) فہذہ الآیۃ تدل علی ان المطلق یجری علی اطلاقہ۔ تحریر الاصول مع الشرح ص۳۳ جلد۱ میں ہے (بل العمل بہ (ان یجزئ کل ما صدق علیہ) المطلق (من المقیدات) بیان لما یعنی ان یحمل علی اطلاقہ بحیث امکن للمکلف ان یأتی بما شاء من افرادہ سواء کان ذٰلک المقید المنصوص او غیرہ فیکون کل فرد من افراد المطلق مجزئیا عما ھو الواجب علیہ

ان سب کا حاصل یہ کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھا جاتا ہے یعنی وہ تمام افراد جن پر مطلق سچا آتا ہے ان میں سے مکلف جسے چاہے ادا کر سکتا ہے کسی ایک فرد کے ادا کرنے سے بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے۔

# مقدمہ سادسہ

## صوت وصدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ

صوت وصدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ مواقف وشرح مواقف وغیرہا سے مکبر الصوت کی طبع اول میں درج ہوئیں تھیں مگر بعد ازاں امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ" الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا "سے منقولہ حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب مدظلہم صوت وصدا کی ملخص تعریفیں بمع فوائد جو نہایت ہی جامع ومانع ومفید ہیں، ہفتہ وار رضوان لاہور، ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۹ء ص۵ میں غنیمت باردہ کی صورت میں دستیاب ہوئیں لہذا تبرکاً وہی نقل کی جاتی ہیں۔ ایک

---

سے اس رسالہ مکبر الصوت چھپنے کے بعد اصل رسالۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ" الکشف شافیا "بھی چھپ کر آگیا جس میں صوت وصدا کا بیان ص۱ سے ص۳۵ تک بڑی تفصیل سے ہے جس کی مختصر تلخیص رضوان سے منقول ہے کہ اس وقت یہ رسالہ" الکشف شافیا "چھپا نہیں تھا بلکہ چھپا ہوا تھا"

منہ غفرلہ



Marfat.com

جسم کا دوسرے جسم سے بقوت ملنا جسے "قرع" کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ "قلع" کہلاتا ہے جس ملأ لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام "آواز" ہے۔ اس صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے۔ یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی ہے جسے قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع وقلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان مشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلۂ تموج قائم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو، یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا، وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک ومتشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا، اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں، یونہی ہوا کے حصے بوجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھنچا ہے۔ یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا۔ یہاں بھی بوجہ جوف جو ابھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال وکیفیات جن کا نام آواز تھا، پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالٰی ادراک سمعی حاصل ہوا۔

الغرض ہر شے کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ تعالٰی ہے، بے اس کے ارادے کے کچھ ممکن نہیں۔ وہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع وقلع ہے اور اس کے سننے کا وہی تموج وتجدد قرع وقلع تا ہوائے جوف سمع ہے تحریک کے قرع سے ملأ مجاور میں شکل وکیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے نہ اور قسم کی آواز، اس کے قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش بھی دی۔ اس کی



Marfat.com

جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور دہی ٹھپا کہ یہاں اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں، اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ تموّجِ قرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور ٹھپا ہلکا پڑجاتا ہے ولہٰذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حرف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموّج کہ موجبِ قرعِ آئندہ تھا ختم ہوجاتا ہے اور عدمِ قرع سے اس کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی، آواز یہیں تک ختم ہوجاتی ہے۔ یہ تموّج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک و محرکِ اول کیطرف ہے اور راس اس کے تمام اطرافِ مقابلہ میں جس طرح زمین سے مخروطِ ظلی اور آنکھ سے مخروطِ شعاعی نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروطِ نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروطِ ظلی کے کہ مقابلِ جرم اور مخروطِ شعاعِ بصر کے کہ تنہا سمتِ مواجہ میں بنتا ہے۔ ان مخروطاتِ تموّج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچیگا، سب اس آواز کو سنیں گے ٹھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی۔ یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی۔

اس تقریر سے بحمد اللہ تعالیٰ منکشف ہوگیا کہ:۔

۱۔ آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع و قلع سے پیدا ہوئی۔

۲۔ اس کا اور تمام حوادث کا سببِ حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے، دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر نہ موقوف علیہ اور آواز کا ظاہری و عادی سببِ قریب قلع و قرع ہے۔

۳۔ سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بہ شکلِ آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموّج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

۴۔ ذریعۂ حدوث قرع و قلع ہیں اور وہ آنی ہیں، حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے، باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔

۵۔ آواز ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔

۶۔ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیّف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ آواز کنندہ کی حرکت قلعی و قرعی سے پیدا ہوتی ہے ولہٰذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔



Marfat.com

۷ جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔

۸ انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہو سکتا ہے نہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے، صوت باقی ہے۔

۹ دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

۱۰ وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا تشخصِ اول کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے، گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں "صدا" کہتے ہیں۔

اس بیانِ فیض توامان سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ صدا اسی وحدتِ نوعیہ کی بنا پر وہی پہلی آواز ہی ہے کہ تعریفِ صدا میں صراحۃً فرما دیا کہ "خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے۔" پھر یہ دوبارہ[ع] سنائی دینا اگر تموجِ اول ہی کی بنا پر ہے جیسے بعض نے فرمایا، تو مدعیٰ ثابت، اور اگر دوبارہ نیا تموجِ تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آیا ہے تو پھر بھی وہی آواز باقی کہ الکشف[۹] میں دوبارہ فرما دیا کہ دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی۔ رہا نسبتاً صدا کا بلند ہونا تو وہ مغایرت کی دلیل نہیں کہ بلند و پست ہونا تو اس تشکل وکیفیت (آواز) کی دو متوارد صفتیں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں ان کے بدلنے سے نفس کیفیت میں فرق نہیں آتا۔ مشاہدہ شاہد اور اعلیٰحضرت سے اس کی تفصیل بھی سن چکے کہ بولنے والے کے نزدیک آواز اونچی ہوتی ہے اور دور دور کم سنائی دیتی ہے حالانکہ اس دور والی پست آواز کو قطعاً غیر نہیں کہا جاتا تو صدا کو بوجہ بلند ہونے کے کیوں غیر کہا جاتے۔ رہا سجدۂ تلاوت کا واجب نہ ہونا تو یہ حضرت امامِ اعظم یا ان کے کسی تلمیذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا بظاہر قول نہیں بلکہ تخریجِ متفقہین ہی ہے اور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد " ہمارے علماء تصریح کرتے ہیں کہ اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں " میں فقط ہمارے علماء کا فرمانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے ورنہ اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق اوصافِ جلیلہ والقابِ جمیلہ سے ائمہ کرام کا نام لیتے۔ پھر اس کے تخریج ہونے کے باوجود بطورِ استدراک اس کی ایک توجیہ فرما دی اور یہ قطعاً نہ

---

[ع] الکشف شافیا کے ۳۵ میں ہے " اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے " ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

فرمایا کہ صدا پہلی آواز کا غیر ہے لہٰذا سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ حضرت مولانا ابو الفتح محمد حشمت علی خان صاحب باوجودیکہ لاؤڈ سپیکر پر نماز کے قائل نہیں مگر اپنے فتویٰ کی قسطِ دوم مندرجہ "رضوان، جنوری ۱۹۵۰ء ص۱۱" کے پہلے کالم میں امام اہلِ سنت والجماعت کے بیانِ سابق سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ گنبد کی گونج اور اس آلہ سے سنی ہوئی آواز دونوں صدا ہونے میں برابر ہیں پھر تیسرے کالم میں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کے متعلق صراحۃً فرماتے ہیں " وہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی " تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صدا اور لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز ہے، البتہ لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا کہنا حقیقتِ واضحہ کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ صدا میں قوتِ دافعہ سے آواز پلٹ کر سنائی دیتی ہے اور اس میں قوتِ برقیہ آخذہ[عہ] پکڑ کر میکروفون میں جمع کر کے چھوٹے سوراخ سے بذریعہ مضبوط تار کے سپیکر کے تنگ منفذ سے سپیکر میں پہنچا کر نشر کر دیتی ہے۔

الحاصل صدا میں قوتِ دافعہ آواز کو پہلی ہی طرف واپس دھکیل دیتی ہے اور لاؤڈ سپیکر میں قوتِ آخذہ جمع کر کے (بعکسِ صدا) اگلی طرف نکال کر نشر کر دیتی ہے تو صدا کا عکس صدا کیسے بن سکتا ہے پھر چونکہ قوتِ آخذہ صوت کے ظلِ مخروطی میں بکھری ہوئی بکثرت اشکال و کیفیات (جن میں سے ایک ایک مستقل آواز ہے) کو مجتمع کر دیتی ہے لہٰذا بہت بلند ہو کر سنا جاتا ہے اور یونہی صدا میں قوتِ دافعہ دفع میں اشکال و کیفیاتِ کثیرہ کو ملا دیتی ہے تو اس میں بھی بلند سنا جاتا ہے، بہر حال سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی اصل آواز ہے۔

# مقدمۂ سابعہ

## صدا اور سپیکر سے سنی گئی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے

مقدمۂ سابقہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ صدا متکلم کی اپنی ہی آواز ہے اور یونہی لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز بھی متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے بالوحدۃ المعتبرۃ فی الصوت، اور اگر بالفرض غیر ہی ہو تو تب بھی سننے والے کے لئے یہ تاثر ضرور پیدا کرتی ہے کہ متکلم یقیناً یہی کلمات ادا کر رہا ہے کہ متکلم کے بولے

---

عہ چنانچہ متکلم اگر میکروفون کے قریب منہ کرلے تو اسے آواز کا کھینچنا صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ متکلم چپ ہو جائے تب بھی لاؤڈ سپیکر کے چالو ہونے کی صورت میں میکروفون کی گونج سنی جاتی ہے کہ وہ ہوائے متحرکہ مجاورہ کو کھینچتا رہتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

بغیر یہ آوازیں بالکل نہیں آسکتیں اور اگر حقیقت واقعیہ کا انکار کرتے ہوئے بھی رٹ لگائی جائے کہ یہ آواز آوازِ متکلم کی غیر ہے جو الفاظِ متکلم پر دلالت بھی نہیں کرسکتی تو ایسے مدعی کے قول پر یہ آواز محض لغو اور شور و شغب اور لہو و لعب بنے گی تو لازم کہ اذان و وعظ و قرآن خوانی میں بھی اس کا استعمال ناجائز و حرام بنے اور واجب الاحتراز ہو کہ قرآن خوانی اور وعظ و اذان میں بھی شور و شغب اور لہو و لعب قطعاً جائز نہیں، یہ تو کفار بدکردار کا شیوۂ نازیبا تھا قرآنِ کریم فرماتا ہے وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۔ اور فرماتا ہے واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوا ولعبا حالانکہ اذان وغیرہ میں سب استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب کے نزدیک آوازِ متکلم پر اطلاع کا واضح ذریعہ اور بلاشبہ ٹھوس دلیل ہے۔ الحاصل لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آوازیں یقیناً تکبیرات کا پتہ دیتی ہیں اور حرکاتِ انتقالیۂ امام کی یقینی دلیل ہیں۔

## مقدمۂ ثامنہ

### آنکھ کان وغیرہ حواسِ خمسہ

آنکھ، کان وغیرہ حواسِ خمسہ و سچی خبریں اور عقل یہ سب ذرائع ہیں جن سے یقینی علوم حاصل ہوتے ہیں، متن شرح العقائد ص۱۷ میں ہے اسباب العلم للخلق ثلثۃ الحواس السلیمۃ والخبر الصادق والعقل۔ شرح میں ہے ان العلم عندھم مقابل للظن اور تصریحاتِ جلیلۂ کتاب و سنت سے بھی یہی روزِ روشن کی طرح واضح و ہویدا ہے اور یہ بھی پرظاہر کہ یہ ذرائع دورانِ نماز میں بھی کارآمد رہتے ہیں، آنکھ وغیرہ کھلے رہتے ہیں اور خبریں بھی پہنچتی رہتی ہیں اور عقل بھی قائم رہتی ہے ورنہ دیوانہ پر تو کچھ فرض ہی نہیں لہذا سہوِ امام کی صورت میں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور امام لے سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ نمازی بالخصوص امام و مقتدی کا ان ذرائع سے مستفید ہونا اتمامِ نماز کے لئے مطلوبِ شرعی ہے۔

## مقدمۂ تاسعہ

جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ اس چیز کی انجام دہی اسی وقت میرے ذمہ فرض و لازم ہے تو ماتحت



Marfat.com

ہوتے ضرور انجام دے اگرچہ نماز میں ہو مثلاً نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر جاتے متیمم پانی پر قادر ہو جائے تو وضو لازم الیٰ غیر ذٰلک من الصور المتکاثرۃ حتی کہ فقہائے کرام نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ اگر کسی کو چھت سے گرنے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ دامنگیر ہوا اور نمازی سے فریاد کر دی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔ ہندیہ ص۱۰۵ جلد۱ میں ہے وکذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوٰۃ اور یونہی درالمختار اور شامی وغیرہا میں ہے تو، چہ جائیکہ وہ چیز ہو جو اتمام نماز کے لئے و ذا معلوم من الکتب والسنۃ ضرورۃً۔

# مقدمۂ عاشرہ

## اقتدائے حقیقی اور اقتدائے صوری کی تعریفیں

اقتدائے حقیقی مقتدی کا اپنی نماز کو نمازِ امام کے ساتھ مرتبط کرنا اور اس پر بنا کرنا اور تمام ارکان میں امام کی مشارکت اور متابعت کرنا ہے۔ شامی ص۵۱۳ جلد۱ میں ہے فنفس ھٰذا الارتباط ھو حقیقۃ الامامۃ وھو غایۃ الاقتداء نیز ص۵۱۵ میں ہے الاقتداء البناء نیز ہدایہ ص۱۰۱ جلد۱، زیلعی ص۱۴۲ جلد۱ میں ہے الاقتداء شرکۃ وموافقۃ کفایہ ص۳۲۵ جلد۱ میں ہے شرکۃ ای فی التحریمۃ وموافقۃ ای فی الافعال وکذا فی غیرھا من المعتبرات۔ اور یہ بھی ظاہر کہ کسی کی موافقت (یعنی اس کے ساتھ ساتھ افعالِ نماز کا ادا کرنا) بلا نیتِ اقتدا، حقیقۃً اقتدا نہیں بلکہ صرف موافقتِ صوریہ ہے جسے اقتداءِ صوری کہا جا سکتا ہے۔ شامی ص۵۱۴ جلد۱ شروطِ اقتدا میں ذکر فرمایا ونیۃ الاقتداء اور حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ موافقتِ صوریہ بلا نیتِ اقتدا، ہرگز ہرگز مفسدِ نماز نہیں اگرچہ اپنے امام یا اس کے مقتدی کے علاوہ کسی اور نمازی کے ساتھ ہی ہو (یعنی اس کی ادا کے ساتھ ساتھ ادا کرتا ہے یا اس کی ادا کو دیکھ کر اپنی نماز کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے افعالِ نماز ادا کرے) بلکہ بوقتِ ضرورت اس سے اتمام اور اصلاحِ نماز بھی ہو سکتی ہے جو جزئیاتِ ذیل سے واضح ہے:



Marfat.com

؁ خلاصۃ الفتاوی ص۱۶۳ جلد۱ ، فتح القدیر ص۳۳۹ جلد۱ ، غنیۃ المستملی ص۴۴۰ ، بحرالرائق ص۳۷۸ ، ہندیہ ص۴۸ جلد۱ درالمختار ، ردالمحتار بحوالہ قاضی خان وغیرہا ص۵۵۸ جلد۱ میں ہے والنظم للشامی حاصلہ انہ لو اقتدٰی اثنان معًا بامام قد صلی بعض صلوٰتہ فلما قاما الی القضاء نسی احدہما عدد ما سبق بہ فقضی ملاحظا للاٰخر بلا اقتداء بہ صح کما فی الخانیۃ والفتح یعنی دو شخصوں نے ایک ساتھ ایسے امام کی اقتدار کی جو ایک یا زیادہ رکعتیں پڑھ چکا ہے اور امام کی نماز پوری کرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں پڑھنے اٹھے تو ان کا ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں رہ گئی تھیں ! لہٰذا اس نے دوسرے کو دیکھتے ہوئے پڑھ لیں بغیر اس کی اقتدار کے (جونیت اقتدار پر موقوف ہے ) تو اس کی نماز صحیح ہو گئی حالانکہ انہی کتابوں میں یہیں صاف صاف وضاحت ہے کہ مسبوق جب اپنی رہی ہوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ حقیقۃً وحکماً ہر طرح منفرد ہوتا ہے والنظم من الفتح منفرد حقیقۃ وحکما لہٰذا وہ کسی کی اقتدار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا مقتدی بن سکتا ہے والنظم من الشامی (قولہ لا یجوز الاقتداء بہ) وکذا لا یجوز اقتداؤہ بغیرہ حتی کہ اگر دوسرے کی اقتدار کی نیت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے . بحرالرائق ص۱۳۵ جلد۱ میں بدائع صنائع سے ہے فلو اقتدی احدہم بالاٰخر فسدت تو روز روشن کی طرح بے غبار ہوا کہ موافقت ومتابعت صوریہ مذکورہ مفسد نماز نہیں بلکہ مصلح ہے .

؁ جامع صغیر ص۱۶ ، مبسوط ص۹ جلد۲ ، بدائع صنائع ص۱۸۷ جلد۱ ، سراجیہ ص۱۴ ، قاضی خان ص۷۹ ، خلاصۃ الفتاوی ص۱۸۵ جلد۱ ، ہدایہ ، عنایہ ص۴۶۸ جلد۱ ، وقایہ ص۲۳ ، کنزالدقائق ، بحرالرائق ص۱۳۱ جلد۲ ، تبیین الحقائق ص۲۰۶ جلد۱ ، کبیری ص۴۶۸ ، تنویرالابصار ، درالمختار ، ردالمحتار ص۷۲۵ جلد۱ ، نورالایضاح ، مراقی الفلاح ص۲۹۵ ، ہندیہ ص۶۹ جلد۱ میں ہے والنظم من البدائع لو سمعہا فی صلوتہ ممن لیس معہ فی الصلوٰۃ لم یسجدہا فی الصلوٰۃ وان سجدہا کان مسیئا لما ذکرنا ولا تسقط عنہ السجدۃ لکن لا تفسد صلوتہ فی ظاہر الروایۃ یعنی نمازی نماز میں کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنے جو اس کی نماز میں شریک نہیں تو نماز میں سجدۂ تلاوت نہ کرے اور اگر کرلے تو برا کیا اور سجدہ بھی



Marfat.com

ساقط نہیں ہوتا۔ مگر ظاہر الروایۃ میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی تو یہ ایسی موافقت ومتابعتِ صوریہ ہے جس میں وہ کام جو غیر کو دیکھ کر کیا، نماز کی جزء نہیں اور شرعاً مطلوب بھی نہیں بلکہ ممنوع ہے، تو اگر نماز کی جزء ہو جو شرعاً ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے، ایسی متابعت کے ساتھ ادا کرے تو نماز بطریقِ اولیٰ جائز رہنی چاہئے بلکہ اسی صورتِ مذکورہ میں اگر سجدہ کی وہی آیت پہلے پڑھ چکا ہو، پھر سنکر سجدہ کرے تو ظاہر الروایۃ میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور دوبارہ نہیں کرنا پڑتا۔ ہندیہ میں ہے ھذا اذا لم یقرأ المصلی السامع غیر المؤتم فان قرأها اولا ثم سمعها فسجدها لم یعدها فی ظاهر الروایة۔ اس کی وجہ ظاہر یہی کہ اس سجدہ کا وجوب پہلے ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر نماز کی جزء بن چکا تھا، پھر اس غیر سے سننا دوسرا سببِ وجوب بن گیا تو حسب القاعدہ اتحادِ مجلس کے سبب ایک ہی سجدہ کافی ہو گیا، اور جب عارضی جزء کا بوجہ جزئیت ادا کرنا روا ہوا تو اصلی جزء کی ادائیگی بوجہ اصالت بطریقِ اولیٰ روا ہوگی۔ رہا یہ کہ صورتِ مذکورہ میں سجدہ کرنا اس غیر شریکِ نماز کی متابعتِ صوریہ کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ آیت سجدہ کا پڑھنے والا، سننے والے کے لئے بمنزلہ امام ہے۔ بدائع صنائع ص۱۸۷ جلد ۱ میں ہے التالی بمنزلة الامام للسامعین۔ مبسوط ص۵ جلد ۲ میں حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ تالی آیتِ سجدہ کو فرمایا کنت اماما لو سجدت سجدنا اس سے یہ ثابت کیا کہ فکانوا فی حکم المقتدین من وجہ۔ فتح القدیر، عنایہ، کفایہ ص۴۶۷ جلد ۱ میں ہے کہ خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تالی آیتِ سجدہ کو فرمایا کنت امامنا الخ

## تنبیہ

صورتِ مذکورہ میں موافقت ومتابعتِ صوریہ صرف اس وقت ہے جب اس پڑھنے والے کی متابعت کی نیت کے سوا سجدہ کرے ورنہ متابعتِ حقیقیہ بن جائے گی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ فتاویٰ خانیہ ص۷۷، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۸۷ جلد ۱، ہندیہ ص۶۹ جلد ۱ میں ہے المصلی اذا سمع اٰیة سجدة من غیره و سجد مع التالی ان قصد به اتباع التالی تفسد صلوته۔ بحر الرائق ص۱۲۱ جلد ۲، شامی ص۴۲۵ جلد ۱ میں ہے لان المصلی سواء کان له امام او لا اذا تبع احدا غیر امامه فسدت صلوته۔ نیز



Marfat.com

انہی میں ہے ان زیادة سجدة واحدة بنیة المتابعة لغیر امامہ مبطلة لصلوتہ ۔

۳ مسافر امام مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو دو رکعتیں پوری کر کے اقامت کی نیت صرف اس لئے کرلے کہ مقتدیوں کو پوری نماز پڑھا سکے تو وہ امام اس نیت سے مقیم نہیں بنتا اور اس کا فرض دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں نہیں بنتا، تو اگر مقیم اس امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کرلیں تو ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ (پچھلی دو رکعتوں میں ان مقتدیوں کی اس امام کے ساتھ اقتدار) فرض پڑھنے والوں کی (یعنی ان مقیموں کی) نفل پڑھنے والے (امام مسافر) کے ساتھ اقتدار ہے۔ علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں یہ قید لگانی واجب ہے کہ ان مقیموں نے اس امام سے جدا ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو اور جب مفارقت کی نیت کر چکے تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ صورۃً اتمام نماز میں امام کی موافقت کرتے رہے۔ شامی ص۴۱ جلد ا، منحۃ الخالق ص۱۳۵ جلد ۲ میں ہے والنظم من المنحة (قوله لا یصیر مقیما ولا ینقلب فرضه اربعا) قال فی الظهیریة تلوه حتی لو اتم المقیمون صلوتهم معه فسدت صلوتهم لان هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا یصح اه قال الرملی یجب تقییده بما اذا لم ینووا مفارقته اما اذا نووا مفارقته لا تفسد صلوتهم وان وافقوه فی الاتمام صورةً اذ لا مانع من صحة مفارقته بعد اتمام فرضه واتصال النفل منه بصلوته لا یمنعها بلاشبهة وفی قوله لو اتم المقیمون معه اشارة الی ذلك و سکوت قاضیخان و صاحب الخلاصة عن صلوة المقیمین ربما یکون لهذا التفصیل والله تعالی اعلم۔

تو آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہوا کہ ظاہری و صوری موافقت سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور موافقت حقیقیہ نیت پر موقوف ہے اگرچہ بظاہر موافقت حقیقیہ ہی معلوم ہو، بلا نیت حقیقیہ، حقیقیہ نہیں بنتی جیسے صورت مذکورہ میں کہ اسی امام کے ساتھ اقتداء حقیقی سے آدھی نماز ادا کر چکے اور اس نے بلا سلام پچھلی دو رکعتیں پڑھنی شروع کیں



Marfat.com

اور اپنا امتیازی مقام میں اپنی طرف سے اس منصب پر پڑھانے کا ارادہ بھی کیا اور وہ لوگ بظاہر اسی طرح اسی کی اقتدا میں پڑھتے رہے مگر جب مفارقت کی نیت ہے تو نماز ہوگئی کہ نماز امورِ قضا سے نہیں کہ ظاہر پر مبنی ہو بلکہ امورِ دیانت سے ہے جو نیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ شامی ص۵۸۲ جلد۱ میں ہے لان ذلک من امور الدیانۃ لا القضاء حتی یبنی علی الظاھر اور متابعتِ مکبر (امام کی تکبیرات سنانے والے کی) بھی یہی متابعتِ صوریہ ہی ہے کہ اس کی تکبیرات سنکر امام کی متابعتِ حقیقیہ کی جاتی ہے، اگر متابعتِ مکبر بھی یہی حقیقیہ ہو تو لازم کہ امام بن جائے حالانکہ دو اماموں کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ تبیین الحقائق ص۱۴۳ جلد۱، ثالثین شامی ص۱۳۹ جلد۱ میں "یقتدی الناس بصلوۃ ابی بکر" کا یہ معنی بیان فرمایا ان ابابکر کان مبلغا اذ لا یجوز ان یکون للناس امامان فی صلوۃ واحدۃ یعنی حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کی اقتدا کا یہ معنی ہے کہ وہ مبلغ تھے (تکبیرات سنانے والے) یعنی اس وقت (جبکہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکبیرات سنا رہے تھے) حقیقۃً لوگ ان کے مقتدی نہ تھے کہ یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں لوگوں کے دو امام ہوں۔ مبسوط ص۲۳۱ جلد۱ اداء صلوۃ باامامین لا یصح "دو اماموں کے ساتھ اداے نماز صحیح نہیں" شامی ص۵۴۳ جلد۱ میں ہے الاقتداء لا یصح بمن نوی بناء صلوتہ علی غیرہ یعنی جس کی نماز اپنے غیر کی نماز پر مبنی ہو (جیسے مکبر) اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ شامی ص۲۵۰ جلد۱ میں ہے ان زیادۃ سجدۃ واحدۃ بنیۃ المتابعۃ لغیر امامہ مبطلۃ لصلوتہ یعنی اپنے امام کے غیر کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ کی زیادتی بھی نماز باطل کر دیتی ہے تو آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہوا کہ متابعتِ مکبر بھی متابعت و موافقتِ صوریہ ہی ہے جو کسی ایسے دوسرے کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے جو نماز میں شریک نہ ہو۔

## مقدمہ حادیہ عشرہ

### نمازی کو غیر نمازی ہدایت دے سکتا ہے۔

نمازی کسی عارضہ کے سبب نماز میں کوتاہی کر رہا ہو یا کر لے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں،



Marfat.com

اسے ہدایت دے سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر نیز فرماتا ہے وتعاونوا على البر و التقوى اور حدیث صحیح ہے من رأى منكم منكرا فليغيره الحديث الى غير ذلك من الآيات و الاحاديث اور وہ بھی اس ہدایت کے مطابق اصلاح نماز کرتے ہوئے ادا کر سکتا ہے۔ یہ اصلاح باعث فساد نہیں بنتی بلکہ جائز و درست بناتی ہے قال الله تعالى فبشر عبادِ الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هدٰهم الله و اولئك هم اولوا الالباب (ترجمہ) تو خوشخبری سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کے بہتر کی اتباع کرتے ہیں، یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقلمند ہیں۔" اس قول کا اطلاق صورتِ مذکورہ کو بھی شامل ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے دیکھو مقدمہ خامسہ، بلکہ بالخصوص تفسیر کبیر ص۳۳ جلد ۲ میں ہے و كل هٰذا الابواب تدخل تحت قوله تعالى الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه (الى ان قال) فاما العبادات فمثل قولنا الصلوٰة (الى ان قال) فلا شك انها احسن من الصلوٰة التى لا يراعى فيها شيئ من هذه الاحوال فوجب على العاقل ان يختار الخ اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ قول عام ہے اور اقوال متعلقۂ نماز کو بھی شامل ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دیانات (جن میں نماز یقیناً داخل ہے) میں مسلم عادل کی خبر قبول کی جائے۔ ہندیہ ص۸۶ جلد ۴ میں ہے خبر الواحد يقبل فى الديانات، مبسوط ص۱۶۳ جلد ۱۰ میں ہے و فى الديانات الخبر ملزم تحریر المختار لرد المحتار ص۵ جلد ۱ میں علامہ رافعی فرماتے ہیں اذا اعتمد على خبر المبلغ الذى لم يدخل فى الصلوٰة يكون قد اعتمد على خبر العدل فى امر دينى وهو مما يصح العمل بخبره فى الديانات۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ امور دینیہ میں (جن میں نماز نمبر اول میں ہے) ایک نیک مسلمان کی خبر پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اگرچہ خبر دینے والا نماز نہ پڑھ رہا ہو بلکہ اس پر عمل لازم ہے بفضلہ و کرمہ تعالیٰ کتاب و





Marfat.com

سنت و فقہ حنفی سے نہایت واضح ہوا کہ ایسے وقت ایسا شخص جو نماز میں شریک نہیں، نمازی کو ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی اس سے استفادہ کرتے ہوئے اصلاح و اتمام نماز کر سکتا ہے اس کی کئی صریح صورتیں احادیث طیبہ اور کتب فقہیہ سے صراحۃً ثابت ہیں چنانچہ :۔

۱ صحیحینؔ اور دوسری کتب معتمدہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد قبا میں نماز با جماعت ادا کر رہے تھے کہ انہیں ایک صاحب نے باہر سے آکر خبر دی کہ کعبہ شریف قبلہ بن گیا ہے تو وہ امام و مقتدی سب کے سب اس بیرونی خبر پر عمل کرتے ہوئے اسی وقت رو بکعبہ ہو گئے اور باقی نماز پوری کی حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعادۂ نماز کا حکم دیا ہو بلکہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ حکم اعادہ نہیں دیا بلکہ جائز رکھا اور اچھا شمار فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۱۹ جلد ۱ میں ہے ولم یامرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاعادۃ۔ شامی ص۴۰۳ جلد ۱ میں ہے واقرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہدایہ ص۹۰ جلد ۱ میں ہے واستحسنھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو حدیث مرفوع تقریری سے جواز ثابت ہو گیا۔

۲ اسی حدیث مرفوع کی بنا پر ہمارے ائمہ عظام نے فرمایا کہ نمازی اشتباہ قبلہ کی صورت میں تحری سے نماز پڑھ رہا ہو اور عین نماز میں اسے یہ علم حاصل ہو جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز میں ہی اس طرف پھر جائے اور جو حصہ نماز کا ادا کر چکا ہے وہ معتبر رہتا ہے، باقی ماندہ پوری کر لے۔ بدائع صنائع، شامی، ہدایہ کے انہی صفحات میں ہے والنظم من الھدایۃ وان علم ذلک فی الصلوۃ استدار الی القبلۃ وبنی علیہ لان اھل قباء لما سمعوا الخ بلکہ غنیۃ المستملی ص۲۲۰ میں اس پر مستزاد فرمایا وعلی ھذا انعقد الاجماع یعنی اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، اور یہ تو واضح ہی ہے کہ علم قبلہ کے کئی ذریعے ہیں جن میں چاند، سورج، ستاروں کے علاوہ انسان خارج من الصلوۃ کا بتانا بھی داخل ہے بلکہ یہ سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے کما حصل لاھل قباء۔

۳ اہل قبا کی طرح مسجد بنی سلمہ والے صحابہ کرام کو بھی ایک صاحب نے اس وقت خبر دی جبکہ وہ

---

عــہ بخاری ص۵۸ جلد ۱ مسلم ص۲۰۰ جلد ۱ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

نمازِ عصر پڑھ رہے تھے تو نماز میں ہی مستقبلِ کعبہ ہو گئے۔ بخاری شریف ص۱۱ جلد ا میں ہے فخرج رجل ممن صلی معہ صلی اللہ علیہ وسلم فمر علی اھل مسجدٍ وھم راکعون فقال اشھد باللہ لقد صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَل مکۃ فداروا کما ھم قِبَل البیت عینی ص۲۸۶ جلد ا میں ہے وھو مسجد بنی سلمۃ و یعرف بمسجد القبلتین ومر علیھم المار فی صلوٰۃ العصر۔

ص۴ نابینا کوئی ایسا نہ پائے جو قبلہ بتائے اور تحری سے کسی اور سمت نماز شروع کر دے، لعدازاں کوئی اگر قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس نابینے کی نماز جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص۳۲ ، کبیری ص۲۲۴ ، شامی (شرح منیہ و فیض و سراج سے) ص۴۰۳ جلد ا ، ہندیہ ص۳۳ جلد ا میں ہے والنظم من الھندیۃ الاعمیٰ اذا صلی رکعۃ فجاء رجل فحولہ الی القبلۃ الخ

ص۵ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امامِ مسافر مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ جب اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام کہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے مقتدیوں سے کہہ دے اتموا صلاتکم فانا قوم سفرٌ " اپنی نمازیں پوری کر لو ہم مسافر ہیں" بدائع ص۱۰۱ جلد ا و ص۱۰۲ جلد ا ، ہدایہ ص۱۶۷ جلد ا وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے وینبغی للامام المسافر ان یقول للمقیمین خلفہ اتموا صلاتکم فانا قوم سفر اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ بعد از سلام امام ، امام نہیں رہتا ، اور مقتدیوں پر لازم کہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں۔ بدائع ص۱۰۲ جلد ا میں ہے ثم المقیمون بعد تسلیم الامام یصلون وحدانا (الیٰ ان قال) یجب علیھم الانفراد وکذا فی غیرھا تو اس میں بھی خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے اصلاح و اتمامِ نماز پایا گیا خصوصاً ان مقتدیوں کے حق میں جنہیں امام کا حال پہلے معلوم نہ تھا یا بھول گئے کہ وہ یہ سن کر ہی باقی دو رکعتیں ادا کریں گے۔

ص۶ حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرِ اطہر کے آخری دن پیر کے روز جبکہ ابو بکر صدیق



Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام کو مسجد مبارک میں نماز پڑھا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیرونِ مسجد حجرۂ مطہرہ میں تھے اور پردہ اٹھا کر معائنہ فرمایا تو صحابہ کرام زیارتِ حضور سے اتنے متأثر ہوئے کہ بوجہ فرطِ مسرت نماز سے نکلنے کا ارادہ کر لیا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے کہ حضور تشریف لاتے ہیں پیچھے ہٹنے لگے تو دستِ حق پرست کے اشارہ سے حکم اتموا صلاتکم "اپنی نماز پوری کر لو" دیتے ہوئے پردہ لٹکا دیا رواہ البخاری ص۹۴ جلد۱ و مسلم ص۱۷۹ جلد۱ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاصل عدم الخصوص تو اس اشارہ[1] مبارکہ سے مسئلہ کے دونوں پہلوؤں (خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت اور داخلِ نماز کے اس پر عمل) کی تشریح اور امرِ اتمامِ نماز سے عدمِ فساد کی تصریح ثابت ہو گئی۔

مسئلہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ مریض غلبۂ مرض کے سبب رکوع و سجود اور رکعتوں کا خیال نہ رکھ سکے تو اگر کسی کو نماز شروع کرنے سے پہلے پاس بٹھا لے کہ اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے۔ پھر اس کے بتانے کے ساتھ نماز پوری کر لے تو اس کی نماز جائز ہو سکتی ہے۔ بحر الرائق ص۱۱۶ جلد۲ میں ہے ولو کان یشتبہ علی المریض اعداد الرکعات او السجدات لنعاس یلحقہ لایلزمہ الاداء ولو اداھا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزئہ۔ درالمختار میں بھی ایسے مریض کے متعلق یہی کلمات ولو اداھا الخ بعینہا فرمائے ہیں اور ہندیہ ص۷ جلد۱ میں اور تعمیم آئی ہے مصلی اقعد عند نفسہ انسانا یخبرہ اذا سہا عن رکوع او سجود یجزیہ اذا لم یمکنہ الا بہذا۔ بہر حال مسئلہ بے غبار ہے اتنی زبردست وضاحت کے باوجود یہ شبہ کہ دورانِ نماز میں غیر کی ہدایت پر عمل کرنا نماز میں غیر اللہ کا حکم ماننا ہے لہٰذا فاسد ہو جائیگی محض بیہودہ اور بے جا ہے، غیر کی ہدایت سے تو نمازی اپنی مجبوری پر متنبہ ہوتا ہے اور آیات و احادیث سے خدا و رسول جل وعلیٰ و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے احکامِ متعلقہ نماز جنہیں نمازی پہلے ہی جانتا ہے اور مانتا ہے، متنبہ ہونے کے بعد بجا لاتا ہے

---

[1] علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ان الایماء یقوم مقام النطق کہ اشارہ بولنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے ص۵۱ جلد۳، ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

تو وہ اپنے رب العالمین جل وعلا اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ٹھہرا نہ کہ غیر کا، مثلاً مسافر جنگل میں جہت غیر قبلہ کو قبلہ سمجھتے ہوئے نماز شروع کر دے بعد ازاں کوئی واقف بتا دے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو مسافر کا اس طرف منہ پھیرنا اللہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے نہ کہ بتانے والے کا اور یہ بات تو ان سب عبادتوں میں پائی جاتی ہے جنہیں ناصحین کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انسان ادا کرے یا کسی مسلمان کی خبر سے مطلع ہو کر جیسے رمضان پاک کے چاند کی ایک مسلمان نے خبر دی تو اس خبر کو قبول کرتے ہوئے اہالیانِ اسلام کا روزہ رکھنا اس مسلمان کا حکم ماننا نہیں بنتا بلکہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے۔ شبہ کرنیوالا سیدھا یوں کیوں نہیں کہتا کہ بے نماز کسی نیک کے نصیحت کرنے پر نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ غیر اللہ کا حکم ماننا ہے اور شرک ہے (تو سرے سے معاملہ ہی صاف ہے) اس لئے کہ گو یہ ناصح نماز کے اندر نہیں بناتا مگر عمل کرنے والا جب اس کی ہدایت پر نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ایک رکن جو اندرونِ نماز ادا کرتا ہے معترض کے قول پر یہاں بھی سچا آرہا ہے کہ نماز میں غیر اللہ کا حکم مان رہا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ فرائض وامور ضروریہ نماز صرف اس وجہ سے ادا نہ کرے کہ غیر نے کہا ہے۔ قرآن کریم میں تو ہے "و اذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم" اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے (گناہ سے ظلم وسرکشی اور نصیحت کیطرف التفات نہ کرنا مراد ہے (خازن)) ایسے کو دوزخ کافی ہے قرآن کریم میں ہے لم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ "وہ دیدہ دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے" قرآن کریم تو فرماتا ہے ان الذکرٰی تنفع المؤمنین۔ "سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے"، تو فائدہ حاصل کرنا چاہیے نہ کہ فساد، مُخبر کی خبر تو ذریعۂ علم ہے جیسے آنکھ، کان وغیرہ (دیکھو مقدمہ ثانیہ) اور جب انسان کو اپنے فرض کا یقین ہو جائے تو اس کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے (دیکھو مقدمہ تاسعہ) اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ نمازی اگر کسی ایسے ذریعے سے مطلع ہوا جو غیر انسان ہے جیسے ستارہ وغیرہ سے نماز میں ہی سمتِ قبلہ کا علم آنے سے اپنی غلطی پر مطلع ہوا یا آنکھوں سے نظر آیا کہ امام کی مخالفت کر رہا ہے تو پھر بھی اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کرے اور یہ جائز نہیں کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے اس خیال سے کہ چونکہ یہ ذریعے شریک نماز نہیں بلکہ اہلِ نماز ہی نہیں لہذا ان سے فائدہ اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ خیال محض غلط ہے، شرعاً اس پر لازم ہے کہ





Marfat.com

فائدہ اٹھائے اور اصلاح نماز کرے کما مر۔

عجیب وغریب شبہات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کیا نصوص آیات واحادیث اور تصریحات فقہیہ کے مقابل ایسے شبہات کی کوئی وقعت ہے؟ ہاں اگر وہ ہدایت تعلیم کیصورت میں ہو تو نمازی کا استفادہ تعلم (پڑھنے) کے رنگ میں ہوگا تو وہ ہمارے فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مفسد ہے، ہمارے ائمہ نے اسے کلام کا حکم دیا ہے اور کلام کا قلیل وکثیر ہر فرد بحکم شرع مفسد ہے اور یہیں سے واضح ہوا کہ اس قسم کی ہدایت سے استفادہ وہیں مفسد ہوگا جہاں استفادہ پر تکلم مرتب ہو کہ تب ہی کلام بنے گا لہذا ہمارے مشائخ عظام نے اس کے جتنے جزئیات ذکر فرمائے وہ تمام کے تمام تلاوت وتکلم کے ہی ہیں چنانچہ فتاوےٰ عالمگیر ص۱۵ جلد ۱ میں ہے وان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحہ تفسد کذا فی منیۃ المصلی یعنی اگر غیر نمازی نمازی کو جب تلاوت میں بھول گیا ہو لقمہ دے اور صحیح بتائے تو اس لقمہ لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بحر الرائق ص۶ جلد ۲ میں ہے اعلم ان ھذا کلہ علی قول ابی حنیفۃ و محمد یعنی یہ حضرات امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر ہے۔ بحر الرائق۔ تبیین الحقائق۔ ہدایہ وغیرہا میں اس کا نام تعلیم وتعلم رکھا ہے اور کلام الناس کہا ہے۔ ہدایہ ص۱۳۶ جلد ۱، فتح القدیر ص۳۴۸ جلد ۱، بحر الرائق ص۶ جلد ۲، تبیین الحقائق ص۱۵۶ جلد ۱ میں ہے والنظم للامام الزیلعی فکان من کلام الناس اور یوں ہی فقہائے کرام نے اس کا نام تلقین وتلقن بھی رکھا ہے اور یہ اس وقت مفسد ہے جب نمازی کو اشتباہ لگے اور صحیح یاد نہ آئے تو غیر بتائے اور اس کے بتانے سے سمجھ کر نمازی پڑھ دے، ورنہ اگر نمازی کو اچھی طرح یاد ہو، یا بھول گیا مگر غیر کے بتانے سے پہلے یا بتانے کے وقت خود بخود یاد آگیا اور صحیح پڑھ لیا، یا خود بخود یاد نہیں آیا اور بتانے سے ہی یاد آیا مگر نہ پڑھا، تو ان سب صورتوں میں حسب تصریحات فقہائے کرام نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بحر الرائق ص۷ جلد ۲، درالمختار شامی ص۵۸۳ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیر ص۵۲ جلد ۱ میں ہے والنظم من الھندیۃ ارتج علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلاتہ وتذکر فان اخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح لم تفسد والا تفسد لان تذکرہ مضاف الی الفتح منحۃ الخالق



Marfat.com

ص۱ جلد ۲ اس "تذکر" کی شرح میں فرمایا | اقول یحتمل ان یکون المراد ان تذکر بسبب الفتح وان یکون تذکر بنفسہ ولکنہ صادف تذکرہ وفتح من لیس فی صلوتہ فی وقت واحد والظاہر الاول لانہ لو کان تذکرہ من نفسہ لایظہر فرق بین اخذہ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ ولا یظہر وجہ الفساد لان الفساد لیس بمجرد الفتح وانما ہو بالاخذ بسبب الفتح واذا کان تذکرہ من نفسہ لم یوجد الاخذ بسبب الفتح۔ شامی ص۵۸۲ جلد۱ میں "حلیہ" سے ہے ان حصل التذکر والفتح معا لم یکن التذکر ناشئا عن الفتح ولا وجہ لافساد الصلوٰۃ بتاخر شروعہ فی القراءۃ عن تمام الفتح۔ نیز شامی میں ہے والذی ینبغی ان یقال ان حصل التذکر بسبب الفتح تفسد مطلقا ای سواء شرع فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ لوجود التعلم وان حصل تذکرہ من نفسہ لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ جب خود بخود یاد آجانے پر پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، ہاں لقمہ پورا ہونے کے بعد پڑھنا بظاہر یہ بتاتا ہے کہ لقمہ ہی سے یاد آیا ہے مگر علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور صاحب حلیہ کی نظر میں اس ظاہر کا اعتبار نہیں کہ یہ امور دیانت سے ہے جن کی بناء حقیقت پر ہوتی ہے اور امور قضاء سے نہیں جو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ منحۃ الخالق اور رد المحتار میں فرماتے ہیں وکون

---

ط لایخفی ما فیہ لانہ اذا تذکر بسبب الفتح تفسد صلوتہ مطلقا اذا اخذ ولا یظہر ایضا فرق بین اخذہ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ فالظاہر وجہ ثالث وہو التذکر مطلقا وجعل الاخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح امارۃ کون التذکر بنفسہ وبعد التمام امارۃ کونہ من الفتح ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

الظاهر ان حصل بالفتح لايؤثر بعد تحقق انه من نفسه لان ذلك من امور الديانة لا القضاء حتى يبنى على الظاهر الاترى انه لو فتح على غير امامه قاصدا القراءة لا التعليم لا تفسد مع ان ظاهر حاله التعليم عنایہ شرح ہدایہ ص۳۵۱ جلد ا میں ہے التلقن من غيره فى تحصيل ما ليس بحاصل عنده یعنی تلقن اس چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جو حاصل (یاد) نہ ہو۔ فتح القدیر ص۳۵۱ جلد ا میں فرمایا المفسد التلقن المقترن بقول ما تلقنه یعنی مفسدِ نماز وہی تلقن ہے جس کے ساتھ تلقن سے حاصل شدہ کلام کا تکلم کرے[1]" اور اگر تکلم نہ کرے تو مفسد کہنا غلط ہے۔

دیکھئے ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک نمازی قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اس فساد کی صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ تلقن من الغیر بنتا ہے یعنی اُس سے سمجھ کر پڑھنا ہے جو نماز میں نہیں۔ فتح القدیر ص۳۵۱ جلد ا، بحرالرائق، منحۃ الخالق ص۱۱ جلد ۲، نورالایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی ص۲۰۲، فتاویٰ ہندیہ ص۱۰۳ جلد ا، درالمختار شامی ص۴۶۵ جلد ا میں ہے والنظم من المحقق حيث اطلق وتحقيقه ان قياس قراءة ما تعلمه فى الصلوٰة من غير معلم حى عليها من معلم حى بجامع انه تلقن من خارج وهو المناط فى الاصل فقط فان فعل الخارج لا اثر له فى الفساد بل المؤثر فعل من فى الصلوٰة وليس منه الا التلقن تو اگر حافظ جو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے پھر دیکھ کر پڑھے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی کہ یہ پڑھنا پر تلقن مبنی نہیں انہیں کتابوں میں ہے والنظم من البحر ص۱۱ جلد ۲ قال الرازى قول الج

---

[1] كما يفيده الحصر بتعريف المسند باللام وصرح به فى صدر الكلام ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

حنيفة محمول على من لم يحفظ القرآن ولا يمكنه ان يقرأ الا من مصحف فاما الحافظ فلا تفسد صلوته في قولهم جميعا وتبعه على ذلك السرخسي في جامعه الصغير على ما في النهاية وابو نصر الصفار على ما في الذخيرة معللا بان هذه القراءة مضافة الى حفظه لا الى تلقنه من المصحف وجزم به في فتح القدير والنهاية والتبيين وهو اوجه كما لا يخفى۔

یونہی لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز بالاتفاق نہیں ٹوٹتی کہ یہ سمجھنا نہ کلام ہے نہ تلقن ۔ کنز الدقائق ۔ بحر الرائق ص۱۱ جلد ۲ وغیرہا کتب فقہیہ کثیرہ میں ہے والنظم من البحر لان الفساد انما يتعلق في مسئلة بالقراءة و بالنظر مع الفهم لم تحصيل ۔ بہرحال امس شمس کیطرح واضح ہوا کہ جو کلام نمازی کو یاد نہیں ۔ اسے غیر نمازی سے سن کر یا لکھے ہوئے دیکھکر دونوں صورتوں میں پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم کتبِ فقہیہ میں ملتا ہے کہ یہ غیر سے تعلم (پڑھنا) اور تلقن (کلام حاصل کرکے بولنا اور کلام الناس (لوگوں کی کلام یا ان کے ساتھ بات کرنا) ہے اور جن صورتوں میں یوں نہیں ، نماز فاسد نہیں ہوتی اور یونہی اخبار و اعلام و تذکیر کی وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکر حاصل ہو جاتے ہیں ، جب تک بولتا نہیں ، مفسدِ نماز نہیں ۔ اس کا آفتاب سے بھی واضح بیان دلائل عامہ و خاصہ سے اسی مقدمہ میں گزر چکا ، اور یوں بھی عدمِ فساد واضح کہ ان تمام صورتوں میں غیر کی ہدایت سے افعال و ارکانِ نماز ہی نمازی ادا کرتا ہے جو اصلاح و اتمامِ نماز کے ضروریات ہیں حالانکہ احادیثِ طیبہ اور تصریحاتِ فقہیہ سے صراحۃً ثابت کہ کئی وہ کام ہیں جو نماز کے اجزاء و ارکان نہیں اور غیر کے کہنے پر نمازی نماز ہی میں کرتا ہے مگر چونکہ ان سے اصلاحِ نماز مقصود ہوتی ہے یا وہ کام فی نفسہٖ قلیل ہوتے ہیں ، ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ان افعال کے کرنے سے جو نماز کے اجزاء و ارکان اور ضروریات ہیں ، کیوں فاسد ہو ؟ و سیجیئ باذنه تعالى بيانها في المقدمة الآتية۔



Marfat.com

# مقدمۂ ثانیہ عشرہ

## اجابتِ فعلیہ

اجابتِ فعلیہ (کسی غیر کے کہنے یا آنے وغیرہ کے سبب نمازی کا وہ کام کرنا جو جز ء نماز نہیں) مفسدِ نماز نہیں جبکہ وہ فعل قلیل ہو یا بغرضِ اصلاحِ نماز ہو۔ اس کی وہ صورتیں جو احادیث و کتبِ فقہیہ میں صراحۃً مذکور ہیں، اس کثرت سے ہیں کہ تمام کا احصاء اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں صرف بطورِ تنبیہ و مثال چند صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱ صحیح بخاری صفحہ ۱۶۴ جلد ۱، صفحہ ۱۶۵ جلد ۱ باب اذا کلم وھو یصلی فاشار بیدہ واستمع، میں ہے کہ حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت سرا میں دو رکعت نماز شروع فرمادی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ حضور کے پاس کھڑی ہو کر عرض کریں کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرما رہے تھے اور اب دیکھتی ہوں کہ خود پڑھ رہے ہیں! تو اگر ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہو جانا، تو اس کنیز نے ارشاد پر عمل کیا فاشار بیدہ تو حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔

۲ پھر اسی صفحہ میں حضرتِ اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے کہ وہ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت حاضر ہوئیں جب وہ کھڑے ہو کر نمازِ کسوف پڑھ رہی تھیں اور صحابہ کرام بھی نماز میں کھڑے تھے تو عرض کی ماشان الناس "لوگوں کا کیا حال ہے؟" فاشارت برأسھا الی السماء تو ام المؤمنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ فرمایا فقلت اٰیۃ تو اس پر سوال کیا کہ کوئی نشان ہے؟ فاشارت برأسھا ای نعم تو حضرت

---

سے کنیز کو اس لئے حکم دیا کہ خود کچھ اور خواتین کے ساتھ مصروف تھیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ام المؤمنین نے اپنے سرمبارک کے ساتھ "ہاں" کا اشارہ فرمایا۔

مسئلہ ۳: نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔ یہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بحر الرائق ص۱۹ جلد۲ میں ہے فی الفتاوی الظہیریۃ والخلاصۃ وغیرہما لو سلم انسان علی المصلی فاشار الی رد السلام برأسہ او بیدہ او باصبعہ لا تفسد صلاتہ (الی ان قال) ویدل لعدم کونہ مفسدا ما ثبت فی سنن ابی داؤد وصححہ الترمذی عن ابن عمر قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قباء فصلی فیہ قال فجاءتہ الانصار فسلموا علیہ وھو یصلی الحدیث۔

مسئلہ ۴: نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تسبیح سے روک سکتا ہے۔ ہدایہ فتح القدیر ص۳۵۶ جلد۱ میں ہے ویدرأ المار اذا لم یکن بین یدیہ سترۃ او مر بینہ وبین السترۃ لقولہ علیہ السلام ادرؤا ما استطعتم ویدرؤ بالاشارۃ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولدی ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مسئلہ ۵: نمازی سے دریافت کیا گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکے ہو تو انگلیوں کے اشارے سے بتادے کہ دو یا تین پڑھ چکے ہیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی، در المختار شامی ص۶۰۳ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۲۰ میں ہے والنظم منہا قال لہ ای للمصلی کم صلیتم فاشار الیہ المصلی بیدہ باصبعین منہا الی انہم صلوا رکعتین او بثلاث الی انہم صلوا ثلاثا و نحو ذٰلک لا تفسد صلوٰتہ لانہ عمل قلیل و نحوہ مروی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

مسئلہ ۶، ۷: نمازی سے کوئی چیز طلب کی گئی تو سر کے اشارے کے ساتھ ہاں یا نہیں کہا، یا اسے روپیہ دکھایا گیا...

سے عنہم کی ضمیر جمع کا مرجع حضرت ام المؤمنین اور ان کے دیکھے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

اور کہا گیا کہ آیا کھرا ہے تو اس نے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ خلاصۃ الفتاوی ص۱۲۹ جلد ا، بحر الرائق ص۸ جلد ۲، در المختار تحریراً، شامی تقریراً ص۶۰۳ جلد ا، غنیۃ المستملی ص۴۲۱ میں ہے و النظم منها طلب من شيء فاومأ براسه او عينيه اوحاجبيه اى قال نعم او لا فان صلاته لا تفسد بذلك وكذا لواراه انسان درهما وقال اجيد هو فاومأ بنعم اولا لعدم العمل الكثير فى جميع ذلك۔ نیز غنیہ میں فرمایا وفى الذخيرة ولا بأس بان يتكلم الرجل مع المصلى قال الله تعالى فنادته الملائكة وهو قائم يصلى فى المحراب الاية وفى احكام القرآن للحلوانى رحمه الله تعالى ولا بأس للمصلى ان يجيب برأسه۔

تو ثابت ہوا کہ ایسی صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی مگر بعض مسائل میں چونکہ سرسری نظر سے یہ وہم پڑتا ہے کہ یہ بالکل منافی نماز ہے تو بعض حضرات سے قولِ فساد منقول ہو کر منقولِ مذہب سے مصادمت کے سبب مردود ہو چکا مثلاً اشارہ سے جواب سلام کے متعلق بعض نے کہا کہ مفسد ہے مگر محققین نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں مفسد نہیں۔ شامی ص۵۷۶ جلد ا میں ہے (قوله لا بيده) اى لا يفسد هارد السلام بيده خلافا لمن عزا الى ابى حنيفة انه مفسد فانه لم يعرف نقله من احد من اهل المذهب وانما يذكرون عدم الفساد بلا حكاية خلاف بل صريح كلام الطحاوى ان قول ائمتنا الثلاثة نیز بحر الرائق ص۹ جلد ۲ اور شامی ص۵۷۶ جلد ا میں ہے و النظم له فالحق ان الفساد ليس بثابت فى المذهب اور پھر احادیثِ مذکورہ مجوزہ کا ذکر فرمایا، یونہی قنیہ سے در المختار وغیرہ میں بعض ایسے مسائل مذکور ہیں جن میں فساد کا ذکر ہے حالانکہ احادیث سے ان کی اجازت ہے ان کی تعلیل میں یہ کہا گیا کہ انه امتثال لغير امر الله تعالى (شامی ص۵۳۳ جلد ا) مگر اس کا یوں رد کیا گیا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے حکم کا ماننا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی ثم رده بان امتثاله انما هو لامر رسول الله صلى الله عليه وسلم



Marfat.com

فلا يضر (شامی ص۵۳۴ جلد ۱) نیز ص۵۸ جلد ۱ میں ہے المعتمد فیہ عدم الفساد، اور اجابت قولیہ یعنی کسی بات کا لفظوں میں جواب دینا، مفسد نماز ہے مگر جہاں حدیث پاک سے بغرض اصلاح نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں ورنہ اصل فساد ہی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے حسب تصریحات مذہب کلام کا مفسد ہونا ثابت ہے حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے کلمات یا کلمہ طیبہ یا تسبیح کسی کے جواب میں کہے تو مصرح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے جبکہ بغرض جواب کہے، ہاں نیت جواب نہ ہو تو پھران اذکار سے نماز قطعاً فاسد نہیں ہوتی۔ فتاویٰ قاضی خان ص۶۶ میں ہے المصلی اذا اخبر بخبر یسرہ فقال الحمد للہ او اخبر بامر عجیب فقال سبحان اللہ او بخبر یهول فقال لا الٰہ الا اللہ او قال اللہ اکبر ان لم یرد به الجواب لم تفسد صلوٰته فی قولهم جمیعا و ان اراد به الجواب فسدت صلاته فی قول ابی حنیفة و محمد رحمهما اللہ تعالیٰ (الی ان قال بعد ذکر جزئیات کثیرة) وکذا اذا سمع الاذان فی الصلوٰة فقال المصلی مثل ما قال المؤذن و اراد به جواب الاذان تفسد صلاته فی قول ابی حنیفة۔ اور یونہی دوسری کتب مذہب میں ہے یعنی اذکار میں نیت پر مدار ہے۔ اگر بغرض جواب بولے تو نماز فاسد، اور اگر ارادہ جواب نہیں تو فاسد نہیں، ہاں وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں تو وہ مطلقاً ہی مفسد ہے اور استشار با جازت حدیث کی متعدد صورتیں ہیں، صرف ایک ہی بطور مثال مبسوط ص۲۰۰ جلد ۱، بدائع صنائع ص۲۳۵ جلد ۱، کبیری ص۴۱۶ سے نقل کی جاتی ہے، کہ نمازی سے کوئی اندر آنے کی اجازت مانگے تو وہ سبحان اللہ کہے اس ارادے سے کہ اس کو اپنے نماز پڑھنے سے مطلع کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ النظم من البدائع و لو استاذن علی المصلی انسان فسبح و اراد به اعلامه انه فی الصلوٰة لم یقطع صلاته لما روی (الی ان قال) ولان المصلی یحتاج الیه لصیانة صلاته الخ۔

## تمت المقدمات



Marfat.com

# تفضیل الجواب بعون المولی الوہاب

بغرضِ ایضاح دو وصلوں پر مشتمل ہے ، وصلِ اول اثباتِ جواز میں اور وصلِ دوم میں شبہات عدمِ جواز کا رد

## وصلِ اول اثباتِ جواز

سپیکر کے ذریعہ افعالِ امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں جائز ہیں کسی آیت یا حدیثِ متواتر و مشہور اور خبرِ واحد یا اجماعِ امت یا ائمہ کرام سے اس کی حرمت و ممانعت ثابت نہیں تو بحکم مقدمہ اولیٰ اباحت ثابت ہوئی ، جو ناروا بتائے اس پر لازم کہ دلیلِ خاص شرعی لائے (دیکھو مقدمہ ثانیہ) ورنہ احتیاط کا بہانہ نہ بنائے کیونکہ بلا تحقیق بالغ دثبوتِ کامل ، حرام و مکروہ کہنا ناروا ہے (دیکھو مقدمہ ثالثہ) بلکہ تفتیش و تحقیق بھی ضروری نہیں کہ ممانعت کا مظنہ تو یہ نہیں (مقدمہ رابعہ ملاحظہ ہو) اور صرف یہی نہیں کہ ممانعت ثابت نہیں بلکہ اطلاقِ آیات و احادیث سے روزِ روشن کیطرح جواز بھی ثابت ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے (دیکھو مقدمہ خامسہ) حضرتِ رب العالمین کا ارشاد ہے وارکعوا مع الراکعین "نماز باجماعت ادا کرو" اور حدیثِ پاک میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ فقولوا اللّٰھم ربنا لک الحمد واذا سجد فاسجدوا یعنی امام بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ، تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں ہو جاؤ اور جب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو" (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ وکذا ائمۃ الحدیث البخاری وغیرہ فی تصانیفھم عنہ وعن غیرہ من الصحابۃ الکرام رضی اللّٰہ عنھم اجمعین بکلمات متقاربات والاحادیث فی الباب کثیرۃ جدا لاتخفی



Marfat.com

علی من خدم کتب المحدیث او رانها)

یہ آیت وحدیث مطلق ہیں، ان میں یہ قید نہیں کہ امام سے بلا واسطہ سن کر پیروی کرو حالانکہ ہم اپنی طرف سے قید نہیں لگا سکتے، ہم کیا، مجتہد یا خبرِ واحد بھی اس سے قاصر ہیں تو بحکمِ آیت وحدیث ان کی نمازیں روا ہیں۔ اور یونہی کریمہ اقیموا الصلوٰۃ اور حافظوا علی الصلوات (نمازوں کی نگہبانی کرو) وغیر ذٰلک من الأیات والاحادیث کے اطلاقات کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جنسِ ادائے نماز کے وہ افرادِ کثیرہ جو اقامت ومحافظتِ صلوٰۃ کے مصداق ہیں، ان سے جس فرد کو چاہے انسان اختیار کر سکتا ہے الا ان یخص دلیل شرعی کما فی المقدمۃ الخامسۃ۔ بلکہ جب تحقیق یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے، کوئی غیر آواز نہیں (مقدمۂ سابعہ) تو عدمِ جواز کا خیال ہی نہیں کیا جا سکتا ورنہ یہ وہم بھی کیا جا سکتا ہے کہ زید یا عمرو چند مقتدیوں کو بلا اسپیکر نماز پڑھائے تو ان کی نمازیں بھی روا نہ ہوں کہ اطلاقاتِ شرعیہ کے علاوہ کسی دلیلِ خاص سے زید یا عمرو کے نام سے جوازِ امامت کی تصریح نہیں فاللّٰہ المستعان۔

ہاں ہمارے ائمہ کرام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ براہِ راست امام یا مکبر کی آواز ہی سے مقتدی مطلع ہو کر نماز ادا کرے تو جائز، ورنہ نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ انتقالاتِ امام کا علم شرطِ اقتدا ہے۔ درالمختار ص۵۱۵ جلد۱، اور شامی ص۵۱۲ جلد۱ میں ہے والنظم من الدر وعلمہ بانتقالاتہ (مقتدی کا امام کے انتقالات کو جاننا) یہ علم اور جاننا اپنے اطلاق سے ہر قسم کے جاننے کو شامل ہے۔ پھر اس کے عموم واطلاق کی تصریح بھی ہمارے مشائخ کرام سے بصفتِ عموم واطلاق ثابت ہے فتاوی امام قاضیخان ص۴۵، خلاصۃ الفتاوے ص۱۵۰ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۸۸، نور الایضاح اور مراقی الفلاح ص۱۷۵، درالمختار ص۵۴۲ جلداش، شامی ص۵۱۵ جلد۱، منحۃ الخالق ص۳۶۳ جلد۱، فتاوی سراجیہ ص۱۶، فتاویٰ عالمگیر ص۲۶ جلد۱، حموی شرح الاشباہ ص۱۹۷ والنظم لفقیہ النفس ولا یشتبہ حال الامام بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولھم کسی سماع (سننے) یا رؤیت (دیکھنے) کے سبب حالِ امام میں اشتباہ نہ ہو تو سب کے قول میں اقتدا صحیح ہے پھر اس مطلق سماع ورؤیت کا ذکر بھی باعتبارِ غالب ہے ورنہ کسی اور ذریعے سے بھی علم آجائے تو کافی ہے مثلاً جو شخص نابینا اور بہرہ ہو وہ پاس کے مقتدی کی حرکاتِ انتقالیہ سے بذریعۂ قوتِ لامسہ علم حاصل کرتے ہوئے اقتدا کر سکتا ہے



Marfat.com

لہٰذا بدائع صنائع ص۱۴۵ جلد ا میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے لفظِ مشاہدہ سے تعبیر فرمایا جو سماع و رویت دونوں سے زیادہ عام ہے، فرماتے ہیں وان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاھدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع (اگر دیوار میں کوئی سوراخ ہو جو مشاہدۂ حال امام سے نہ روکے تو بالاجماع اقتدار سے مانع نہیں) تو ان نصوصِ فقہیہ میں یہ تینوں لفظِ سماع، رویت مشاہدہ مطلق ہیں یہ قید نہیں کہ امام سے بالواسطہ سنیں یا دیکھیں یا مشاہدہ کریں یا بلاواسطہ اور یونہی امام کی قید بھی نہیں بلکہ مکبر یا کسی اور ذریعہ کے مشاہدہ وغیرہ کو بھی شامل ہے پھر لطف یہ کہ یہ تینوں لفظ نکرہ ہیں نفی کے تحت تو حسب القواعد افادۂ استغراق کریں گے یعنی سماع و رویت و مشاہدہ کے وہ تمام افراد جن پر یہ مطلق لفظ سچے آتے ہیں، ان کا ایک ایک فرد کافی ہے کہ اصل مقصود انتقالاتِ امام پر مطلع ہونا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص۴۵، شامی ص۵۵ جلد ا وغیرہما میں ہے لان الاقتداء متابعۃ و مع الاشتباہ لا یمکنہ المتابعۃ (اس لئے کہ اقتدار پیروی کرنا ہے اور اشتباہ کے ساتھ مقتدی پیروی نہیں کر سکتا) تو صورتِ سوال میں چونکہ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں کو انتقالاتِ امام کا یقینی علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور اشتباہ نہیں رہتا (مقدمۂ سابعہ) لہٰذا اقتدار روا اور نمازیں جائز ہیں۔ یہاں تو امام و مقتدیوں کے درمیان کوئی بڑی دیوار وغیرہ حجاب بھی نہیں ہوتا۔ فقہائے کرام نے تو بڑی دیوار وغیرہ حجاب کی صورت میں بھی یہی حکم فرمایا ہے تو یہاں بطریقِ اولیٰ حکمِ جواز ہوگا۔ پھر ہمارے فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ حجاب کی صورت میں اگر کسی چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سماع یا رویت ہو جاتے تو اقتدار روا ہے اگرچہ وہ سوراخ پنجرہ کی طرح ہو۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح حموی میں ہے وان کان علیہ باب مسدود علیہ نقب صغیر مثل البنجرۃ اور فتاویٰ سراجیہ میں فرمایا ولو کان النقب صغیرا کنقب المنخرۃ (اگرچہ وہ سوراخ ناک کے نتھنے کے برابر چھوٹا ہو) تو لاؤڈ سپیکر پر یہ بھی چسپاں ہے کہ میکروفون پنجرے کی طرح جالی دار ہوتا ہے برقی قوت پہلے اس میں آواز جمع کرتی ہے پھر ناک کے نتھنے کی طرح اس کے چھوٹے سے سوراخ

---

عہ اذا شاھد مقتد بصیر او سمیع من الثقب حال الامام وحصل بحرکاتہ علم للاصم الاعمیٰ یصدق علیہ انہ مشاھد ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے اس جیسے چھوٹے سوراخ سے داخل سپیکر کرتے ہوئے نشر کر دیتی ہے بفضلہ وکرمہ تعالیٰ مکبر الصوت کے یہ صریح جزئیے ہیں ، ہمارے مشائخ و فقہائے کرام کی ٹھوس کرامتیں ہیں کہ ایجاد مکبر الصوت سے صدیوں پہلے وضاحت فرما گئے ۔

## تنبیہ

یہ اشتباہ کہ شامی ص۴۸۵ ج۱ میں ہے (قولہ بسماع) ای من الامام او المکبر تو معلوم ہوا کہ کتب فقہیہ میں جو سماع مُنکَر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ امام یا مکبر سے ہو حالانکہ یہاں سپیکر سے ہے لہذا روا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ امام کی آواز (دیکھو مقدمہ سابقہ) تو یہ سماع من الامام ہی بنا جیسے عینک کے ذریعے دیکھنے والا ہی دیکھتا ہے نہ کہ عینک ، وہ تو محض ذریعہ ہے ۔ اور اگر بالفرض آواز امام کی غیر ہو تو پھر بھی اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ امام کی آواز سے پیدا ہوتی ہے کہ سپیکر اپنے آپ کبھی نہیں بولتا تو اس تقدیر پر بھی بالواسطہ امام سے سننا پایا گیا اور " من الامام " کا " مِن " ابتدائیہ ، واسطے کی نفی نہیں کر سکتا بلکہ لغتِ عربی میں " من ابتدائیہ " دونوں صورتوں عـه میں آتا رہتا ہے ۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ، اپنی ہی پیدائش پر نظر کرو قرآنِ کریم فرماتا ہے ھو الذی خلقکم من تراب (وہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا) حالانکہ ہم آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور وہ مٹی سے ، تو بالواسطہ ہم بھی مٹی سے بنے ، اور یونہی قرآن کریم فرماتا ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان (آدم) سے ، حالانکہ مخاطبین اپنے آباء و اجداد کے وسائط کثیرہ کے ساتھ حضرت آدم سے پیدا ہوتے ہیں ، تو روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ جس طرح بلاواسطہ پر " من الامام " سچا آتا ہے یونہی ایک یا زیادہ واسطوں کی صورت میں بھی سچا آتا ہے ، تو وہ اشتباہ جو محض پا در ہوا تھا ہباءً منثورًا بن گیا وللہ الہادی الحمد وحدہ لاشریک لہ علی ماھدیٰ

نیز اگر صدا سے انتقالاتِ امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو اہالیانِ اسلام مسجدوں کے گنبد نہ بناتے اور اس وضع کے محراب بھی نہ ہوتے اور نہ دیواروں کو تنگ نہ کرتے کہ یہ تینوں علیحدہ علیحدہ

---

عـه بالواسطہ اور بلاواسطہ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

سببِ صدا ہیں حالانکہ مسجدوں میں عموماً اکٹھے پائے جاتے ہیں مگر قدیم ایام سے مسلمانوں کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ مسجدوں کے گنبد اور گنبد نما محراب بناتے چلے آتے ہیں اور دیواروں کو تج کرکے خوب چکنا بناتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس کو بدیں وجہ ناجائز و حرام نہیں بتایا کہ فسادِ نماز کا سبب ہے تو یہ تعامل و توارث قدیمی جواز کا قدیمی اجماعِ عملی ہے اگر ناجائز ہوتا تو ائمہ و مشائخ کرام جو مسجدوں میں ہی دن رات گزارتے اور نمازیں باجماعت پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ان کی دوررس نظروں سے نہاں نہ رہتا۔ وہ تو نادر سے نادر صورتوں کے حکم بتا گئے تو اس روزمرہ نظروں اور کانوں کے سامنے پیدا ہونے والی صدا کا یہ حکم ضرور بیان فرماتے۔ تو معلوم ہوا کہ جائز ہے جیسے "بسماعٍ او رؤیۃٍ" کے اطلاق سے بیان فرما گئے کما مر، بلکہ سجدۂ تلاوت کے عدمِ وجوب کی تصریح مشائخ کرام کر گئے حالانکہ اگر تصریح نہ کرتے تو کوئی بڑا حرج لازم نہ آتا، یہی ہوتا کہ کوئی صدا سے آیتِ سجدہ سنکر سجدہ کرلیتا، حالانکہ سجدہ واجب نہیں تھا تو اس میں کیا حرج؟ اپنے رب کو ہی سجدہ کرتا مگر نماز جائز نہ ہوتی تو اس کے بیان نہ کرنے میں بہت بڑا حرج تھا کہ وہ مسلمان جو صدا کے ذریعے انتقالاتِ امام پر مطلع ہوکر فرض نمازیں ادا کرتے، ان کے فرض ادا نہ ہوتے اور زیر بار رہتے۔ تو جب مشائخ کرام اس حکم کی تصریح کرتے ہیں جس کی تصریح نہ کرنے میں کوئی بڑا حرج نہ تھا تو ان سے یہ کیسے متصور کہ اس حکم کی تصریح نہ کریں جس کی تصریح نہ کرنے پر بہت بڑا حرج مرتب ہوتا ہو تو واضح ہوا کہ ان کا عدمِ جواز کی تصریح نہ کرنا ہی تصریحِ جواز ہے چہ جائیکہ وہ "بسماعٍ" کے اطلاق سے جواز کی تصریح بھی فرما گئے جزاھم ربھم تعالیٰ خیر الجزاء۔

## وصلِ دوم شبہاتِ عدمِ جواز کا رد

سائل نے بعض علمائے کرام کا حکمِ فسادِ نماز بوجوہِ ذیل بغرضِ طلب جواب نقل کیا:

۱ـ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا بنی جو مفسدِ نماز ہے



Marfat.com

كما في الشامي۔ عـه

# جواب

امام اہلسنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفصیلی بیان مقدمہ سادسہ میں وضاحت گذر چکی کہ جو آواز بھی سنی جاتی ہے وہ پہلی آواز کی کاپی اور نقل ہوتی ہے اور وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے اور یہ بھی اس بیان میں ہے کہ ٹھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی، یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی، تو لامحالہ سپیکر سے سنی گئی امثالِ متجددہ میں بھی اسی وحدتِ نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک آواز مانی جائیگی۔ اور یونہی اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ صدا متکلم کی خود اپنی آواز ہوتی ہے، تو اگر بالفرض سپیکر سے سنی گئی آواز صدا ہو تو پھر بھی متکلم ہی کی آواز بنی، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے مطابق سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ امام کی آواز نہیں، ہرگز ہرگز صحیح نہیں تو اس کو اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ بنا کر مفسدِ نماز کہنا امام اہل السنت

---

عـه شامی ص۴۴۳ جلد۱ میں ہے المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلوٰۃ لہ ولا لمن یصلی بتبلیغہ لانہ اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ یعنی مبلغ (تکبیرات سنانے والا جسے مکبر بھی کہتے ہیں) جس وقت تکبیر تحریمہ صرف مقتدیوں کی اطلاع کے قصد سے کہے اور نماز میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرے تو نہ اس کی اپنی نماز ہے اور نہ اس کی جو اس کی تبلیغ (تکبیرات سنانے) کے ساتھ پڑھ رہا ہے اس لئے کہ اس نے ایسے کی اقتداء کی جو نماز میں داخل نہیں ہوا ۱۲ منہ غفرلہٗ۔ عـه اب بفضلہ تعالیٰ خود اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کا الکشف شافیا بریلی شریف سے چھپ کر شائع ہو گیا ہے اس کے ص۳۲ اور ص۳۳ پر صدا پیدا ہونے کی تفصیلی صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ بہرحال کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے نیز اسی رسالہ کے ص۵۰ میں فونوگراف کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن کریم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے گا وہ حقیقۃً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہ وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا۔ پھر ص۵۱ میں فرمایا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے۔ نیز ص۵۵ میں ہے اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے۔ اور ص۵۶ میں ہے بالجملہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال و مثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور اسی طرح اس رسالہ میں اور کافی تصریحات ہیں۔ تو جب فونوگراف یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی گئی آواز وہی بعینہٖ اصل آواز ہے تو سپیکر سے سنی گئی بطریقِ اولیٰ وہی اصل آواز ہوگی و ذا اجلی من ان یخفی علی اولی النہی ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے مطابق غلط در غلط بنا تو ثابت ہوا کہ یہ وجہ نمبرا وجہ نہیں بلکہ شبہ واہیہ ہی ہے ،
یہاں تک حق جواب ادا ہو گیا مگر چونکہ یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ والا جملہ مانعین
حضرات کا مایۂ ناز جزئیۂ صریحہ بلاؤڈ سپیکر ہے لہذا مناسب کہ اوہام عاطلہ کا فذلان محض قدرے وضاحتوں سے
بیان کیا جائے ۔

## وضاحت نمبرا

اقتدا حقیقی ہو یا صوری صرف اسی کی ہو سکتی ہے جو ارکانِ نماز رکوع ، سجود وغیرہ ادا کر سکتا ہو (دیکھو
مقدمہ عاشرہ میں تعریفِ اقتدار) تو ثابت ہوا کہ لاؤڈ سپیکر کی اقتدا ناممکن ہے تو اس کو اقتدائے من
لم یدخل فی الصلوٰۃ کہنا صحیح نہیں تو جزئیۂ صریحہ کیسے بنا ! اور اس مؤاخذہ کی تو کوئی خاص
ضرورت ہے ہی نہیں کہ اطلاقِ " مَنْ " ذوی العقول پر ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر عاقل کیا زندہ بھی نہیں ۔

## وضاحت نمبر۲

یہ مقولہ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ والامرے سے قابلِ التفات ہی نہیں
کہ اس کا اطلاق صراحۃً یہ بتاتا ہے کہ جو مقتدی امام کے ساتھ ایک وقت میں تکبیر تحریمہ کہیں ان کی نمازیں جائز
نہ بنیں کہ اس وقت امام پر بھی لم یدخل فی الصلوٰۃ (نماز میں داخل نہیں ہوا) سچا آرہا ہے
کہ وہ نماز میں تکبیر کہتے ہوئے داخل ہو رہا ہے نہ کہ داخل ہو چکا ۔ تکبیر تحریمہ شرطِ نماز ہے پوری کرنے کے بعد
داخلِ نماز ہوگا ۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے ذکر اسم ربہ فصلّٰی (اپنے رب کا نام ذکر کیا پس نماز
پڑھی) حالانکہ امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ کہنا ہمارے سب ائمہ کرام کے نزدیک جائز بلکہ حضرتِ امامِ اعظم کے
نزدیک افضل ہے کما فی اسفار المذھب ۔

## وضاحت نمبر۳

اور یوں بھی قابلِ التفات نہیں کہ اس اقتدار سے مراد اقتدائے حقیقی ہو تو وہ اس امام کے علاوہ
کسی اور کے ساتھ اگرچہ داخل فی الصلوٰۃ ہو ، ہو سکتی ہی نہیں اور اگر کرے تو نماز ناجائز ہے (دیکھو مقدمہ عاشر
میں متابعتِ امام کا بیان) تو تخصیصِ من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل اور استدلالِ
علاطل ، اور اگر اقتدائے صوری مراد تو حکمِ فسادِ نماز باطل (دیکھو مقدمہ عاشرہ اور حادیہ عشرہ)



Marfat.com

## وضاحت نمبر ۴

اور یوں بھی قابلِ التفات نہیں کہ خود علامہ شامی کے نزدیک بھی یہ مسلّم نہیں بلکہ وہ تو حموی پھر ابوالسعود صاحبِ حواشی مسکین کیطرف نسبت کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقد اشبعنا الکلام علی ھذہ المسئلۃ فی رسالتنا المسماۃ (تنبیہ ذوی الافہام علی حکم التبلیغ خلف الامام) ھذا ۔ یعنی ہم نے اس مسئلہ پر بحث اپنے اس رسالے میں جس کا نام "تنبیہ ذوی الافہام علی حکم التبلیغ خلف الامام" ہے، مکمل کی ہے، اس کو پکڑ لو (اس پر غور کرلو) اور اس رسالہ منسلکہ مجموعہ رسائلِ ابن عابدین ص ۱۴۰ جلد ا میں ہے کہ اس اقتداء من لم یدخل سے مراد اتباع صوت المکبر لا الاقتداء الحقیقی کما توھم بعض المتأخرین یعنی مکبر کے آواز کی اتباع (اس کی آواز سن کر اپنے امام[عہ] کی پیروی کرنی ہے۔ اور اقتدائے حقیقی مراد نہیں جیسے بعض متاخرین نے توہم کیا۔ اور چونکہ ایسی اتباع حقیقۃً اپنے امام کی ہی اتباع ہے جو اصلاح ہی اصلاح ہے اور علتِ فساد نہیں (دیکھو مقدمۂ تاسعہ اور حادیہ عشرہ) تو علامہ شامی علیہ الرحمۃ اس افسادِ حموی کی ایک توجیہ احتمالیہ بیان فرماتے ہوئے رد فرماتے ہیں والظاھر ان علۃ فساد من یصلی بتبلیغہ اجابتہ لغیر المصلی (اور ظاہر یہ ہے کہ اس کی تبلیغ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد ہونے کی علت نمازی کا غیر نمازی کو جواب دینا ہے یعنی غیر نمازی کے کہے پر افعالِ نماز کا ادا کرنا و یمکن ان یکون المراد بالاقتداء ذٰلک یعنی ممکن ہے کہ اس اقتدار سے مراد یہ (اجابتِ غیر مصلی) ہو، بعد ازاں بحر الرائق سے اجابتِ قولیہ کے مفسد ہونے کے تین جزئیے نقل کئے۔ پھر قہستانی وغیرہ سے کچھ نقل کئے جن میں اجابتِ فعلیہ بالرأس والید کا مفسد ہونا بھی مذکور ہے، بعد ازاں فرمایا والمصرح بہ ان الاجابۃ بالرأس لاباس بہا یعنی ہماری کتبِ معتمدہ میں بالتصریح یہ ہے کہ اجابتِ بالرأس میں کوئی ڈر نہیں ولم ار من صرح بخصوص مسألتنا سوی ما مر عن الحموی یعنی میں نے اس مسئلۂ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ

---

عہ اپنے امام کی قید اس لئے کہ اگر مکبر کی اتباع حقیقی ہو تو وہ اقتدائے حقیقی ہے اسی کو تو توہم بتاتے ہوئے نفی کر رہے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

کی تصریحِ خاص منقولِ حموی کے علاوہ کسی سے نہیں دیکھی وھذا الفرع اشبہ بھا من غیرہ
لان الاجابۃ فیھا بالفعل یعنی یہ فرع (جزئیہ) اجابت بالرأس جس کا کوئی ڈر نہیں مسئلۂ اقتدائے
من لم یدخل فی الصلوٰۃ کے ساتھ دوسرے جزئیات (اجابتِ قولیہ کے) سے زیادہ مشابہ ہے
کیونکہ ان دونوں میں اجابت بالفعل ہے تو علامہ شامی کے اس بیان سے ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ
مسئلہ فسادِ نماز باقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل و بے جا ہے۔ اس میں کوئی
علتِ فساد اجابتِ غیر نمازی کے علاوہ نظر نہیں آتی حالانکہ اجابتِ فعلیہ کے ساتھ نماز فاسد نہیں ہوتی اور
یہ مسئلہ اسی کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے کہ یہاں بھی اجابتِ بالفعل ہے تو اسی پر قیاس چاہیے اور حکمِ عدم
فساد چاہیے اور چونکہ اس مسئلہ کی تصریح کسی سے نظر نہیں آئی تو یہی حکم چاہیے کہ غیر منصوص کا حکم منصوص سے
لیا جاتا ہے اور حموی وغزی بہت متاخر ہیں تو صرف ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں۔ پھر ردالمحتار میں بھی جو
اس رسالہ کے بعد کی تصنیف ہے کسی تصریح ملنے کا ذکر نہیں۔ صرف محشی مسکین کی تقریر ذکر کی جو حموی سے
بھی متاخر ہیں اور اسی رسالہ کیطرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا کہ اس میں اس کو رد کر چکے ہیں۔

تعجب ہے کہ مانعین حضرات حسبِ ہدایتِ شامی تکمیلِ بحث پر غور نہیں کرتے اور قولِ مردود سے
استدلال کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے رسائل ص۱۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق بن جاتا ہے کہ متاخرین
کی بیس کے قریب کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے جو غلط ہوتا ہے، کسی ایک صاحب کی غلطی ہوتی
ہے اور پچھلے نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ کئی مسائل میں یہ واقع ہوا۔ پھر اس کی نظیریں ذکر کرتے
کرتے ص۱۵ میں فرمایا ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا
صاحب البحر والنھر والمنح والدر المختار وغیرھم
وھی سھو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر یعنی یہ جو ہم نے ذکر
کیا اس کی بہت نظیریں ہیں جن میں بحرالرائق، نہرالفائق، منح الغفار، درالمختار کے مصنفین وغیرہم
نے اتفاق کیا حالانکہ وہ ہیں سہو (بھول) جن کا منشا نقل میں غلطی ہے یا سبقتِ نظر ہے اور یونہی فتاویٰ
رضویہ ص۳۰۳ جلد ۱ میں بحرالرائق سے ہے ما نصہ ھذا الموضع مما اخطأوا
فیہ (الیٰ ان ذکر) وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا
وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ



Marfat.com

فیأتی من بعدہ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون واصلہ لواحد مخطئ اور یہی وجہ ہے کہ فتاوٰے رضویہ مبارکہ میں معروضات وتطفلات بکثرت ہیں حتیٰ کہ صرف پہلی ہی جلد میں ایک ہزار نو سو پینتالیس ہیں، فافہم و لاتکن من الغافلین۔

## وضاحت نمبر ۵

تعجب ہے کہ وہی صاحب جنہیں سائل نے ایک بہت بڑے عالم کا لقب دیا ہے اپنے مطبوعہ فتاویٰ میں صاف صاف یہ تصریح کرتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر میں سنی گئی آواز بعینہٖ امام ہی کی آواز ہوتی ہے مگر پھر فرماتے ہیں کہ چونکہ لاؤڈ سپیکر قصدِ ذکر نہیں کرتا اور نماز میں داخل نہیں ہوتا لہٰذا یہ اس کی اقتدا بنی جو نماز میں داخل نہیں تو نماز جائز نہیں، جب تسلیم کرلیا کہ امام ہی کی آواز ہے اور نیت بھی امام کی اقتدا ہی کی ہوتی ہے تو لاؤڈ سپیکر کی اقتدا کیوں بنی؟ اگر یونہی اقتدا بن جاتی ہے تو کیا وہ مقتدی جو بیرونِ مسجد ہوں اور مسجد کے دروازے یا کسی روشندان سے آوازِ امام سنیں تو وہ دروازہ یا روشندان کے مقتدی بن جائیں گے؟ بلکہ اس سے تو لازم کہ کسی مقتدی کی نماز جائز ہی نہ ہو اگرچہ امام کی آواز بلا واسطہ ہی سن رہا ہو کہ امام کی آواز بھی یقیناً امام کی غیر ہے اور اہلیتِ قصدِ ذکر و دخول فی الصلوٰۃ بھی نہیں رکھتی، اور جب یہ سن کر نماز پڑھ رہا ہے تو یہ آواز کی اقتدا بنی اور نماز نہ ہوئی، اور یونہی دیکھ کر پڑھے تو پھر بھی چونکہ امام کے لباس پر نظر پڑ رہی ہے یا جسمِ امام کا بعض حصہ دیکھ رہا ہے جو قاصدِ ذکر نہیں تو نماز نہ ہوئی واللوازم باطلۃ فالملزوم مثلہا۔

## وضاحت نمبر ۶

مقدماتِ مذکورہ سے واضح ہوچکا کہ بلانیتِ اقتدار، اقتدار نہیں پائی جاتی اور بلانیتِ اجابت، اجابت نہیں بنتی اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ کوئی مقتدی لاؤڈ سپیکر کی اقتداءً اجابت کی نیت نہیں کرتا تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ ہے؟ فقہائے کرام تو فرماتے ہیں یجب حمل افعال المؤمنین علی الصلاح کہ مسلمانوں کے اعمال درست ہونے پر محمول کئے جائیں مگر یہاں ان اعمال کو جو درست ہیں الٹے غلط بتایا جاتا ہے! فیا للعجب!

۲۔ دوسری وجہِ فساد سائل نے یہ نقل کی کہ یہ تلقن من الخارج بنتا ہے یعنی جو نماز میں نہیں اس سے



Marfat.com

افعال نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسد ہے۔

**جواب** : ایسا تلقن واستفادہ مفسد نہیں (دیکھو مقدمہ حادیہ عشرہ)

**۳** تیسری وجہ فساد یہ ذکر کی کہ صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں۔

**جواب** : یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ کس نے کہا کہ جس چیز سے سجدۂ تلاوت لازم نہ ہو وہ اقتداء میں کارآمد نہیں، دیکھئے کسی کو سجدۂ تلاوت کرتے ہوئے دیکھنے سے سجدہ لازم نہیں ہوجاتا حالانکہ دیکھنے سے اقتدار رواہے بسماع او رؤیۃ، سن چکے۔ اگر یہی قاعدہ ہے تو لازم کہ مکبر کی تکبیرات سن کر بھی اقتدار روا نہ ہو کہ مکبر مقتدی ہی ہوتا ہے اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایاتِ ظاہرہ یقیناً ثابت اور تمام کتبِ فقہیہ میں منصوص کہ مقتدی آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماع سے امام و مقتدی، کوئی بھی سجدہ نہ کرے، نہ نماز میں اور نہ فارغ ہونے پر۔ جامع صغیر ص۱۶، جامع کبیر ص۱ میں ہے والنظم من الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فی رجل قرأ سجدۃ خلف الامام قال لایسجدھا الامام ولاھو ولا احد من القوم ولا اذا فرغوا۔ اور لطف یہ کہ اس مسئلہ میں لایسجدھا صیغۂ نہی ہے جو نفیِ جواز کا افادہ کرتا ہے اور مسئلۂ صدا میں (جو صرف بعض مشائخ نے ہی بیان فرمایا اور ہمارے ائمہ سے منقول دکھائی نہیں دیتا) لایجب آیا ہے جو جواز کی نفی نہیں کرتا بلکہ حسب القواعد مفید جواز ہے۔ جب وہ حضرات مسئلۂ صدا سے جو مفیدِ جوازِ سجدہ ہے اور محض وجوب کی نفی کرتا ہے، اقتدار کا عدمِ جواز ثابت کر رہے ہیں تو اس مسئلۂ ظاہر الروایۃ یعنی مقتدی سے آیتِ سجدہ سننے پر عدمِ جوازِ سجدہ سے اقتدار کا عدمِ جواز کیوں ثابت نہیں کرتے؟ حالانکہ یہ ان کے قول پر بطریق اولیٰ ثابت ہونا چاہئے تو صرف لاؤڈ سپیکر کی صورت میں ہی عدمِ جواز کے کیوں قائل ہیں۔ مکبر کی صورت میں

---

**عـــہ** ہمارے نزدیک دوسرے مذہب کی رعایت جبکہ اپنے مذہب کا خلاف نہ ہوتا ہو مستحب ہے لہذا جس صورت میں ہمارے مذہب میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو حالانکہ کسی اور امام کے نزدیک اس صورت میں سجدہ ہو تو ہمیں ادا کرنا اس قاعدہ کی بنا پر جائز و مستحب ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب میں فی الجملہ سجدۂ تلاوت جواز و استحباب کی صورت میں بھی ادا ہوسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

بھی یونہی کہیں بلکہ اگر اسی مسئلۂ صدا پر ہی قیاس کرنا ہے تو وہ تو مفید جواز ہے کہ وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاع خاص ارتفاع عام کا مستلزم نہیں، انسانیت کا اٹھنا حیوانیت کی نفی نہیں اور بحکم مفہوم مخالف (جو حسب تصریحات مذہبیہ روایات میں معتبر ہے) جواز مستفاد ہے اور جب مقیس علیہ میں جواز ثابت ہوا تو مقیس میں بھی ثابت ہوگا تو معلوم ہوا کہ مانعین حضرات کا یہ استدلال صحیح نہیں اور یونہی یہ بھی کتب معتمدۂ فقہیہ سے ثابت کہ حائض و نفسا، جنب و محدث، مجنون و صبی، نائم و سکران بلکہ کافر بھی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مکبر نہیں بن سکتے بلکہ صبی کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ان حالات میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتا، تو معلوم ہوا کہ وجوداً و عدماً کسی طرح بھی مسئلۂ تلاوتِ سجدہ، اقتدار کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔ پھر چونکہ سجدۂ تلاوت میں سامع پر قبل از سماع وجوب نہیں بلکہ سماع ہی سبب وجوب بنتا ہے اور مقتدی پر قبل از سماع تکبیرات مکبر امام کی متابعت بوجہ اقتدار لازم ہے لہذا سجدۂ تلاوت میں سبب قوی کی ضرورت کہ موجب بن سکے اور اقتدار کیصورت میں صرف اطلاع کی حاجت ہے کہ انتقالاتِ امام پر واقف ہو کر پہلے سے لازم شدہ افعال ادا کر سکے تو قوتِ موجبہ کی ضرورت نہیں اور صدا کا اداتے امام کی اطلاع بننا اظہر من الشمس ہے اس کا منکر اگر معاند نہیں تو مجنون سے بہترین کسی لقب کا مستحق نہیں، تو ثابت ہوا کہ مسئلۂ مذکورہ تلاوتِ سجدہ، کسی طرح بھی مقیاس نہیں بن سکتا۔

۴۔ سائل نے یہ بھی نقل کیا کہ اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہر مفرط (زیادہ بلند کرنا) پایا جاتا ہے جو مفسدِ نماز ہے لہذا نمازیں نہ ہوتیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر توبہ فرض ہے۔

جواب: یہ کس نے کہا کہ جہر مفرط مفسد ہے؟ جہر مطلقاً واجباتِ نماز میں داخل ہے متون و شروح و فتاویٰ و حواشیٔ مذہبِ مہذب میں مطلق جہر کا ذکر ہے اور یونہی احادیث سے بلکہ اس آیت سے بھی جسے مانعین حضرات عدم جواز کی مایہ ناز دلیل تصور کئے ہوئے ہیں مطلق جہر ثابت ہے حالانکہ اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہے، تو جہر کے تمام افراد بمع جہر مفرط مشروع و جائز ہوئے تو جہرِ مفرط کو مفسد کہنا صحیح نہیں الا ان یشتمل علی مفسد لا یوجد فی محل النزاع۔

اس کا بیانِ تفصیلی ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں جہاں آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن



Marfat.com

کیا گیا ہے کہ وہ آیت لا تجہر بصلوتك ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلك سبیلاً عدمِ جواز کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ دلیلِ جواز ہے، نہیں نہیں! صرف جواز نہیں بلکہ وہ جواز جو صورتِ واجب میں پایا جاتا ہے فانظر تری عجبا۔ ہاں وہ جو فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ا میں اپنے شہروں اور زمانے کے مکبرین (امام کی تکبیرات سنانیوالوں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا اس خصوصی انداز سے (تکبیرات سناتے ہوئے) آواز بلند کرنا جس کا یہ لوگ دستور بنا چکے ہیں، اس کا مفسد ہونا بعید نہیں بلکہ ان کی بلند تکبیریں غالباً ہمزہ "اللہ" یا ہمزہ "اکبر" یا بائے "اکبر" کی مدوں (جس سے الف پیدا ہو جاتا ہے اور معنی سخت ترین غلط بن جاتا ہے) پر مشتمل ہو جاتی ہیں حالانکہ یہ مفسدِ نماز ہے۔ اور اگر ان مدوں پر مشتمل نہ ہوں تو اس لئے مفسد ہونا بعید نہیں کہ وہ حاجت سے زیادہ چلانے میں مبالغہ کرتے راگ اور گانے کی صاف ادائیگی کے اشتغال میں مبالغہ کرتے ہیں، اقامتِ عبادت کے لئے نہیں بلکہ اظہارِ صناعتِ نغمیہ کے لئے، حالانکہ ایسا چلانا اس کلام کا حکم رکھتا ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے پھر (بیانِ وجہِ افسادِ نماز کے بعد) فرمایا اور یہاں یقیناً معلوم ہے کہ ایسے چلانے اور راگ وگانے میں مبالغہ کرنے والے مکبر کا قصد اِس اندازِ ادا سے لوگوں کو خوش کرنا اور تعجب میں ڈالنا ہوتا ہے حالانکہ اگر یہ کہہ دے کہ میرے حسنِ صوت اور صفائیِ ادا سے خوش ہو اور تعجب کرو، تو نماز فاسد کر بیٹھتا ہے (تو یہاں بھی فاسد ہونی چاہئے) اور ایسی غلط ادا سے زائد حرفوں کا حاصل ہو جانا (جو معنی بگاڑ دیتے ہیں) لازم ہے (جیسے پہلے بیان فرمایا کہ ہمزہ اللہ یا ہمزہ اکبر یا بائے اکبر کی مد پر مشتمل ہوتی ہیں جو مفسد ہے)

نصہ اما خصوص ھذا الذی تعارفوہ فی ھذہ البلاد فلا یبعد انہ مفسد فانہ غالبا یشتمل علی مد ھمزۃ اللہ او اکبر او بائہ وذلك مفسد وان لم یشتمل فلانہم یبالغون فی الصیاح زیادۃً علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظہارا للصناعۃ النغمیۃ لا اقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام الذی بساطہ ذلك الصیاح (الی ان قال) وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری فیہ افسد وحصول



Marfat.com

الحروف لازم من التلحین الخ

اس بیان فیض توأمان کو نہر الفائق وغیرہ میں نقل کرکے برقرار رکھا، تو اس سے مطلقاً جہر مفرط (زیادہ بلند پڑھنے) کا مفسد ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ حضرت محقق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف اس خصوصی رواج زمانہ کے مطابق بہت زیادہ چلا کر راگ سے پڑھنے کو مفسد فرماتے ہیں جو لوگوں کو خوش کرنے کی نیت سے بلا قصد عبادت ہو (کہ حسب القواعد ایسی نیت سے پڑھنا یوں کہنا ہے کہ میری اچھی آواز سے خوش ہو اور یہ مفسد ہے) اور وہ ایسا چلاتا ہے کہ جس میں حرف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو معنی بگاڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ کہ مکبرین کا زیادہ چلا کر پڑھنا دو وجہ سے مفسد ہے، ایک تو زیادہ چلانے کے سبب زائد حرفوں کا پیدا ہو کر معنی بگاڑ دینا اور دوسری وجہ لوگوں کے خوش کرنے کی نیت سے راگ میں پڑھنا رسائل علامہ شامی ص۱۴۶ جلد ا میں ہے فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجۃ لا لقصد القربۃ بل لیعجب الناس من حسن صوتہ و نغمہ مفسد من وجہین الاول ما یلزم من التلحین من حصول الحرف المفسد غالبا والثانی عدم قصد اقامۃ العبادۃ الخ نیز اسی صفحہ میں یہ بھی فرمایا کہ ان المحقق لم یجعل مبنی الفساد مجرد الرفع بل زیادۃ الرفع الملحق بالصیاح المشتمل علی النغم مع قصد اظہارہ لذلک والاعراض عن اقامۃ العبادۃ۔ اور یونہی منحۃ الخالق ص۳۶۴ جلد ا اور ردالمحتار ص۵۵ جلد ا میں بھی فرمایا، تو اظہر من الشمس ہوا کہ اس بیان سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا کہ صرف جہر مفرط (زیادہ بلند آواز سے پڑھنا) مفسد ہے ایسا سمجھنا محض غلط ہے اور کسی نے یوں سمجھا بھی نہیں، صرف سید احمد حموی (جن سے اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ والاجزیۃ مستدرکہ ہے) نے یوں سمجھ کر محقق علیہ الرحمۃ پر یہ اعتراض کر دیا کہ جہر مفرط کو کیوں مفسد فرماتے ہیں وہ تو مفسد نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے نہایت زور دار الفاظ میں حموی علیہ الرحمۃ کا رد کیا کہ محقق علیہ الرحمۃ کی قطعاً یہ مراد نہیں کہ نفس جہر مفرط مفسد ہے



Marfat.com

ردالمحتار، منحۃ الخالق، رسائل میں فرمایا (والنظم منہ) اقول فیہ نظر لان الکمال لم یجعل الفساد مبنیا علی مجرد الرفع الخ نیز رسائل میں فرمایا فقول المحقق و الصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الکلام و لواحقہ و بدلیل قولہ وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ الی اخرہ۔ اذلا اعجاب فی مجرد الصیاح الخالی عما ذکر فتعین ان المراد بالصیاح ما ذکر کما لا یخفی نیز ردالمحتار میں فرمایا لاشک انہ اذا لم یقصد الذکر بالغ فی الصیاح لاجل تحریر النغم والاعجاب بذلک یکون قد افاد بہ معنی لیس من اعمال الصلوٰۃ۔

تو روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ مجرد جہر مفرط مفسد نہیں اور نہ ہی فتح القدیر میں اس کو مفسد بنایا گیا بلکہ بنائے فساد وہی دو وجہیں ہیں جو درمیانی یا آہستہ آواز میں بھی پائی جائیں تو فاسد کر دیتی ہیں اور وہ دونوں وجہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز میں جبکہ امام صحیح پڑھ رہا ہو اور نیت بھی صحیح ہو، ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر امام کا پڑھنا ان مفسدہ وجہوں پر مشتمل ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ لاؤڈ سپیکر نہ ہو، لاؤڈ سپیکر تو مکبر الصوت ہے یعنی آواز کو بلند کرنے والا ہے، صحیح ہو تو صحیح کو بلند کر دیتا ہے اور غلط ہو تو غلط کو بلند کر دیتا ہے اور یہ نہیں کہ غلط کو صحیح یا صحیح کو غلط بنا دے ورنہ وعظ و اذان و تلاوت میں بھی جائز الاستعمال نہ ہوتا۔ کیا وعظ و اذان و تلاوت میں لوگوں کے خوش کرنے کی نیت اور عبادت سے اعراض کرتے ہوئے راگ اور گانے کے رنگ میں چلا چلا کر آیات و احادیث میں حروف اور مدیں بڑھا بڑھا کر معانی بگاڑ دینے جائز ہیں؟ ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی سننا جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاوٰے ص۴۹ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۰۹۱ جلد۱، مجمع الانہر ص۷۶ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۱۱، درالمختار شامی ص۳۵۹ جلد۱، بحرالرائق ص۲۵۶ جلد۱، فتح القدیر ص۲۱۷ جلد۱ میں ہے والنظم منہ فظہر من ھذا ان التلحین ھو اخراج الحرف عما یجوز لہ فی الاداء وھو صریح فی کلام الامام احمد فانہ سئل عنہ فی القراءۃ فمنعہ فقیل لہ لم قال ما اسمک قال محمد




Marfat.com

قال لا یعجبك ان یقال لك یا موحامد قالوا واذا کان لم یحل فی الاذان ففی القراءۃ اولیٰ وحینئذٍ لایحل سماعها ایضاً۔

اس کا خلاصہ یہ کہ حرف کو اس کی جائز صفتِ ادا سے نکال دینے کا نام تلحین ہے" جو اذان میں حلال نہیں" حضرت امام احمد بن حنبل کی کلام سے یہ معنیٰ صراحۃً مستفاد ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ تلاوت میں تلحین کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اسے منع فرمایا، تو عرض کی گئی کہ کیوں؟ فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا محمد! تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہیں یا موحامد کہا جائے (تلحین سے) فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ تلحین جب اذان میں حلال نہیں تو تلاوتِ قرآنِ کریم میں بطریقِ اولیٰ حرام ہوگی اور جب حرام ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہوگا۔ تو آفتابِ جہاں تاب کی طرح تاباں ہوا کہ جب امام صحیح پڑھ رہا ہو (اگرچہ بلند آواز سے) تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے یہ جائز ناجائز نہیں بنتا، چہ جائیکہ امام پڑھ ہی درمیانی آواز سے رہا ہو، تو ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کا یہ استدلال بھی محض بادِ ہوا اور ہباءً منثوراً ہی ہے۔ پھر تعجب در تعجب یہ کہ اگر یہ استدلال صحیح ہوتا تو اس کی زد براہِ راست مکبر کے کھڑے کرنے پر پڑتی کہ وہی مکبرین ہی تو موضوعِ مسئلہ فتح القدیر ہیں۔ اور ان کی غلط کاریاں اور بے اعتدالیاں صرف چند مرتبہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ان کا دستور و رواج ساتویں صدی ہجری (جو حضرتِ محقق مصنفِ فتح القدیر کا زمانہ ہے) میں ہی بن چکا تھا جو تیرھویں صدی (زمانۂ شامی) بلکہ چودھویں صدی (زمانۂ مجدد مائۂ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک مکبرین کا غلط دستور چلا آیا ہے حالانکہ مانعین حضرات کے نزدیک مطلقاً مکبر کھڑے کرنے ممنوع نہیں بلکہ جب ریا، تلحین وغیرہ مفاسد سے بچیں تو ان کے نزدیک بھی جائز ہیں، تو انصاف یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی وہ مفاسد نہ پائے جائیں تو جواز برقرار رہے کما لایخفی علیٰ اولی النہی۔

رہا ایسے مفاسد بھرے دستور و رواج بن جانے کا ثبوت تو صاحبِ فتح القدیر سے ابھی ابھی گزر چکا کہ ان کے زمانے میں شہروں میں مکبرین ایسا دستور بنا چکے تھے۔ اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے رسائل کے ص۱۳۲ جلد ۱ سے ص۱۲۹ جلد ۱ تک ان کے کئی مفاسد نام بنام ذکر کرنے کے بعد ان مکبرین کی بکثرت قباحتوں کا اجمالی بیان کیا جو عین نماز میں کیا کرتے ہیں اور رواج بنا چکے ہیں، اولِ کلام میں فرماتے ہیں



Marfat.com

فلابد معہ من اجتناب ما احدث جهلة المبلغين الذين استولت عليهم الشياطين من منكرات ابتدعوها ومحدثات اخترعوها لكثرة جهلهم و قلة عقلهم و عدم اعتنائهم باحكام ربهم و بعدهم عما هو سبب قربهم وانهماكهم فی تحصيل حطام الدنيا و ترك التعلم الموصل الی الدرجات العلی۔ اور آخر میں فرماتے ہیں وهذا الذی ذكرناه من المنكرات التی يفعله المبلغون نبذة من قبائحهم التی تعارفوها فی نفس الصلوٰة۔

ان سب کا حاصل یہ کہ ایسے بے علم مکبرین جن پر شیطان غالب ہو چکے ہیں، اور بڑے جہالت اور تھوڑے عقل والے ہیں، جو اپنے رب کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے، ان کی بدعتوں سے بچنا ضروری ہے، اور یہ چند بری باتیں جو ان کی ذکر کی گئی ہیں، تھوڑا سا حصہ ہیں ان کی ان قباحتوں سے جنکو نفسِ نماز میں وہ دستور اور رواج بنا چکے ہیں۔ اھ فتاویٰ رضویہ شریف صـ۴۹۲ جلد ۲، احکامِ شریعت صـ۱۳۳ جلد ۲ میں امام اہل سنت و الجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے؟ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علماءِ کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر در کنار، اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر صـ۲۶۲ جلد ۱، صـ۲۶۳، در المختار و رد المحتار صـ۶۱۵، خود مفتیٔ مدینہ منورہ علامہ سید احمد اسعد حسینی مدنی تلمیذِ علامہ صاحبِ مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ صـ۵ جلد ۱۔ آخر میں فرمایا اما حركات المكبرين وصنعهم فانا ابرأ الی اللہ تعالیٰ منه الخ

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کی وہ تمام دلیلیں جو سائل نے نقل کی ہیں، تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہیں حالانکہ دلائل وصلِ اول سے آفتابِ جواز کی ضیاء پاشیاں تمام اوہامِ خام اور خیالاتِ ناتمام کی تمام اندھیریوں کو نیست و نابود بنا رہی ہیں، تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ صورتِ مذکورہ میں نمازیں جائز ہیں اور استعمالِ سپیکر حرام نہیں تو توبہ کرنی بھی فرض نہیں بلکہ ہو سکتی ہی نہیں کہ




Marfat.com

توبہ ناجائز سے ہوا کرتی ہے نہ کہ جائز سے ، مانعین حضرات کی یہ جرأتیں سخت بیجا ہیں ، ایسے دلائل سے حرام کہنا قطعاً جائز نہیں ۔ دیکھو مقدمات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴۔

اصولِ فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح نمایاں کہ فرض وحرام ایسی آیت یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنیٰ پر یقینی طور دلالت کریں ، طلبِ جازم کے ساتھ تبرکاً ، فتاویٰ رضویہ ص۱۱ جلد ۱ کے کلماتِ مبارکہ ہدیۂ ناظرین ہیں لایثبت الافتراض منہا الا واحد وھو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم (الیٰ ان قال) وقس علیٰ ھٰذا فی جانب الکف الحرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔

## الاستفتاء

## سوالِ دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ اگر بوقتِ امامت امام کے نزدیک لاؤڈ سپیکر اس لئے نصب کر دیا جائے کہ دور والے مقتدی جو بلا واسطہ امام کی آواز نہیں سن سکتے اس آلہ کے ذریعہ سن کر انتقالاتِ امام کے وقت امام کی پیروی کر سکیں تو یہ جائز و درست ہے یا ناجائز و نادرست ؟ بعض علما حرام و ناروا کا فتوےٰ دیتے ہوئے اعادۂ نماز ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض اعادۂ نماز ضروری نہیں جانتے مگر استعمالِ مذکور ناروا بتاتے ہیں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں :۔

۱۔ نماز عبادتِ مقصودہ ہے ۔ اس کا طریقۂ مسنونہ مبلغ کے قائم کرنے پر قائم رہنا ہی بہتر ہے ایسے آلات کے استعمال سے علیحدہ رکھی جاتے جیسے حج عبادتِ مقصودہ ہے تو طواف پیادہ کرنے کی بجائے ہوائی جہاز پر نہیں کر سکتے ۔ ہاں حج کے متعلقہ افعال کچھ ایسے بھی ہیں جو عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ محض ذریعۂ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں مثلاً حج کے لئے روپیہ جمع کرنا ، حج بکنگ آفس میں جانا ، وہاں کی ہدایات و شرائط کو پورا کرنا ، پھر ہوائی یا بحری جہاز پر سوار ہونا ، جدہ پہنچنا ، پھر وہاں سے بذریعہ لاری یا کار مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ، پھر کار پر سوار ہو کر عرفات کو جانا ، آنا وغیرہ ، یہ سب کام عبادات ہیں مگر عباداتِ مقصودہ نہیں ۔ ان کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے ۔ ان کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع مقرر نہیں ۔ یہ نہ کہا جاتے گا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقہ سوار ہو کر حج فرمایا ۔ اور جو





Marfat.com

صحابہ کرام ساتھ تھے اونٹ، گھوڑے وغیرہ جانوروں پر سوار تھے یا پیادہ تھے بلکہ قرآن کریم نے بھی بالتخصیص پیادہ یا شتر سوار ہونے کی تصریح کی ہے تو ہوائی جہاز یا بحری جہاز وغیرہ کی سواری ناجائز وگناہ ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ سب ذریعے ہیں، ان میں کمی بیشی یا تغیر و تبدل ناجائز وگناہ و جرم نہیں اور نہ ہی بدعت کہا جائیگا جبکہ کسی خاص شرعی حکم سے حرام نہ ہو اور یونہی نماز کے ایسے افعال متعلقہ جو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب عبادت ہیں ان میں بھی تغیر و تبدل ناجائز وگناہ نہیں جبکہ اصل مقصود جو نماز ہے پوری ہو جائے ، ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً نماز میں ستر عورت ضروری ہے تو کپڑے کی بجائے چام لپیٹ لے تو جائز ہے الی غیر ذلک من النظائر ۔

۲۔ بسا اوقات یہ آلہ فیل ہو جاتا ہے تو احتمال قوی ہوتا ہے کہ بہت سے نمازیوں کی نمازیں برباد ہو جائیں ۔

۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے بلکہ روح نماز ہے مگر جب امام کو یہ خیال رہے کہ آواز میکروفون پر پہنچ رہی ہے یا نہیں تو خشوع نہ ہوگا ۔

۴۔ ایک بڑی بات قابل غور ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ امیر و غریب یکسانیت سے ادا کر سکیں مگر لاؤڈ سپیکر کا رواج ہوا اور اس کو مستحسن سمجھا جائے تو غریب بیچارے نمازیں بھی امیر سے پیچھے رہ جائیں گے اور عین نماز میں جہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے کرنے تھے ۔ امیر و غریب کی تفریق نظر آنے لگے گی ، کوئی مسجد امیر کہلائی گئی ، کوئی غریب ۔

۵۔ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ جب مسجدیں نزدیک نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی اور بسا اوقات تکبیرات میں التباس پیش آئے گا ۔

۶۔ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ائمہ مجتہدین یا علماء میں اختلاف ہو تو مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خروج عن الخلاف کی کوشش کی جاتے ۔ اور بہت سے علماء کی تحقیق اور فتویٰ یہ ہے کہ یہ آواز اصلی آواز امام نہیں اس کی اتباع مفسد نماز ہے تو بچنا ضروری ہے اور ان مفاسد کی وجہ سے اس آلہ کا استعمال مذکور نادرست ہے حالانکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امام ہی کی اصل آواز ہے ۔ بینوا ماجورین من رب العلمین ۔

السائل : ابوالفیض علی محمد نوری خطیب جامع مسجد مائی والی منٹگمری

---

سہ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر (سورۃ الحج)



Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب جائز و درست ہے کہ سپیکر استماع واتباع تکبیرات امام کا ذریعہ ہے جو مطلوبِ شرعی و بشارتِ ربانیہ کا موجب اور ہدایت وعقلمندی کی دلیل ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے، فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٓئک الذین ھداھم اللہ و اولٓئک ھم اولوا الالباب۔ یہ "یستمعون" اپنے اطلاق کے لحاظ سے یقیناً استماع بالذریعہ کو بھی شامل ہے حالانکہ شرعاً اطلاق اتنا قوی ہے کہ خصوصِ سبب یا خبرِ واحد وقیاس سے بھی مرتفع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے اس کی تخصیص جائز فاتضح الحق وثبت الجواز بلکہ بالخصوص قرآنِ کریم سے کسی ذریعہ غیر مختار سے بھی سننے سنانے کے اعتبار اور مقبولیت کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا فلما اتٰھا نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے شجرہ کے ذریعہ رب العالمین کا کلام سنا جو خود اسی کا اپنا کلام ہے اور یہ نہیں کہ بدل کر کوئی نیا کلام بن گیا ہو۔ تعجب ہے کہ اب یہ حضرات سنانے کے ذریعہ کو بدلانے کا ذریعہ بنا رہے ہیں حالانکہ ہمارے رب العالمین جل وعلا نے ہمارے آرام وانتفاع کے لئے ہزارہا چیزیں پیدا فرمائیں اور آئندہ بے شمار اشیاء پیدا فرمانے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ویخلق ما لا تعلمون۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ لاؤڈ سپیکر بھی یقیناً انہی اشیائے موعودہ کا ایک فردِ خاص ہے جو ہمارے آرام وانتفاع کے لئے پیدا فرمایا، تو لامحالہ انتفاع بھی جائز و حلال ہوگا جب تک کہ کسی خاص صورت میں باقاعدہ دلیلِ شرعی حرام نہ کر دے۔ اور چونکہ صورتِ مذکورہ میں دلائلِ شرعیہ اربعہ میں سے کوئی دلیل بھی حرام نہیں کرتی تو حسب القاعدہ جواز ثابت ہو گیا وما تشبثوا بہ لاینعقد دلیلاً کما ذکرنا فی ما مضٰی بتفصیل ما یرٰی عجیبًا۔

اور یہ چھ مذکورہ مفاسد جو سائل نے ذکر کئے، ایسے نہیں جو نماز میں استعمالِ آلہ کو مطلقاً ناروا بنا سکیں اس کی مختصر تفصیل سنئے :۔





Marfat.com

سائل نے پہلا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز عبادتِ مقصودہ ہے الخ اس نام نہاد مفسدہ کی بنا صرف اس بات پر ہے کہ مبلغ (جسے مکبر بھی کہا جاتا ہے جو امام کی تکبیرات سناتا ہے) کا قائم کرنا عبادتِ مقصودہ ہے[1] یعنی اس کی مشروعیت محض رضائے الٰہی کے لئے ہوئی ہے۔ اس پر جو اثر و ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے وہ مقصودِ اصلی نہیں بلکہ یہ خود ہی مقصود ہے۔ مگر یہ بات محض بے بنیاد اور واقع کے خلاف ہے۔ اس کا نام (مبلغ یا مکبر) ہی واضح کرتا ہے کہ دوسروں کو انتقالاتِ امام کی اطلاع دینا مقصود ہے۔ اس کے مشروع ہونے کی اصل دلیل (احادیثِ صحیحین) میں ہی اس کی تصریح ہے۔ رسائلِ شامی ص۱۳۵ جلد ا میں ہے اعلم ان اصل مشروعية التبليغ خلف الامام ما رواه الامام مسلم فی صحیحه عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه اشتکیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلینا وراءه وهو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیره وما فیه عنه ایضاً صلّٰی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه خلفه فاذا کبر رسول الله صلی الله علیه وسلم کبر ابوبکر یسمعنا وما فیه ایضا عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها (الیٰ ان ذکر) وابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه یسمعهم التکبیر۔

ان سب کا صریح حاصل یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مرض کے دوران میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ نمازی سن لیں۔ اسی صفحہ میں شرح مسلم سے امام نووی کا استفادہ ذکر فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازیوں کو سنانے کی غرض سے بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز ہے اور یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ نصه فیه جواز رفع الصوت بالتکبیر یسمعه الناس و یتبعوه وانه یجوز للمقتدی اتباع صوت المکبر وهذا مذهبنا و مذهب الجمهور۔ پھر ص۱۴۱ میں فرمایا ان المنادی فی الاعیاد والجمع یجهر بالتکبیر لاعلام القوم ولا تفسد صلوته بذلك جرت العادة۔ یعنی منادی (مبلغ یا مکبر) عید اور

[1] عبادتِ مقصودہ کی یہ تعریف سائل کے بعض علماء کی ہی ہے ۱۲ ابوالخیر غفرلہ



Marfat.com

جمعہ کی نمازوں میں بلند آواز سے تکبیر کہنا ہے اِعلامِ قوم کے لئے اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کے ساتھ مسلمانوں کی عادت جاری ہو چکی ہے (یعنی اجماعِ عملی ہے) کہ مکبّر کا بلند آواز سے تکبیر کہنا نمازیوں کے سنانے کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پُر ظاہر کہ اگر مبلغ کا قائم کرنا عبادتِ مقصودہ ہوتا تو نماز کے دوسرے افعالِ مقصودہ کی طرح ہر نماز میں قائم کیا جاتا، تو ثابت ہوا کہ عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ امام سے دور مقتدیوں کے اتمامِ نماز کا بحکم تعاونوا علی البر والتقوی احادیثِ مذکورہ کی روشنی میں) ذریعہ و وسیلہ جائزہ ہے۔

تعجب ہے کہ مفتیانِ سائل نے نماز کے عبادتِ مقصودہ ہونے سے اس کا عبادتِ مقصودہ ہونا ثابت کیا ہے، حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ حج نماز کی طرح عبادتِ مقصودہ ہے۔ اور پھر خود ہی تصریح کرتے ہیں کہ حج کے تمام افعال عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ بعض افعالِ حج محض ذریعۂ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی خود ہی مانتے ہیں کہ نماز کے افعالِ متعلقۂ حج کے افعالِ متعلقہ کیطرح سبھی عبادت مقصودہ نہیں بلکہ محض تکمیلِ نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ نماز کا عبادت مقصودہ ہونا اقامتِ مبلغ کے عبادتِ مقصودہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ اور روافعات بتاتے ہیں کہ ذریعۂ تکمیل نماز غیر ہے تو انہی کی تصریح کے مطابق اس میں بھی تغیر و تبدل جائز ہوگا جب کہ اصل مقصود (دور کے مقتدیوں کا مطلع ہو کر امام کی پیروی کرنا) کسی ذریعہ سے پورا ہو جائے تو ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر بھی ایک ذریعۂ اطلاع ہے تو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں ہوگا اور بدعت نہیں بنے گا جیسے اذان، کہ وہ بھی ذریعۂ اطلاع و اعلام ہے۔ اور سب مانتے ہیں کہ سپیکر پر جائز ہے اور بدعت نہیں حالانکہ پہلے بلا سپیکر ہی ہوا کرتی تھی۔ اور یونہی وعظ اور تلاوتِ قرآن پاک بھی سب جائز مانتے ہیں۔ اور یونہی نماز میں سترِ عورت کہ پہلے زمانہ میں نہایت سادگی سے دستی بُنے ہوئے کپڑوں سے کیا جاتا تھا، مگر چونکہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ ایسی عبادت ہے جو ذریعۂ تکمیلِ عبادتِ مقصودہ (نماز) ہے، تو اس میں تغیر و تبدل بالاتفاق جائز ہے۔ برقی مشینوں سے بُنے ہوئے ہر قسم کے وہ نئے کپڑے جو سترِ عورت کر سکیں جائز الاستعمال ہیں جب کہ شعارِ کفار نہ ہوں جیسے حج میں اونٹ، گھوڑے کی بجائے انجنوں سے چلنے والے بحری اور ہوائی جہاز یا تیز رفتار لاری و کار وغیرہ سے سفر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاد میں تیر و تلوار کے بدلے توپ اور ٹینک، ہر قسم کے بم، تارپیڈو وغیرہ، ہر قسم کے نو ایجاد اوزار بلا جھجک استعمال کئے جا سکتے ہیں اور یہ نہیں کہا جاتا کہ چونکہ پہلے زمانہ میں نہیں تھے لہٰذا بدعت و ناجائز ہیں۔ اور اس کی نظیریں اس کثرت سے ہیں کہ حدود کے





Marfat.com

دائرے ان کے احصار سے قاصر ہیں۔ نور روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ یہ مفسدہ حقیقۃً مفسدہ نہیں تھا بلکہ ایک شبہ تھا جو زائل ہوگیا۔

پھر ان مفتیوں کا اقامتِ مبلغ کو طریقۂ مسنونہ کہنا ان کی سہل انگاری کا نتیجہ ہے ورنہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے کسی کتاب متداول حدیث و فقہ میں یہ منقول نہیں کہ اقامتِ مبلغ (مبلغ کا قائم کرنا) کیا ہو تو طریقۂ مسنونہ کیسے بنا؟ ہاں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دوران مرض پاک میں خود بخود مبلغ (تکبیرات ثانیوالا) بننا دو مرتبہ ثابت ہے مگر اقامتِ مبلغ اور ہے اور مبلغ بننا اور، پھر اس مبلغ بننے سے بھی مطلقاً مبلغ بن جانے کا مسنون ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ حدیثِ تقریری سے تبلیغِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جواز ثابت ہے۔ پھر اس کے جواز سے حسبِ قواعدِ اصولیہ دوسرے مسلمانوں کی تبلیغ کا جواز بطریقِ قیاس ثابت ہے (والتفصیل فی الضمیمۃ) اور جواز ہی کے ہمارے حضرات قائل ہیں۔ فتح القدیر ص۳۲۲ جلد۱، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد۱، رسائل شامی ص۱۳۹ جلد۱ وغیرہا میں ہے و النظم من الفتح عن الدرایۃ وبه یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی الجمعۃ والعیدین وغیرهما۔ نیز رسائل ص۱۳۸ میں شرح نووی سے ہے فیه جواز رفع الصوت بالتکبیر (الی ان قال) هذا مذهبنا و مذهب الجمهور۔ یعنی اس (تبلیغ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے مبلغین کے رفعِ صوت بالتکبیر کا جواز ثابت ہوگیا، اور یہ جمہور کا مذہب ہے، اور ہر وہ کام جو جائز ہو نیتِ حسنہ سے مستحب و مستحسن بن جاتا ہے لہٰذا ہمارے بعض فقہائے کرام نے اسے مستحب فرمایا۔ رسائلِ شامی ص۱۴۲ جلد۱ میں ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ سے ہے ولقائل ان یقول و یستحب الجهر ایضًا بالتکبیر والتحمید لواحد من المقتدین اذا کانت الجماعۃ لا یصل جهر الامام الیهم اما لضعفه او لکثرتهم الخ یعنی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تکبیر و تحمید کا بلند آواز سے ادا کرنا کسی ایک مقتدی کے لئے بھی امام کی طرح مستحب ہے جب کہ نمازیوں کو امام کی بلند آواز نہ پہنچ رہی ہو امام کے کمزور یا مقتدیوں کے زیادہ ہونے کے سبب"، شامی ص۴۴۳ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۶ میں ہے والنظم له واما عند الاحتیاج الیه بان کانت الجماعۃ لایصل الیهم صوت الامام اما لضعفه او لکثرتهم فمستحب۔



Marfat.com

روا منع ہو اگر مبلغ بن جانا جائز اور حسن نیت کے سبب مستحب بن جاتا ہے، تو مبلغ کا قائم کرنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہوگا، مسنون قطعاً نہیں، جو دعویٰ کرے دکھائے۔ پھر تعجب کہ مفتیانِ سائل جب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آواز (اسپیکر سے سنی گئی) امام ہی کی اصل آواز ہے تو نا روا کیوں بتاتے ہیں! جبرِ امام تو حسب تصریحات حدیثیہ و فقہیہ مسنون ہے اور یہ بھی مصرح اور فی نفسہٖ واضح ہے کہ جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بنا بیجا ہے تو بنانا بھی بیجا ہوگا! شامی ص۴۳۳ جلد۱، اور طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے و فی السیرۃ الحلبیۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ فی ھذہ الحالۃ بدعۃ منکرۃ ای مکروھۃ۔ یعنی سیرت حلبیہ میں ہے کہ چاروں امام متفق ہیں اس پر کہ ایسی حالت میں (جب امام کی آواز نمازیوں کو پہنچ رہی ہو) مبلغ بننا (بلند آواز سے تکبیرات کہنا) بدعتِ منکرہ یعنی ناپسندیدہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا مفسدہ یہ بتایا کہ بسا اوقات یہ آلہ فیل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اگر یہ آلہ مطلقاً محلِ اعتراض و رقابلِ احتراز ہے تو بسا اوقات مبلغین بھی مفسدِ نماز حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں، بلکہ ساتویں صدی سے چودھویں صدی تک ایسی حرکات بد ان کا دستور و رواج بن چکی ہیں، تو مفتیانِ سائل کے نزدیک مستنین بھی مطلقاً محلِ اعتراض و احتراز بن جائیں گے حالانکہ بوقتِ ضرورت بشرطِ احتیاط ان سے احتراز نہیں۔ تو جب اس آلہ کے متعلق بھی قبل از نماز پوری پوری احتیاط برتی جائے تو کیوں پرہیز کی جائے۔

تیسرا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے الخ امام کا یہ خیال اپنے مقتدیوں کی اصلاح نماز کے لئے ہو تو خشوع کیوں فوت ہوگا؟ کیا حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں صحابہ کرام کی نگرانی نہیں فرمایا کرتے تھے؟ قرآن کریم فرماتا ہے و تقلبک فی الساجدین۔ والاحادیث فی ذلک کثیرۃ حالانکہ حکم دیا صلوا کما رأیتمونی اصلی (تم یوں نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو) تو نماز کے اندر اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون و مطلوب بن گیا تو مخالفِ خشوع کیوں ہوگا؟ پھر محتاط امام یہ انتظام کیوں نہ کرے گا کہ آلہ عمدہ اور تیز ہو جو آواز کھینچتا جائے یا میکروفون دو ہوں۔ اور اس کی ضرورت بھی بڑے بڑے اجتماعات میں ہی ہو سکتی ہے ورنہ تجربہ گواہ اور مشاہدہ شاہد کہ کچھ نہ کچھ آواز ضرور پکڑ لیتا ہے اور افتتاحِ نماز کے وقت بسا اوقات بتانہ نمازیوں کی حاضری اور حاضرین کے یکایک کھڑے ہونے کے سبب چونکہ پورا سکون نہیں ہوتا لہٰذا زیادہ بلند آواز کی ضرورت ہوتی ہے



Marfat.com

جو بوجہ مواجہتِ میکروفون پوری ہوجاتی ہے اور رکوع وسجود میں جانے اور سر اٹھانے کے حالات نسبۃً سکونیہ ہوتے ہیں، تو بوجود دوری میکروفون بھی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، تو کسی خاص خیال کی ضرورت بھی نہیں؛

**چوتھا مفسدہ** یہ ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے الخ یہ نام نہاد قابلِ غور بڑی بات محض فضول اور سطحی بات ہے۔ یہ مساواتِ اصولیہ ایک ایک عبادت کے ایک ایک پہلو میں مختلف حیثیات کے مسلمانوں کے لئے یکسانیت و مساوات کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ ایسی مساوات تو ہے ہی محالات سے، کیا روزہ میں مقیم ومسافر، تندرست و بیمار، توانا و ناتوانا، طاہرہ و حائض و نفساء سب مساوی ہیں؟ کون کہتا ہے کہ مال دار کی طرح نادار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ اور یہ بھی نہاں نہیں کہ تمام مال داروں پر ایک ہی معین مقدار لازم نہیں، لاکھ پتی اور کروڑ پتی کی زکوٰۃ برابر نہیں، کیا حج سب پر فرض ہے؟ یا لباسِ احرام ایک ہی کپڑے سے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ماپ کی دو دو چادریں ضروری ہیں! کیا تمام حاجی پا پیادہ جاتے ہیں یا سواری پر؟ پھر سواری سب کی ایک ہی قسم کی ہوتی ہے؟ یا مختلف، کیا مکی اور غیر مکی قران میں مساوی ہیں؟ پھر مختلف مواقیت میں یہ مساوات کہاں؟ کیا تندرست ومریض کی نماز میں مساوات موجود ہے؟ مقیم و مسافر کی نمازوں میں تو فرق ہے ہی نہیں؟ کیا طاہرہ کی طرح حائض ونفساء بھی نماز ادا کرسکتی ہیں؟ مدرک ومسبوق ولاحق کا ادا کرنا مساوی نہیں، کیا سب نمازوں میں بالخصوص جمعہ اور عیدین میں جائز لباسوں کا بہتر پہننا خذوا زینتکم عند کل مسجد اور احادیث شریفہ وتوارث وتعارفِ عامۃ المسلمین سے ثابت نہیں؟ اور جب حقیقۃً ثابت ہے تو اس میں مساوات کیسے ہوسکے؟ زینتِ مضافہ الی بنی آدم، بوجہ اختلافاتِ حیثیاتِ مضاف الیہم ضرور مختلف ہے۔ اور حدیث وفقہ کے "احسن ثیابہ" میں بھی یہی اختلاف موجود، تو واضح ہوا کہ مساوات نہیں۔ پھر اجماعِ عملی امت اس عدمِ مساواتِ لباس کے مظاہرے ہر عید اور جمعہ بلکہ جمیع جماعات میں کیا کرتا ہے۔ ہاں برقی روشنی اور پنکھوں میں بھی یہ مساوات ضروری ہوتی۔ اور جب سب مسجدوں میں ایسے انتظامات نہیں ہوسکتے تو کسی میں بھی جائز نہ ہوتے بلکہ عماراتِ مساجد میں بھی تفرقہ ممنوع ہوتا اور فرش وغیرہ میں بھی برابری ہوتی کہ کوئی مسجد امیر اور کوئی غریب نہ کہلاتی سب کا یوں برابر ہونا واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ جب اچھے لباس میں برقی روشنی اور پنکھوں کے نیچے





Marfat.com

شاندار عمارات والی مساجد میں عمدہ دریوں اور قالینوں پر نماز بلا کراہت وقباحت جائز اور اہل اسلام کا معمول ہے تو لاؤڈ سپیکر بیچارے کا کیا قصور کہ اس کی اجازت نہ ہو۔ پھر اگر یونہی ہوتا تو اذان بھی سپیکر پر جائز نہ ہوتی اور وعظ بھی منع ہوتا حالانکہ سب جائز مانتے ہیں۔

پانچواں نام نہاد مفسدہ کہ مساجد نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی، بھی محض جزوی حیثیت کا ہے جس سے ممانعتِ کلیہ قطعاً ثابت نہیں ہوسکتی ورنہ مبلغین کی کلی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی کہ ان میں تو بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے مفاسد کا ارتکاب کر جاتے ہیں اور عادی مجرم ہیں۔ جب وہ کلی طور پر متروک نہیں تو یہ آلہ کلیۃً کیوں متروک ہو؟ کیا ایسی جذباتی باتوں سے جائز ناجائز بن جاتا ہے؟

چھٹا مفسدہ یہ کہ چونکہ لاؤڈ سپیکر میں اختلاف ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اختلاف سے بچا جائے تو اس قاعدۂ مسلمہ کا احتیاطی تقاضا یہ قطعاً نہیں کہ جو چیز ہمارے نزدیک جائز و روا ہو، وہ بوجہ اختلاف ناجائز و ناروا بن جاتے، بلکہ رعایتِ خلاف کے لئے نہ کرنا صرف مندوب و مستحب ہوتا ہے اور اس ندب و استحباب کے مرتبے بھی دلیلِ مخالف کے قوت وضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں کما فی رد المحتار عن النهر ص۱۳۶ جلد ۱، ص۱۳۷ (قوله لكن يندب للخروج من الخلاف) قال في النهر الا ان مراتب الندب تختلف بحسب قوة دليل المخالف وضعفه۔ اور مسئلہ زیرِ بحث میں چونکہ دلائلِ مخالفین بالکل ہی عاری از قوت ہیں تو یہ ندب بھی برائے نام ہی ہو سکتا تھا اور وہ بھی تب جب یہ اختلافِ ائمہ مجتہدین یا اصحابِ مذاہب کا اختلاف ہوتا ورنہ علماءِ مقلدین کا خلاف اور وہ بھی وضوحِ حق کے بعد قابلِ لحاظ نہیں۔ اور اگر بالفرض قابلِ لحاظ ہوتا تو پھر بھی لحاظِ مجتہدین سے تو کسی صورت بھی بڑھ نہیں سکتا تو درجۂ ندب ہی میں رہتا نہ یہ کہ حرمت و عدمِ جواز ثابت کر سکے۔

بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ شمس و امس کی طرح واضح ہوا کہ مفتیانِ سائل کے بیان کردہ مفاسد مل کر بھی مطلقاً ناروا نہیں بنا سکتے کہ اکثر تو مفاسد ہیں ہی نہیں، اور جو ہیں بھی تو وہ محض جزوی ہی ہیں، ان سے عدمِ جواز کا حکمِ کلی قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا، تو معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں اعادۂ نماز کی ضرورت نہیں اور نہ ہی استعمالِ سپیکر ناروا ہے بلکہ جائز اور روا و درست ہے اور نیتِ صالحہ تعاون علی البر سے دوسرے





Marfat.com

مباحوں کی طرح مستحسن وطاعت بن جاتا ہے۔ پھر اس میں کئی مفاد بھی ہیں جن سے اختصاراً سائل کے بیان کردہ چھ مفاسد کے تناسب سے، صرف چھ ہی لکھے جاتے ہیں:۔

نمبر۱۔ اس کے ذریعہ دور کے مقتدی قراءتِ امام سن لیتے ہیں اور قراءت کا سننا سبب رحمتِ خاصہ ہے ارشاد ہوا و اذا قرئ القراٰن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون۔ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے" اور گو دور والوں کو آواز نہ پہنچے تو چپ رہنا ہی کافی ہے۔ مگر کفایت کا یہ معنیٰ قطعاً نہیں کہ سماعتِ قراءت میں فائدہ ہی نہیں ورنہ امام کا جہر لازم ہی نہ کیا جاتا اور فاستمعوا کا امر وجوبی بھی نہ آتا۔

نمبر۲۔ یہ ذریعہ ہے عبادت کی زیادتی کا کہ استماعِ قرآنِ کریم بہترین عبادت ہے۔

نمبر۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری بلکہ بقول بعض علماء، سائل روح وروانِ نماز ہے جو دور کے مقتدی بذریعہ سپیکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ استماعِ قرآنِ کریم مفیدِ خشوع ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے تقشعر منه جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ۔ (اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں)

نمبر۴۔ یہ اطمینانِ قلبی کے حصول کا ذریعہ ہے کہ اس سے استماعِ قرآنِ کریم اور وہ یادِ الٰہی کا سبب اور یادِ الٰہی سے دل اطمینان یاب ہوتے ہیں۔ حضرتِ رب العالمین کا ارشاد ہے الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے)

نمبر۵۔ جب عند التحقیق اس کا استعمال جائز ہے اور جائز کا کرنا اس کے جواز کی عملی تبلیغ ہے حالانکہ جواز حکم شرعی ہے تو اس کا استعمال اس حکم شرعی کی تبلیغ بن گیا کما فی صلوة سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنه فی ثوب واحد مع وضع الثیاب علی المشجب بل صرحوا بوجوب فعل المکروه تنزیھا بیانا للجواز علی الحبیب الاکبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کما فی البحر الرائق وغیرھا۔



Marfat.com

نمبر ۶۔ تکبیر تحریمہ و انتقالیہ تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا کہ مقتدی سن لیں ایسی سنت ہے جو اصالۃً آواز امام سے ادا ہوتی ہے حالانکہ یہ آلہ بھی امام ہی کی آواز پہنچاتا ہے تو ادائے سنت اصلیہ کا ذریعہ بنا، اور ذریعہ سے فعل بدل نہیں جاتا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور مناظر قدرت کا مطالعہ جو مسنون ہے، بذریعہ عینک کرے تو کیا سنت ادا نہ ہوگی؟ جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے اگر عینک سے دیکھے تب بھی یقیناً واجب ادا ہو جاتا ہے تو اس آلہ کے ذریعہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

## افادۂ تاکیدیہ

امام اہلسنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ القیامہ کے ص۲۵ میں فرماتے ہیں مولانا علی قاری رسالہ اقتدا بالمخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج ہے اس کا کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے انتھی بلفظہ الشریف۔

حضرت ملا علی قاری کا یہ ارشاد براہ راست نماز کے متعلق ہے اور امام اہل السنت والجماعت نے ان کے اس ارشاد و استدلال کو برقرار رکھتے ہوئے بطور استدلال بیان فرمایا تو اسی استدلال سے مسئلہ زیر بحث بھی صاف ہو گیا۔ مانعین حضرات کوئی آیت یا حدیث یا نقل اجماع یا ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا بیان پیش نہیں کر سکے جس سے عدم جواز ثابت ہو، تو بحکم اصالت صحت، صحت و جواز ثابت ہو گیا اور ہر جائز نیت حسنہ سے مستحسن بن جاتا ہے تو حسن نیت سے یہ بھی مستحسن ہوگا اور مبلغ کا مستحسن ہونا قطعاً مضر نہیں کہ لا مزاحمۃ فی الاسباب امر مسلّم ہے۔

امام اہل السنت والجماعت نہج السلامۃ کے ص۱۵ میں فرماتے ہیں" مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے (الی ان قال) اگر ورود نہیں، کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے، اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادّعائے منع، شریعت پر افترا و تہمت ہے۔ ردالمحتار ص۶۸۳ جلد۱ لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من



Marfat.com

دلیل ۔ بحرالرائق ص۱۷۶ جلد ۲ میں ہے لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص، وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورودِ خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیلِ خاص کی کوئی حاجت نہ جانیں! اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعتِ مطہرہ پر افتراء اٹھانا الخ اہل السنت والجماعت ان کلماتِ مبارکہ پر غور سے نظر کریں اور علّتِ وہابیت سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

# ضمیمۂ مکبّر الصَّوت

## الاستفتاء

بحضور سیدی وسندی فقیہِ اعظم قبلہ شیخ الحدیث صاحب دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

امید ہے کہ حضورِ والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرما کر فقیر کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے:

عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے امام کے آگے لاؤڈ سپیکر نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ امام کی آواز تمام مقتدیوں تک بآسانی پہنچتی رہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ مقتدیوں کی نمازیں جائز ہوں گی یا نہیں؟ کیا کریمہ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً کی خلاف ورزی[1] تو نہیں؟ کیا یہ سنتِ مستمرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے مخالف تو نہیں؟ کہتے ہیں کہ حضور مبلغ کھڑے کرتے تھے؟ بینوا اجوبین من رب العٰلمین۔

المستفتی: فقیر ابو النصر منظور احمد عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم عالیہ عربیہ منٹگمری ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ

---

[1] مانعین خلاف ورزی یوں کہتے ہیں کہ اس آیت میں جہار و مخافتت کی درمیانی راہ کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ زیادہ جہر یعنی جہر شدید و قوی ناجائز ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں بلاشبہ جائز ہے اور نمازیں بھی جائز ہیں کہ شرعِ اطہر نے اس سے ممانعت نہیں فرمائی اور بلا ممانعت شرع کوئی شے ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ کریم میں ہے ما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم حتی یبین لھم ما یتقون ۰ (ترجمہ) اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کرکے گمراہ فرمائے (یعنی ان پر گمراہی کا حکم کرے اور انہیں گمراہوں میں داخل فرمائے) جب تک انہیں صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے"۔ امام اہل السنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "نہج السلامۃ" کے ص۱۵ میں فرماتے ہیں "بے منعِ شرعی منع کرنا ظلمِ مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت (تنزیہی) ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیلِ شرعی ادعائے منعِ شریعت پر افترا، و تہمت ہے الخ

اس کی قدرے تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آخرِ جواب میں آرہی ہے اور مکبر الصوت میں گزر بھی چکی ہے اور کریمہ ولا تجہر بصلوتک الآیۃ کی خلاف ورزی بھی یقیناً نہیں کہ اس کی تفسیر میں مفسرینِ کرام نے متعدد اقوال نقل فرمائے جن میں سے کسی قول کا تعلق تکبیراتِ نماز کے جہر کے ساتھ قطعاً نہیں جبکہ بلا دیا ر ادا کی جائیں۔ ہاں صرف دو ایسے قول ہیں جو قراءتِ نمازِ جماعت سے متعلق ہیں اور وہ دونوں قول حقیقۃً ایک ہی شانِ نزول کے ماتحت دو متبادل صورتیں ہیں جن میں سے ایک صورت یا قول کی بنا پر نماز میں مطلقاً جہرِ قراءت ہرگز ہرگز محلِ اعتراض نہیں، ہاں دوسرے قول یا صورت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ وہ جہر بیرونِ مسجد نہ سنا جائے مگر اس صورت میں تو وہ کریمہ ہے ہی منسوخ اور منسوخ قابلِ استدلال نہیں، تو خلاف ورزی کاہے کی!

اس اجمال کی (بقدرِ ضرورت) تفصیل یہ کہ رئیس المفسرین حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح بخاری ص۶۸۷ جلد ۲، مسلم ص۱۸۳ جلد ۱، تفسیر طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، ص۱۲۴ جلد ۱۵، ابنِ کثیر ص۶۸ (۶۹) جلد ۳، در المنثور ص۲۰۶ جلد ۴، خازن، معالم ص۱۵۴ جلد ۴ وغیرہا کتبِ کثیر حدیث و تفسیر میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم من البخاری نزلت و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن

(کریمہ ولا تجہر بصلوتک کی تشریح (شانِ نزول)



Marfat.com

فاذا سمع المشركون سبّوا القراٰن ومن انزله ومن جاء به فقال الله تعالیٰ لنبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولا تجهر بصلوٰتك ای بقراءتك فیسمع المشركون فیسبّوا القراٰن ولا تخافت بها عن اصحابك فلا تسمعهم وابتغ بین ذٰلك سبیلا۔ یعنی یہ آیت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مختفی[عـه] تھے۔ آپ جس وقت اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے پس جب کافر سن لیتے تو قرآن کریم اور اس کے اتارنے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ولا تجهر بصلوٰتك یعنی نماز کی قرات کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے ولا تخافت بها یعنی اصحاب سے، یوں آہستہ نہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں وابتغ بین ذٰلك سبیلا اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

اس شانِ نزول سے واضح ہوتا ہے کہ اس "صلوٰتك" سے مراد پوری[عـه] نماز نہیں بلکہ صرف قراءتِ نماز (جو جزوِ نماز ہے) ہی مراد ہے۔ اور ابتدائے[عـه] اسلام میں سب نمازوں میں قرآنِ کریم زیادہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ اور باہر[عـه] والے مشرکین سن کر شرارتیں کرتے تھے اور اس[عـه] فرمان کے اترنے سے مطلوب یہ تھا کہ مشرکین نہ سنیں اور حاضرین نماز بھی محروم نہ رہیں۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ مطلوب کے حصول کی دو صورتیں ہیں۔ ایک[عـه] یہ کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ ہی زیادہ آہستہ بلکہ درمیانہ درجہ کی ہو کہ حاضرین سن لیں اور باہر والے نہ سن سکیں۔ بہت سے مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اسی شانِ نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شانِ نزول کی بعض روایات[عـه] میں بھی اس کی تصریح آئی ہے۔ استعمالِ سپیکر کو ناجائز فرمانے والے حضرات کا استدلال صرف اسی صورت پر مبنی ہے مگر ان حضرات نے اس پر غور نہ فرمایا کہ مفسرین کرام نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی صراحۃً اس کا منسوخ ہونا بھی نقل فرمایا۔ طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، درالمنثور ص۲۰۷ جلد ۴، ابنِ کثیر ص۶۹ جلد ۳ میں ہے

• النظم من الطبری فلما هاجر رسول الله صلی الله علیه وسلم

---

عـه اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے ۱۲ منہ غفرلہ

عـه جو روایاتِ متظافرہ کی ہم پایہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

عـه گوشہ نشین ۱۲ منہ غفرلہ







Marfat.com

الی المدینۃ سقط ھٰذا کلہ یفعل الاٰن ای ذٰلک شاء یعنی جب مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت فرمائی تو یہ (جہرِ شدید کا منع ہونا) منسوخ ہوا۔ اب جو چاہے (جہرِ شدید یا متوسط) کرے بلکہ صاوی علی الجلالین ص۳۱۵ جلد۲ میں تو ہے وھٰذا الامر قد زال من یوم اسلام عمر و الحمزۃ فھو منسوخ فللمصلی الجھر فی الصلوٰۃ الجھریۃ ولو یزید علی سماع المأمومین یعنی یہ حکم ضرور زائل ہو گیا حضرت عمر اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسلام کے دن سے پس یہ منسوخ ہے۔ تو نمازی کے لئے بلند پڑھنا جہریہ نمازوں میں جائز ہے اگرچہ مقتدیوں کے سننے سے زیادہ ہو۔"

نیز سنن بیہقی ص۱۹۵ جلد۲ میں اسی شانِ نزول مذکورہ کی روایات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہرِ شدید کی حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ولم یکن فی الوقت الذی جھر فیہ عمر ھٰذا الجھر ما کان فی وقت نزول الاٰیۃ من خوف المشرکین ان ینالوا منہ۔ یعنی حضرتِ عمر کے اس جہر کے وقت اس شرارتِ مشرکین کا خطرہ نہیں تھا جو اس آیت کے وقت نزول میں تھا نیز احادیثِ شریفہ صریحہ سے جہریہ نمازوں میں اتنا بلند پڑھنا کہ بیرونِ مسجد سنا جاتے، یقیناً ثابت ہے کما سیأتی باذنہ تعالیٰ۔

تو ان حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بوجہ ارتفاعِ سبب (خوفِ شرارتِ مشرکین) وہ حکم (درمیانی آواز سے پڑھنے کا) مرتفع ہو گیا۔ پھر زمانہ مقدسہ سے آج تک بالاجماع یقینی طور پر ظہر و عصر میں مخافت (آہستہ پڑھنا) کا رائج چلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ جس طرح "لاتجھر" فرما کر اس صورت میں جہرِ شدید سے منع فرمایا کہ مشرکین نہ سنیں، یونہی ساتھ ہی "لاتخافت" فرما کر مخافتِ شدیدہ سے منع فرما دیا تاکہ مقتدی سن سکیں اور "وابتغ بین ذٰلک سبیلا" سے لازم فرما دیا کہ جہرِ شدید اور مخافتِ شدیدہ کے درمیان پڑھا جائے کہ مقتدی سنیں اور مشرکین نہ سنیں، تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں نسخ کی دلیلِ صریح ہے۔ اور جب منسوخ ہونا ثابت ہوا تو وہ استدلال بھی ھباءً منثوراً بن گیا۔

حصولِ مطلوب (مشرکین کو نہ سنانا اور حاضرینِ نماز کو نوازنا) کی دوسری صورت یہ کہ جن نمازوں

دوسری صورت (۱) [illegible]



Marfat.com

مشرکین اپنی ضروریات سے فارغ اور آمادۂ شرارت ہوں، آہستہ پڑھا جائے کہ سن کر شرارتیں نہ کریں اور جن میں کھانے پینے یا سونے میں مصروف ہوں حسبِ معمول بلند پڑھا جائے کہ مقتدی اصحاب کلیۃً محروم نہ رہیں۔ اس صورت کا ذکر اس سابقہ شانِ نزول کے ساتھ ہمارے مشائخ عظام نے کتبِ معتمدۂ فقہیہ میں صراحۃً بالوضاحت فرمایا ہے۔ مبسوطِ سرخسی ص۱۷ جلد۱ میں ہے وقد کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الابتداء یجہر بالقرأن فی الصلوٰۃ کلہا وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالٰی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا فکان یخافت بعد ذلک فی صلوٰۃ الظہر والعصر لانہم کانوا مستعدین للاذٰی فی ہٰذین الوقتین ویجہر فی صلوٰۃ المغرب لانہم مشغولین بالاکل و فی العشاء والفجر لانہم کانوا نیامًا ولہٰذا جہر فی الجمعۃ والعیدین لانہ اقامہما بالمدینۃ وما کان للکفار بہا قوۃ الاذٰی

کفایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد۱، بحر الرائق ص۳۳۵ جلد۱ طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں بکلمات متقاربہ ہے والنظم من البحر والاصل فیہ کما ذکرہ المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجہر بالقرأن فی الصلوات کلہا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل وانزل علیہ فانزل اللہ تعالٰی ولا تجہر بصلٰوتک ولا تخافت بہا ای لا تجہر بصلٰوتک کلہا ولا تخافت بہا کلہا وابتغ بین ذلک سبیلا بان تجہر بصلوٰۃ اللیل و تخافت بصلوٰۃ النہار فکان یُخافت بعد ذلک فی صلوٰۃ الظہر والعصر لانہم کانوا مستعدین للایذاء فی ہٰذین الوقتین ویجہر فی المغرب لانہم کانوا مشغولین بالاکل و فی العشاء والفجر لکونہم رقودًا وفی الجمعۃ والعیدین لانہ اقامہما بالمدینۃ وما کان للکفار بہا قوۃ۔



Marfat.com

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ کہ بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں تمام نمازوں میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سنکر بیہودہ حرکتیں کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ( ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها ) نازل فرمایا کہ اپنی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرآنِ کریم نہ پڑھو اور نہ ہی سب نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھو ( وابتغ بين ذٰلك سبيلا ) اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو " بایں طور کہ رات کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھو اور دن کی نمازوں میں آہستہ ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم آنے کے بعد ظہر وعصر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں مشرکین آمادۂ شرارت ہوتے تھے ۔ اور مغرب کی نماز میں بلند پڑھا کرتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں مشغول ہوا کرتے تھے ۔ اور عشاء و فجر میں بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان وقتوں میں نیند میں ہوتے تھے اور جمعہ وعیدین میں بھی بلند پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو قائم ہی مدینہ شریف میں کیا ، حالانکہ اس میں کفار کو طاقتِ شرارت نہ تھی ۔

کفایہ وبحر الرائق میں فرمایا وهذا العذر وان زال بغلبة المسلمين فالحكم باقٍ لان بقاءه يستغنى عن بقاء السبب . یعنی وہ عذر ( شرارتِ مشرکین ) اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہو چکا مگر وہ حکم باقی ہے اس لئے کہ اس کی بقاء بقاءِ سبب سے بے پروا ہے " نیز بدائع صنائع صـ۱۶۱ جلد ۱ ، فتح القدیر صـ۲۸۶ جلد ۱ ، عنایہ صـ۲۸۳ جلد ۱ ، درالمختار مع تقریر الشامی صـ۴۹۷ جلد ۱ میں ہے والنظم من البدائع كان النبي صلى الله عليه وسلم يجهر فى الصلوات كلها فى الابتداء الى ان قصد الكفار ان لا يسمعوا القرآن وكادوا يلغون فيه فخافت النبي صلى الله عليه وسلم بالقراءة فى الظهر والعصر لانهم كانوا مستعدين للاذى فى هٰذين الوقتين ولهذا كان يجهر فى الجمعة والعيدين لانه اقامهما بالمدينة وما كان للكفار

---

عہ بدائع وعنایہ میں ہے وان زال هذا العذر بقيت هٰذه السنة كالرمل فى الطواف ونحوه ۱۲ منہ غفر لہ



Marfat.com

بہا قوۃ الاذی ۔

اس کا حاصل بھی وہی ہے اور مفسرینِ کرام نے بھی بلا ذکرِ شانِ نزول اس صورت سے اس کریمہ کی تفسیر صراحۃً ذکر فرمائی ہے ۔ احکام القرآن للامام الجصاص الحنفی ص۲۶ جلد ۳ ، ابو السعود ص۴۷۲ جلد ۶ ، بیضاوی ص۴۲ جلد ۱ ، تفسیر کبیر ص۴۵۵ جلد ۵ ، نیشاپوری ص۱۰۳ جلد ۱۵ ، تفسیراتِ احمدیہ ص۳۳۳ ، مدارک ص۲۵۶ جلد ۲ میں ہے۔ و النظم للنسفی" او معناہ و لاتجھر بصلوٰتک کلھا ولاتخافت بہا کلھا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً بان تجھر بصلوۃ اللیل و تخافت بصلوۃ النھار"۔ بلکہ در المنثور ص۲۰۶ جلد ۴ میں حضرتِ رأس المفسرین سے ہے ونصہ و اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ تعالٰی و لاتجھر بصلوٰتک و لاتجعلھا کلھا جھرا و لاتخافت بھا قال لاتجعلھا کلھا سرًّا۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں تمام نمازوں کے جہرِ قرأت سے منع نہیں فرمایا بلکہ صرف ظہر وعصر میں ۔ نیز تفسیراتِ احمدیہ میں ہے وعلٰی ھٰذا فالاٰیۃ فی تعیین الصلوۃ الجھریۃ وغیر الجھریۃ ۔ یعنی اس تفسیر پر یہ آیت جہریہ اور غیر جہریہ پنجگانہ نمازوں کی تعیین کرتی ہے ۔ بہرحال یہ اس کریمہ کی ایسی تفسیر ہے جسے بکثرت مفسرینِ کرام نے بیان فرمایا اس صورت میں " ذٰلک " کا اشارہ الجھر بقراءۃ کل الصلوات او المخافتۃ بقراءۃ کل الصلوات کی طرف ہے ۔ تو امر " ابتغ بین ذٰلک " سے رات کی نمازوں میں جہر واجب ہوا اور دن کی نمازوں (ظہر وعصر) میں مخافتت کما مر مصرحًا ، اور جب اس کریمہ سے جہریہ نمازوں میں جہر جائز ہوا تو جہر کے تمام افراد کا جواز ثابت ہوگیا شدید ہو یا خفیف یا بین بین کہ اطلاق وعموم جہران سب کو شامل ہے ۔

امام اہل السنت والجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں " عموم واطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع وذائع ، یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح واقع ہوگی ، ہمیشہ محمود رہے گی تاوقتیکہ کسی صورتِ خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے مثلاً مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں



Marfat.com

کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی، بہتری ہوگی۔ ہر ہر صورت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے شاع و ذاع احتجاجهم سلفا وخلفا بالعمومات من غير نكير، اسی میں ہے العمل بالمطلق يقتضى الاطلاق۔ تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے العمل به ان يجرى فى كل ما صدق عليه المطلق (اقامة القيامة ص۲) بلکہ بالخصوص جہرِ قوی (جو بیرونِ مسجد سنا جائے) کا جواز یوں بھی ثابت ہے کہ اس کریمہ کا سببِ نزول وہی جہرِ قوی تو ہے جو تمام نمازوں میں کیا جاتا تھا اور مشرکین باہر سنا کرتے تھے جیسے مشائخ احناف کے نزدیک ابتغ بين ذلك سے جہریہ نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا تو لامحالہ جہرِ قوی بھی جائز ہوا اور مامور بہ کا فرد بنا اور جمعہ وعیدین بھی جب جہریہ نمازوں میں شامل ہوئے تو ان میں بھی وہ جہر جائز ہوا"۔ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ خلاف ورزی کریمہ کا شبہ محض پادر ہوا ہے۔ کریمہ تو جائز بتاتی ہے خلاف ورزی کیسی؟ پھر ایسا جہرِ قوی ان احادیث کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ کے اطلاقات وعمومات سے بھی ثابت، جن میں جہریہ نمازوں کا جہر بیان ہے وكثرتها اظهر من ان تظهر۔ بلکہ بالخصوص صراحۃً بھی ثابت، صحیح بخاری ص۱۰۵ جلد ۱، ص۴۲۸ جلد ۱ وغیرہ کتب کثیرۂ احادیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے سرکارِ عرش قرار صلے اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جبیر اسلام نہیں لائے تھے اور بدر کے قیدیوں کی طلب میں آئے تھے۔ جہادِ بخاری کے یہ لفظ ہیں وكان جاء فى اسارى بدر قال سمعت النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يقرأ فى المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ وہ مسجدِ اقدس سے باہر قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بیرونِ مسجد سن رہے تھے۔ بلکہ صحیح بخاری ص۴۳۵ جلد ۲ میں طبرانی کی روایت سے اسی حدیث میں ہے وقد خرج صوته من المسجد کہ حضور کی آوازِ مبارک مسجد سے ضرور باہر نکلی ہوئی تھی۔ مؤطا امام مالک ص۲۷، مؤطا امام محمد ص۸، سننِ بیہقی ص۱۹۵ جلد ۲





Marfat.com

میں ہے و النظم منه ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه کان یجهر بالقراءة فی الصلوٰة و ان قرأته کانت تسمع عند دار ابی جهم بالبلاط ۔ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز قرارت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرارت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی ولاشك فی وفور الصحابة فی عهده المبارك ولم ینقل انكار احد فكان اجماعا منهم علی حسن كمال الجهر۔

شرح معانی الآثار ص۱۰۷ جلد۱ میں حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں مکہ مکرمہ میں نمازِ صبح پڑھائی اور اپنی آواز قرارت اتنی بلند فرمائی کہ اگر اس وادی میں کوئی ہوتا تو ضرور سن لیتا و رفع صوته بالقراءة حتی لو كان فی الوادی احد لاسمعه۔ صحیح بخاری ص۹۲ جلد۱ میں ہے وكان ابن عمر یوضع له الطعام وتقام الصلوٰة فلا یأتیها حتی یفرغ وان یسمع قراءة الامام۔ عینی شرح بخاری ص۲۷۰ جلد۲ میں ہے (قوله وكان ابن عمر) هو موصول عطفا علی المرفوع وقد رواه السراج من طریق یحیی بن سعید عن عبد الله عن نافع فذكر المرفوع ثم قال قال نافع وكان ابن عمر اذا حضر عشاءه وسمع الاقامة وقراءة الامام لم یقم حتی یفرغ فتح الباری ص۱۲۷ جلد۲ میں بھی یونہی ہے مگر "عن عبد الله، عن نافع" کی بجائے عن عبید الله عن نافع ہے۔ وقد اخرج الحدیث الامام محمد فی الموطا ص۱۰۶ وفیه فیسمع قراءة الامام وهو فی بیته۔ گھر اور کھانا لامحالہ مسجد سے باہر ہی ہوتا ہے تو مدعیٰ صاف طور پر ثابت ہے۔ پھر تمام ائمہ کا اتفاقیہ مسئلہ ہے کہ جہریہ نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے۔ متون و شروح و حواشی و فتاوے سب کے سب تصریحاتِ وجوب سے گونج رہے ہیں۔ ان کے اطلاقاتِ جہر سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس کی سب صورتیں جائز ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے یہاں تک فرمایا کہ جہرِ امام کا سب سے کم درجہ یہ کہ ساری صف اول سن لے، اور اعلیٰ کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ خلاصۃ الفتاوے ص۹۵ جلد۱، بحرالرائق ص۳۳۶ جلد۱، درالمختار



Marfat.com

ص۵۲ جلد ۱ ، شامی (از خلاصہ و خانیہ از جامع صغیر) ص۴۹۹ جلد ۱ میں ہے ان الامام اذا قرأ فی صلوٰۃ المخافتۃ بحیث سمع رجل او رجلان لایکون جہرًا والجہر ان یسمع الکل۔ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ای کل الصف الاول لا کل المصلین بدلیل ما فی القہستانی عن المسعودیۃ ان جہر الامام اسماع الصف الاول (الیٰ ان قال) ادنی الجہر اسماع غیرہ ممن لیس بقرب کاہل الصف الاول واعلاہ لاحد۔

یہ شامی علیہ الرحمۃ کی وہ بلند پایہ تحقیق ہے جو عطرِ تحقیق اور غنیمتِ خاصہ ہے تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام کے لئے ایسا بلند پڑھنا جو بیرونِ مسجد سنا جائے یقیناً جائز ہے جب کہ اس پڑھنے سے امام یا کسی دوسرے کو مشقت و اذیت نہ پہنچے بلکہ ایسا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے۔ تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد ۱ ، عالمگیریہ ص۳۷ جلد ۱ ، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے "لکن لایبالغ فی الجہر مثل الامام لانہ لایسمع غیرہ۔ یعنی امام تو بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھتا ہے مگر اکیلا امام کی طرح زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھے ، نہایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد ۱ میں بھی منفرد کے حق میں ہے لایجہر ھٰہنا کل الجہر یعنی اس حالتِ انفراد میں پورا جہر نہ کرے ۔ در المختار ص۵۰۱ جلد ۱ ، مراقی الفلاح ص۱۵۱ ، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۴ جلد ۱ میں ہے ویکتفی بادناہ کہ اکیلا سب سے چھوٹے درجے کا جہر کرے ۔

تو ان عبارات سے حسب القواعد معلوم ہوا کہ امام پورا جہر کرے اور ادنیٰ درجہ کا نہ کرے لان المفہوم المخالف معتبر کما فی الدر والشامی ورسائلہ وصرح بہ مجدد المائۃ الحاضرۃ فی الرضویۃ المبارکۃ بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اور وضاحت فرماتے ہیں کہ جماعت کے قدر سے زیادہ بلند پڑھنا اسی شرط کے ساتھ افضل ہے ص۴۹۷ جلد ۱ میں ہے وفی الزاہدی عن ابی جعفر لو زاد علی قدر الحاجۃ فہو افضل الا اذا اجہد نفسہ او اذی غیرہ قہستانی ، تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد ۱ ، فتح القدیر ص۲۸۳ جلد ۱ ، مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد ۱ ، ہندیہ ص۳۷ میں ہے والنظم منہا ولایجہد الامام نفسہ بالجہر یعنی امام یوں نہ پڑھے کہ مشقت میں پڑے



Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ بلا مشقت جس قدر بلند پڑھے بہتر ہے۔

ان سب عبارات فقہیہ کا منبع وہ پاکیزہ کلمات ہیں جو محرر مذہب مہذب حنفیہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا کے ملتے باب جہر اور قدر مستحب جہر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ جہر جو بیرون مسجد پاک ابوجہم کی حویلی کے پاس سنا جاتا تھا، باسناد بیان کرکے فرماتے ہیں الجهر بالقراءة في الصلوٰة فيما يجهر فيه بالقراءة حسن ما لم يجهد الرجل نفسه یعنی یہ جہر (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے) جہری نمازوں میں جہاں جب کہ پڑھنے سے مشقت میں نہ پڑے تو اس بلند پڑھنے کا حسن واستحباب آفتاب بلاحجاب کی طرح واضح ہوا۔ رہا وہ جو سراج وہاج سے بحرالرائق وہندیہ میں ہے اذا جهر الامام فوق الحاجة فقد اساء کہ امام جب ضرورت سے زائد جہر کرے تو اس نے اچھا نہ کیا۔ اس ضرورت سے زائد جہر سے مراد اگر وہ جہر ہو جو باعث مشقت بنے تو فبہا کما مر۔ ورنہ ان نصوص لیہ مشائخ عظام وائمہ کرام کے سامنے محض مضمحل ولا طائل ہے کہ سراج وہاج ضعیف اور غیر معتبر کتاب ہے۔ حضرت مجدد ملت حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوے رضویہ ص۲۱۳ جلد ا میں اسی سراج وہاج کے ایک مسئلہ کے رد میں فرمایا کیف ما کان فما في السراج غريب جدا ولو يستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا يظهر له وجه وقد قال في كشف الظنون السراج الوهاج عده المولى المعروف ببركلي من جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة (ترجمہ) جس طرح بھی ہو تو وہ جو سراج میں ہے بالکل نئی بات ہے جو کسی معتمد کتاب پر مستند نہیں اور کتب معتمدہ اور ثقوں کی نقلوں کے خلاف ہے۔ اور اس کی کوئی دلیل ظاہر نہیں ہوتی حالانکہ کشف الظنون میں فرمایا کہ مولی برکلی نے سراج کو ان کتب متداولہ سے ذکر کیا ہے جو ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اور یونہی سراج الوہاج سے بعض کتابوں میں منقول ہو جانا بھی صحیح نہیں بنا سکتا۔ رضویہ شریفہ ص۳۰۳ جلد ا میں بحرالرائق سے ہے وقد يقع كثيرا ان مؤلفا يذكر شيئا خطأ فياتي من بعده فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون واصله لواحد مخطئ۔ یعنی بسا اوقات یوں واقع ہوتا ہے



Marfat.com

کہ کوئی ایک مصنف غلطی سے کوئی چیز ذکر کر دیتا ہے تو اس سے پچھلے آکر اس عبارت کو یونہی بلا تنبیہ نقل کر دیتے ہیں تو ناقل زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ دراصل ایک ہی بھولنے والا ہوتا ہے۔ اور شامی علیہ الرحمۃ رسائل ص۱۳ جلد ا میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق بنتا ہے کہ متاخرین کی کتابوں سے تقریباً بیس کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے اور ہوتا وہ قول غلط ہے جو غلطی کر بیٹھا اس میں پہلا واضع اس کا تو پچھلا آتا ہے اور اس قول کو اس سے نقل کر دیتا ہے اور یونہی نقل کرتا جاتا ہے بعض ان کا بعض سے، پھر اس کی کئی نظیریں ای سراج وہاج وغیرہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں و لهذا الذی ذکرناه نظائر کثیرة اتفق فیها صاحب البحر والنهر والمنح و در المختار وغیرهم وهی سهو منشأه الخطأ فی النقل او سبق النظر۔ یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی نظیریں بکثرت ہیں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منح الغفار، در المختار وغیرہا کے مصنفین نے اتفاق کیا حالانکہ وہ نظیریں سہو (بھول) ہوتی ہیں، منشا ان کا نقل میں غلطی یا سبقت نظر ہوتی ہے۔"

نیز رسائل ص۱۷ جلد ا میں ایک اہم قاعدہ بیان کرکے فرماتے ہیں ان المقلد ان افتی بلا نقل عن المعتبرات فلا تنظر الی فتواه" بیشک مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوے دے تو اس کے فتوے کو دیکھا ہی نہ جائے۔" پھر صراحۃً حدادی (مصنف سراج وہاج شرح قدوری) کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اور ان کے ہم مثلوں کا یہی حکم ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے در المختار کے قول " فان زاد علیہ اساء " کی شرح میں بجائے اس کی تائید کے الٹے جہر فوق الحاجۃ کو افضل قرار دیا اور اس "اساء" کا قطعاً اعتبار نہ فرمایا۔ شامی ص۴۹۷ جلد ا میں ہے (قوله فان زاد علیه اساء) وفی الزاهدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجة فهو افضل الخ اور اگر ارخاء العنان کے طریق پر چشم پوشی کی جائے تو پھر بھی اس عبارت سراج سے حرمت و کراہت ثابت نہیں ہو سکتی کہ لفظ " اساءة " ترک اولی پر بھی بولا جاتا ہے۔ بلکہ مانعین جواز کے مسلم سید احمد حموی سے شامی علیہ الرحمۃ نے شامی ص۵۵ جلد ا میں یہی عبارت سراج اور اس کے متصلاً " الاساءة دون الکراهة "، نقل فرمایا، یعنی یہ اساءۃ کراہت سے کم ہے۔" تو ثابت ہوا کہ اس عبارت کا تقاضا صرف اتنا ہے کہ ضرورت سے زائد جہر افضل نہیں تو فاضل و جائز ہونے کی نفی نہ ہوئی بلکہ حسب القواعد اثبات ہوا۔ اور یونہی طحطاوی علیہ الرحمۃ نے حاشیۃ المراقی ص۱۵۱ میں اس کا ذکر مستحب کے مقابلہ میں فرمایا والمستحب



Marfat.com

ان یجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء۔ تو وہ عبارتِ سراج بھی جوازِ بلاکراہت کے خلاف نہیں۔ بہرحال ایسا جہرِ امام جو بیرونِ مسجد سنا جائے فقہائے کرام کی نظروں میں جائز ہے۔ بلکہ محرر مذہب حضرتِ امام محمد علیہ الرحمۃ اور بہت سے مشائخ عظام نے اس کی تحسین فرمائی ہے جبکہ باعثِ مشقت نہ بنے اور چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی ایسا ہی جہر پایا جاتا ہے جو باعثِ مشقت نہیں بنتا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا چہ جائیکہ ناجائز یا مفسدِ نماز بنے۔

الحاصل عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے سپیکر نصب کر دینا کریمۂ ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا کی خلاف ورزی قطعاً نہیں۔ جس معنی کی بنا پر خلاف ورزی کا خیال کیا جاتا ہے وہ حکم جمعہ و عیدین کے شروع ہونے سے پہلے ہی منسوخ ہو گیا۔ اور دوسرا معنی مفیدِ جواز و استحباب ہے جو احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ اور تصریحاتِ فقہیہ حنفیہ سے بھی ثابت ہے۔ تعجب ہے کہ حنفی ہو کر کریمہ کا وہ معنی نہیں لیتے جو مشائخ عظام حنفیہ نے نہایت واضح الفاظ میں تفصیل سے بیان فرمایا اور ایک ایک نماز کا نام لیکر بتایا (کمامر) پھر تعجب ہے کہ وہ حضرات[عـه] سپیکر سے سنی گئی آواز کو جب آوازِ امام نہیں مانتے بلکہ مغائر اور صدا جانتے ہیں اور صدا درمیانی آواز بلکہ قدرے آہستہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے[عـه] تو ان کے قول پر لازم کہ نمازیں جماعت سے ایسے مکانوں

---

عـه یہ دوسرے حضرات ہیں جو صدا مانتے ہیں اور پہلے آوازِ امام کا غیر مانتے ہیں۔ اور مکبر الصوت کے سوال دوم میں مذکور بعض علما سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا نہیں بلکہ عینِ آوازِ امام مانتے ہیں فتنبہ ۱۲ منہ غفرلہ عـه بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے مزار کے گول گنبد میں وہ خوبی ہے جو کسی بہتر سے بہتر لاؤڈ سپیکر میں بھی نہیں۔ سینکڑوں برس کا یہ پرانا گنبد جس میں برقی رو بھی نہیں۔ اس میں دو آدمی پورے قطر کے فاصلے پر جو تقریباً سو گز ہوگا بیٹھ کر آہستہ سرگوشی کرتے اور سنتے ہیں اور آواز بعینہ اصل متکلم کی ہوتی ہے اور یونہی بیجاپور کی مسجد بھی مشہور ہے۔ اس رسالہ کی دوبارہ طباعت کے بعد کراچی سے مشرق میں شہر ٹھٹھہ میں سو گنبد والی مسجد جو شہنشاہ شاہجہان کی تعمیر کردہ ہے فقیر نے بیع جماعتِ علما خود دیکھی حالانکہ مسجد کی مرمت سرکاری طور پر ہو رہی تھی اور کافی کام ہو رہا تھا اور شور تھا مگر اس کے باوجود مولانا الحاج غلام حسین نوری کو ہم نے محراب میں کھڑے کیا اور مسجد کے بیرونی صدر دروازہ میں چلے گئے تو نوری صاحب کا پڑھنا یوں معلوم ہوا کہ بالکل پاس ہی پڑھ رہے ہیں حالانکہ مسجد بہت ہی زیادہ وسیع ہے اور یونہی درمیانی صحن اور آس پاس برابر پورا پورا سن رہے تھے۔ نیز ابھی زمانہ قریب میں پاکستانی بحریہ فوج نے کراچی میں تقریباً چھتیس لاکھ روپیہ سے وسیع مسجد تعمیر کی ہے جو ساری کی ساری ایک بہت بڑا گنبد ہے اور امام کی آواز سب مقتدی یوں سنتے

(بقیہ برصفحہ ۴۴۰)



Marfat.com

میں جائز نہ ہوں جن میں صدا پیدا ہو جاتی ہے جیسے گنبد دار مساجد، حالانکہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ اہالیانِ اسلام گنبد دار مسجدیں بناتے اور ان میں نمازیں ادا کرتے چلے آتے ہیں۔ آج تک کسی نے ایسی مسجدوں کا بنانا حرام نہیں بتایا اور نہ ہی ان میں نماز پڑھنا ناجائز فرمایا۔ یہ حضرات عذر کیا کرتے ہیں کہ سپیکر نئی ایجاد ہے اس کا صریح جزئیہ کیسے دکھائیں؟

حضرات! گنبد دار مساجد تو نئی ایجاد نہیں، براہِ کرم کسی مستند کتاب سے صرف اتنا ہی کھا دیں کہ ان میں نماز باجماعت ناجائز ہے یا کریمہ لا تجہر بصلوتک کی خلاف ورزی ہے۔ فقہائے کرام نے ایسی ایسی نادر سے نادر صورتوں کا بھی بیان فرما دیا ہے جن کا وقوع نہایت ہی مستبعد ہے، تو اس واقع و متحقق صدا کا حکم کیوں نہ بیان فرمایا؟ کیا ان کی باریک بین نظروں نے یہ بڑے بڑے گنبد نہ دیکھے یا ان کے سریع السماع کانوں نے یہ سخت سخت صدائیں نہ سنیں؟ یوں ہرگز ہرگز نہیں بلکہ یہ سب کچھ یقیناً ان کے پیشِ نظر تھا مگر چونکہ جوازِ نماز میں خلل انداز نہیں تھا لہٰذا مفسداتِ نماز میں شمار نہ فرمایا بلکہ صاف صاف جوازِ نماز کا حکم لگا دیا کہ ان حضرات (مشائخ عظام) نے مقتدی کے لئے انتقالاتِ امام کا علم کسی طرح سننے یا دیکھنے سے حاصل ہو جانا جوازِ نماز کے لئے ضروری قرار دیا جو صدائے گنبد یا سپیکر سے بھی حاصل ہے، اس کا بیان رسالہ مکبر الصوت میں فتاویٰ قاضی خان وغیرہا گیارہ کتابوں سے گزر چکا، اور سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اس کی تصریح فرما دی مگر اس سے یہ سمجھنا کہ صدا سے سجدہ واجب نہیں ہوتا تو نماز بھی جائز نہ ہوگی، صحیح نہیں۔ وجوبِ سجدہ کی نفی تو جوازِ سجدہ کی نفی بھی نہیں چہ جائیکہ جوازِ نماز کی نفی بنے۔ اور اگر اسی پر اصرار ہے کہ اس مسئلۂ تلاوت سے نماز کا عدمِ جواز ثابت ہو گیا تو پھر دوسرے مسئلۂ تلاوت سے مبلغ کی تکبیرات سن کر نماز پڑھنا بھی ناجائز ہو جائے گا کہ ہماری تمام کتبِ فقہیہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت کہ مقتدی آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا تو لازم کہ جس طرح صدا سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہونے پر صدا مفسدِ نماز بن گئی۔ یونہی مقتدی سے

---

ہیں جیسے پاس کھڑے ہیں تو کیا ان مساجد میں نماز باجماعت جائز نہیں! تعجب ہے کہ ایسی بڑی مساجد کو بڑی بڑی جماعتوں کے لئے تیار کرایا گیا ہے اور شہنشاہ شاہجہان کے زمانہ میں اور بعد میں آج تک کسی عالم کا ایسا کوئی فتوے دیکھا یا سنا نہیں گیا ہے جس میں ایسی مساجد میں نماز باجماعت کو حرام اور مفسدِ نماز کہا گیا ہو فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲ منہ غفر لہ

پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہونا صورتِ مبلغ میں مفسد بن جائے کہ مبلغ بھی مقتدی ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ جائز ہے تو معلوم ہوا کہ صدا سے سن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے تو یہ مسئلہ منصوصہ صدا دلیلِ جواز بن گیا ( و التفصیل فی مکبر الصوت وسیجیئ فی ھٰذہ ایضًا باذنہ تعالیٰ )

رہا یہ شبہ کہ سنتِ مستمرہ کے مخالف ہے تو یہ بھی محض اشتباہ و توہم ہی ہے۔ یوں کہنے والوں سے دریافت کیا ہوتا کہ کون سی دینی کتابِ مستند میں ہے کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ کھڑے کرتے تھے، مجھے تو بکثرت کتبِ متداولہ دیکھنے سے اتنا بھی نہیں مل سکا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک مرتبہ کے لئے بھی کوئی ایک ہی مبلغ (تکبیرات سنانے والا) کھڑا کیا ہو، تعجب ہے کہ ان حضرات کو کیسے مل گیا کہ "مبلغ کھڑے کرتے تھے" جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ مبلغ کھڑے کرتے تھے اور ایک سے زیادہ ہوتے تھے کیونکہ "کھڑے" صیغۂ جمع ہے اور "کرتے تھے" ماضیٔ استمراری ہے۔ تبھی تو سنتِ مستمرہ کے خلاف بتاتے ہیں۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ہ "کہو دعوے ہیں سچے ہو تو دلیل لاؤ"

ہاں اتنا تو ضرور ملتا ہے اور مستند کتابوں سے ثابت کہ محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مختلف مرضوں کے دوران ایک ایک مرتبہ یہ اتفاق بنا کہ حضور نے نماز پڑھائی اور حضرتِ ابوبکر حاضرین کو تکبیر سناتے رہے (صلی اللہ علیہ وعلیٰ صدیقہ وسلم) اور ان دونوں مرتبہ ظہر ہی کی نماز تھی۔ پہلی نماز حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے دولت سرا کے بالاخانہ میں مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونے والوں کو بیٹھ کر پڑھائی اور ابوبکر صدیق لوگوں کو تکبیرات سناتے رہے۔ مسلم ص۱۷۷ جلد۱، ابوداؤد ص۸۹ جلد۱، سنن بیہقی ص۷۹ جلد۳، طحاوی شریف ص۲۳۴ جلد۱ میں بکلماتِ متقاربہ ابوالزبیر سے ہے کہ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (واللفظ لاحدی روایات مسلم) اشتکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ، ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے فاتیناہ مرۃ اخریٰ نعودہ فصلی المکتوبۃ جالسا۔ امام طحاوی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے صلی بنا رسول اللہ علیہ وسلم الظھر فتح الباری ص۱۴۱ جلد۲ میں ہے ان ھٰذہ القصۃ کانت فی ذی الحجۃ سنۃ خمس من الھجرۃ کہ یہ سن پانچ ہجری کے ذی الحجہ میں ہوا، اور





Marfat.com

دوسری نماز مسجد اقدس میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرض میں حضرتِ ابوبکر کو امامتِ نماز کا حکم دیا اور کئی دن وہی نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ایک دن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا آرام محسوس فرمایا تو دو صاحبوں کے سہارے نمازِ ظہر کے لئے باہر تشریف لاتے حالانکہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر نے حضور کو دیکھا تو (عین نماز میں) پیچھے ہٹنے لگے تو حضور نے اشارۃً ہٹنے سے روک دیا اور حکم فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے پاس بٹھا دو۔ تو اب ابوبکر حضور کی اقتدا کرتے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق کی تکبیرات سن کر پڑھ رہے تھے۔

حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ سے بہ تصدیقِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح بخاری ص۹۵ جلد ۱، صحیح مسلم ص۱۷۹ جلد ۱ وغیرہما کتبِ معتمدہ کثیرہ میں ہے و النظم من البخاری فصلی ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد من نفسہ خفۃ فخرج بین رجلین احدھما العباس لصلوٰۃ الظھر و ابوبکر یصلی بالناس فلما راٰہ ابوبکر ذھب لیتأخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان لایتأخر فقال اجلسانی الیٰ جنبہ فاجلساہ الیٰ جنب ابی بکر قال فجعل ابوبکر یصلی وھو یأتم بصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و الناس بصلوٰۃ ابی بکر۔

صحیح مسلم ص۱۷۹ جلد ا میں ہے وابوبکر یسمعھم التکبیر۔ عینی ص۲۳۶ جلد ۲، فتح الباری ص۱۳۸ جلد ۲ میں ہے (قولہ لصلوٰۃ الظھر) ھو صریح فی ان الصلوٰۃ المذکورۃ کانت صلوٰۃ الظھر۔ سنن بیہقی ص۸۳ جلد ۳، عینی ص۷۱۹ جلد ۲، فتح القدیر ص۳۳۱ جلد ا، نصب الرایہ ص۴۴، ۴۵ جلد ۲، مرقاۃ ص۱۰۲ جلد ۳ میں ہے ھی صلوٰۃ الظھر یوم الاحد او یوم السبت کہ یہ اتوار یا ہفتہ کی ظہر تھی۔ عینی ص۲۳۶ جلد ۲، فتح الباری ص۱۳۸ جلد ۲ میں ہے و النظم من الفتح و قد صرح الشافعی بانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل بالناس فی مرض موتہ فی المسجد الا مرۃ واحدۃ وھی ھذہ التی صلی فیھا قاعدًا و کان ابوبکر



Marfat.com

فیھا اولاً اماماً ثم صار ماموماً یسمع الناس التکبیر۔ یعنی امام شافعی علیہ الرحمۃ نے صراحۃً فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مرضِ وصال میں مسجد میں صرف ایک مرتبہ ہی نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز ہے جو بیٹھ کر ادا فرمائی اور ابوبکر اس میں پہلے امام تھے پھر مقتدی بن گئے، لوگوں کو تکبیر سناتے تھے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ یہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ میں تھا۔ بہرحال صرف ظہر کی دو نمازوں میں دوران مرض میں حضرت ابوبکر کا اپنے طور پر کھڑے ہونا اور تکبیرات سنانا ملتا ہے اور جمعہ وعیدین یا کسی اور نماز میں تکبیرات سنانا نہیں ملتا اور نہ ہی یہ ملتا ہے کہ ابوبکر کے ساتھ کوئی مبلغ بھی تھا۔ اور یہ بھی نہیں ملتا کہ حضور نے ابوبکر صدیق کو تکبیرات سنانے کا حکم دیا ہو، تو سنتِ مستمرہ کیسے بنا؟ ہاں ان دونوں مرتبہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر کو منع نہ فرمانا ان دونوں مرتبہ میں جائز ہونے کی دلیل ہے کہ حضور کا فعلِ صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیلِ جواز ہے۔ تحریر الاصول مطبوع مع التیسیر ص۱۲۸ جلد ۳، مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ص۴۶۹ وغیرہما میں ہے (والنظم للمحقق) اذا علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بفعل وان لم یرہ فسکت (الی ان قال) فدلیل الجواز۔

نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ حکایتِ فعلِ مثبت یعنی کسی فعل کے واقع ہونے کی خبر دینی (جیسے گذشتہ حدیثوں میں حضرت ابوبکر کے تکبیرات سنانے کی حکایت ہے) عام نہیں ہو جاتی ہے کہ وہ حکم تمام شخصوں اور تمام زمانوں جہتوں کے لئے عام ہو جائے۔ اس لئے کہ اس فعل کا وہ وقوع جس کی خبر دی جا رہی ہے لامحالہ کسی خاص صفت اور کسی خاص وقت میں کسی خاص فاعل کا ہی کسی خاص غرض سے ایک خاص فعل ہوگا۔ یعنی جزئی حقیقی ہوگا جس میں عموم واشتراک متصور ہی نہیں تو لامحالہ خاص ہوگا تو عام کیسے ہو؟

تنقیح وتوضیح وتلویح طبع لکھنؤ ص۱۰۱ میں ہے (والنظم من التلویح) والصحیح انہ لاعموم لہ لان الواقع لایکون الا بصفۃ معینۃ فی زمان معین۔ تحریر اور اس کی شرح تیسیر ص۲۴۷ جلد ۱ میں ہے (لانہ) ای نقل فعلہ بتلک الصیغۃ (اخبار عن دخول) فعل (جزئی فی الوجود) ولا یتصور العموم فی الجزئی الحقیقی۔ مختصر المنتہی اور اس کی شرح قاضی عضد اور حاشیہ تفتازانی طبع مصر ص۱۱۸ جلد ۲ میں ہے، (والنظم للقاضی) فقد ثبت ان الفعل المثبت لاعموم لہ بوجہ من الوجوہ۔ اور حضرات فقہائے کرام کی صدہا تصریحیں ہیں واقعۂ حال



Marfat.com

لا عموم لها - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے افرادِ متماثلہ میں بھی قیاساً جواز ثابت ہو بشرطیکہ وہ فعل محلِ قیاس ہو۔ تنقیح وغیرہ میں ہے وان ثبت التساوی فالحکم فی البعض ثبت بفعلہ علیہ السلام وفی البعض الاٰخر بالقیاس۔

تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ مبلغین کھڑے کرنے کا جواز احادیثِ مذکورہ سے بطریقِ قیاس ہی مستفاد ہو سکتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے بھی ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جواز سے ہی تعبیر فرمایا ہے فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد ۱، رسائل شامی ص۱۳۹ جلد ۱ میں ہے (والنظم منہ) وفی فتح القدیر عن الدرایۃ وتب یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی الجمعۃ والعیدین وغیرہما ونقل مثلہ العلامۃ ابن نجیم فی البحر عن المجتبیٰ۔ بہرحال مبلغ کھڑے کرنے کا جواز تو مسلّم مگر سنتِ مستمرہ سمجھنا صحیح نہیں اور نہ ہی کسی کتابِ مستند میں اس کی تصریح یا توضیح ہے۔ بلکہ بعضے مالکی تو کہتے ہیں کہ اس سے مقتدی کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مبلغ کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شرح صحیح مسلم ص۱۷۹ جلد ۱، رسائلِ شامی ص۱۳۸ جلد ۱ میں ہے قد نقل القاضی عیاض عن مذہبہم ان منہم من ابطل صلوٰۃ المقتدی (الیٰ ان قال) ومنہم من ابطل صلوٰۃ المسمع یعنی قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ اپنے مذہب سے نقل فرمایا کہ بیشک بعض ان کا (مالکی مذہب والوں کا) نمازِ مقتدی کو باطل کہتا ہے اور بعض ان کا تکبیرات سنانے والے کی نماز کو باطل کہتا ہے۔ اس سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ سنتِ مستمرہ نہیں کہ مسائلِ قیاسیہ ہی عموماً ایسے اختلافات کا محل ہیں۔ اور جب سنتِ مستمرہ بلکہ سنت ہی نہیں تو اس کے خلاف کو بدعتِ سیئہ کہنا محض بیجا ہے۔ اس کی صدہا چمکتی ہوئی مثالیں ہیں کہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے کوئی کام کیا اور حضور نے منع نہ فرمایا، پھر مسلمانوں میں اس کا رواج بھی رہا مگر عرصہ کے بعد اس کے خلاف ہونے لگا تو مسلمانوں نے بدعتِ سیئہ کا نام دیتے ہوئے رد نہ کیا بلکہ بلا انکار رائج بنا لیا۔ مثلاً حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی قرآن کریم قلموں سے ہی حضور کے سامنے بلکہ بعض بحکمِ حضور لکھا کرتے تھے۔ پھر صدہا سال تک اہالیانِ اسلام قلموں سے ہی لکھتے رہے بعد ازاں زمانہ قریب میں

---

سے ای باز حدیث الشریف ۱۲ منہ عفی لہ



Marfat.com

لوگوں نے پہلے دستی پھر برقی اور مشینی پریسوں کے ذریعے چھاپنا شروع کیا جو بلا انکار روئے زمین کے مسلمانوں میں رائج ہو گیا مگر کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ قرآن کریم قلم سے لکھنا سنتِ مستمرہ ہے لہذا چھاپنا بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں بعض انفرادی طور پر قلموں سے کچھ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور بعد ازاں کئی صدیوں تک قلموں سے ہی لکھنا رائج رہا مگر جب طباعتِ احادیث شروع ہوئی تو مسلمانوں میں مقبول ہوئی۔

مسجدِ پاک بڑی سادگی سے تیار کی گئی، کھجور کی چھت بارش کا پانی نہیں روک سکتی تھی اور بے مینار تھی تو کیا مسجدوں کی مضبوط چھتیں گنبد اور مینار جائز نہیں؟

صحابہ کرام فریضۂ جہاد تیر و تلوار وغیرہ پرانی طرز کے اوزار سے ہی ادا فرماتے رہے بلکہ خود محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہی استعمال فرماتے رہے پھر صدیوں تک مسلمانوں میں رائج رہے۔ بعد ازاں توپ وغیرہ کے ایجاد ہونے پر مسلمانوں نے بلا دھڑک ان کا استعمال رائج بنا لیا اور یونہی آج تک جتنے نئے نئے اوزار ایجاد ہوتے گئے، ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں رائج بنتے گئے۔

فریضۂ حج کا سفر پاؤں یا اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کے ذریعہ ہی ہوتا رہا اور وہی رائج رہا، پھر جب گاڑی، موٹر، بس، ٹرک، سائیکل، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کلوں اور بھاپ وہوا سے چلنے والے ایجاد ہوئے تو سفرِ حج بھی ان ذرائع سے شروع ہوا۔

صحابہ کرام بلکہ خود شہنشاہِ کون و مکان صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا انعقادِ اجلاسِ خصوصیہ اور سلام و قیام مروجہ کے بغیر ولادتِ مبارکہ کا ذکر فرمایا، پھر یونہی ہوتا رہا۔ بعد ازاں انعقادِ اجلاسِ خصوصیہ اور سلام و قیام، جلوس وغیرہ جاری ہوئے جو سنیوں کی نظر میں بدعتِ سیئہ ہرگز نہیں۔

یونہی اس مبارک زمانہ میں بیاناتِ ولادتِ مقدسہ سنانے کا ذریعہ صرف متکلم کی اپنی ہی آواز تھی اور صدیوں تک یہی رائج رہا بعد ازاں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بڑے بڑے مجامع میں دور دور تک سنانا شروع ہوا اور جائز مانا گیا۔

اس بابرکت زمانے کے وعظ بھی واعظین حضرات کی بلا واسطہ آوازوں سے ہی سنے سنائے جاتے تھے پھر صدہا سالوں تک یہی رائج رہا۔ بعد ازاں سپیکروں کے ذریعہ سننا سنانا شروع ہو گیا تو بدعتِ سیئہ نہ بنا۔





Marfat.com

اس برکت بھرے زمانے سے صدیوں تک جمعہ و عیدین کے خطبے، قرآن خوانی، نعت خوانی، خطباء، قراء و نعت خوانوں کی بلا واسطہ آوازوں سے ہی ہوتے رہے اور اب سپیکر کے ذریعہ ہونے لگے تو بدعتِ سیئہ نہ بنے۔

اذان کے لیے حضراتِ بلال اور ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتخاب اس لئے ہوا کہ ان کی آوازیں دور تک پہنچتی تھیں اور یہی صدیوں تک رائج رہا کہ بلند آوازوں کے ذریعے اذانیں سنائی جاتیں۔ ہاں یہ بھی رائج رہا کہ ایک مؤذن کے ساتھ اور مؤذن مل کر اذان کہتے کہ اور زیادہ دور تک سنا سکیں مگر سپیکر ایجاد ہوا تو اس کے ذریعہ سنانا جائز ہی کہا گیا۔

جب یہ سب نئی نئی چیزیں بدعتِ سیئہ نہیں تو سپیکر کے ذریعہ تکبیراتِ نماز کا پہنچانا کیوں بدعتِ سیئہ ہے؛ امام اہل السنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں "بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنتِ ماموریہا (ایسی سنت جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کا رد کرے" (اقامۃ القیامۃ ص۳) نیز اسی صفحہ میں فرماتے ہیں" امام علامہ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں والبدعۃ ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فھی حسنۃ وان کانت تندرج تحت مستقبح فھی مستقبحۃ والا فمن قسم المباح۔ (ترجمہ) بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری بات ہے، اور جو ان دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو وہ قسمِ مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی اب مجلس میلادِ مبارک اور قیام وغیرہما امورِ متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے ورنہ اگر کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود اور اگر بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیتِ نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ انتھیٰ۔ تو واضح ہوا کہ اس نیت سے استعمالِ سپیکر کہ مقتدی بآسانی سنتے رہیں مباح و محمود و مستحسن ہے کہ نیتِ مذکورہ نیک ہے قد قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوٰی ۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے کہ





Marfat.com

بداہۃً بلاشبہ ثابت کہ سپیکر طبعًا ان آوازوں سے محض بے بہرہ و صامت ہے ،جب تک کوئی بولنے والا نہ بولے۔اس سے آواز نکلتی ہی نہیں اور جب بولا جائے تو حرف بحرف اسی ترتیب و لہجہ سے پوری پوری ملتی جلتی آواز سنائی دیتی ہے تو عقلِ سلیم یہ کیسے تسلیم کرسکے کہ یہ کوئی آواز ہے ۔جیسے کمزور نظر بلا عینک نہیں دیکھ سکتا مگر عینک لگانے کے بعد جو دیکھتا ہے وہ اس کا اپنا ہی دیکھنا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا دیکھنا ختم ہوگیا اور یہ کوئی اور دیکھتا ہے لہٰذا عینک لگاکر کعبہ شریف یا اولیاء اللہ کی زیارت یا مناظرِ قدرت کا مطالعہ اور قرآنِ کریم اور دینی کتابوں کا پڑھنا یقینًا جائز و باعثِ ثواب ہے ۔اور یہ نہیں کہ بدعتِ سیئہ واجبۃ الترک ہے ،تو واضح ہوا کہ سپیکر کے ذریعے تکبیرات سنانا امام کا ہی سنانا ہے اور بدعتِ سیئہ نہیں

اس کی مزید تحقیق مکبر الصوت میں بیان ہوچکی اور اس کے چھپنے کے بعد بفضلہ و کرمہ تعالیٰ امامِ اہل السنت والجماعت مجددِ مائۃِ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تصریحاتِ جلیلہ و جمیلہ ملیں جو اس تحقیق کی پوری پوری تصدیق کرتی ہیں جنہیں شیر بیشۂ اہل السنت حضرت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خان صاحب لکھنوی مدظلہم نے اپنے فتوے مسئلہ ہذا مطبوعہ ۱۳۶۹ھ لاہور میں امامِ اہل السنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ "الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا" سے نقل فرمایا۔ صوت کی تعریف و تشریح کرنے کے بعد ذکرِ نتائج میں فرماتے ہیں :" آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر قلع و قرع سے پیدا ہوئی وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملا منکیف کی صفت ہے ۔ ہوا ہو یا پانی وغیرہ آواز کنندہ کی حرکتِ قلعی و قرعی سے پیدا ہوتی ہے ولہٰذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملا منکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے ۔انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جب کہ تشکل وہی باقی ہے ۔ وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخصِ اول کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں نہیں ہوتا ، اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئیں ہمارے کان تک پہنچتی ہیں ۔اور اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے ۔"

---

؎ اس کے بعد وہ رسالہ مبارکہ "الکشف شافیا" بھی طبع ہوکر آگیا تو اور زیادہ وضاحت ہوگئی ، وللہ الحمد والمنہ ۱۲ منہ غفرلہ

پھر بیانِ صدا میں فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی پختہ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں " (پھر فرمایا) ، اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ صدا اسی تموجِ اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے تموجِ تازہ اس کیفیت سے متکیف ہو کر ہم تک آتا ہے ۔ انتھی ۔

تو اس بیانِ فیض ترجمان سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہوتی ہے اور تموجِ اول کا ختم ہونا مضر نہیں جبکہ وہ کیفیت موجود ہے کہ دوبارہ تموج کے پیدا ہونے سے دوسری آواز پیدا نہیں ہوئی کہ متشکل وہی باقی ہے ، بلکہ تجدید سماع ہوتی ہے ۔ اور یونہی دوسری ہوا میں آواز کی کاپی اترنی بھی مضر نہیں کہ آواز کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی کان تک پہنچتی ہیں ، اور آواز کا پہلا شخص جو ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوتا ہے وہ کبھی مسموع نہیں ہوتا کہ وہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ، ہزاروں کانوں ، مکانوں میں بیک وقت کیسے پہنچ سکتا ہے بلکہ کاپیاں چھپ چھپ کر ہزاروں کروڑوں آوازیں بن جاتی ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ ایک ہی آواز ہے کہ وحدتِ آواز وحدتِ نوعیہ ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ۔ کاپیوں اور ٹھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہیں سمجھی جاتی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ ہزاروں اشخاص نے ہزاروں آوازیں سنیں بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ سب نے وہی ایک آواز سنی جیسے کاتب کتاب کے حروف و نقوش لکھتا ہے در پریس میں اس کی کاپی اتر کر چھپتے چھپتے ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگر وحدتِ نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک کتاب ہی مانی جاتی ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ مثلاً ایک "قدوری" یا "کنز" چھپتے چھپتے ہزاروں قدوریاں یا کنزیں بن گئیں کہ نسخوں اور چھاپوں کی تعداد سے اصل کتاب متعدد نہیں بن جاتی (ھذا نظیر من النظائر) اور جب ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہے تو اس سے آیتِ سجدہ سننا فقہائے کرام کے نزدیک موجبِ سجدہ کیوں نہیں ؟

اس سوال کا جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصورتِ استدراک یہ دیا کہ چونکہ شرعی حکم ہے کہ سجدہ واجب نہیں ہوتا لہٰذا ایجابِ سجدہ کے لئے علماء کے صدا کے متعلق مذکورہ دو قولوں سے پہلے قول پر محض

---

سے الکشف شافیا کے ص۳۳ ، ص۳۵ پر صدا کے متعلق اعلیحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ واضح ارشاد ہے ۔ بہرحال کچھ بھی ہو اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

:طاقتِ موجبۂ تموج کی قید اور دوسرے قول پر تو حدِ تموج کی قید بڑھانی واجب ہوگی و تصب المسائل ہذا۔ مگر شرعِ مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا۔

قولِ ثانی پر کہنا ہوگا کہ سمع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموجِ اول سے وقوعِ سماع لازم ہے۔ اور قولِ اول پر یہ قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریکِ گلو و زبان تالی نے پیدا کی تھی، پلٹنے میں وہ تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوتِ دافعہ بھی شریک ہوگئی۔ انتہیٰ۔ تو اس جواب سے یہ قطعاً مفہوم نہیں کہ صدا سرے سے ہے ہی نئی اور دوسری آواز کہ آواز کیفیت و شکل ہی ہے جو باقی ہے۔ اور پلٹی ہے اور پلٹنا تموجِ تازہ سے ہو تب بھی دوسری آواز نہیں بنتی کما صرح احۃ چہ جائیکہ پہلے ہی تموج سے پلٹے اور یونہی تحریک گلو و زبانِ تالی کی پیدا کردہ طاقتِ موجبۂ تموج کے ساتھ قوتِ دافعۂ تصادم کا شریک ہو جانا بھی دوسری آواز نہیں بنا سکتا کہ یہاں تو اصل طاقت بھی ہے۔ اور تموجِ تازہ تو بالکل نئی طاقت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نئی طاقت تو پہلی طاقت کے ختم ہونے کی صورت میں بھی نئی آواز نہیں بنا سکتی تو پہلی کے ہوتے ہوئے کیسے بنا سکے؟ اور جب آواز دبی رہتی ہے تو ثابت ہوا کہ توحد و محض مذکور وحدتِ صوت کی شرط نہیں بلکہ ایجاب سجدہ کی ہی شرط ہے اور یہی اس عبارتِ استدراکیہ سے صراحۃً ثابت، تو روزِ روشن کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ صدا امام اہل السنت والجماعت کے نزدیک دوسری آواز ہرگز نہیں بلکہ پہلی ہی ہے۔ اور چونکہ وہ حضرات جو عدمِ جواز کے قائل ہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا ہی قرار دیتے ہیں لہذا وہ ان کے نزدیک بھی پہلی ہی آواز ہوگی۔ چنانچہ ناقلِ فاضل (باوجودیکہ عدمِ جواز کے قائل ہیں) وہ سب تصریحاتِ مفصلۂ مذکورہ نقل کرنے کے بعد بڑی ہی لمبی تقریر سے لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا ثابت کرنے کے باوجود اصل آواز قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ صدا پہلی آواز کی غیر ہے لہذا سپیکر سے سنی گئی بھی غیر ہے لہذا اقتدا ناجائز ہے بلکہ نماز کا عدمِ جواز سجدہ کے عدمِ جواز سے متفرع بناتے ہیں، فرماتے ہیں ہماری اس تقریر سے واضح و لائح ہوگیا کہ صدائے لاؤڈ سپیکر در اصل صدا ہی ہے تو اس آلے سے سنی ہوئی آواز اگرچہ وہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلے ہی ہوا سے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی، مگر بحکم شریعتِ مطہرہ اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں" پھر فرماتے ہیں "جب بحکمِ فقہ صدا سے آیتِ سجدہ سننا سجدہ واجب نہیں کرتا تو اس کا اتباع کرکے اقتدا کیونکہ صحیح ہوسکتی ہے؟ انتہیٰ۔



Marfat.com

تو صراحۃً ثابت ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک بھی سپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز ہے بناءً علٰی تحقیق امام اہل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو شبہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ ہباءً منثوراً بن گیا (والتفصیل فی مکبر الصوت) اور جوازِ نماز صاف صاف ثابت ہو گیا اور عدمِ وجوبِ سجدہ پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے سجدہ کے عدمِ وجوب سے (جو مقیس علیہ ہے) تو سجدہ ہی کا عدمِ جواز ثابت نہیں، کہ نفیِ خاص نفیِ عام نہیں تو نماز (جو مقیس ہے) کا عدمِ جواز کیونکر ثابت ہوگا؟ بلکہ بحکمِ مفہومِ مخالف عباراتِ فقہائے کرام سے جوازِ سجدہ ثابت، تو بحکمِ قیاسِ مذکور نماز کا جواز بھی ثابت ہوگا۔ نیز مقتدی کے آیتِ سجدہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز میں جائز ہی نہیں، تو اس قیاس کا تقاضا یہ کہ مبلغ سے جو مقتدی ہی ہوتا ہے سن کر بھی ادائے نماز جائز نہ ہو، اور یہ کہ غلطی کے وقت امام اگر مقتدی سے لقمہ لے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے اور اس سے سب کی فاسد ہو جائے۔ اور یونہی کسی کو آیتِ سجدہ پڑھتے ہوئے دیکھنے سے یا اس جاننے سے کہ وہ پڑھ رہا ہے، بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا تو قیاسِ مذکور کی بناء پر امام یا مقتدی کے انتقالات کو دیکھ کر یا جان کر بھی پڑھنا جائز نہ رہے تو وہ مقتدی جو دور ہوں نماز کس طرح ادا کریں کہ اس قیاس کی بناء پر مبلغ سے سن کر یا امام و مقتدی کے انتقالات دیکھ یا جان کر ادا کرنا جائز نہیں اور دور ہونے کے سبب امام کی تکبیرات سن نہیں رہے تو وہ بیچارے کریں کیا؟ بلکہ اگر امام سہواً یا عمداً ایسی جہر تکبیرات جو سنت ہے ترک کر دے تو نزدیکی مقتدی بھی حیران رہ جائیں گے۔

پھر کتبِ معتمدہ فقہیہ میں مصرح کہ جنب و محدث، المجنون و نائم، سکران و صبی، حائض و نفساء بلکہ کافر بھی آیتِ سجدہ پڑھے تو سامع پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ لوگ صبی کے ماسوا مبلغ یا مقتدی بھی نہیں بن سکتے، تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ وجوب و عدمِ وجوب سجدۂ تلاوت نماز کے جواز و عدمِ جواز کا مقیس علیہ نہیں، اور یہ بھی بر ظاہر کہ کسی کتابِ معتمد فقہی میں یہ قطعاً نہیں کہ صدا سے سن کر اقتداء جائز نہیں بلکہ بحکمِ اطلاق جواز کی تصریح ہے۔ مکبر الصوت میں فتاوٰی قاضی خان، خلاصۃ الفتاوٰی، سراجیہ، ہندیہ، درالمختار وغیرہا سے گذر چکا و النظم للامام فقیہ النفس علیہ الرحمۃ ولا یشتبہ حال الامام

---

عہ وهو معتبر في الروايات كما صرح به في الدر وحاشيته للشامي ورسائله والفتاوى الرضوية وغيرها ۱۲ منہ۔



Marfat.com

بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولھم۔ درمختار و شامی وغیرہا میں ہے و علمہ بانتقالات۔ بدائع صنائع میں فرمایا وان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاھدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔

سب کا حاصل یہ کہ کسی سماع (سننے) یا رؤیت (دیکھنے) یا مشاہدہ کے باعث حالِ امام مشتبہ نہ رہے تو سب کا اجماع ہے کہ اقتدا صحیح ہے۔ تو یہ مطلق مشاہدہ و سماع، سماعِ صدائے سپیکر کو بھی یقیناً شامل کہ اس کا سماع و مشاہدہ بھی بلا اشتباہ علم انتقالاتِ امام کا ذریعہ ہے تو نمازیں بالاجماع جائز و صحیح ہونگی۔ بفضلہ وکرمہ تعالےٰ یہ جزئیہ صریحہ ہے ولہ جل مجدہ الحمد والمنۃ

یہ ہمارے مشائخ کرام کی کرامتِ کاملہ ہی ہے کہ ایجادِ سپیکر سے صدہا سال پہلے ہی حکم بیان فرما گئے۔ اور یونہی امامِ اہل السنت والجماعت مجددِ مائۃِ حاضرہ کی بھی کرامتِ مکملہ ہے کہ ایک دوسرے مسئلہ کے بیان میں صوت وصدا کی توضیحات اس طرح بنا گئے کہ مسئلہ سپیکر بے غبار بنا گئے حالانکہ سپیکر کا ان کے وقت میں ہندوستان میں رواج ہی نہ تھا بلکہ شاید آیا ہی نہ تھا وکم من نظیر لھذا لمشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام کی آواز مقتدیوں کو پہنچ رہی ہو تو مبلغ کھڑے کرنے کی ضرورت نہیں، اس وقت مبلغ کھڑا کرنا مکروہ اور بدعتِ منکرہ ہے کما فی الشامی لھذا لاؤڈ سپیکر بھی مکروہ و بدعت ہوگا کہ نزدیکی مقتدی دو آوازیں سنتے ہیں، تو اس کا جواب وہیں شامی میں ہی ہے واما عند الاحتیاج الیہ فمستحب یعنے جب ضرورت ہو تو مستحب ہے۔ اور چونکہ سپیکر بھی ضرورت کے وقت ہی نصب کیا جاتا ہے تو وہ بھی مستحب ہونا چاہیئے۔ ہاں امام سے نزدیک مقتدی دوہری آواز سنتے ہیں مگر اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس دوسری آواز کو وہ حضرات صدا مانتے ہیں اور صدا موجبِ کراہت نہیں کہ زمانِ قدیم سے مسلمان گنبد دار مساجد میں باوجودیکہ صدا پیدا ہوتی ہے بلا انکار نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور صدا کوئی غیر آواز ہے بھی نہیں بلکہ حکماً پہلی ہی ہے کما مر تو مضائقہ کیا؟ اور جب وعظ و خطبہ و تلاوتِ جہر یہ لاؤڈ سپیکر پر مانعین حضرات کے نزدیک بھی بلا حرج جائز ہیں حالانکہ ان میں بھی قریبی حاضرین دوہری آواز سنتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دوہرا سننا ناجائز نہیں بناتا ورنہ جسطرح نماز میں کوئی غیر آواز قابلِ احتراز ہے اسی طرح وعظ میں اور خطبہ و تلاوت کے وقت میں بھی قابلِ احتراز




Marfat.com

ہی ہے ۔ایک صاحب کے وعظ وخطبہ و تلاوتِ جہریہ کے وقت اسی مجلس میں دوسرے صاحب کا وعظ و خطبہ و تلاوتِ جہریہ جائز نہیں فالجواب ھو الجواب ۔ بلکہ مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی امام کے نزدیکی مقتدی دو مستقل آوازیں سنا کرتے ہیں کہ مبلغ اگرچہ پہلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوتا مگر پھر بھی امام کی حدِ آواز کے اندر ہی ہوتا ہے کہ امام سے سن کر ہی دور والوں کو تکبیرات سنایا کرتا ہے ۔اور آواز تو سب طرف برابر بلکہ نسبتہً آگے زیادہ دور ہو جاتی ہے تو لامحالہ امام و مبلغ کے درمیانی مقتدی دونوں کی آوازیں سنیں گے بلکہ بہت زیادہ نمازی ہوں اور کئی مبلغ کھڑے کرنے پڑیں تو مبلغین کی درمیانہ صفیں بھی دو دو آوازیں سنیں گی تو اگر سپیکر اس وجہ سے مکروہ و بدعتِ منکرہ ہے کہ امام کے نزدیکی مقتدی دو مستقل آوازیں سنتے ہیں تو مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی دو آوازیں سنتے ہیں تو وہ بھی مکروہ و بدعت ہونا چاہیے ۔اور مبلغ زیادہ ہوں تو یہ کراہت و بدعت بھی زیادہ ہو جاتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ صورتِ سپیکر میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور بعض حضرات یہ فرمایا کرتے ہیں کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے لہٰذا ناجائز ہے ۔ اس کا جواب امامِ اہل السنت والجماعت کے پاک کلمات میں سنئے :۔

فتاویٰ رضویہ شریف ص۹۹ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ "احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ و ثبوتِ کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعتِ مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن و بے حاجتِ مبین خود مبیّن سیدی عبدالغنی بن سیدی اسماعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لا بد لهما من دليل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ واثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا (ترجمہ) یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالیٰ پر افتراء کرو کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے ۔بلکہ احتیاط

---

ـــه کذا فی المنقول عنه والقیاس اللتین ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے حالانکہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجودیکہ وہی مشرع ہیں شراب کے حرام فرمانے میں، جوام الخبائث ہے، توقف فرمایا حتی کہ آپ پر نصِ قطعی اتری اھ اور نقل کیا اسے شامی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاشربہ صفحہ ۲۰۶ جلد ۵ میں مقرر فرماتے ہوئے۔"

بلکہ اقامۃ القیامہ صفحہ ۳۸ میں خاص مسئلہ نماز سے استدلال فرماتے ہیں نصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالمخالف میں فرماتے ہیں: من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتب او السنۃ او اجماع الامۃ۔ (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماعِ امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے اھ"

اور وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سپیکر کبھی دورانِ نماز میں بند ہو جائے تو امام سے دور مقتدیوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی، تو اس کا جواب بھی واضح کہ نمازیں کیوں برباد ہوں گی۔ اہلِ فہم قریبی مقتدی امام سے سن کر دور والوں کو تکبیرات سنا دیں گے اور شروع سے پہلے امام بھی یہ ہدایت دے سکتا ہے اور اگر کہیں امام و مقتدی سب کی ناواقفی سے (جو نہایت ہی نادر ہے) یہ اتفاق بن بھی جائے تو اس کا یہ تقاضا نہیں کہ مطلقاً ناجائز ہو جائے۔ جزوی خرابی سے ممانعتِ کلیہ ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین میں بھی بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کی خرابیاں اور غلط کاریاں فساد و بطلانِ نماز کا باعث بنتی رہتی ہیں۔ فتح القدیر و رسائلِ شامی سے اس کی قدرے تفصیل مکبر الصوت میں گزر چکی۔ یہاں امام اہل السنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریحاتِ جلیلہ سنیں کہ باعثِ برکت ہیں۔

فتاویٰ رضویہ صفحہ ۴۹۲ جلد ۲، احکامِ شریعت صفحہ ۱۳۳ جلد ۲ میں ہے، مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر صفحہ ۲۶۳/۲۶۲ جلد ۱، درالمختار و ردالمحتار صفحہ ۶۱۵، خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ صفحہ ۸ جلد۔ آخر میں فرمایا اما حرکات المکبرین و صنعھم فانا ابرأ



Marfat.com

الی اللہ تعالیٰ منہ۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالےٰ کی طرف برارت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے، نہ وہ علما ہیں نہ علماء کے زیرِ حکم۔ انتہیٰ، مگر یہ بعض مبلغین کی ناجائز حرکتیں مطلقاً مبلغ کھڑا کرنا ناجائز نہیں بنا سکتیں، تو لامحالہ استعمالِ سپیکر بھی مطلقاً ناجائز نہیں بنے گا۔

بعض احباب یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ سپیکر سمندر پار کفار کا تیار کردہ ہے اور اسے کفار اپنے معابد و مجالس کفریہ میں استعمال کیا کرتے ہیں لہذا یہ جائز الاستعمال نہیں؟

یہ اعتراض بھی نہایت ہی حیرت افزا ہے۔ سب کچھ اسی خالقِ کل شیٔ کا پیدا کیا ہوا ہے جس نے یخلق ما لا تعلمون ہ فرماتے ہوئے نئی نئی ایجادات کے مفید و مباح ہونے کی ہدایت کر دی جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص نو ایجاد چیز کو ناجائز نہ بتاتے اس وقت تک ناجائز کہنا جائز نہیں، صدہا آیات و احادیث سے یہ قاعدہ ثابت کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ احباب اتنا بھی خیال نہیں فرماتے کہ کعبۂ مقدسہ کی وہ عمارت جو حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک وقت میں قائم تھی جس کے طواف اولین حج میں کئے گئے وہ کس کی تیار کردہ تھی؟ بلکہ جب فتحِ مکہ سے قبل اس میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور کفار نے بت خانہ بنا رکھا تھا تو اس وقت عمرۃ القضا میں وہیں طواف ہوئے اور یونہی نمازیں بھی اسی کی طرف ادا ہوتی رہیں اور غنیمت کے کپڑے وغیرہ تو ابتدائے اسلام سے استعمال ہو رہے ہیں۔

اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوت چھات کا قائل نہیں۔ امام اہل السنت و الجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاوائے مبارکہ رضویہ کے ص۱۰۵ سے ص۱۰۶ جلد ۲ تک اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی (ونصہ) کسی شئی کا محلِ احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور بے پرواہِ نجاست و حرمت ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئے یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں الخ اور اگر بالفرض ممنوع ہی ہوتا تو اذان و تلاوت و وعظ میں بھی ممنوع ہی ہوتا حالانکہ سب بالاتفاق استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ بلاشبہ جائز ہے اور یہی تقاضا ہے ان تحقیقاتِ امامِ اہل السنت و الجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو صوت و صدا وغیرہ کے متعلق ہیں کما مر تفصیل البعض فی مکبر الصوت و الضمیمۃ۔

حضراتِ علماءِ عظام و فقہائے کرام کے حضور پُر نور معروض کہ مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق اپنی آرائے عالیہ سے



Marfat.com

دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔ بفضلہ وکرمہ تعالیٰ مجھے قبولِ حق سے قطعاً عار نہیں، اور اعترافِ خطا بھی دشوار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۱ ذی الحجۃ المبارکہ ۷۸ ۱۳ھ

---

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈ اسپیکر نصب کرا دے کہ تکبیرِ تحریمہ و انتقالات سے وہ مقتدی جو دور دور ہوں مطلع ہوتے رہیں، تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز ہوگئی جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعالِ نماز میں متابعتِ امام کرتے رہیں! بعض علمائے کرام فسادِ نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا ہی جو مفسدِ نماز ہے اور ایسے ہی یہ تلقن من الخارج بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعالِ نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسدِ نماز ہے، صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں۔ اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہرِ مفرط پایا جاتا ہے جو مفسدِ نماز ہے، لہذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے، جو کرے اس پر توبہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں! کیا قرآنِ کریم سے باوجود دعوائے تبیانا لکل شیئ اس کا کوئی حل نہیں ملتا! احادیثِ شریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی؟ پھر اجماعِ امت اور اجتہادِ مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

سائل:

ایک عالمِ دینِ متین



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[سه]

# الجواب

## اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم کا تبیانا لکل شییٔ ہونا اور احادیثِ شریفہ کا علوم اولین وآخرین پر احتوا، بلا شک وشبہ و گنجائش ریب یقیناً صحیح وثابت ہے۔ انقضائے زمانہ تک پیش آنے والے تمام امور و واقعات کے متعلق شرعی احکام بھی موجود اور قواعدِ کلیہ اور ضوابطِ جلیلہ بھی مشہود ہیں، چنانچہ آیاتِ متواترہ ومتکاثرہ اور احادیثِ متظاہرہ ومتوافرہ سے یہ کلیہ نہایت ہی محقق طور پر ثابت ومبرہن کہ اشیا میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائلِ شرعیہ سے کسی شے کی حرمت وممانعت ثابت نہ ہو، حلال وجائز الاستعمال رہتی ہے، اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی کہ عفوِ عام کے تحت ہے۔ قرآنِ کریم نے صاف صاف تصریح فرمادی عَفَى اللّٰهُ عَنْهَا (پ ۷) احادیثِ طیبہ نے توضیح وتشریح فرماتے ہوئے ما عفا عنہ کا وسیع شاہراہ دکھادیا۔ مفسرینِ کرام ومتکلمینِ عظام و اساطینِ ملت ومعتمدینِ مذہب نے اس قاعدۂ کثیرۃ الفائدہ کو استدلال واستعمال سے شمسِ نصف النہار کی طرح نہایت ہی نمایاں وواضح بنادیا، تو روزِ روشن کی مانند معلوم ہوا کہ صورتِ مسئول عنہا میں جوازِ استعمال لاؤڈ سپیکر ثابت ہے اور منافی جوازِ نماز نہیں کہ استعمال واستفادۂ مذکور کی حرمت وممانعت کسی آیت یا حدیث یا اجماعِ امت وقیاسِ مجتہد سے قطعاً ثابت نہیں۔ حضراتِ علمائے کرام باوجود سعیِ بلیغ وتفتیشِ کامل کے کوئی وجہ حرمت وممانعت حسبِ قواعدِ مقررۂ شرعیہ نکال نہ سکے۔ البتہ بعض حضرات بنا بر وجوہِ مذکورۂ سوال احتیاطی پرہیز فرماتے رہے بلکہ بعض نے صریح لفظِ حرام کا اطلاق فرمادیا اور لزومِ اعادۂ نماز وفرضیتِ توبہ کا فتوٰی دے دیا حالانکہ عند التحقیق ان وجوہ سے کوئی ایک وجہ بھی ایسی نہیں جس میں اثباتِ حرمتِ شرعیہ کی ذرہ بھر تاب وتواں ہو کما سیتضح بحسن توفیقہ تعالٰی۔

پھر قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے بداہۃً یہ قاعدہ ثابت کہ فاعلِ مختار کا وہ کام جو کسی آلہ غیر مختار کی وساطت سے انجام پائے، فاعلِ مختار کا ہی کام شمار ہوتا ہے نہ یہ کہ ایسا واسطہ حدِ وساطت سے بڑھتے ہوئے

---

سه من الفقیر ابی الخیر النعیمی غفرلہ۔



Marfat.com

فاعل بن جائے اور فاعل معطل رہ جائے۔ کتابت بواسطۂ قلم انجام پاتی ہے مگر کاتب وہی ہوتا ہے جو قلم چلاتا ہے قرآن کریم نے فرمایا یکتبون الکتاب بایدیھم (پ۱ ع۹)۔ جنگ میں دشمنوں کا زخمی کرنا اور مارنا وساطتِ اسلحہ سے ہوتا ہے مگر قرآن کریم مقاتلین کا فعل قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم (پ۱۰ ع۸) حتےٰ کہ اسلحہ کا شمار قوتِ مجاہدین کے ماتحت افراد میں فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (پ۱۰ ع۴) حتےٰ کہ جن ظالموں نے ہٹ دھرمی سے واسطہ کی فاعلیت کا اعتبار کرتے ہوئے اپنی برارت کا دم بھرا، بندر بنادیئے گئے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (پ۱ ع۸)، حدیث شریف نے صاحب المحجن وغیرہ کی بھی سزائیں بیان فرمائیں الیٰ غیر ذٰلک من الآیات والاحادیث۔ اور عرفِ عام کا بھی یہی تقاضا ہے۔ تیر و تلوار وغیرہ اوزار کو مسلمان تو مسلمان کوئی کافر سے کافر بھی، بلکہ بالکل ہی اجہل اُجڈ بھی قاتل قرار نہیں دے سکتا حالانکہ شرعاً بھی عرف کا اعتبار ہے، حکم آیا وأمر بالعرف (پ۹ ع۱۴) تو اس ضابطہ مضبوطہ کی رُو سے بھی وہی جواز نہایت ہی نمایاں طور پر ثابت ہوگیا کہ لاؤڈ سپیکر بھی آلۂ غیر مختار ہے، تو حسب القاعدہ اس کے ذریعہ جو آواز امام سنائے گا وہ امام ہی کی آواز ہوگی اور امام ہی متکلم و فاعل ہوگا نہ یہ کہ امام کو معطل کرتے ہوئے لاؤڈ سپیکر فاعل و متکلم بن جائے اور مقتدی جو دور ہیں وہ لاؤڈ سپیکر کے مقتدی اور تابع قرار پائیں اور چونکہ لاؤڈ سپیکر قصدِ ذکر و نماز نہیں کرتا تو من لم یدخل فی الصلوٰۃ بنا اور من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدار مفسدِ نماز ہے تو ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوئی بلکہ بفضلہ وکرمہٖ تعالےٰ قرآنِ کریم سے بالخصوص واسطۂ غیر مختار سے آواز پہنچانے کی صورت میں آواز پہنچانے والے مختار کا ہی فاعل و داعی ہونا اور تعمیلِ امر کرنے والوں کا اسی داعی کا متبع ہونا صراحۃً ثابت و واضح ہے۔ حضرتِ اسرافیل باذنہٖ تعالےٰ "کرنا" کے ذریعے بلائیں گے، تمام مردے زندہ ہو کر ان کی طرف دوڑیں گے۔ مولا تبارک وتعالےٰ نے فرمایا واستمع یوم ینادِ المناد (پ۲۶ ع۱۶) یوم یدع الداع الیٰ شیئٍ نکر (الیٰ) مھطعین الی الداع (پ۲۷ ع۸) نیز فرمایا یومئذٍ یتبعون الداعی لاعوج لہ (پ۱۶ ع۱۵)۔

کسی بھی مفسر نے ان آیات میں "الداعی" یا "المنادی" کی تفسیر صور سے نہیں فرمائی بلکہ اکثر نے اسرافیل اور بعض نے عزرائیل وغیرہ ملائکہ سے تعبیر فرمائی تو اس مسئلۂ زیرِ بحث کی وضاحت اور بھی زیادہ ہوگئی کہ اسرافیل

فتاویٰ نوریہ جلد اول



Marfat.com

کرنا، کو منہ میں لے کر پکاریں گے تو ان کی آواز صرف کرنا، کے ذریعے ہی سنائی جائے گی اور اس کے باوجود کرنا، کی اتباع نہیں بلکہ اسرافیل کی اتباع فرمایا تو لاوڈ سپیکر جو تمام آواز کا احاطہ نہیں کرتا، کس طرح متبوع بن گیا ؟ تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح و ہویدا ہو گیا کہ لاوڈ سپیکر امام کی اتباع و اقتدار کا ذریعۂ محضہ ہے جس کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور انما جعل الامام لیؤتم بہ کا مقصد مقدس پورا کرنے کا ایک سبب اور وارکعوا مع الراکعین کی معیتِ مخصوصہ کے ذرائع استحصال سے ہے تو کم از کم مباح بلکہ مستحسن ضرور ہو گا۔ اور مبلغ و مکبر کا مستحسن و احسن ہونا مانع نہیں کہ تعددِ اسباب قطعاً جائز ہے اور علمائے کرام لا مزاحمۃ فی الاسباب فرمایا کرتے ہیں، ورنہ بوجہ تعدد متابلین تبلیغ مبلغ بھی جائز نہ ہو گی و لا یقول بہ عاقل - اور جب اتباع و اقتدار امام ہے تو نمازیں جائز ہو گئیں۔ رہا ان حضرات کا فرمانا کہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا ہے جو مفسدِ نماز ہے، تو نہایت ہی ادب سے معروض کہ " امام کی آواز نہیں " سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ وہ ایک آواز متشخص جو تحریکِ زبان سے پیدا ہوئی بعینہٖ لاوڈ سپیکر کے ذریعہ کانوں میں نہیں آئی تو اس میں لاوڈ سپیکر بیچارے کی کیا تخصیص؟ بلکہ جو آواز بھی مقتدیوں کے کانوں میں جاتی ہے اگرچہ لاوڈ سپیکر کا واسطہ نہ ہو تو وہ وہی پہلی متشخص و متوحد آواز امام بعینہٖ نہیں ہوتی کہ متوحد متشخص بعینہٖ کا ایک ہی وقت میں صدہا کانوں اور مکانوں میں پہنچ جانا ممکن ہی نہیں بلکہ اس پہلی آواز سے ہواؤں کے تموجات کے ذریعہ بکثرت نئی آوازیں پیدا ہو کر پہنچتی ہیں۔ مثلاً امام، سو مقتدیوں کی امامت کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے اور تمام مقتدی مع امام دو دو کانوں سے بیک وقت سن لیتے ہیں تو یہ نہیں کہ وہ ایک تکبیر ایک ہی رہتے ہوئے بیک وقت دو دو کانوں میں داخل ہو گئی بلکہ اس وحدتِ تکبیر سے یہ کثرت پیدا ہوئی کہ سب کانوں میں جلوہ گر ہو گئی و ذا بدیہی اجلی قد بین فی مظانہ من شرح المواقف وغیرہ۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز با جماعت کی صورت میں مطلقاً کسی مقتدی کی نماز نہیں ہوتی کہ نئی آواز کی اقتدار مفسدِ نماز ہے بلکہ حسب القاعدہ سب امام ہی کی آوازیں ہیں جو وساطتِ آلۂ غیر مختار تموج ہوا سے ظاہر ہوئیں اور ایسے ہی لاوڈ سپیکر بھی واسطۂ غیر مختار ہے تو اس سے سنی گئی آواز بھی امام کی آواز ہو گی جو مفسدِ نماز نہیں،

نوٹ : یہ فتویٰ یہاں تک ہی دستیاب ہوا ۱۲



Marfat.com

# الاستفتاء

اللہ رب العالمین جل وعلا نے نماز میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھنا کہ بیرونِ مسجد بھی سنا جائے ممنوع فرمایا ہے ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا . حالانکہ لاؤڈ سپیکر سے آواز بلند ہو جاتی ہے اور بیرونِ مسجد باقاعدہ سُنی جاتی ہے تو استعمالِ لاؤڈ سپیکر حرام یا مکروہ تحریمہ ہوا ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم کا یوں بلند آواز سے پڑھنا جب کہ پڑھنے والے کو مشقت لاحق نہ ہو بلاشک وشبہ وریب یقیناً جائز ہے یہ آیتِ کریمہ اسے حرام ومکروہ قطعاً قرار نہیں دیتی ۔ اس کا مشہور ومضبوط شانِ نزول جو حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ائمہ کثیرہ نے روایت فرمایا یہ ہے کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بوجہ شرارتِ کفار ومشرکین گوشہ نشین تھے اور نماز باجماعت میں بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھتے تو مشرکین سن کر گالیاں دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا بلند نہ پڑھو کہ مشرکین سنکر گالیاں دیں اور نہ ہی ایسا آہستہ کہ صحابہ نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کرو " تفسیر درِ منثور ص۲۰۶ جلد ۴ ، ابن کثیر ص۶۹ جلد ۳ ، کبیر ص۲۵۵ جلد ۵ ، طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵ ، ص۱۲۴ ، خازن ص۱۵۴ جلد ۴ ، بخاری ص۶۸۶ جلد ۲ ، مسلم ص۱۶۳ جلد ۱ ، معالم ص۱۵۴ جلد ۴ ، سنن ترمذی ص۱۴۲ جلد ۲ ۔ سنن نسائی ص۱۵۸ جلد ۱ ، وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الدر اخرج سعيد ابن منصور واحمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن جرير وابن ابی حاتم وابن حبان وابن مردويه والطبرانی والبيهقی فی سننه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما



Marfat.com

فی قولہ تعالیٰ ولا تجھر بصلاتک الأیۃ قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ متوارٍ فکان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقراٰن فاذا سمع ذٰلک المشرکون سبوا القراٰن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا تجھر بصلوٰتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القراٰن ولا تخافت بھا عن اصحابک فلا تسمعھم القراٰن حتی یاخذوہ عنک وابتغ بین ذٰلک سبیلا یقول بین الجھر والمخافتۃ۔

اور اسی طرح بلا ذکر ابن عباس، بیضاوی ص۴۷۲ جلد ۱، ابوالسعود ص۱۷۳ جلد ۶، جلالین، مدارک ص۲۵۶ جلد ۲ وغیرہا میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم آما بلند پڑھتے تھے کہ مشرکین سنکر شور مچاتے تھے۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس طرح پڑھیں کہ مشرکین نہ سنیں اور صحابہ کرام سنیں[لعہ]۔ اب اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ درمیانہ آواز سے پڑھا جائے کہ آواز دور نہ جائے، دوسری یہ کہ غفلتِ مشرکین کے وقت (مغرب وعشا، وفجر میں) بلند پڑھا جائے اور دوسرے وقتوں (ظہر وعصر میں) آہستہ پڑھا جائے کہ یہ صورت بھی ان کے شر سے بچاؤ کی ہے اور صحابہ کرام بھی سن سکیں گے اور بین ذٰلک ای بین جھر الکل ومخافتۃ الکل بھی ہے۔

ان دونوں صورتوں کا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نفسِ جہر کامل اور مخافتتِ کاملہ سے نہی وارد ہے اور دوسری صورت میں نفسِ جہر کامل اور مخافتتِ کاملہ سے نہیں بلکہ دونوں کے ایقاع فی جمیع الصلوات سے نہی ہے یعنی دن کی نمازوں میں مطلقاً جہر نہ ہو اور رات کی نمازوں میں مخافتت نہ ہو، اور ان دونوں صورتوں کی تائید میں خود حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہیں۔ پہلی صورت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً یقول تعالیٰ اطلب

---

لعہ اور قرآن کریم یاد کریں ۱۲



Marfat.com

بين الاعلان و الجهر و بين التخافت و الخفض طريقا لا جهرا شديدا و لا خفضا حتى لا تسمع اذنيك۔ (درمنثور وطبری)

اکثر مفسرین کی روش میں یہی صورت نمایاں ہے کہ دوسری صورت کو الگ قول کی شکل میں لکھتے ہیں۔ کما فی الکبیر ص۲۵۵ جلد ۵ و الدر المنثور و المدارک والتفسیرات الاحمدیة و ابی السعود و النیشاپوری و احکام القرآن وغیرھا حتے کہ طبری تو بالکل متبائن سمجھے، فرماتے ہیں لاجماع الحجة من اھل التاویل علی خلاف اور اس پہلی صورت کے لحاظ سے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ بلند نہ پڑھا جائے مگر اس صورت میں یہ تصریح بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہی ملتی ہے کہ ہجرت کے وقت یہ منسوخ ہوگیا، چنانچہ در، طبری، ابن کثیر بہ کلمات متقاربہ ناقل و النظم للطبری فلما هاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة سقط هذا کله یفعل الآن ای ذٰلک شاء، صاوی ص۳۱۵ جلد ۲ میں ہے فهو منسوخ جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہورہا ہے کہ جہرِ شدید جو منہی عنہ تھا منسوخ ہوگیا، تو اب جائز ہے اور کیا جاسکتا ہے اور یوں بھی اس صورت میں نسخ ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کا صریح مفہوم بحکم قاعدۂ مسلّمہ العبرة لعموم الالفاظ یہ ہے کہ سب نمازوں میں نہ بلند پڑھا جائے نہ آہستہ، بلکہ درمیانہ کہ باہر والے نہ سن سکیں اور نمازی سن لیں حالانکہ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ اگر لاتجہر کی بناء پر مغرب و عشاء و فجر میں زیادہ بلند پڑھنا ممنوع ہے تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں، بھی ممنوع ہونا چاہیے ولا یقول به احد فثبت النسخ فی هٰذه الصورة۔ نیز کتب معتمدۂ ائمہ مذہبیہ "وجوب الجهر فی الصلوات الجهرية و وجوب المخافتة فی غیرها" کی تصریحات جلیلہ سے گونج رہی ہیں تو اگر "لاتجہر" اھ "لاتخافت" کا یہی معنے ہے جو سائل نے بیان کیا اور پھر منسوخ بھی نہیں ہوا تو لازم کہ یہ سب تصریحات معاذ اللہ صریح نص[1] کے خلاف ہوں ولا یجوزه عاقل فضلا عن فاضل۔ اور یونہی بہت سے

---

[1] کہ جہر و مخافت پر نہی وارد اور یہ جہر و مخافت ثابت کر رہے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

محدثین کرام نے بھی جہر و مخافتت سے بکثرت تعبیر فرمایا ہے تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ اگر آیت کا یہ معنے ہے تو منسوخ ہے فبطل استدلال السائل بالمنسوخ۔

اور دوسری صورت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا ولا تجہر بصلاتک ولا تجعل کلہا جہرًا ولا تخافت بہا قال لا تجعلہا کلہا سرًا۔ درمنثور ص۲۰۸ جلد ۴ اور عند الاحناف یہی راجح ہے بلکہ ہے ہی یہی کیونکہ ہمارے فقہائے کرام و مشائخ عظام نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ اسی شانِ نزول سے یہ حکم اس آیتِ پاک میں آیا۔ مبسوط ص۱۷ جلد ۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد ۱، بحر الرائق عن الکافی لصاحب الکنز ص۳۳۵ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے والنظم للسرخسی وقد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الابتداء یجہر بالقراٰن فی الصلوات کلہا وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل ومن انزل الیہ فانزل اللہ تعالٰی ولا تجہر بصلوٰتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً فکان یخافت بعد ذٰلک فی صلوٰۃ الظہر والعصر لانہم کانوا مستعدین للاذی فی ہذین الوقتین ویجہر فی صلوٰۃ المغرب لانہم کانوا مشغولین بالاکل وفی صلوٰۃ العشاء والفجر لانہم کانوا نیامًا۔

کفایہ و بحر الرائق و طحطاوی میں ذکرِ شانِ نزول کے بعد تفسیر یہ کلمات ہیں ای لا تجہر بصلوٰتک کلہا ولا تخافت بہا کلہا وابتغ بین ذٰلک سبیلا بان تجہر بصلوات اللیل وتخافت بصلوات النہار فکان یخافت بعد ذٰلک فی صلوٰۃ الظہر والعصر الخ اور یونہی فتح القدیر ص۲۸۶ جلد ۱، اور بدائع ص۱۶۱ جلد ۱، عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد ۱، درالمختار تصریحًا، شامی تقریرًا ص۴۹۷، ۴۹۸ جلد ۱ میں ہے والنظم من الفتح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجہر فی الصلوات کلہا فشرع الکفار الخ بالفاظِ متقاربہ تفسیراتِ احمدیہ میں ہے فالاٰیۃ فی تعیین الصلوات الجہریۃ وغیر الجہریۃ۔ اور اس صورت میں جہریہ نمازوں میں مطلقًا جہر کی اجازت ہو رہی





Marfat.com

ہے جو اپنے عموم اور شانِ نزول کے لحاظ سے جہرِ کامل کو بھی ضرور شامل ہے تو استدلالِ سائل ہباءً منثوراً بن گیا، بلکہ اس کے برعکس جواز آفتابِ تاباں کی طرح نمایاں ہوگیا اور یہی احادیثِ مرفوعہ اور عاداتِ صحابہ کرام اور نصوصِ فقہاءِ عظام سے بھی واضح طور پر ثابت ہے۔

سننِ ترمذی ص۶۹ جلد۱، ص۱۲۱ جلد۲، شمائل ترمذی ص۲۴، نسائی ص۱۸۸ جلد۱، ابن ماجہ ص۹۷ میں حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءتِ لیلیہ کے متعلق حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بکلماتِ متقاربہ ہے ربما جھر وربما اسر۔ سننِ ابن ماجہ ص۹۷، شمائل ص۲۴ میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کنت اسمع قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل وانا علی عریشی۔ قال القاریٔ فی شرح الشمائل ص۱۱۲ جلد۲، وفی روایة النسائی وابن ماجة وابی داؤد (الی ان قالت) وانا نائمة علی فراشی وایضا فی الشرح عن المواھب عن ابن ماجة قالت کنا نسمع قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جوف اللیل عند الکعبة وانا علی عریشی۔ سنن ابوداؤد ص۱۸۷، شمائل ترمذی ص۲۴ میں حضرت ابن عباس سے ہے کانت قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قدر ما یسمعہ من فی الحجرة وھو فی البیت۔ بخاری ص۲۲۰ جلد۱، مسلم ص۴۱۳ جلد۱، موطا امام مالک مع الشرح ص۳۱۴ جلد۱، موطا امام محمد ص۱۷۴ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے کہ میں علیل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا والنظم من الاٰخر طوفی من وراء الناس وانت راکبة قالت فطفت ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الی جانب البیت ویقرأ بالطور وکتاب مسطور۔ فتح الباری ص۲۰۳ جلد۲ میں ہے ان قولھا طفت وراء الناس یستلزم الجھر بالقراءة لانہ

---

لہ قد ذکرو ھذہ الاحادیث فی باب صلوٰۃ اللیل وغیرھا ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

لایمکن سماعها من ورائهم الا ان کانت جهریة

بخاری ص۱۰۵ جلد۱، ص۴۲۳ وغیرہا کتب کثیرۂ حدیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ جب اساریٔ بدر کی طلب میں آئے تو سرکار عرش قرار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔ جہاد بخاری کے لفظ میں وکان جاء فی اساریٰ بدر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ قیدی مسجدِ اقدس سے باہر ہوں گے اور وہ قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے، تو بیرونِ مسجد سنا۔ اور صحیح بہاری ص۴۳۵ جلد۲ میں طبرانی کی روایت سے ہے وقد خرج صوته من المسجد۔ احکام القرآن ص۲۶۰، ۲۶۱ جلد۳ میں ہے وروی الزهری عن عروة عن عائشة قالت سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم صوت ابی موسیٰ فقال لقد اوتی ابوموسیٰ من مزامیر ال داؤد فهذا یدل علی ان رفع الصوت لم ینکره النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب بلند پڑھا کرتے تھے حتّٰی کہ بیرونِ مسجد "بلاط" تک سنا جاتا تھا۔ مؤطا امام مالک مع الشرح ص۱۰۹ جلد۱، مؤطا امام محمد ص۸۱، سنن بیہقی ص۱۹۵ جلد۲ میں ہے ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنه کان یجهر بالقراءة فی الصلوٰة و ان قراءته کانت تسمع عند دار ابی جهم بالبلاط (ترجمہ) بے شک حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نماز میں قرارت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرارت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی"۔ بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا لم یکن فی الوقت الذی جهر فیه عمر هٰذا الجهر ما کان فی وقت نزول الآیة من خوف المشرکین ان ینالوا منه۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بیہقی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی وہی صورت اولیٰ ہے اور وقائل الشیخ ہیں عمر مذہب مهذب

---

سه موضع معروف بالمدینة ۱۲ منه غفرله

لله ای ولا تجهر بصلوٰتك الآیة ۱۲ منه غفرله





Marfat.com

حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا میں حدیثِ مذکور کے نتیجہ میں فرمایا الجهر بالقراءة في الصلوٰة فيما يجهر فيه بالقراءة حسن ما لم يجهد الرجل نفسه۔ اس نصِ امام سے صاف ثابت ہوگیا کہ کمالِ جہر میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے جبکہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے۔ اور لاؤڈ سپیکر کی صورت میں مشقت قطعاً نہیں ہوتی تو جواز ثابت ہوگیا۔ اور اسی طرح کتبِ معتمدہ فقہیہ میں بھی ہے۔

فتح القدیر ص۲۸۳ جلد ۱، تبیین الحقائق زیلعی ص۱۲۷ جلد ۱، ہندیہ ص۳۷ میں ہے ولا يجهد نفسه في الجهر افول ومفهومه متارب ما مر عن محرر المذهب۔ شامی علیہ الرحمۃ ص۴۹۷ جلد ۱ میں ناقل کہ وفي الزاهدي عن ابي جعفر لو زاد على الحاجة فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره قہستانی، مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد ۱ میں ہے الاولى ان لا يجهد نفسه بالجهر۔ پھر صلواتِ جہریہ میں منفرد کے لئے فرمایا کہ جہر کرے تو زیادہ نہ کرے۔ در المختار تصریحاً، رد المحتار تقریباً ص۴۹۸ جلد ۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۴ جلد ۱، مراقی الفلاح ص۱۵۱ میں يكتفي بادناه۔ عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ میں ہے لا يجهر ههنا كل الجهر حالانکہ مفہوم مخالف کتب و روایات میں یقیناً معتبر ہے كما في الدر والشامي في شرحه والثلثين والفتح وغيره تو ثابت ہوا کہ امام زیادہ جہر کرے۔ چنانچہ تبیین الحقائق ص۱۲۷ ج۱۔ ہندیہ ص۳۷ ج۱ میں ہے لا يبالغ في الجهر كالامام۔

بہرحال امس وشمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ امام کا یوں بلند پڑھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرونِ مسجد سنا جائے، جائز و روا ہے۔ جو ناجائز بتائے اس پر لازم کہ ان مضبوط دلائل کے مقابل دلائل دکھائے صرف کسی ایک یا دو متاخرین کا "فد اساء" کہہ دینا یا اپنے طور پر جو معنیٰ نظر آیا اس کی بنا پر ناجائز کہہ دینا کافی نہیں۔ والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ (۱۰ ذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۷۷ھ)



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا منع ہے یا کہ جائز ہے؟ مفصل جواب بحوالہ کتب برائے مہربانی دیا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

السائل: فقیر محمد انور متعلم مدرسہ اسلامیہ عربیہ کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

امام کے پاس لاؤڈ سپیکر کا رکھا جانا کہ اس کے ذریعہ دور والے مقتدی انتقالاتِ امام سے مطلع ہو کر متابعتِ امام کر سکیں، مباح ہے۔ شرعاً اس کی حرمت کسی آیت، حدیث، اجماعِ امت، قیاسِ ائمہ مجتہدین سے قطعاً ثابت نہیں تو ناجائز و حرام و مفسدِ نماز کیونکر بنے گا۔ بعض علمائے کرام جو اس قسم کے فتوے صادر فرماتے ہیں، ان کا تفصیلی جواب بمع وضاحتِ اباحت و جواز میرے رسالہ مطبوعہ "مکبر الصوت" میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۷ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

# الاستفتاء

حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب مدظلہ مدرسہ عربیہ فریدیہ بصیر پور

فتاویٰ نوریہ جلد اول



Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر کسی جماعت میں نمازِ عید یا جمعہ وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر اس طرح استعمال کیا جاتا ہو کہ نماز میں مکبرین کا انتظام مکمل ہو کہ وہ بھی نماز میں تکبیرات کہتے رہیں اور لاؤڈ سپیکر بھی چالو رہے تو اس صورت میں استعمالِ لاؤڈ سپیکر جائز ہے یا نہ؟ اور اس صورت میں نماز ہو جاوے گی یا سرے سے نماز نہ ہو گی؟ جہاں جہاں نمازوں میں استعمالِ لاؤڈ سپیکر بھی ہوتا ہے اور مکبرین کا انتظام بھی مکمل ہوتا ہے، ان مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے، اب وہ نمازیں ہو گئیں یا پھر قضاء کریں؟ بینوا توجروا۔ مہر ثبت فرما دی جاوے۔

مستفتی:- نیازمند فقیر محمد نواز اویسی مہتمم دار العلوم جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان بہاول پور ڈویژن مغربی پاکستان (۷-۹-۵۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

دورانِ نماز میں پہلے سے چالو کئے ہوئے لاؤڈ سپیکر کا چالو رہنا اور اس کے ذریعہ بھی تکبیراتِ انتقالات کا سنا جانا، ناجائز نہیں اور نہ ہی مفسدِ نماز ہے، تو ان اہالیانِ اسلام کی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں تو قضاء کی ضرورت نہیں بلکہ اگر سرے سے مکبرین کا انتظام ہی نہ ہو اور دور کے مقتدی صرف لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی تکبیراتِ امام سن کر انتقالات کر رہے ہوں تب بھی سب کی نمازیں جائز ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرعِ مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیلِ شرعی ناطق، وہی تو ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں، تو جو شخص کسی چیز کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے، اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیلِ شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ شامی صفحہ ۲۰۶ جلد ۵ میں امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے ناقل مقرر لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل



Marfat.com

بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل۔

امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ القیامۃ ص۲۵ میں حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کے رسالہ "اقتدار بالمخالف" سے اسی اصل کی بناء پر بالخصوص جزئیہ جوازِ نماز ناقل و مقرر ہیں کہ

من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رسالہ ص۲۶ میں دلائلِ قاہرہ سے اثباتِ اباحتِ اصلیہ کے بعد فرماتے ہیں اور اس کے سوا بہت آیات و احادیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف و خلف کے کلام میں اسکی تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوائے مصدقہ مہری و تخطی میں ہے " او مدہوش بے عقل خدا و رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا و رسول نے ناجائز کہاں کہا ہے؟ الخ ملخصاً " پس مجلس میلاد و قیام وغیرہا بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے ممانعت نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لئے دلیل ہے، تو ہم سے سند مانگنا سخت نادانی اور حکم مجتہد بہادر عقل و ہوش سے جدائی ہے۔ ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز ثبوت نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرعِ مطہر پر افترا کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۰ سبحان اللہ! الٹا سند کا مطالبہ ہم سے ؟ (اقامۃ القیامہ ص۳۶)

جو حضرات ناجائز اور مفسدِ نماز فرماتے ہیں انہیں چاہئے کہ امام اہل السنت والجماعت کے ان شاہانہ کلمات کو ٹھنڈے دل سے سنیں اور غور فرمائیں کہ کیا کر رہے ہیں، کیا یہ کلمات قاعدۂ کلیہ کے رنگ میں ہیں یا صرف ردِ وہابیہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں؟ ان حضرات نے آج تک کوئی ایسی دلیل قائم نہیں فرمائی جس سے حرمت یا فسادِ نماز ثابت کیا جا سکے؟ کبھی لاؤڈ سپیکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ آواز امام نہیں تو اقتدار من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی حالانکہ لاؤڈ سپیکر پر من لم یدخل سرے سے صادق ہی نہیں اور نہ ہی یہ من لم یدخل والا جزئیہ ہمارے ائمہ کرام سے ثابت اور نہ ہی شامی اسے برقرار رکھتے ہیں بلکہ ردالمحتار میں اشارۃً اور ثلاثین میں صراحۃً رد فرماتے ہیں تو اس سے استدلال



Marfat.com

کیونکر روا ہے؟ اور کبھی کریمہ ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بہا الآیۃ سے استدلال کرتے ہیں جو اس پر مبنی کر سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ امام کی آواز ہے، تو یہ پہلے استدلال کے متناقض ہے۔ پھر اس آیتِ پاک کا وہ معنی جس کی بنا پر استدلال فرماتے ہیں، منسوخ ہے کما صرح بہ فی تفسیر الطبری وابن الکثیر والدر المنثور بکلمات متقاربۃ والنظم للطبری فلما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی المدینۃ سقط ھذا کلہ یفعل الآن ای ذٰلك شاء وفی الصاوی ایضًا۔ اور منسوخ قابلِ استدلال نہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ "لا تجھر" ہی دیکھتے ہیں اور لاؤڈ سپیکر کی صورت میں شدتِ جہر کی بنا پر فساد کا حکم لگا دیتے ہیں اور "لا تخافت" پر نظر ہی نہیں کرتے کہ اس معنی کی بنا پر ظہر و عصر میں بھی وابتغ بین ذٰلك کا وہی حکم ہوگا۔ اور چونکہ وہ درمیانی آواز سے ادا نہیں کی جاتیں تو ان حضرات پر لازم کہ ان کے فساد کا بھی حکم دیں یا فارق، ایسی دلیل سے دکھائیں کہ جو نسخ یا تخصیص کر سکے ورنہ تحملون ببعض الکتاب بل ببعض الآیۃ ولا تعملون ببعض کا مصداق نہ بنیں۔

تعجب ہے کہ حنفی ہو کر اپنے مشائخ عظام کی تصریحاتِ جلیلہ نہیں سنتے جو معنی آیت کی وضاحت ہیں اور ان کے استدلال کو ہباءً منثورًا بنا رہی ہیں۔ مبسوطِ امام سرخسی ص۱۷ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ص۲۸۳ جلد۱، بحر الرائق عن الکافی ص۳۳۵ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں یہ کلماتِ متقاربہ ہے والنظم من البحر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر بالقرآن فی الصلوات کلھا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزل ومن انزل الیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بہا ای لا تجھر بصلوتك کلھا ولا تخافت بہا کلھا وابتغ بین ذٰلك سبیلا بان تجھر بصلوۃ اللیل وتخافت بصلوۃ النھار الخ

اور اسی کی تائید فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱، عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد۱، بدائع صنائع ص۱۶۱



Marfat.com

جلدا ، درالمختار تصریحاً ، شامی تقریراً ص۴۹۷، ۴۹۸ جلدا میں ہے و النظم من الفتح انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجہر فی الصلوات کلہا فشرع الکفار الخ فالاٰیۃ فی تعیین الصلوٰۃ الجہریۃ وغیر الجہریۃ اور بکثرت تفاسیر میں بھی اس معنی کی تصریح موجود ہے منہا الکبیر و المدارك واحکام القراٰن للرازی وتفسیر ابی السعود و البیضاوی والطبری والنیشا فوری وغیرہا۔ اور اسی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور مطلق جہر ومخافتت کا ذکر فرماتے ہیں اور متون و شروح فتاوی وحواشی ہیں تصریحات جلیلہ بنہایت بلند آواز سے منادی وجوب وجواز کر رہی ہیں حالانکہ مطلق اپنے اطلاق سے جہرِ کامل کو بھی شامل ہے۔ تو بفضلہ وکرمہٖ تعالےٰ اسی آیتِ پاک اور تصریحاتِ ائمہ کرام سے جہرِ شدید کا جواز بھی ثابت ہوگیا اور تصریحاتِ احادیث سے بھی ایسا جہرِ شدید جو مسجد سے باہر بھی سنا جائے، صاف صاف ثابت ہے۔ محررِ مذہب مہذب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا ص۸۱ میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے جہر کی حدیث ذکر کرکے فرمایا کہ جہریہ نماز میں اس قدر قرارت کا بلند کرنا کہ پڑھنے والا مشقت میں نہ پڑے اچھا ہے و نصہ قال محمد الجہر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ فیما یجہر فیہ بالقراءۃ حسن ما لم یجہد الرجل نفسہ۔ فتح القدیر ص۲۸۳ جلدا ، تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلدا ، ہندیہ ص۳۷ جلدا میں ہے و لا یجہد نفسہ فی الجہر مجمع الانہر ص۱۰۳ جلدا میں ہے الاولیٰ ان لا یجہد نفسہ بالجہر ، شامی ص۴۹۷ جلدا میں ہے وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ

---

نعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں" عموم واطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع وذائع ہے یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی ، ہمیشہ محمود رہے گی (الی ان قال) غرض جس مطلق کی خوبی معلوم ، اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا محتاج دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے الخ (اقامۃ القیامۃ ص۲۹)۱۲ منہ غفرلہٗ۔ سہ المخرجۃ فی البخاری ومسلم وغیرہما ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره.

منفرد کے متعلق عنایہ علے الہدایہ صـ۲۸۳ جلدا میں ہے لا یجهر ههنا كل الجهر تبیین الحقائق صـ۱۲۷ جلدا، ہندیہ صـ۳۰ جلدا، طحطاوی علی المراقی صـ۱۵۱ میں ہے لا یبالغ فی الجهر کالامام۔ اس حکم منفرد سے کمال جہر امام صراحۃً ثابت ہو رہا ہے۔ بہر حال امس و شمس کیطرح واضح ہویدا ہوا کہ امام کا یوں بلند پڑھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرونِ مسجد سنا جائے بلاشک و شبہ و گنجائش ریب جائز و روا ہے، جو ناجائز و ناروا بتائے اس پر لازم کہ ایسے مضبوط دلائل دکھائے جن سے ہدایاتِ کتاب و سنت اور تصریحاتِ ائمہ و علمائے امت کا جواب ہو سکے۔ اور یہ کافی نہیں کہ کسی متاخر کا انفرادی طور پر "قد اُسائ" کہنا دلیل بنائے اور مبنائے حرمت و فساد بتائے تو چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں امام مشقت میں نہیں پڑتا اور معتدل آواز سے پڑھتا ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہوا۔ پھر لاؤڈ سپیکر کے سبب آواز کا اور بلند ہو جانا اور بیرونِ مسجد سنا جانا تو وہ یونہی ہے جیسے گنبد دار مساجد میں پڑھنے سے آواز بلند ہو کر باہر سنائی دیتی ہے بلکہ گنبد کی صورت میں گونج کا غلبہ ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر سے صاف سنا جاتا ہے۔ اور جب گنبد دار مساجد میں جہریہ نمازوں کا باجماعت ادا کرنا قرونِ اولیٰ سے آج تک بلا نکیرِ منکر مروج آ رہا ہے اور معمول و متعامل اہالیانِ اسلام ہے تو لاؤڈ سپیکر کا جواز بطریقِ اولیٰ ثابت ہوا کہ اس سے نسبۃً صاف سنا جاتا ہے۔

اور کبھی وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آوازِ لاؤڈ سپیکر صدا ہے اور صدا سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اقتدا بھی جائز نہ ہوگی، حالانکہ یہ قیاس بھی صحیح نہیں۔ ناظرِ کتبِ فقہیہ پر اظہر من الشمس کہ محدث و جُنب، حائض و نفساء، مجنون و صبی، نائم و سکران بلکہ کافر تک بھی آیتِ سجدہ پڑھے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور مقتدی کے پڑھنے سے واجب بلکہ جائز بھی نہیں ہوتا حالانکہ مکبر مقتدی ہی ہوتا ہے اور ماسوا صبی مکبر بلکہ مقتدی بھی نہیں بن سکتے، تو معلوم ہوا کہ وجوبِ سجدۂ تلاوت وجوداً اور عدماً کسی صورت میں بھی معیارِ جوازِ اقتدا نہیں۔ اور اگر بالفرض معیار مانا بھی جائے تو پھر بھی نفیٔ وجوب نفیٔ جواز نہیں، کہ وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاعِ خاص مستلزمِ ارتفاعِ عام نہیں، بلکہ بحکم "مفہوم الکتب حجۃ" سجدۂ تلاوت کا

---

عـه ثلاثین شامی صـ۵۱۲ جلدا، شامی صـ۱۰۳ جلدا میں ہے و النظم من الرسائل مفاهيم الكتب حجة. شامی صـ۵۰۵ جلد ۳ میں ہے مفهوم التصنيف حجة ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

جواز اسی نفی وجوب سے ثابت ہو رہا ہے تو حسب الغرض لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی جواز ماننا پڑے گا۔ پھر یہ جزئیہ سجدہ تلاوت بظاہر محض تخریج مشائخ ہی ہے اور اس کا مبنی یہ کہ صدا مغایر صوتِ اول یا شبیہ بالمغایر ہے حالانکہ عند التحقیق صوتِ اول کے مغایر نہیں بلکہ متحد بالتکلم والترجل ہے اور یہی اتحاد صوت شرعاً اور عرفاً معتبر ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ " الکشف شافیا حکم فونوجرافیا " سے مولٰنا حشمت علی خان صاحب ناقل " وحدتِ آواز وحدت عرفی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی بھی مسموع نہیں ہوتا۔ اس کی کاپیاں ہی پہنچتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں۔ اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں " صدا " کہتے ہیں " (رضوان ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء ص کالم ۳)۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا " صدا " کے متعلق " خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے " فرمانا کتنی روشن اور صاف تصریح ہے کہ صدا صوتِ اول ہی ہے۔ اور جب ان حضرات کے نزدیک لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز صدا ہے تو بحکم امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوتِ امام کے مغایر نہ ہوئی بلکہ متحد ہی رہی تو نماز کیوں نہ ہوئی! وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام فمن شاء تفصیلاً فلینظر رسالتی مکبر الصوت والفتاوی النوریۃ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

---

عـــہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مرض وصال شریف میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ یہی رسالہ الکشف

شافیا " ہے بیان فرمائیں لانہ غفرلہ " ـــہ وہذا ظاہر جداً من مطالعۃ دلائل الفریقین من الموافق

نعم الشیوع ۱۲ منہ غفرلہ۔



Marfat.com

# الاستفتاءات

ماہنامہ "نوری کرن" بریلی برائے ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء مطابق ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ کے صفحہ ۲۱ پر بارہ (۱۲) سوالات شائع کئے گئے ادارہ نوری کرن کی طرف سے، اور یہ لکھا کہ جملہ علمائے اہل سنت سے گزارش ہے کہ ان بارہ سوالات کے مدلّل جواب تحریر فرما کر مسلمانانِ اہل سنت کو مستفیض فرمائیں۔ (یہاں وہ سوالات بمع جوابات دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور درج کئے جاتے ہیں)

## الاستفتاء نمبر ۱

گنبد کی آواز بعینہٖ آوازِ متکلم ہے یا متکلم کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جواب میں امام اہل سنت والجماعت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحقیق بھرے پیارے پیارے نورانی کلمات ہی کافی ووافی ہیں۔ الکشف شافیا ص۳۱ میں فرمایا "گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے "صدا" کہتے ہیں۔"

ان کلماتِ طیبہ کے ناقل شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا ابوالفتح حشمت علی خان صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جو ان کے فتوائے مندرجۂ ہفت روزہ "رضوان" لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء ص۸ کالم ۳ میں، اور یونہی ماہنامہ نوری کرن بریلی جون ۶۰ء کے ص۳۶ کالم ۲ میں حضرت حامیٔ سنت مولانا مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہم کے فتوائے مبارکہ میں بھی منقول ہیں۔ اور ص۳۷ نوری کرن کالم ۲ میں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نصِ صریح بھی



Marfat.com

نقل فرمائی کہ " بہر حال کچھ بھی ہو اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے "

## الاستفتاء نمبر ۲

گنبد کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو فقہ کی کتابوں میں فاسد و باطل بتایا ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

کسی کتابِ فقہی میں بھی جستجوئے بلیغ کے باوجود یہ نہیں ملا کہ ایسے نمازیوں کی نمازیں فاسد و باطل ہیں اور یوں ملے بھی کیوں ! جبکہ فقہائے کرام کے اجماعِ عملی و سکوتی سے صراحۃً جواز ثابت ہے ۔ گنبد دار مساجد کا رواج قدیم ایام سے آرہا ہے اور مشائخِ عظام کے اکثر اوقات مسجد ہی میں بسر ہوتے ، اور مساجد میں ہی نمازیں با جماعت ادا کرتے تھے تو اگر گنبد سے سنی گئی آواز پر رکوع و سجود کرنا مفسد ہوتا تو گنبد دار مساجد کی تعمیر ناجائز قرار دیتے اور واضح فرما دیتے کہ ایسی مسجدوں میں امامت ناجائز و سببِ فسادِ نماز ہے مگر ایسا کوئی فتوٰے ہرگز ہرگز نہیں ملتا ، بلکہ اس کے برعکس تعامل و توارث کی پُر زور صدائیں صاف صاف بتا رہی ہیں کہ امامت بلاشبہ جائز اور نمازیں صحیح ہیں ، بلکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجدِ اقصٰی میں صحابہ کرام کو فتح بیت المقدس کے وقت نماز پڑھائی بلکہ شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسرار تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اسی مسجد میں نماز پڑھائی حالانکہ گنبد دار ہے ۔ اور یہ بھی واضح کہ حدوثِ صدا صرف گنبد ہی میں بند نہیں بلکہ مسقف مکانوں ، جنگلوں ، میدانوں میں ، اور رنگ کردہ دیواروں

---

ے الحمد للہ اس تحریر کے بعد رسالہ مبارکہ الکشف شافیا چھپا اس کے ص۳۳ پر یہ عبارت ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور پہاڑوں کے پاس بھی پیدا ہوا کرتی ہے کما فی المواقف و شرحہا وغیرہ۔ اور یہ بھی نہاں نہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین غزوات و حج و عمرہ کی مبارک تقریبات میں ہزارہا حاضرین کو میدانوں اور پہاڑوں میں بلند آواز سے نمازیں پڑھاتے رہے حالانکہ کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو حکم فساد دے حالانکہ اگر کوئی حدیث ہوتی تو ضرور مشہور ہو جاتی کہ مُورِ عموم بلوٰی میں کسی حدیث کا بطورِ خبرِ واحد ہی پایا جانا انقطاعِ معنوی کی دلیل ہے کما نصوا علیہ فی اسفارھم اور جب ایسی کوئی حدیث بھی نہیں ملتی تو امس و شمس کی طرح نمایاں ہوا کہ ایسی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں بلکہ یہ بھی واضح ہوا کہ مواضعِ حدوثِ صدا میں امامت و ادائے نماز باجماعت سنت سے ثابت ہے فللّٰہ الحمد و المنۃ علی الائہ المتوالیہ۔ اور امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ تصریح تو سن ہی چکے کہ " آواز وہی آوازِ متکلم ہے۔"

# الاستفتاء نمبر ۳

لاؤڈ سپیکر پر رکوع و سجود کرنے والے نمازیوں کی نماز ہو گی یا نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

امام صحیح الصلوٰۃ کے ایسے مقتدی جو امام کے انتقالات پر بذریعہ سپیکر مطلع ہو کر امام ہی کی متابعت کرتے ہوئے نماز ادا کریں تو ان کی نمازیں یقیناً صحیح ہیں کہ لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی تو آواز ہے جو قوتِ برقیہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ رہا بعض حضرات کا "صدا" کہنا تو وہ ان کا اپنا نظریہ ہے جو غیر نہیں بنا سکتا خصوصاً جب کہ یہ محقق ہو چکا کہ صدا بھی تو آوازِ اول ہی ہے کما نقلہ الفاضلان المذکوران عن امام اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



Marfat.com

تو جوازِ نماز میں کیا شبہ؟ بلکہ اگر بالفرض غیر آوازِ امام ہو تب بھی نمازیں صحیح ہیں کہ سپیکر بے چارہ خود تو ناطق نہیں، اس سے سنی گئی آواز علی عمیا غیر انا ضرور متیقن کہ آوازِ امام سے ہی پیدا ہوتی ہے بنا بریں علیہ انتقالاتِ امام کی یقینی دلیل ہے لہذا امام سے دور مقتدی اس کے ذریعہ انتقالاتِ امام کا یقینی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ امام یا مبلغ کی آواز سننا شرائطِ اقتداء سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ انتقالاتِ امام کا مطلق علم ہی شرط ہے۔ درالمختار ص۵۱۵، شامی ص۵۱۴ جلد ا میں ہے و النظم من السدد وعلمہ بانتقالات۔ اور یہ بھی مصرح کہ یہ علم کسی سماع یا کسی رویت سے حاصل ہو کہ اشتباہ نہ رہے تو امام و مقتدی کے درمیان کسی دیوار وغیرہ حائل کی صورت میں بھی اقتداء صحیح ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان ص۴۵، خلاصۃ الفتاوے ص۱۵۰ جلد ا، غنیۃ المستملی ص۴۸۸، صغیری ص۲۶۷، نور الایضاح اور مراقی الفلاح ص۱۷۵، درالمختار ص۵۴۸ جلد ا، شامی ص۵۱۵ جلد ا، ص۵۴۹ جلد ا، منحۃ الخالق ص۳۶۳ جلد ا، فتاوٰے سراجیہ ص۱۶، فتاویٰ عالمگیر ص۴۶ جلد ا، حموی شرح الاشباہ ص۱۹۷، غنیہ ذوی الاحکام علے ہامش درر الحکام ص۹۲ جلد ا و النظم لفقیہ النفس و لایشتبہ حال الامام بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولہم۔

فقہائے کرام نے صراحۃً یہ بھی فرمایا کہ پنجرے جیسی چھوٹی جالی یا ناک کے نتھنے جیسے چھوٹے سوراخ سے مقتدی انتقالاتِ امام کا مشاہدہ سماع یا رؤیت وغیرہ سے حاصل کر رہا ہو تو اقتداء صحیح ہے۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح حموی میں ہے و ان کان علیہ باب مسدود علیہ نقب صغیر مثل النبجرۃ۔ فتاوٰے سراجیہ میں فرمایا ولو کان النقب صغیرا کنقب المنخرۃ۔ بدائع صنائع ص۱۴۵ جلد ا میں ہے و ان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاہدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔ اور جب کہ سپیکر کے ذریعہ مقتدی انتقالاتِ امام کا یقینی علم بلا اشتباہ حاصل کر لیتے ہیں اور دیوار وغیرہ کوئی بڑا حائل بھی نہیں ہوتا تو نماز بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی (اس کا میکروفون پنجرے کی طرح جالی دار ہوتا ہے جس میں برقی قوت آواز جمع کرتی ہوئی چھوٹے سے سوراخ سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے چھوٹے سوراخ سے داخلِ سپیکر کرتے ہوئے نشر کر دیتی ہے)



Marfat.com

رہی شامی کی قید من الامام او المکبر تو وہ قطعاً مضر نہیں کہ یہ سماع اسی آواز کا ہی سماع ہے جس کی ابتداء امام سے ہے کہ مِنْ ابتدائیہ ابتداء بلا واسطہ کا اقتضاء نہیں کرتا۔ قرآنِ کریم میں ہے ھو الذی خلقکم من تراب۔ الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ تو جس طرح کئی واسطوں کے باوجود " من تراب " اور " من نفس واحدۃ " صادق آرہا ہے اسی طرح سپیکر کے واسطہ کی صورت میں " سماع من الامام " بھی صادق آرہا ہے نیز قرآنِ کریم نے " دعوۃ الی المحشر " بواسطۂ صور سن کر آنے والوں کو داعی کے متبع بتایا ہے نہ متبعینِ صور۔ فرمایا یتبعون الداعی لاعوج لہ، تو معلوم ہوا کہ واسطہ غیر مختار کی صورت میں اتباع اسی کی ہوتی ہے جو اصل آواز کنندہ ہے تو یہاں بھی امام ہی کی اتباع بنے گی نہ کہ سپیکر کی، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نمازیں قطعاً صحیح ہیں اور فاسد و باطل نہیں کہ فساد و بطلان تو کسی شرط یا رکن کے فقدان پر ہی مرتب ہوتا ہے کما فی الغنیۃ ص۳۱۲ و الشامی ص۵۲۳ جلد ۱، الفساد والبطلان فی العبادات سواء لان المراد بہما خروج العبادۃ عن کونہا عبادۃ بسبب فوات بعض الفرائض الخ بلکہ بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ آفتاب سے بھی واضح ہو چکا کہ مواضعِ حدوثِ صدا میں امامت و اقتداء احادیث مرفوعہ و موقوفہ سے ثابت ہے حالانکہ جس مکان میں لاؤڈ سپیکر نصب ہو وہ بھی موضعِ حدوثِ صدا ہے، تو ثابت ہوا کہ اقتداء روا اور نمازیں جائز ہیں۔

## الاستفتاء نمبر ۲

لاؤڈ سپیکر مبلغ کے قائم مقام ہے اور جو مبلغ نماز سے خارج ہو اس کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوتی ہے اس لئے لاؤڈ سپیکر پر رکوع اور سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہونی چاہئے کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ فرق نہیں ورنہ وجہ فرق بتائی جائے؟



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

لاؤڈ اسپیکر جو خود صامت اور صوتِ امام کا مکبر ہے۔ ایسے مقتدی اور مبلغ کے قطعاً قائم مقام نہیں ہوسکتا جو خود ناطق ہے تو اس سے سنی گئی آوازِ امام پہ رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں فاسد نہیں ہوں گی۔ اور سائل کا یہ دعوےٰ کہ مبلغ خارج عن الصلوٰۃ کی آواز پہ رکوع وسجود کرنا مفسدِ نماز ہے، ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ حضرت رب العالمین جل وعلا نے فرمایا فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولو الالباب۔ اس قول میں اقوالِ متعلقۂ نماز بھی داخل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں العبرۃ لعموم الالفاظ وھو صریح الرازی فی الکبیر۔ نیز فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک مسلم عادل کی خبر دیانات (جن میں نماز بھی یقیناً ہے) میں قبول کی جائے۔ ہندیہ ص۸۶ جلد۴ میں ہے خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ اذا کان مسلما عادلا ذکرا او انثی الخ مبسوط ص۱۶۳ جلد۱۰ میں ہے وفی الدیانات الخبر ملزم بلکہ صراحۃً احادیثِ صحیحۂ صحیحین وغیرہما کا یہی ارشاد ہے کہ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ بغیر تلقن کرتے ہوئے تکمیلِ نماز حقیقۃً تکمیل ہی ہے اور افساد قطعاً نہیں، تحویلِ قبلہ کے وقت مسجد قبا میں نماز باجماعت ادا کرنے والوں کو ایک صاحب نے تحویلِ قبلہ کی خبر دی تو وہ عینِ نماز میں ہی بیت المقدس سے پھر کر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ہدایہ ص۸۲ جلد۱ میں فرمایا واستحسنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دستِ اقدس کے اشارے سے "اتموا صلوٰتکم" کا حکم دیا حالانکہ حضور اس وقت نماز سے خارج تھے اور صحابہ کرام صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء



Marfat.com

میں نماز پڑھتے ہوئے زیارتِ حضور سے مست ہو کر نماز سے نکلنے لگے تھے تو اس اشارہ مبارکہ سے تکمیلِ نماز ہوئی۔ رواہ البخاری ص۹۴ جلد ا و مسلم ص۱۷۹ جلد ا عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علامہ عینی نے اس کی شرح ص۱۸۱ جلد ۲ میں فرمایا ان الایماء یقوم مقام النطق۔ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیموں کو نماز پڑھائے تو بعد از سلام کہہ دے اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر۔ ہدایہ ص۱۴۷ جلد ا وغیرہا میں ہے و یستحب للامام اذا سلم ان یقول اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر لان علیہ السلام قالہ حین صلی باھل مکۃ وھو مسافر۔ حالانکہ بعد از سلام امام نماز سے یقیناً خارج ہوتا ہے اور مقتدی اپنی نمازیں الگ الگ پوری کرتے ہیں۔ بدائع ص۱۰۳ جلد ا وغیرہا میں ہے یجب علیہم الانفراد تو اگر یہ اتموا صلوٰتکم کہنا مفید نہیں بلکہ مفسد بن سکتا ہے تو کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا امام خارج من الصلوٰۃ کے کہنے سے متنبہ ہو کر قیام و رکوع و سجود کرنے والے مقیم نمازیوں کی نمازیں پوری ہو جائیں گی یا برباد؟ تو ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت پر رکوع و سجود وغیرہ افعالِ نماز ادا کرنے، جبکہ وہ مسلم عادل ہو، مفسدِ نماز نہیں اور نہ ہی تلقن ہے کما سیأتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا علامہ رافعی تحریر المختار لرد المحتار ص۸۵ جلد ا میں فرماتے ہیں اذا اعتمد علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوٰۃ یکون قد اعتمد علی خبر العدل فی امر دینی وھو مما یصح العمل بخبرہ فی الدیانات۔

بفضلہ وکرمہ تعالیٰ اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ مانعینِ جواز کا یہ ناز تمام نہاد جزئیہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل ہے لہٰذا شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ رد المحتار میں ذکر کر کے اپنے رسالہ کیطرف متوجہ کیا اور "ھذا" کے ساتھ تنبیہ بھی فرما دی حالانکہ اس رسالہ میں صاف رد فرما دیا (مجموعہ رسائل کے ص۱۵۴ جلد ا میں) والتفصیل فی مکبر الصوت۔



Marfat.com

اور جب یہ ثابت ہوا کہ لاؤڈ سپیکر قائم مقام مبلغ نہیں، اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ علیہ مفسد نہیں تو وجہ فرق بتانے کی ضرورت ہی نہ رہی مگر امتثالاً للامر مثالاً اتنا معروض کہ سپیکر صامت وغیر مختار ہے، اس سے سنی گئی آواز انتقالاتِ امام پر ایسی دلالت کرتی ہے جو غلطی میں نہیں ڈالتی۔ اور مبلغ جو خود ناطق ومختار ہے فاسق ہو تو بے وقت بول کر غلطی میں ڈال سکتا ہے یا دیدہ ودانستہ غلط ادا سے یا بلا وجہ اعراض عن الجماعت کے ارتکاب سے فاسق بھی بن سکتا ہے تو اس کی دلالت قابلِ اعتبار نہیں رہتی۔

## الاستفتاء نمبر ۵

جب کہ خارج سے تلقین نماز کو فاسد کر دیتی ہے تو پھر لاؤڈ سپیکر کی تلقین پر رکوع وسجود کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

صرف خارج ہی سے نہیں بلکہ اپنے امام یا اپنے جیسے مقتدی کی تلقین سے بھی تلقن مفسد نماز ہے کما صرحوا بہ متونا وشروحا وفتاوٰی وحواشی شامی ص ۵۸۱ جلد ۱ میں ہے (قولہ وکذا الاخذ) ای اخذ المصلی غیر الامام بفتح من فتح علیہ مفسد ایضا کما فی البحر عن الخلاصۃ تو اگر خارج من الصلوٰۃ یا لاؤڈ سپیکر سے تکبیراتِ انتقالیہ سن کر رکوع وسجود کرنا بقولِ سائل خارج و سپیکر سے تلقن ہے تو لازم کہ مبلغ داخلِ صلوٰۃ یا امام کی تکبیراتِ انتقالیہ براہِ راست سن کر رکوع وسجود کرنا بھی تلقن بنے اور نماز بھی فاسد ہو کما مر، اور یونہی یہ بھی لازم کہ امام ومبلغ کا بلند آواز سے تکبیرات سنانا تلقین بنے اور



Marfat.com

ان کی نمازیں بھی فاسد ہو جائیں اور خارج من الصلوٰۃ بن جائیں۔ زیلعی ص۱۵۶ جلد۱ وغیرہا میں ہے وقولہ علی غیر امامہ یشمل فتح المقتدی علی المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحدہ وفتح الامام والمنفرد علی ای شخص کان وکل ذلک مفسد۔ حالانکہ یہ دونوں لازم باطل تو ملزوم یعنی (خارج ولاؤڈسپیکر سے تکبیراتِ انتقالیہ سن کر رکوع وسجود کرنے کو تلقن کہنا) بھی باطل ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع وسجود کرنا قطعاً تلقن نہیں۔ تلقن مفسد کا صدق تو اس پر موقوف کہ نمازی نماز کے اندر اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے سن کر کوئی ایسا لفظ بول دے جو اسے اپنے آپ یاد نہ آیا ہو۔ فتح القدیر ص۳۵۱ جلد۱ میں ہے المفسد التلقن المقترن بقول ما تلقنہ۔ بحرالرائق ص۱۴ جلد۲ میں ہے ان الفساد انما یتعلق فی مثلہ بالقراءۃ۔ عنایہ ص۳۵۱ جلد۱ میں ہے کالتلقن من غیرہ فی تحصیل ما لیس بحاصل عندہ شامی ص۵۸۲ جلد۱ میں ہے وان حصل تذکرہ من نفسہ لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً۔ اور جب صورتِ زیرِ بحث میں نمازی کوئی ایسا لفظ جو اسے یاد نہ ہو سپیکر سے سن کر بولتا نہیں تو تلقن کیسے بنا؛ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع وسجود کرنا مفسدِ نماز قطعاً نہیں۔

**تنبیہ** خادمین کلماتِ فقہیہ پر یہ نہاں نہیں کہ تلقین وتلقن، فتح واخذ، تعلیم وتعلم کلماتِ متقاربہ ہیں۔ ہدایہ ص۱۱۶ جلد۱ میں ہے ومعناہ ان یفتح المصلی علی غیر امامہ لانہ تعلیم وتعلم۔ نیز اسی میں ہے وتفسد صلوٰۃ الامام لو اخذ بقولہ لوجود التلقین والتلقن۔

**تنبیہ** امام ومبلغ کا جہر بالتکبیرات اعلامِ انتقالات کے لئے ہوتا ہے جسے سن کر مقتدی علمِ انتقالات حاصل کر لیتے ہیں جو صورتِ زیرِ بحث میں بھی حاصل ہوتا ہے اور یہ قطعاً مفسد نہیں بلکہ محصل شرطِ اقتدا ہے۔



Marfat.com

# الاستفتاء نمبر ٦

حاجت سے زیادہ آواز کے ساتھ نماز میں قرآنِ کریم پڑھنے اور تکبیر کہنے کو فقہ کی کتابوں میں جب کہ مکروہ لکھا ہے تو لاؤڈ سپیکر پر نماز میں قرآنِ کریم پڑھنا، تکبیر کہنا مکروہ ہے یا نہیں جب کہ اس میں بھی حاجت سے زیادہ آواز ہوتی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جہریہ نمازوں میں ایسا جہر جو مشقتِ نفس اور اذیتِ غیر کا باعث نہ بنے، مطلقاً بلا کراہت و اساءت جائز ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے لاتجھر بصلوٰتك ولاتخافت بھا وابتغ بین ذٰلك سبیلا۔ یعنی اپنی سب نمازوں میں جہر نہ کرو اور نہ ہی سب میں مخافتت (آہستہ پڑھنا) کرو اور اس (سب نمازوں میں جہر اور سب میں مخافتت) کے درمیان راستہ تلاش کرو؛ بایں طور کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو۔

آیتِ پاک کا یہ مطلب ہمارے فقہائے کرام کی تصریحاتِ جلیلہ سے ثابت ہے۔ مبسوط امام سرخسی ص۱۷ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد۱، بحر الرائق عن الکافی ص۳۳۵ جلد۱، طحطاوی علی الدر ص۲۲۳ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے و النظم من البحر و الاصل فیہ کما ذکرہ المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر بالقراٰن فی الصلوٰۃ کلھا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ و یسبون من انزل و انزل الیہ فانزل اللہ تعالٰی ولا تجھر بصلوٰتك ولا تخافت بھا ای لاتجھر بصلوٰتك کلھا و لاتخافت بھا



Marfat.com

كلها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار فكان يخافت بعد ذٰلك فى صلوٰة الظهر والعصر لانهم كانوا مستعدين للايذاء فى هٰذين الوقتين ويجهر فى المغرب لانهم كانوا مشغولين بالاكل وفى العشاء والفجر لكونهم رقودًا وفى الجمعة والعيدين لانه اقامهما بالمدينة وما كان للكفار بها قوة۔

حاصل یہ کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ابتدا میں سب نمازوں میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سن کر بیہودہ کلمات بکتے تھے تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے "ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها" اتارا کہ سب نمازوں میں جہر نہ کرو اور نہ ہی سب میں آہستہ پڑھو "وابتغ بين ذٰلك سبيلا" اور درمیانہ راستہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو، تو اس کے بعد حضور ظہر وعصر میں آہستہ پڑھتے کہ ان دو وقتوں میں کافر مستعدِ شرارت ہوتے تھے، اور مغرب میں جہر کرتے کہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے، اور عشاء و فجر میں جہر کرتے کہ وہ سونے میں مشغول ہوتے تھے، اور جمعہ وعیدین میں اس لئے جہر فرماتے کہ ان کو مدینہ طیبہ میں قائم کیا اور وہاں کافروں کو طاقت نہ تھی"۔ اور بدائع صنائع ص۱۶۱ جلد۱، فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱، عنایہ ص۲۸۳ جلد۱، درالمختار مع تقریرات شامی ص۴۹۷ جلد۱ میں بھی اسی مطلب کی تاکید اکید ہے والنظم من البدائع كان النبى صلى الله عليه وسلم يجهر فى الصلوات كلها فى الابتداء الخ اور متعدد تفاسیرِ متداولہ میں بھی اس مطلب کی تصریح ہے۔ احکام القرآن للامام الجصاص الحنفی ص۳۶۰ جلد۳، ابوالسعود ص۴۷۲ جلد۶، مدارک ص۲۵۶ جلد۲، بیضاوی ص۴۷۴ جلد۱، تفسیر کبیر ص۳۵۵ جلد۵، نیشاپوری ص۱۰۳ جلد۱۵، درمنثور ص۲۰۸ جلد۴، تفسیراتِ احمدیہ ص۳۳۳ میں ہے والنظم للنسفى ولا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار۔ تفسیراتِ احمدیہ میں یہ بھی فرمایا وعلى هٰذا فالاية فى تعيين الصلوٰة الجهرية



Marfat.com

وغير الجهرية -

تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا یہ آیت جہریہ نمازوں میں مطلق جہر کا حکم دے رہی ہے اور احادیث شریفہ میں بھی مطلق جہر کا ذکر ہے لہٰذا ہمارے ائمہ و مشائخ کرام نے بھی جہریہ نمازوں کے واجبات میں مطلق جہر ہی کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہرِ مطلق جہرِ کامل کو بھی شامل ہے تو ثابت ہوا کہ جہرِ کامل بلاشبہ آیت و احادیث و تصریحات فقہیہ سے جائز و مستحسن اور مصداقِ جہر واجب ہے والاطلاق بمنزلة النص و اطلاق المتون معتبر و الاستدلال به شائع و ذائع و ذا مما لاريب فيه- خصوصاً جب کہ کتب مذہبیہ میں یہ تصریحات بھی نمایاں طور پر موجود کہ جہریہ نمازوں میں قدر حاجت سے بلند پڑھنا مستحسن و افضل و اولیٰ ہے۔ محرر مذہب مہذب حضرتِ امام محمد علیہ الرحمۃ مؤطا ص۱۰۵ میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اتنا بلند پڑھنا جو بیرونِ مسجد پاک دار ابی جہم کے پاس سنا جاتا تھا، باسناد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسا جہر جہریہ نمازوں میں اچھا ہے جب کہ پڑھنے والا مشقت میں نہ پڑے ونصه قال محمد الجهر بالقراءة فی الصلوٰة فيما يجهر فيه بالقراءة حسن ما لم يجهد الرجل نفسه. شامی ص۴۹۷ جلد ا، طحطاوی علے الدر ص۲۳۳ جلد ا میں ہے لو زاد على قدر الحاجة فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره. مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد ا میں ہے الاولیٰ ان لا يجهد نفسه بالجهر. بلکہ تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد ا، ہندیہ ص۲۷ جلد ا، طحطاوی علے المراقی ص۱۵۱ میں منفرد کے متعلق فرمایا لا يبالغ فی الجهر كالامام- اور عنایہ ص۲۸۳ جلد ا میں فرمایا لا يجهر ههنا كل الجهر تو آفتاب و مہتاب کی طرح واضح ہوا کہ امام کے لئے مبالغہ فی الجہر اور کُل الجہر جائز و مستحب ہے۔ و ذا ظاهر جدًّا۔ رہا یہ شبہ کہ بعض کتبِ فقہیہ ہندیہ وغیرہا میں سراج وہاج سے ہے الامام اذا جهر فوق الحاجة فقد اساء تو معروض کہ اتنے ٹھوس اور واضح ثبوت کو سراج وہاج کی عبارت رد نہیں کر سکتی بلکہ سراجِ وہاج ہے ہی ضعیف و بے اعتبار، فتاویٰ رضویہ شریفہ ص۳۱۳ جلد ا میں ہے وقد قال فی كشف الظنون السراج الوهاج عده المولى المعروف ببركلى من جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة-





Marfat.com

اور یونہی احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ شرح معانی الآثار، سننِ بیہقی، مؤطا امام محمد، شمائلِ ترمذی بلکہ صحیح بخاری سے بھی ثبوت ملتا ہے وذکر بعضھا فی مکبر الصوت۔

رہی آیتِ مذکورہ کی دوسری تشریح جو اسی شانِ نزول کے تحت کئی تفسیروں میں مذکور اور مانعین حضرات کی مایۂ ناز دلیل ہے تو معروض کہ صریح تفسیرِ مشائخ احناف کے خلاف کسی اور تفسیر سے استدلال احناف کے لئے مناسب نہیں خصوصاً جب کہ اس تفسیر و تشریح کے ناقلین ہی سے یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب جتنا جہر چاہے کر سکتا ہے۔ طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، ابن کثیر ص۶۹ جلد ۳، در المنثور ص۲۰۷ جلد ۴ میں ہے والنظم للطبری فلما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ سقط ھذا کلہ یفعل الاٰن ای ذٰلک شاء بلکہ صاوی علی الجلالین ص۳۱۵ جلد ۲ میں ہے وھذا الامر قد زال من یوم اسلام عمر وحمزۃ فھو منسوخ فللمصلی الجھر فی الصلوٰۃ الجھریۃ و لو یزید علی سماع المأمومین پھر تمام امت کا بالاتفاق ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنا بھی صراحۃً بتا رہا ہے کہ اگر آیت کی واقعی یہی تفسیر ہے تو منسوخ ہے ورنہ تمام امت کا اجماع علی الضلالۃ لازم آتا ہے جو یقیناً باطل ہے۔ تعجب ہے کہ مانعین حضرات صرف "لا تجہر" پر ہی نظر کرتے ہوئے استعمالِ سپیکر کو تو ناجائز بتاتے ہیں مگر "لا تخافت" کا خیال ہی نہیں کرتے کہ ظہر و عصر میں ہمیشہ صرف اس کی خلاف ورزی ہی نہیں کرتے بلکہ واجب جانتے ہیں حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق لازم کہ ظہر و عصر میں بھی مغرب و عشاء و فجر کی طرح درمیانی آواز سے پڑھنا واجب ہو، اور یہ بھی لازم کہ تمام کتبِ فقہیہ کی جہریہ اور غیر جہریہ نمازوں کی تفریق بیجا بنے۔

طرفہ تو یہ کہ ان حضرات کا اس آیت سے استدلال اس پر موقوف کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہ آوازِ امام ہو، حالانکہ وہ یہ مانتے ہی نہیں بلکہ غیر بتاتے ہیں، تو کیا کسی غیر آواز کا بلند ہو جانا آوازِ امام کا بلند ہونا ہے کہ خلاف ورزی بنے۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سپیکر سے سنی گئی آواز آوازِ گنبد کی طرح صدا ہے تو ان کے قول پر گنبد دار مساجد بلکہ ہر مسقف مکان میں یا پہاڑوں کے آس پاس بھی جہریہ نمازوں کا ادا کرنا آیت کی خلاف ورزی بنے گی حالانکہ زمانۂ قدیم سے اہلِ اسلام گنبد دار مساجد اور مسقف مکانوں



Marfat.com

میں اور پہاڑوں کے آس پاس بھی بلا انکارِ منکر سب نمازیں باجماعت آج تک ادا کرتے آ رہے ہیں، جو جواز کی دلیلِ صریح ہے تو صدائے سپیکر کا کیا قصور کہ محلِ اعتراض بناتے ہیں؟

## الاستفتاء نمبر

تکبیراتِ انتقالیہ کی آواز پہنچانے کے لئے مبلّغ کا تقرر سنت ہے اور لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنے سے اس سنت کی اضاعت ہے تو یہ رافعِ سنت اور بدعتِ سیئہ اور مکروہ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی التوفیق والصواب

دعوےٰ تو کیا جاتا ہے کہ تقررِ مبلّغ سنت ہے مگر کسی صاحب نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ کون سی کتاب میں سنت لکھا ہے! اور فقیر کو بھی سعیِ بلیغ کے باوجود اپنے یہاں کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا۔ اور حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقتدی حضرات سے بھی صرف صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مبلّغ بن جانا اور وہ بھی دو مرتبہ اور وہ بھی دورانِ مرض میں ہی ملتا ہے تو بلا مواظبت سنت کیسے بن گیا؟ فتح القدیر ص۱۸ جلد ا میں ہے والسنۃ ما واظب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ترکہ احیانا. شامی ص۹۵ جلد ا میں ہے او الخلفاء الراشدون من بعدہ اور جب سنت ہی نہیں تو بدعتِ سیئہ اور مکروہ بتانا بھی غلط بنا بلکہ امام اہلسنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تو اقامۃ القیامہ ص۳۰ میں فرماتے ہیں بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت ماثورہ کا رد کرے حالانکہ یہاں امر کا ذکر تک نہیں۔ البتہ اس تقررِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حسب القواعد جواز ثابت ہے لہٰذا فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ا، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد ا، درالمختار مع الشامی ص۵۵۱ جلد ا، رسائلِ شامی ص۱۳۹ جلد ا وغیرہا میں ہے والنظم للمحقق علیہ الرحمۃ وبہ یعرف جواز رفع



Marfat.com

المؤذنين اصواتهم فی الجمعة و العيدين وغيرهما۔ اور نیتِ حسنہ سے مستحب ہے۔ شامی ص۴۴۳ جلد ۱، طحطاوی علی الدر ص۲۱۳ جلد ۱، طحطاوی علے المراقی ص۱۵۶ میں ہے و لہ النظم واما عند الاحتياج اليہ بان كانت الجماعة لايصل اليهم صوت الامام اما لضعفه او لكثرتهم فمستحب۔ اگر امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو محض بے جا، وناپسندیدہ و بدعتِ منکرہ ہے۔

انہی کتابوں میں ہے و فی السيرة الحلبية اتفق الائمة الاربعة على ان التبليغ حينئذٍ بدعة منكرة۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر امام کی ہی آواز پہنچاتا ہے تو اس وقت تقررِ مبلّغ حسبِ تصریحِ مذکور باتفاقِ ائمہ اربعہ بدعتِ منکرہ بنے گا نہ کہ الٹے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آوازِ امام سے استفادہ بدعتِ سیئہ بنے فافهم ان كنت ممن يفهم۔

تعجب تو یہ ہے کہ صرف ظہر کی ہی دو نمازوں میں، وہ بھی حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مرضوں کے دوران بطورِ خود صفوں کے آگے حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جہرِ تکبیرات سے تو مطلقاً تقررِ مبلّغ سنّتِ مستمرہ مانا جاتا ہے اور اس کے خلاف ادعائی کو بدعتِ سیئہ کہا جاتا ہے مگر خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بکثرت پنج گانہ نمازوں کو مواضعِ حدوثِ صدا میں ادا فرماتے رہنے سے اس موضعِ حدوثِ صدا (مکانِ نصبِ لاؤڈ سپیکر) میں امامت و اقتداء کا صرف جواز بھی نہیں مانا جاتا ان هذا الا اختلاق۔

## الاستفتاء نمبر ۸

کیا یہ صحیح ہے کہ گنبد کی آواز سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا اور اگر صحیح ہے تو کیوں؟ کیا اس لئے کہ جو اس سے سننے میں آیا، آیت نہیں، یا اس لئے کہ وہ متکلم کی آواز نہیں! برتقدیرِ ثانی یہ قول کہ گنبد

---

منہ علی قولہم ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

کی آواز بعینہٖ آوازِ متکلم ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری آواز، غلط ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

ہاں بعض کتبِ فقہیہ میں وجوبِ سجدہ کی نفی ضرور ہے مگر جوازِ سجدہ کی نفی قطعاً نہیں بلکہ بحکمِ مفہومِ مخالف (جو کتبِ فقہیہ میں معتبر ہے) وہی نفیِ وجوب جواز کا اثبات ہے اور جواز ہی کے ہم قائل ہیں جو نیتِ حسنہ سے مستحسن بن جاتا ہے فبطل استدلال السائل۔ وہی علتِ نفیِ وجوب میں سائل کی یہ تردید کہ جو اس سے سننے میں آیا وہ آیت نہیں یا اس لئے کہ وہ متکلم کی آواز نہیں تو امام اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک مردود ہے۔ وہ صدائے گنبد کو آوازِ متکلم مانتے ہوئے وجوبِ سجدہ کیلئے ایک قید مزید بڑھاتے ہیں کما نقلہ الفاضلان المذکوران عن الکشف شافیا۔ اور اگر بالفرض آوازِ متکلم کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہی ہو تب بھی اتنا بداہۃً متیقن کہ اسی سے پیدا ہو رہی ہے اور حرکاتِ انتقالیۂ امام کی بلاشبہ دلیل ہے حالانکہ مقتدی پر متابعتِ امام نفسِ اقتداء سے ہی لازم ہو جاتی ہے تو کیا علم آنے کے بعد متابعت کا لزوم اٹھ جاتا ہے بلکہ جواز ہی نہیں رہتا بخلاف سجدہ جو سماع سے پہلے لازم نہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں کہ صراحۃً تلازم وجوبِ سجدہ وجوازِ اقتداء کا رد کرتی ہیں والتفصیل فی مکبر الصوت ضمیمۃ عہ۔

## الاستفتاء نمبر ۹

قرآنِ کریم کے تلاوت کی آواز اگر گراموفون کے ذریعہ سننے میں آئے تو استماع و انصات واجب ہے یا نہیں؟

---

عہ کما فی الکشف شافیا من ص۳۱ الی ص۳۵ منہ غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

"الکشف شافیا" میں شافی جواب ہے فلینظر ثمہ۔

# الاستفتاء نمبر ۱۰

قرآن کریم کے تلاوت کی آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اگر سننے میں آئے تو استماع وانصات واجب ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب تالی ہی کی آواز ہے تو استماع وانصات بالشرائط ضروری ہے۔

# الاستفتاء نمبر ۱۱

(ل) ایک مسجد میں زید و بکر صرف دو شخصوں نے نماز پڑھی۔ زید امام ہوا اور بکر مقتدی، مگر دونوں کے درمیان چھ سات گز کا فاصلہ تھا اور بکر کانوں سے بہرا تھا اس لئے امام کی آواز اس کو سنائی نہیں دیتی ہے نیز بکر کی بینائی بھی کمزور ہے اس لئے وہ امام کی نقل وحرکت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا البتہ اس کی آنکھوں میں عینک لگی تھی اس لئے اس نے عینک کے ذریعہ امام کی نقل وحرکت دیکھ کر رکوع وسجود کیا تو بکر کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟



Marfat.com

(ب) اور اگر بکر کی آنکھوں میں عینک نہ ہوتی تو بلکہ زید و بکر کے درمیان کوئی پادروالا شیشہ رکھا ہوتا جس کے ذریعہ بکر زید کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں ؟

(ج) اور اگر بکر کے کانوں میں کوئی ایسا آلہ لگا ہوتا جس کے ذریعۂ امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

کتبِ کثیرہ سے سوالِ ثالث کے جواب میں محقق ہوچکا کہ انتقالاتِ امام کا علم بسماع او رؤیۃ یعنی کسی سننے یا کسی دیکھنے سے حاصل ہو اگرچہ بالواسطہ تو اقتدا صحیح ہے اور جب " ا " اور " ب " میں علم بالرؤیۃ ہے اور " ج " میں بالسماع تو نماز یقیناً روا ہے۔

# الاستفتاء نمبر۱۲

اگر کوئی شخص امام کی آواز نہ سنے، نہ اس کی نقل و حرکت دیکھے بلکہ امام کے سایہ کی حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں نماز جائز ہوگی کہ عمل بالرؤیۃ حاصل ہے کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و



Marfat.com

اصحابہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

---

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اجتماع نماز جمعۃ المبارک و عیدین میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز؟ فی سبیل اللہ اس کا جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام

السائل :۔ الفقیر الحقیر سید محمد اسلم بخاری خطیب جامع مسجد نوری راوی محلہ سمندری ضلع لائلپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک و شبہ و ریب لاؤڈ سپیکر کا استعمال یعنی وہ بولنے والے کے پاس چالو ہو اور اس کے ذریعہ لوگ سنتے رہیں، شرعاً مباح ہے۔ اور اگر کوئی عارضہ ناجائز بنانے والا شامل ہو جائے مثلاً گانا بجانا یا بیہودہ اقوال یا کفریہ کلمات بکے جائیں تو استعمال ناجائز و گناہ ہوگا اور اگر قرآنِ کریم پڑھا جائے اور حضرتِ رب العالمین جل مجدہ کی صفت و ثنا کی جائے یا محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان بیان کیا جائے یا احکامِ شرع بیان کئے جائیں تو عبادت بن جائے گا کما فی الحدیث المبارك انما الاعمال بالنیات وفی الشامیۃ علی الدر ص۳۵۴ جلد ۵ ان الاعمال بالنیات۔ فکما یکون المباح طاعۃ بالنیۃ تصیر الطاعۃ معصیۃ بالنیۃ تو نیتِ صالحہ سے نماز میں بھی بلاشبہ جائز و باعث



Marfat.com

ثواب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی، اور تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "مکتب القنوت" ملاحظہ فرمادیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الانور وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ ۱۵/۱۰/۶۸





Marfat.com

# مباحات و مفسداتِ نماز

Marfat.com

# باب
# مَا يَجُوْزُ فِي الصَّلوٰةِ وَمَا لَا يَجُوْزُ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ :-

نمبر ۱ :- ہمارا گاؤں اہلِ ہنود کی ملکیت ہے لیکن وہ عبادتِ الٰہی و دیگر احکامِ الٰہی سے منع نہیں کرتے بلکہ عزت کرتے ہیں، نیز ایک اہلِ اسلام بھی قدرے ملکیت رکھتا ہے۔

نمبر ۲ :- اور ہمارے گاؤں میں فریقین کا تقاضا ہے یعنی اندک آدمی اہلِ حدیث کہلاتے ہیں اور آمین وغیرہ بالجہر کرتے ہیں اور دوسرے فریق والے منع کرتے ہیں تو وہ از روئے ضد کے زیادہ آمین وغیرہ کرتے ہیں اور بصورتِ فساد تردد کرتے ہیں اور امام دائمی بھی منع کرتا ہے لیکن ترغیب قلبی کچھ اور بات رکھتا ہے۔ اگر امام حنفی ہو اور اس کی اقتدا میں فریقین نماز ادا کریں تو حنفیوں کی نماز میں آمین بالجہر سے کوئی نقصان ہے یا کہ نہیں ؟

نمبر ۳ :- ہمارے گاؤں کی مسجد پختہ ہے یعنی خشتِ پختہ سے بنی ہوئی ہے اور اکثر آدمی نمازِ جمعہ ادا کرتے رہتے ہیں اور بعض برخلاف ہیں۔ اور جو جمعہ پڑھتے رہتے ہیں بعض ان میں سے فرضی ادا کرتے ہیں اور بعض احتیاطی، اگر ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز ہے تو فرضی جائز ہے یا احتیاطی ؟ یا کہ جائز ہی نہیں ؟ ہمارا گاؤں بستی



Marfat.com

نہیں ہے گو یا کہ شہر ہے۔ اگر جائز ہے توامام دائمی کو نمازِ جمعہ پڑھانا چاہئے یا کہ اور خطیب اور امام مقرر کرنا ہے؟ اکثر اہلِ اسلام اس کے پیشوا ہونے پر رضامند نہیں ہیں۔

نمبر ۴: ڈاڑھی منڈانے کا ممنوعی ثبوت اور کتنا عذاب ہے۔ اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

**التماس**: علماء وارث الانبیاء کے مذکورہ مسائل کو از روے رفع فریقین کے اور ثبوت نمازِ جمعہ کا باسنادِ صحیح و آیاتِ قرآنیہ کا ثبوت بھی ہو تحریر فرماویں۔ جواب باصواب فرمادیں خداوند کریم اجر دیگا۔

السائل: خادم العلماء والفقراء قطب الدین بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ عبادتِ رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ جو صحیح معنے میں عبادت ہو وہ تمام مکلفین پر لازم ہے۔

۲۔ یہ شرذمۂ قلیلہ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتا ہے وہ حدیثِ سرورِ دوجہاں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیروکار نہیں بلکہ حدیثِ نفسانی و امانی کے تابع ہیں۔ خود ان کے افعال و اقوال اور ان کے مولویوں کی تصانیف اس مدعا کے شاہد ہیں، چنانچہ یہی جو سوال میں مذکور کہ وہ از روئے ضد آمین وغیرہ زیادہ کرتے ہیں، اس مدعا کا مثبت ہے کہ گو آمین بالجہر کو یہ لوگ سنت سمجھتے ہیں مگر حدیثِ جلیل حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی الحدیث (مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم) یعنی اعمال کی دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی نیت کی، حتیٰ کہ اگر کوئی فرض نماز ادا کرے مگر اس کی نیت فاسد ہے تو عبادت نہیں بن سکتی چنانچہ اسی حدیث کے اخیر میں ہے کہ اگر ہجرت جو فرض تھی کسی دنیاوی لالچ سے کرے تو وہ معتبر نہیں بلکہ اسلام لانا جو اعظم الفرائض ہے اگر نیتِ فاسدہ سے ہو تو غیر معتبر، بلکہ باعثِ زیادۂ عذاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے حق میں مولیٰ تعالےٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک





Marfat.com

الاسفل من النار۔ تو جب ان لوگوں کی آمین وغیرہ براہِ ضد ہو اور مسلمانوں کے دل دکھانے کے لیئے ہو تو سنت نہ رہی بلکہ گناہ بنی کہ مسلمان کا دل دکھانا اور ضد شرعاً سخت حرام ہے مشکوٰۃ شریف میں صحیح بخاری سے ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ تو حدیث پر کب عمل رہا بلکہ حدیث کے مخالف ہوا۔ عجب کہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر تحریمہ باندھ کر بھی یہ لوگ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے افعال و اقوال سے یہ بات ٹپک رہی ہے تو دوسرے فریق کا منع کرنا وہابیت سے روکنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل تھا۔ ان کو چاہیئے تو یہ تھا کہ سن کر عمل کرتے مگر وہ الٹے ضد و فساد پر اترے اور فسادی کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ اہل سنت والجماعت کو چاہئے کہ ان سے الگ رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے تمام فرقوں سے الگ رہنے کی تاکید بلیغ فرمائی ہے کہ مشکوٰۃ میں بخاری و مسلم کی حدیث ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعتزل تلك الفرق كلها۔ آمین بالجہر وغیرہ کی وجہ سے اگرچہ امام حنفی ہو۔ احناف کی نماز میں نقصان ہوگا کئی وجوہ سے ایک کی طرف تو اشارہ ہو چکا۔ اور دوسری یہ کہ جب وہ لوگ آمین بالجہر وغیرہ کریں گے تو کم از کم احناف کا خیال اس طرف جائے گا اور نماز میں حضور بالقلب نہ رہے گا اور یہ بھی مکروہ ہے شامی میں ہے منها الصلوٰة بحضرة ما يشغل البال و يخل بالخشوع۔ اور ایسے ہی اور بہت سی وجوہ ہیں اور امام دائمی کو سمجھائیں کہ ترغیب قلبی کسی دوسری طرف نہ رکھے ورنہ صرف زبان کی موافقت کسی کام کی نہیں جیسے حدیث شریف و آیت طیبہ سے سن چکے۔

۳۔ مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا گویا کہ شہر ہونا نمازِ جمعہ کے لئے ہرگز ہرگز مجوز نہیں ہو سکتا۔ عجب کہ سائل کہتا ہے کہ ہمارا گاؤں بستی نہیں، گاؤں اور بستی میں کیا فرق ہے ان هذا الا التناقض الصریح۔ ادائیگی جمعہ کے لئے شہر کی مشابہت کافی نہیں بلکہ شہر ہو اور شہر بھی جامع ہو۔ کہ غنیۃ المستملی وغیرہا میں ابن ابی شیبہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے لا جمعة و لا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة۔

پس جو اس گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے وہ حق و مذہب حنفیہ پر ہیں اور جو پڑھتے ہیں اور احتیاطاً نمازِ ظہر



Marfat.com

بھی پڑھ لیتے ہیں تو ان کا فرضِ وقت نمازِ ظہر ادا ہو جاتا ہے مگر ترکِ جماعت کا بوجھ سر پر رہ جاتا ہے اور جو صرف جمعہ ہی پڑھتے ہیں اور احتیاطاً نمازِ ظہر نہیں پڑھتے وہ اپنے فرضِ وقت کے فوت ہونے سے ڈریں۔ وتمام التحقیق فی رسالتنا انوار اتقن الدولہ۔

**مسئلہ** داڑھی منڈانا حرام ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں وفروا اللحی و احفوا الشوارب" بڑھاؤ داڑھیوں کو اور ترشواؤ مونچھوں کو" منڈانے والا گنہگار ہے، حرام کے مرتکب کے عذاب کا مستحق ہے۔ اور لمبی مشت بھر رکھی جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مشت بھر سے زائد کے کاٹنے کا ثبوت ہے۔ اس میں ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

(نوٹ) کاتب نے تاریخ نہیں لکھی مگر فتاوٰے نوریہ جلد اول میں اس سے پہلا فتوٰی ۱۷ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۰ھ کا اور اس سے پچھلا ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کا ہے۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

نوٹ:۔ درج ذیل فتوے کا استفتاء فتاوٰی نوریہ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے (مجب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عزیز القدر مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب سلمہ ربہ تعالٰی

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ، :- بعد از دعواتِ عافیتِ دارین آنکہ آپ کا مرسلہ خط ملا مگر افسوس کہ آپ کا لفافہ اور خط دونوں ایسے گم ہوئے کہ باوجود تلاش بھی نہ ملے۔ البتہ بہارِ شریعت حصہ سوم ص۶۷ کے مسئلہ[1] کی تشریح لکھی جاتی ہے، اس میں ہے :

**مسئلہ** : کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ علاوہ نماز کے بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔"

یہ مسئلہ درالمختار اور فتاویٰ عالمگیری سے ہے۔ اور ان دونوں میں بمع دیگر کتبِ معتبرہ اس طرح کپڑے پہننے کا عربی نام اشتمال الصماء یا صماء آیا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں اس سے مطلقاً ممانعت آئی ہے اور اس کی تفسیر شامی ص۱۶ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۵۵ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۶۴ جلد۱، اشعۃ اللمعات ص۱۳، ص۵۶۷ جلد۳، عینی علی البخاری ص۲۳۸ جلد۲، فتح القدیر ص۳۵۹ جلد۱ میں ہے

والنظم من الفتح وھو ان یلف بثوب واحد رأسہ وسائر بدنہ ولا یدع منفذا لیدہ۔ یعنی وہ یہ ہے کہ اپنے سر اور باقی تمام دھڑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور ہاتھ نکلنے کے لئے کوئی راستہ نہ چھوڑے پھر اس کی وجہِ تسمیہ اکثر کتبِ مذکورہ میں یہ ہے کہ "صماء" اس ٹھوس پتھر کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ اور دراڑ نہ ہو تو یہ پہننا یوں ہوا جیسے اس پتھر میں داخل ہوگیا کہ ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا عینی وغیرہ نے بالفاظِ متقاربہ فرمایا و

الصماء فی الاصل صفۃ یقال صخرۃ صماء اذا لم یکن فیھا خرق ولا منفذ ومعنی النھی عن اشتمال الصماء نھی عن اشتمال الثوب کاشتمال الصخرۃ الصماء (الیٰ ان قال) وتشبیہ الاشتمال المنھی بھا کونہ یسد المنافذ کلھا۔

تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ بہارِ شریعت میں اس " ہاتھ بھی باہر نہ ہو " سے مراد یہ ہے کہ

---

[1] کیونکہ اسی کے متعلق سوال تھا ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

ہاتھ یوں چھپا ہو کہ جب باہر نکالنا چاہے تو باہر نہ ہو سکے۔ اور اس پر وہیں بہارِ شریعت میں بھی آخر میں نماز کے علاوہ بھی اس طرح لپٹنا نہ چاہیے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع فرمانا صاف دلیل ہے کہ جب فوراً نکل سکے تو خطرہ میں سخت ممنوع ہونے کا کیا معنٰے؟

بہر حال اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا بعض صورتوں میں یوں چھپ جانا کہ جب نکالنا چاہے فوراً نکال سکے، اس میں داخل نہیں جیسے عموماً ہمارے یہاں کمبل اوڑھ کر بائیں جانب اٹھا کر شانے پر ڈالی جاتی ہے اس میں بھی بوقتِ قیام ہاتھ چھپ جاتے ہیں مگر بوقتِ ضرورت بلا تکلف نکل سکتے ہیں اور تکبیر تحریمہ تو نکال کر ہی کہی جاتی ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں لعدم الدليل عليها والاصل الاباحة وقد قال الله تعالىٰ خذوا زينتكم عند كل مسجد۔ اس میں تمام ایسی صورتوں کی اباحت ہے جن سے شرعِ اطہر نے منع نہیں فرمایا۔ والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه وآله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۷ر جمادی الاخرٰی ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت قبلہ الحاج شیخ الحدیث مفتی اعظم صاحب دامت برکاتہم ۔۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔

نمبر ۱ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

نمبر ۲ :۔ اور کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟



Marfat.com

نمبر۳ :۔ کسی حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز یہ حدیث صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔
امید ہے کہ آپ تفصیلی حل فرما کر بندہ کی تسلّی و تشفی فرمائیں گے۔

السائل :۔ حضرت مولانا حافظ الحاج محمد شفیع صاحب اوکاڑوی ثم کراچوی مدظلہم بمعرفت محمد رحمت علی لیہوی مدنی مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ۱۰-۵-۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

قرآن کریم وحدیث پاک اور فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ اہلِ اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اے ابنائے آدم لو زینت اپنی ،نزدیک ہر مسجد کے)۔ اربابِ تفسیر و فقہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ پاک میں "زینت" سے مراد وہ لباس ہے جو جسمِ انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں[1] کا ستر کر سکے اور "مسجد" سے مراد نماز ہے لھذا نمازی پر فرض ہے کہ لباسِ ستر پہن کر نماز پڑھے مگر جبکہ قرآنِ کریم نے "لباس" یا "ثیاب" نہیں فرمایا بلکہ "زینت" فرمایا اور "زینت" لغوی معنے کے لحاظ سے آرائش و زیبائش پر دال ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ خصوصی حاضری میں زیبائش ہونی چاہیئے لھذا لباسِ ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعثِ زینت بنے (مثلاً قمیص، عمامہ وغیرہ) مسنون و مستحب و مستحسن ہوا۔ تفسیراتِ احمدیہ ص۲۷۳، الاکلیل ص۱۰ جلد۲ میں ہے ان المراد من الزینۃ الثیاب المواری للعورۃ

---

[1] جن کو عربی میں "عورت" کہا جاتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

والمراد من المسجد هو الصلوٰة الخ نیز انہی میں ہے من السنة ان یاخذ احسن هیئتہ للصلوٰة ۔ پھر انہی میں ہے فلم یعبرہ بلفظ الزینة دون اللباس فقال للاشعار باخذ اللباس الحسنة فی الصلوٰة ۔ مدارک ص۳۹ جلد۲ میں ہے لان الصلوٰة مناجاة الرب فیستحب لها التزین ۔ صحیح بخاری ص۳۴۹ جلد۲ کی حدیثِ پاک میں ہے فان اللہ احق من تزین له ۔ تو واضح ہوا کہ لباسِ زینت کم از کم مستحسن ضرور ہے حالانکہ ننگے سر کی بہ نسبت ٹوپی بھی لباسِ زینت ہے جسے عوام و خواص علماء و اصفیاء کے سب حلقوں میں مقبولیت حاصل ہے تو اس اشارۂ قرآنیہ سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی مستحسن ہوا ۔ اور حدیثِ پاک میں بھی صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا بھی ارشاد صریح و بیان موجود ہے جس کا ذکر بفضلہ تعالےٰ سوال ۲ کے جواب میں آرہا ہے ۔ اور فقہ حنفی میں ہے کہ بلا وجہ و حجیہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس میں زینتِ مامور بہا کا ترک ہے ۔ فتح القدیر ص۳۶۵ جلد۱ ، بحر الرائق ص۲۵ جلد۲ ، تنویر الابصار ، در المختار ، شامی ص۵۹۹ جلد۱ ، مراقی الفلاح ص۲۱۶ ، منیہ ، غنیہ ص۳۳۷ جلد۱ میں ہے و النظم من الفتح وتکرہ الصلوٰة ایضا (الی ان قال) و مکشوف الرأس ۔ صغیری ص۱۸۴ میں ہے لان فیه ترك اخذ الزینة المامور بها مطلقا اور چونکہ ٹوپی سے سترِ سر حاصل ہو جاتا ہے اور ننگا نہیں رہتا تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننے سے ننگے سر والی کراہت دور ہو جاتی ہے اور سترِ سر کی زینت حاصل ہو جاتی ہے نہ یہ کہ الٹے ٹوپی سے کراہت آجائے ۔ بلکہ فقہائے کرام نے تو یہاں تک فرما دیا کہ اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پہ رکھنا افضل و بہتر ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچے ۔ غنیہ ص۳۱۹ اور صغیری ص۲۳۲ اور در المختار تحریرًا شامی تقریرًا ص۴۷۶ جلد۱ میں ہے والنظم للحلبی و ذکر فی فتاوی الحجة ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قلیل اذا سقطت افضل من الصلوٰة مع

سے "تفسیراتِ احمدیہ" "فلما" ہے والمعنی واحد ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

كشف الرأس . درر الحكام ص۱۱۱ جلد۱ میں ہے رفع القلنسوة بيد واحدة افضل من الصلوٰة بكشف الرأس .

ص۱۔ ہاں ثابت ہے ۔ امامِ حقانی قطبِ ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ شریف ص۸۵ جلد۱ میں فرماتے ہیں كان صلى الله عليه وسلم يأمر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة وينهى عن كشف الرأس في الصلوٰة یعنی حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سترِ سر کا حکم دیا کرتے تھے اور نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے ۔" تو یہ حدیث پاک کئی وجوہ سے دلیل ہے سترِ سر کا حکم دینا اور ننگا سر کرنے سے منع فرمانا مکرر پتہ دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی کافی ہے ۔ پھر عمامہ یا ٹوپی فرمانا بھی اس کی دلیل ہے ۔ اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حضور نورٌ علےٰ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فرماتے تھے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور صحابہ کرام بھی صدق دلی سے پیروی کرتے تھے اور سب حضرات کے پاس ہر وقت عماموں کا نہ ہونا بھی یقینی چیز ہے ، تو مدعا روزِ روشن کی طرح روشن ہوا۔

حضرتِ امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی شہادت سے یہ حدیث ہے بھی حدیثِ صحیح ، اسی کتاب مستطاب کے ص۵ جلد۱ میں فرماتے ہیں ولم اعز احاديثه الى من خرجها من الائمة لانى ما ذكرت الا ما استدل به الائمة المجتهدون لمذاهبهم وكفانا صحة لذلك الحديث استدلال مجتهد به نیز ص۹ میں ہے وكفانا صحة لذلك الحديث او الاثر استدلال مجتهد به ۔ نیز حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی مبارک عمامہ شریف کے نیچے اور اکیلی ٹوپی مبارک اور اکیلا عمامہ شریف پہنا کرتے تھے ۔ کنز العمال ص۲۴ جلد۴ ، جامع صغیر ص۲۳۷ جلد۲ میں بحوالہ امام رویانی اور امام ابنِ عساکر ہے كان يلبس صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس ۔ پھر ائمہ عظام اصحاب سیرت وغیرہم نے بھی وثوق سے یہ تینوں صورتیں عمامہ بمع ٹوپی ، صرف ٹوپی ، صرف عمامہ ذکر کی ہیں ۔ السیرۃ الحلبیہ ص۴۶۳ جلد۲ ، المدخل للامام



Marfat.com

ابن الحاج ص۲۱۵ جلد ۲، زاد المعاد ص۱۲۱ جلد ۱، سفر السعادۃ ص۱۲۰ جلد ۲، شرح سفر السعادۃ ص۴۳۹ میں ہے
و النظم من الحلبية انه صلى الله عليه و سلم كان[سه] يلبس
القلانس تحت العمائم و يلبس القلانس بغير عمائم
و يلبس العمائم بغير قلانس۔ احیاء العلوم ص۳۷۵ جلد ۲ میں ہے كان
يلبس صلى الله تعالى عليه وسلم القلانس تحت
العمائم و بغير عمامة۔ فتاوٰے عالمگیر ص۹۹ جلد ۴ وجیز کردری سے اور تکملۃ البحر
ص۴۸۷ جلد ۸ میں ذخیرہ سے ہے و النظم من التكملة روى ان النبي صلى
الله تعالى عليه و سلم كان له قلانس يلبسها و قد
صح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمائم
او اعم فيطابق النصوص السابقة ولا يمكن ان يراد
لبس القلانس تحت العمائم فقط ليخالف النصوص
لان الاطلاق يابى و لا مخصص شرعًا۔

بہر حال محبوبِ مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اکیلی ٹوپی کا پہننا بھی یقیناً ثابت ہے اور چونکہ یہ سب روایات و عبارات مطلق ہیں یعنی ان میں یہ نہیں کہ نماز میں پہنا کرتے تھے یا نماز سے باہر، تو معلوم ہوا کہ یہ پہننا عام ہے تو نماز میں صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہو گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے وثيابك فطهر ہدایہ اور کتبِ تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ اس ارشادِ پاک کا نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے حالانکہ "ثیاب" جمع ہے تو معلوم ہوا کہ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جمیع ثیاب (جن میں ٹوپی بلا عمامہ بھی داخل ہے) نماز کے قابل ہیں تو کراہت کہاں سے آتے؟ محبوب کی تو ہر ادا ہی محبوب ہوتی ہے اور زینت، تو لا محالہ صرف ٹوپی پہننا بھی محبوب بنا اور زینت ہوا تو کراہت کا شبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔

---

سه گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر اصحابِ سیرت کے باوثوق ذکر اور فتاوٰے ہندیہ وغیرہا کے " قد صح ذلك " فرمانے سے تائید و تصحیح ہو رہی ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

۳؎ آج تک ایسی کوئی حدیث نہ ہی سنی ہے اور نہ ہی نظر آئی۔ اب سوال آنے پر تازہ تتبع مظانِ کتب حدیث و فقہ سے بھی کہیں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملا، البتہ جامع صغیر ص۶۰ جلد ۱، کنز العمال ص۱۹ جلد ۸ میں حضرتِ جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہ رمزِ مسند الفردوس للدیلمی ہے رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ یعنی دو رکعتیں عمامہ کے ساتھ ایسی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں جو بغیر عمامہ کے ہوں" پھر کنز العمال کے اسی صفحہ اور جامع صغیر ص۶ جلد ۲ میں حضرتِ عمر سے بہ رمزِ ابنِ عساکر ہے صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ۔ یعنی نفل یا فرض کوئی ایک نماز جو عمامہ پہن کر پڑھی جائے ایسی پچیس نمازوں کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہوں اور ایک جمعہ عمامہ پہن کر ایسے ستر جمعہ کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہو۔

اس دوسری حدیث کے متعلق گو علامہ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار اپنی کتاب موضوعات کے ص۱۵۵ اور ص۱۵۶ میں اور حضرتِ ملا علی قاری موضوعاتِ کبیر کے ص۴۵ میں بعض ائمہ حدیث سے ناقل کہ یہ موضوع ہے مگر حضرتِ امامِ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک موضوع ہرگز نہیں بلکہ صرف ضعیف ہی ہے کہ کنز العمال کے اصل جمع الجوامع میں سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں وہ حدیثیں جو ابنِ عساکر یا دیلمی کی مسند الفردوس سے ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ کنز العمال ص۳ جلد ۱ میں ہے ولابن عساکر (الی ان قال) وللدیلمی فی مسند الفردوس فہو ضعیف فیستغنی بالعزو الیہا او الی بعضہا عن بیان ضعفہ۔ اور جامع صغیر کے خطبہ ص۳ جلد ۱ میں فرمایا وصنتہ عما تفرد بہ وضاع او کذاب۔ اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک پہلی حدیث بھی ضعیف ہی ہے۔ کہ بہ رمزِ مسند الفردوس ہے۔

بہرحال یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور فضائلِ اعمال میں اگرچہ حدیثِ ضعیف پر عمل جائز مگر ان میں صرف ٹوپی پہن کر نماز کا قطعاً ذکر نہیں اور نہ ہی ٹوپی مع عمامہ کا مگر چونکہ ان دونوں حدیثوں میں عمامہ نکرہ ہے اور پھر نفی کے بعد بھی ہے تو حسب القاعدہ استغراقی معنے کے لحاظ سے عمامہ مع ٹوپی اور عمامہ بلا ٹوپی دونوں



Marfat.com

کو شامل ہوگا اور عمامہ کے ساتھ نماز کی فضیلت بھی ثابت ہوگی مگر پھر بھی یہ دونوں حدیثیں سائل کی پیش کردہ حدیث کا اصل نہیں بن سکتیں وذا ظاھر جدا۔

## ضروری تنبیہ،

ترمذی ص۲۲۴ جلد۱ اور ابوداؤد ص۲۰۸ جلد۲ میں بکلماتِ متقاربہ حضرتِ رکانہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً ہے ان فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں" اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کئی صاحبان تشدد کرتے ہیں کہ نماز میں سر پر ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے ضروری ہیں صرف عمامہ یا صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا سخت ناپسند جانتے ہیں۔ بلکہ بعض تو جھگڑے اور فساد پر اتر آتے ہیں حالانکہ یہ خیال اور استدلال صحیح نہیں،

**اوّلاً** یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف اور کافی کمزور ہے۔ اس کے دو راوی مجہول ہیں، ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں و اسنادہ لیس بالقائم و لا نعرف ابا الحسن العسقلانی ولا ابن رکانۃ یعنی اس حدیث کا اسناد قائم نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابنِ رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں، پہچانتے نہیں وقد قررہ المولی العلی القاری فی شرح الشمائل ص۱۶۶ جلد۱ والزرقانی علی المواھب ص۱۳ جلد۵ وزاد ومن ثم قال السخاوی ھو واہٍ یعنی امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت کمزور ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ص۳۵۲ جلد۳ میں ابنِ رکانہ اور ابوالحسن عسقلانی کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں لا یعرف (ابن رکانۃ) تفرد عن ابی الحسن العسقلانی فمن ابو الحسن الخ۔ تقریب التہذیب ص۵۷۹ میں ہے ابوجعفر (دت) بن محمد بن رکانۃ مجھول۔ نیز ص۵۸۲ میں ہے ابو الحسن (دت) العسقلانی مجھول۔ تو ایسے کمزور اسناد والی حدیث سے اکیلی ٹوپی یا عمامے کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ ہاں ٹوپی پر عمامے کا مستحسن ہونا ثابت ہوسکتا ہے مگر ترکِ



Marfat.com

استحسان مستلزم کراہت نہیں۔

**ثانیاً** یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ذکر ہے بلکہ مطلقاً لباسِ سر کا بیان ہے لہٰذا ائمہ حدیث ترمذی و ابوداؤد وغیرہما نے اسے عام لباس کے بیان میں ذکر فرمایا ہے تو خارج نماز کے لئے بھی یہ اہتمام ضروری سمجھا جاتا کہ ہر وقت سر پہ عمامہ بمع ٹوپی رہے حالانکہ یوں نہیں تو معلوم ہوا کہ مستحسن ہے۔

**ثالثاً** ٹوپی پر عمامہ کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بننا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ ہر علامتِ اسلام ہی فرق ہے۔ تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی زمانے میں علامتِ اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی، چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامتِ اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناح کیپ، تو ایسی ٹوپی کا پہننا جبکہ علامتِ اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشا کے مخالف کیسے ہو سکتا ہے! ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعارِ کفار ہیں وہ چونکہ علامتِ کفر ہیں لہٰذا ممنوع ہیں۔

**رابعاً** فرق و علامتِ اسلام جو اس حدیث کا اصل مقصود ہیں اس کا ہر وقت ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ ترک مکروہ ہو، کلمۂ توحید جو بہت بڑا شعارِ اسلام ہے اس کا ہر وقت پڑھنا اور وہ بھی بلند آواز سے ضروری نہیں تو عمامہ بمع ٹوپی جیسا عمومی شعار ہر وقت قائم رکھنا کیونکر ضروری ہو! اور جب ہر وقت ضروری نہیں تو نماز یا ہر نماز میں کیونکر ضروری ہوگا؟

**خامساً** خود نماز ہی اسلام کی ایسی زبردست علامت ہے کہ نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو ہر ایک دیکھنے والا اسے مسلمان سمجھتا ہے وذا مما لا یخفی بحکم القرآن والاحادیث الکریمۃ۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین اور حدیثِ پاک میں آیا بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ تو اگر نمازی کے سر پہ ٹوپی و عمامہ نہ بھی ہو تب بھی روزِ روشن کی طرح وہ فرق واضح ہوتا ہے تو اس لحاظ سے نماز کے باہر ٹوپی پہ عمامے کا ہونا فرق کرنے کے لئے ہونا چاہیئے کہ نماز تو خود ہی فرق ہے حالانکہ یہ نہیں کہتے۔



Marfat.com

**سادساً وسابعاً** ہوسکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ عمامہ ٹوپی پر پہننے کو جائز سمجھنا فرق ہے تو صرف یہ جائز سمجھنا ہی کافی ہوگا، بالفعل پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہو کہ اس خاص زمان اقدس میں فرق ہے۔ اور جب بعد میں اکیلی ٹوپی بھی فرق بن گئی تو وہ بھی کافی ہوگا کما قال مولانا علی القاری فی المرقاۃ ص۳۳۷ جلد۲ تحت حدیث خالفوا الیہود فانہم لایصلون فی نعالہم. نصہ او الادب فی زماننا عند عدم الیہود و النصاریٰ او عدم اعتیادھما الخلع ثم سنح لی ان معنی الحدیث خالفوا الیہود فی تجویز الصلوۃ مع النعال والخفاف فانہم لایصلون ای لایجوزون الصلوۃ فیہما ولا یلزم منہ الفعل۔ اور ان وجوہ کی تائید اکید وجہ ثامن سے ہو رہی ہے فاستمع بقلب شہید۔

**ثامناً** جوابِ دوم میں روزِ روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے کہ محبوبِ مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اکیلا عمامہ شریف اور اکیلی ٹوپی شریف پہنا کرتے تھے، تو یہ بھی سنت ہے حالانکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت بھی علامتِ کفر نہیں بن سکتی تو یہ کیسے علامتِ کفر یا ناجائز بن سکتے ہیں۔ ہاں جو خاص ٹوپی یا کسی خاص شکل کا عمامہ شعارِ کفار بن جائے تو اس عارضے کے سبب اس کا استعمال ہمارے لئے ناجائز ہوگا جو اسی کے ساتھ خاص ہوگا لہٰذا ائمہ کرام و فقہائے عظام (جو معانی احادیث اچھی طرح سمجھتے ہیں اور آیات و احادیث سے ہی ہمارے مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں) نے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی پہننا ضروری ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر یہ حدیث حضرتِ رکانہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فی الواقع ثابت ہے تو اس کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں جو وہ صاحبان سمجھتے ہیں و ذلک مما لاریب فیہا اصلاً۔ بلکہ ہمارے ائمہ و مشائخِ عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نماز کے لئے کامل درجے کا مستحب لباس یہ ہے کہ مرد قمیص، تہبند، عمامہ میں پڑھے جو تین کپڑے ہیں۔ خلاصۃ الفتاوےٰ ص۴۳ جلد۱، بدائع صنائع ص۲۱۹ جلد۱، بحرالرائق ص۲۵ جلد۲، منیۃ المصلی اور غنیۃ المستملی ص۳۳۷، فتاوےٰ ہندیہ ص۳۱ جلد۱، طحطاوی علی الدر ص۲۷ جلد۱



Marfat.com

میں بالفاظ متقاربہ ہے المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص و ازار و عمامۃ۔ بدائع صنائع میں اضافہ فرمایا کذا ذکرہ الفقیہ ابو جعفر الھندوانی فی غریب الروایۃ عن اصحابنا۔ اور یہ تاویل کہ عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے محض غلط ہے کہ عمامہ کا معنیٰ عمامہ مع ٹوپی ہرگز نہیں۔ نیز ٹوپی کے ساتھ کپڑے تین نہیں رہیں گے بلکہ چار بن جائیں گے۔ تو واضح ہوا کہ اکیلے عمامہ کے ساتھ ستر سر کا استحباب کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بھی اور وضاحت ہوتی ہے کہ اس حدیث سے متشددین حضرات کا وہ استدلال محض غلط ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ جب اکیلا عمامہ مکروہ نہیں تو اکیلی ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہو سکتی اذ لا فارق بینھما فی عدم کون العمامۃ علی القلنسوۃ۔ بلکہ ننگے سر کی بہ نسبت افضل و مستحسن ہے کما ھو التصریح بہ عن الدرر وغیرھا مگر چونکہ عمامہ میں زینت نسبتہً زیادہ ہوتی ہے تو وہ کامل مستحب ہوا۔ پھر جب اکیلے عمامہ سے استحباب کامل حاصل ہو جاتا ہے تو اگر عمامہ ٹوپی پر ہو تو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا کہ اس میں زینت مطلوبہ میں کمی ہرگز نہیں ہوتی اور اس حدیث کے ظاہری معنےٰ پر بھی عمل ہوگا۔ نیز یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ کامل مستحب کی نفی سے مطلق مستحب کی نفی نہیں ہوتی اور یہ کہ مستحب کا انتفاء مستلزم کراہت نہیں کہ مکروہ تنزیہی کے لئے بھی دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائیکہ تحریمی، شامی ص ۶۱۱ جلد ا میں ہے لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص۔ نیز وہیں ہے لان الکراھۃ حکم شرعی فلابُدّ لہ من دلیل۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تین دعائیں تین بار ہاتھ اٹھا کر جائز ہیں؟ ایک مولوی



Marfat.com

صاحب ناجائز کہتے ہیں خصوصاً بعد از نماز؟ بینوا توجروا۔

سائل: حافظ چراغ دین ساکن ملکہ ہانس خاص تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے روزِ روشن کی طرح صاف صاف ثابت کہ دعاء عبادت ہے بلکہ اعظم و افضل و اشرف و اکرم مغزِ عبادت ہے اور ایماندار کا ہتھیار اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور دعا نہ کرنا سببِ غضبِ رب تبارک وتعالےٰ ہے۔ بخاری الادب المفرد ص۲۴۹، ترمذی بافادہ تحسین و تصحیح ص۱۷۵ جلد۲ حاکم مستدرک بافادہ تصحیح و تقریرِ ذہبی ص۴۹۱ جلد۱ حضرتِ نعمان بن بشیر سے مرفوعاً راوی ان الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ و قال ربکم ادعونی استجب لکم الأیۃ۔ جمہورِ علماء فرماتے ہیں حصرِ "ھو العبادۃ" بوجہ اعظمیتِ دعاء ہے۔ فتح الباری ص۴۹ جلد۱۱ میں ہے احاب الجمھور ان الدعاء من اعظم العبادۃ۔ مستدرک ص۴۹۱ جلد۱ میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوف لفظاً مرفوع حکماً ہے افضل العبادۃ ھو الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص۲۴۹ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً راوی اشرف العبادۃ الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص۲۴۹، حاکم بافادہ تصحیح و تقریرِ ذہبی ص۴۹۱ جلد۱، ترمذی ص۱۷۵ جلد۲ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً راوی لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء۔ ترمذی ص۱۷۵ جلد۲ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی الدعاء مخ العبادۃ۔ حاکم ص۴۹۲ جلد۱ میں حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بافادہ تصحیح و تقریرِ ذہبی رافعاً راوی الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین و نور السمٰوات والارض۔ حاکم ص۴۹۱ جلد۱، ترمذی ص۱۷۵ جلد۲ میں دو دو سندوں سے حضرتِ ابوہریرہ سے رافعاً راوی من لا یدعو اللہ یغضب علیہ و لکن عند الترمذی علم



Marfat.com

يسأل بدل لايدعو.

اور جب دعا اتنی خوبیوں کی حامل ہے تو اگر حکم نہ بھی ہوتا تب بھی عقلِ سلیم اور ایمانِ قویم کا تقاضا تھا کہ اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کی جائے اور بکثرت کی جائے چہ جائیکہ اس کا حکم احکم الحاکمین جل وعلا نے کئی مرتبہ دیا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وقال ربکم ادعونی استجب لکم اور فرمایا واسئلوا الله من فضله۔ اور حضرتِ رحمۃ للعالمین نے بھی فرمایا ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة "دعا کرو اللہ سے حالانکہ تم اجابتِ دعا کا یقین کرنے والے ہو" رواه الحاکم عن ابی هريرة مرفوعاً وقال مستقيم الاسناد اور چونکہ رحمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ محتاج بندے دعا بکثرت کریں اور زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوں تو کسی وقت کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا اجيب دعوة الداع اذا دعان یعنی دعا کرنیوالا جب دعا کرے قبول فرماتا ہوں" بلکہ صراحۃً دعا زیادہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر الدعاء بالعافية " عافیت کی دعا بکثرت کیا کرو" رواه الحاکم ص۵۲۹ جلد ۱ عن ابن عباس وقال هذا حديث صحيح على شرط البخاری واقره الذهبی۔ نیز فرمایا جو یہ چاہے کہ گھبراہٹ اور سختیوں کے وقت اس کی دعا زیادہ قبول ہو تو آرام کے وقت زیادہ دعا کرے فليكثر الدعاء فی الرخاء رواه الحاکم عن ابی هريرة وقال صحيح الاسناد مع تقرير الذهبی ص۵۴۴ جلد ۱۔

اور اس کے ہم معنے بکثرت احادیث ہیں۔ فتح الباری ص۹۷ جلد ۱۱ میں فرمایا وقد تواردت الآثار عن النبی صلی الله عليه وسلم بالترغيب فی الدعاء والحث عليه اور مواہب لدنیہ میں مع تقریر الزرقانی ص۲۱۸ جلد ۷ ہے وقد تواترت الاخبار عنه صلی الله عليه وسلم۔ زرقانی ص۲۱۸ جلد ۷ میں ابو یعلیٰ اور حاکم سے بافادہ تصحیح حدیث مرفوع ملی المرتضیٰ میں ہے تدعون الله فی ليلكم ونهاركم " اللہ سے دعا کرو دن اور رات میں" اور جب کثرتِ دعا مطلوب ہے تو تین مرتبہ کا جواز واستحباب وضاحت سے ثابت ہو گیا، بلکہ بالتخصیص تین مرتبہ دعا کا مسنون ہونا صراحۃً بھی ثابت۔ صحیح مسلم ص۱۰۸ جلد ۲ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ



Marfat.com

عنہا سے ہے وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دعا دعا ثلاثا واذا سأل سأل ثلاثا۔ سنن ابی داؤد ص۲۱۳ جلد۱ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۹۹ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعجبہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا لگتا تھا تین مرتبہ دعا کرنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا۔" وفی مسند احمد بن حنبل ص۳۸۰ جلد۵ ۳۷۴۴ عن ابن مسعود کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعجبہ ان یدعو الحدیث وفی ص۲۹ جلد۵ ۳۷۷۰ ۳۷۶۹ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ومثلہ ۱۲ صحیح مسلم ص۲۲۱ جلد۲ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے دعا ثم دعا ثم دعا یعنی حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور دعا فرمائی اور دعا فرمائی۔" شارح نووی نے فرمایا یہ تکریر دعا کی دلیل ہے نیز انہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر استغفار فرمایا۔ صحیح مسلم ص۳۱۳ جلد۱، سنن نسائی ص۲۸۶ جلد۱ رفع صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ثلاث مرات۔ نووی فرماتے ہیں فیہ استحباب اطالۃ الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین یعنی اس سے ثابت ہوا کہ دعا کا لمبا کرنا اور بار بار کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم ص۳۱۵ جلد۱ آداب دعا میں فرماتے ہیں ان یلح فی الدعاء ویکررہ ثلاثا یعنی دعا میں الحاح کرے اور تین مرتبہ دہرائے۔ "حصن حصین فرمایا واقلہ التثلیث یعنی ادب دعا تکریر کا سب سے کم درجہ تین مرتبہ کرنا ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور منہ پر پھیر لینا بھی آداب دعا سے ہے۔ ابوداؤد ص۲۰۹ جلد۱، مستدرک ص۵۳۶ جلد۱ حضرت ابن عباس سے بکلمات متقاربہ مرفوعاً ہے اذا سألتموا اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورھا وامسحوا بہا وجوھکم۔ یعنی جب اللہ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے پیٹوں سے سوال کرو اور ان کی پیٹھوں سے سوال نہ کرو (یعنی سیدھے ہاتھ اٹھا کر سوال کرو) اور اپنے چہروں پر پھیر لو۔" حصن حصین



Marfat.com

ص۲۳ آدابِ دعا میں فرمایا و رفعہما یعنی صحاح ستہ سے ثابت ہے دعا میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا
اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اطلاقات وعموماتِ نصوص حجتِ شرعیہ ہیں کما بین فی
کتب الاصول کافۃ تو مس و شمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا
اگرچہ بعد از نماز ہو بلاشبہ جائز و مستحب و مستحسن ہے کہ یہ صورت بھی ایک فرد ہے ان کروڑہا افراد و صور ادعیہ
سے جن کو اطلاقات و عموماتِ نصوص نے جائز و مستحسن و مستحب بنا دیا اور جو ناجائز بتائے تو اس کے ذمہ لازم
کہ دلائلِ تقیید و تخصیص دکھلائے یا قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک سے کوئی مانع لائے ورنہ فرمانِ قرآنِ کریم ولا
تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا
حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون
علی اللہ الکذب لا یفلحون کا امتثال کرتے ہوئے ناجائز کہنے سے بچے۔ تعجب ہے کہ وہ
خصوصاً بعد از نماز دعا ناجائز بتاتا ہے حالانکہ بعد از نماز کے لئے خصوصاً امر عام وارد ہے جو تین کو بھی اپنے عموم سے
شامل ہے قرآنِ کریم میں ہے فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب
اور جب نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش یا محنت کرو۔"

یہ تفسیر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس اور قتادہ وضحاک وغیرہ نے فرمائی ہے تفسیر خازن
ص۲۲۰ جلد ۷، معالم التنزیل ص۲۲۰ جلد ۷، ابن جریر ص۱۵۱ جلد ۳۰، ارشاد العقل ص۲۸۶ جلد ۸، مدارک
ص۲۷۳ جلد ۴، بیضاوی ص۲۳۲ جلد ۲، تفسیر کبیر ص۴۳۱ جلد ۸، نیشاپوری ص۱۱۸ جلد ۳۰، درالمنثور ص۳۶۴
ص۳۶۵ جلد ۶، تفسیر مظہری ص۲۹۴ جلد ۱۰، تفسیر عزیزی ص۲۳۴ جلد ۳، تفسیر جلالین ص۵۰۵، تفسیر جمل
ص۵۵۶ جلد ۴ میں ہے والنظم للمحلی علیہ الرحمۃ فاذا فرغت
من الصلوٰۃ فارغب اتعب فی الدعاء۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی
یمانی نے بھی اپنی تفسیر فتح القدیر ص۴۵۰ جلد ۵، ص۴۵۱ جلد ۵ میں نمایاں طور پر یہ تفسیر نقل کی ہے اور
ایسے ہی ان کے ہندوستانی پیشوا نواب صدیق خان بھوپالی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن ص۳۴۰ جلد ۱۶
میں بھی لکھا ہے۔ اور یہ اپنے عمومِ الفاظ کے لحاظ سے بعد از سلام کو بھی شامل ہے۔ بلکہ امام الائمہ امام
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو فراغت از نماز، نماز سے باہر آنے کے ساتھ ہی ہوتی ہے کہ خروج



Marfat.com

عن الصلوٰۃ فرض ہے۔

پھر مظہری اور جمل میں یہ تصریح بھی فرمادی و النظم من الجمل قولہ انعب فی الدعاء ای قبل السلام و بعدہ۔ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے یہ لفظ ہیں :۔" چوں از نمازِ فرض فارغ شوی دست خود را برائے دعا بردار " یعنی جب نمازِ فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔" حالانکہ ہاتھ اٹھا کر دعا بعد از خروج من الصلوٰۃ ہی ہوسکتی ہے۔ نیز سنن ترمذی ص۱۹۳ جلد۲ میں حضرتِ ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بافادہ تحسین ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو فرمایا رات کے پچھلے حصے میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف اللیل الاخر و دبر الصلوات المکتوبات اور حصن حصین اوقاتِ اجابت میں برمز سنن ترمذی و نسائی فرمایا و دبر الصلوات المکتوبات ت س۔ اور کنز العمال ص۱۷۸ جلد۱ میں ترمذی، نسائی اور سعید بن منصور کی رمز سے ہے۔ نیز احادیثِ مرفوعہ سے بعد از سلام بکثرت کئی دعائیں قولاً اور فعلاً وارد ہیں، چنانچہ سنن نسائی ص۱۹۶ جلد۱ باب الاستغفار بعد التسلیم ابن ماجہ باب ما یقال بعد التسلیم ص۶۷ میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلاثا و قال اللّٰھم انت السلام و منک السلام تبارکت یاذا الجلال و الاکرام۔ اور پھر نسائی نے کئی بابوں میں کئی مسند حدیثیں اسی صفحہ اور ص۱۵۱ میں ذکر کیں۔ اور ایسے ہی باقی صحاح وغیرہ کتبِ حدیث میں بکثرت مذکور ہیں حالانکہ رفع الیدین کی ممانعت نہیں تو صاف جواز و استحباب ثابت ہوا۔ بلکہ کنز العمال ص۱۸۱ جلد۱ میں برمز مسند امام احمد بن حنبل، سنن ترمذی، نسائی، مستدرک، ابن حبان اور ص۱۸۳ جلد۱ میں برمز ترمذی ابو یعلیٰ حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے و النظم من الثانیۃ یا ام سلیم اذا صلیت المکتوبۃ فقولی سبحان اللہ عشرا

---

سے اور فتح البیان ص۳۰۹ ج۱ میں نواب صاحب بھی یونہی فرماتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

والله اكبر عشرًا والحمد لله عشرا ثم سلي ما شئت فانه يقول لك نعم ثلاث مرات۔ یعنی اے ام سلیم جب فرض نماز پڑھ چکو تو دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ کہو پھر جو چاہو دعا کرو تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں فرمائے گا "نعم" "تین مرتبہ" تو اس میں کھلی اجازت ہے فرض نماز کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ بلکہ ص۱۷۵ جلد۱ میں بروایتِ شعب الایمان للبیہقی حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ جب کوئی تمہارا اپنی نماز سے فارغ ہو تو یہ چار دعائیں کرے پھر جو چاہے دعا کرے۔ اذا فرغ احدکم من صلوته فليدع باربع ثم ليدع بما شاء اللّٰهم انی اعوذ بك من جهنم و عذاب القبر و فتنة المحيا و الممات و فتنة المسيح الدجال۔

بہرحال تین کا جواز ماہ و نیم ماہ و مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا، جو متضمنِ استحباب بھی ہے اور نیتِ صالحہ سے متاکد ہے اور فرضیت و وجوب ہمارا مذہب نہیں اور نہ ہی ہم حرام و ناجائز ہونے کے قائل، تو جو صاحب ناجائز و حرام بتائیں ان پر لازم کہ کوئی دلیل دکھائیں جو تین دعاؤں کو ناجائز بتائے ورنہ بے دلیل رد کرنے سے باز آئیں۔ اور اپنے رب سے زیادہ مانگنا بندوں پر حرام نہ بنائیں رب جل وعلا سے زیادہ مانگنا بہتری دارین کا استحصال ہے۔ والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبه واله واصحابه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ

# الاستفتاء

فرض نمازوں میں امام بڑی لمبی دعائیں مانگتا ہے اور بعد فرض بھی جس سے ضعیف اور کمزور نمازیوں



Marfat.com

کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہمارے پیارے رؤف و رحیم رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نماز میں مقتدیوں کی رعایت فرمایا کرتے تھے حتے کہ رونے والے بچے کی ماں کی رعایت سے اور زیادہ تخفیف فرما دیتے تھے یہ مضمون نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح و سنن میں وارد ہے۔ صرف صحیح بخاری ص۹۸ جلد ا صحیح مسلم ص۱۸۸ جلد ا کی حدیث حضرت انس پر اکتفار کیا جاتا ہے و النظم من البخاری ماصلیت عـــہ وراء امام قط اخف صلوٰۃ ولا اتم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کان یسمع بکاء الصبی فیخفف مخافۃ ان تفتن امہ۔ اور دوسرے ائمہ کو تخفیف نماز کا حکم دیا۔ بخاری ص۹۷ جلد ا مسلم ص۱۸۸ جلد ا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے و النظم لمسلم اذا امّ عـــہ احدکم الناس فلیخفف فان فیہم الصغیر والکبیر والضعیف والمریض فاذا صلی وحدہ فلیصل کیف شاء۔

اس مضمون کی بھی بہت ہی زیادہ حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں یہاں تک کہ لمبی نماز

---

عـــہ یعنی نہیں نماز پڑھی میں نے کسی امام کے پیچھے جو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی نماز والا ہو اور زیادہ پوری کرنے والا۔ اور بیشک آپ ضرور سنا کرتے تھے رونا بچے کا تو نماز ہلکی فرما دیتے تھے اس کی ماں کی رعایت کے لئے ۱۲ منہ غفرلہٗ

عـــہ یعنے جس وقت امام بنے کوئی تمہارا لوگوں کا پس چاہیے کہ تخفیف کرے (یعنی نماز ہلکی پڑھائے) اس لئے کہ ان میں چھوٹا اور بڑا اور ضعیف اور بیمار ہوتا ہے۔ پس جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے (یعنی لمبی کر سکتا ہے) ۱۲

منہ غفرلہ



Marfat.com

پڑھانے والوں کا نام منفرین (یعنی نمازیوں کو بھگانے والے) بڑے ناراض ہو کر رکھا۔ حدیث متفق علیہ میں ہے فما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب فی موعظة قط اشد مما غضب یومئذ فقال یا ایها الناس ان منکم منفرین فایکم ام الناس فلیوجز فان من ورائه الکبیر و الضعیف و ذا الحاجة۔ یعنی نہ دیکھا میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ کسی وعظ میں اس دن سے زیادہ غضب فرمایا ہو۔ پس فرمایا اے لوگو! بے شک بعض تمہارے نفرت دلانے والے یا بھگانے والے ہیں، تو جو تم سے لوگوں کا امام بنے پس چاہیے کہ اختصار کرے اس لئے کہ بے شک اس کے پیچھے بڑی عمر اور کمزور اور ضرورت مند ہوتا ہے۔"[1]

عینی شرح صحیح بخاری ص۲۴۰ جلد ۲ میں ہے فهذا یدل علی ان الامام ینبغی له ان یراعی حال قومه و هذا لا خلاف فیه لاحد۔ یعنی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام کے لئے لائق یہ ہے کہ اپنی قوم کے حالات کی رعایت کرے۔ اور اس مسئلہ میں سب متفق ہیں کسی کا کوئی خلاف نہیں۔" محرر مذہب مہذب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا ص۱۱۱ میں احادیث تخفیف امام ذکر کر کے فرماتے ہیں قال محمد و بهذا نأخذ وهو قول ابی حنیفة یعنی امام محمد فرماتے ہیں ہم یہی اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان بھی یہی ہے۔" ہدایہ ص۱۰۸ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیر ص۴۵ جلد ۱، غنیۃ المستملی ص۳۰۸ وغیرہا میں ہے والنظم من الغنیة ومتنها ولا ینبغی للامام ان یطیل التسبیح او غیره علی وجه یمل به القوم اذا اتی بقدر السنة لانه ای التطویل المذکور سبب التنفیر من الجماعة وانه ای التنفیر عن الجماعة مکروه۔ یعنی امام کے لئے لائق نہیں کہ تسبیح یا کسی اور ذکر یا فعل کو قدر سنت پر ادا کرنے کے بعد اتنا لمبا کرے کہ قوم اکتا جائے۔ کیونکہ اتنا لمبا کرنا جماعت سے نفرت دلانے کا



Marfat.com

سبب ہے اور بے شک یہ نفرت دلانا جماعت سے مکروہ تحریمہ ہے " نیز غنیہ میں ہی ہے واعلم ان التطويل المكروه وهو الزيادة على قدر ادنى السنة عند ملل القوم. یعنی بے شک یہ تطویل مکروہ جو سنت کے کم از کم قدر سے زیادہ کرنا ہے قوم کے اکتا جانے کے وقت ہے؟ تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ نمایاں وعیاں ہوا کہ لمبی لمبی دعاؤں کے ساتھ نماز کو لمبا بنا کر مقتدیوں کمزوروں، بیماروں، ضرورت مندوں، مسافروں کو اکتانا اور ستانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس مضمون پر صحیح حدیثوں اور کتبِ فقہیہ کے مستند حوالجات اتنے زیادہ ہیں کہ ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر بقدرِ ضرورت اسی پر اکتفار ہے۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه و اله و اصحابه و بارك وسلم

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

**۲۳ رماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ**

# الاستفتاء

بخدمت حضرتِ محتشم ذی المجد والکرم مولٰنا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد از سلامِ مسنون گزارش ہے کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھڑی کا زنجیر یعنی چین سٹیل اور رولڈ گولڈ وغیرہ کسی دھات کا پہننا کیسے ہے؟ اور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بحوالہ کتبِ فقہیہ معتبرہ واضح فرمائیں اور عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ فقط والسلام

آپ کا خادم:۔ فقیر قادری ابوالارشاد غلام رسول شرفی برکاتی خطیب جامع مسجد غلہ منڈی یکے از خدام دار العلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور مورخہ ۶۷-۱۲-۱

(نوٹ، بعد ازاں مورخہ ۷۰-۶-۱۶ کا مرسلہ استفتاء مولانا ابوالوفا منظور احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ عربیہ غوثیہ کھروڑ پکا



Marfat.com

کا آیا تو یہی سوال و جواب لکھ کر جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سونے چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین زنجیری چمچ وغیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں۔ قرآن کریم کا ارشادِ مبین ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا (پ۱ ع۳) بلکہ ہر وہ چیز جس سے شرع مطہر میں ممانعت نہیں آئی دھات ہو یا کوئی اور چیز، اس کا استعمال جائز و حلال ہے۔ قرآن کریم میں ہے عفا اللہ عنھا (پ۷ ع۳)، سنن ترمذی ص۲۱۹ جلد۱، ابن ماجہ ص۲۴۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔ سنن بیہقی ص۳۲۰ جلد۹ میں ہے فقد عفا عنہ۔ اور جلد۱۰ ص۱۲ میں ہے فھو عفو۔ نیز مستدرک ص۳۷۵ جلد۲، سنن بیہقی ص۱۲ جلد۱۰ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے وما سکت عنہ فھو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیا۔ پھر یہ آیہ تلاوت فرمائی وما کان ربک نسیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا جسے ذہبی نے برقرار رکھا۔ اور یہی اہل السنت والجماعت کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

شامی ص۹ جلد۱ میں "تحریر" سے ہے المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ۔ فتاوٰے قاضی خان ص۳۷۵ وغیرہا میں بھی یہ تصریح ہے اور اسی سے گیارھویں شریف، میلاد مبارک، اولیائے کرام کے عرس، تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ صدہا مسائل ثابت ہوتے ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ چین وغیرہ بھی جائز الاستعمال ہیں کیونکہ کسی آیت یا حدیث میں یا کسی ہمارے مجتہد امام کے قول میں انگوٹھی کے ماسوا کسی چیز سے ممانعت نہیں آئی





Marfat.com

رہا یہ خیال کہ جب لوہے وغیرہ کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں تو کوئی چیز بھی جائز نہیں رہے گی، یہ ہرگز صحیح نہیں۔ آیات وا حادیث مذکورہ اور قاعدۂ مسلّمہ کا یہی تقاضا ہے کہ باقی چیزیں جائز الاستعمال ہیں۔ قرآن کریم سے صراحۃً ثابت کہ شرائعِ سابقہ میں بھی لوہا، تانبا جائز الاستعمال تھے (دیکھو سورۂ کہف و سورۂ سبا) اور قرآنِ کریم نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ لوہے میں ہمارے لئے بہت سے فائدے ہیں۔ سورۃ الحدید میں ہے و انزلنا الحدید فیہ بأس شدیدٌ و منافع للناس۔ اسی بنا پر تلوار، تیر، خود، زرہیں، بندوقیں، توپیں، توا، چھری، قلم، دوات، گھڑی، بٹن وغیرہ ہزارہا قسم کی اشیا مستعملہ بلا روک ٹوک ہر ایک دھات کی استعمال ہو رہی ہیں۔ اور یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا شعار ہے لہذا پہننا منع ہے، یہ محض بیجا ہے اگر یوں ہوتا تو سکھوں کا شعار کرپان بھی ہے لہذا مسلمان تلوار اور خنجر استعمال نہ کر سکتا بلکہ صرف کڑا اور کرپان جوان کا شعار ہیں ان ہی سے بچنا ضروری ہے جیسے چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے مگر زنانہ یا فاسقانہ طرز کی ہو تو ناجائز ہے بلکہ کپڑا، جوتا وغیرہ مردانہ طرز کے عورت استعمال نہ کرے اور زنانہ طرز کے ہوں تو مرد پرہیز کرے یہی کافی ہے اور یہ نہیں کہ مرد مردانہ انگوٹھی یا مردانہ جوتا بھی نہ پہنے جب کہ فاسقانہ نہ ہوں۔

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زیور اور زینت کا سامان ہیں لہذا ناجائز ہیں حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے۔ ہمارا رب جل وعلا ارشاد فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ (سورۃ الاعراف) "اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے لئے زینت کی چیزیں پیدا فرمائیں تو اور کون ہے جو ان کو حرام بنا سکے"۔ ایسی خام خیالیوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ شامی ص ۲۴۷ جلد ۵ میں ہے لیس کل حلی حراما علی الرجال بدلیل حل الخاتم و العلم و الثوب المنسوج بالذھب اربعۃ اصابع وحلیۃ السیف و المنطقۃ اور قرآنِ کریم میں بھی سورۃ النحل اور سورۃ الفاطر میں ہے حلیۃ تلبسونھا[1]۔ بہرحال مردانہ طرز

---

[1] یہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

کی کوئی چیز بھی اگرچہ اس میں زیب وزینت ہو صرف زیب وزینت کی وجہ سے مرد پر ہرگز ہرگز حرام نہیں ہو سکتی۔ چین ہو یا گھڑی، عینک ہو یا چھڑی، ماہا لگائی ہوئی دستار یا اچکن وغیرہ جن میں زیب وزینت پایا جاتا ہے، سب جائز الاستعمال ہیں۔ ہاں سونے اور چاندی کا حکم معلوم ہی ہے کہ ان کا پہننا حرام ہے تو ان کے برتن قلم، دوات وغیرہ اشیاء کا استعمال بھی حرام ہے اور یہ نہیں کہ پہننا حرام ہو اور باقی استعمال جائز ہوں، یونہی اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں حرام ہوتیں۔ لاری گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چھٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں، جو صاحب سب چیزوں کو حرام بتائے یا پہننے اور دوسرے استعمال میں تفریق کرے تو اس پر لازم کہ اپنے اس مدعا پر قرآن پاک اور حدیث پاک یا تصریحاتِ ائمہ مجتہدین سے کوئی دلیل قائم کرے ورنہ اس آیت پاک پر نظر کرے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب (سورۃ النحل)

اور جب چین جائز ہوا تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہو سکتا ہے؛ لہذا نماز بھی جائز ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

(۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ ۶۷-۱۲-۸)

# الاستفتاء

نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آیا امام لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں!

نمبر۲: گھڑی کا چین لوہے، تانبے، پیتل یا کسی دوسری دھات کا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔



Marfat.com

(نوٹ) سائل نے استفتاء پر اپنا نام نہیں لکھا۔ البتہ جوابی لفافہ پر ابو الکمال صاحبزادہ محمد بشیر الدین منظمی مرالوی خطیب جامعہ غوثیہ پاکستان چوک گجرات لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ہاں پڑھ سکتا ہے تفصیل کے لئے رسالہ "مکبر الصوت" کافی ہے جو مکتبہ اسلامیہ گنج بخش روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔

۲۔ ہاں جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس نیز ارشاد ہوا واسلنا لہ عین القطر نیز ارشادِ پاک ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ ان ارشاداتِ عالیہ سے جواز روزِ روشن کی طرح واضح وعیاں ہے ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان ھذا والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ھو الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ ۷۰-۸-۲۸



Marfat.com

# قرات

Marfat.com

# باب القراءۃ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک مولوی صاحب کا قول ہے کہ نماز فرض کی رکعتین میں بعد فاتحہ کے ایک سورۃ کا پڑھنا مکروہ و ناجائز ہے کہ کچھ ایک رکعت میں پڑھے اور باقی دوسری میں اگرچہ سورۃ الرحمٰن یا اس کی مثل ہو بلکہ ہر ایک رکعت میں علیحدہ علیحدہ سورتیں پڑھے یا پہلی میں بعض سورت اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے اور یہ جائز نہیں کہ اسی پہلی سورت کا بقیہ پڑھے۔ آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

السائل : اللہ بخش امام مسجد چک ۴۳/ایس پی مورخہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

قولِ مذکور محض غلط و قبیح و غیر صحیح ہے جس کے بطلان پر قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ و روایاتِ فقہیہ شاہدِ عدل ہیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہوتا ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن اور یہ نہیں کہ فاقرءوا السورتین من القرآن



Marfat.com

کلا او بعضا۔ سنن نسائی شریف و ترمذی شریف میں ہے و النظم من المجتبی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف فرقہا فی الرکعتین، مشکوٰۃ شریف میں ہے و عن عروۃ قال ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الصبح وقرأ فیہما سورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیہما۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ" ظاہر در ینجا این است کہ تفریق کرد سورت را بارہ در رکعت اولیٰ خواند و پارہ در رکعتِ اخرےٰ" صحیح بخاری شریف میں ہے قال قتادۃ فی من یقرأ بسورۃ واحدۃ فی رکعتین او یردد سورۃ واحدۃ فی رکعتین کل کتاب اللہ۔ سنن نسائی و ابن ماجہ و صحیح مسلم میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلوٰۃ الغداۃ من الستین الی المائۃ۔ منیۃ المصلی، قدوری، ہدایہ، غنیۃ المستملی، تنویر الابصار، درالمختار، کنز الدقائق، بحر الرائق، عالمگیری میں ہے والنظم من الہندیۃ ثم یضم الی الفاتحۃ سورۃ او ثلث آیات ہکذا فی شرح المنیۃ لابن امیر الحاج۔ غنیۃ المستملی، تنویر الابصار، درالمختار، بحر الرائق، ہندیہ میں ہے و النظم منہا الآیۃ الطویلۃ تقوم مقامہا۔ نیز ظاہر کہ مکروہ مذکور سے مکروہ تحریمی مراد ہے کہ وہی ناجائز ہو سکتا ہے۔ اور کتب مذہب میں مبین کہ ترکِ واجب یا خلافِ نہی ظنی ہی مکروہ تحریمی ہے اور قراءتِ مذکورہ میں دونوں منتفی کہ کتبِ فقہ میں مصرح کہ بعد فاتحہ، سورت یا آیاتِ ثلاثہ کا پڑھنا واجب ہے۔ منیۃ المصلی، غنیۃ المستملی، بحر الرائق، درالمختار، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے و النص منہا و تجب قراءۃ الفاتحۃ وضم السورۃ او ما یقوم مقامہا من ثلاث آیات قصار او آیۃ طویلۃ فی الاولیین بعد الفاتحۃ کذا فی النہر الفائق



Marfat.com

لہذا منیۃ المصلی وغنیۃ المستملی وبحر الرائق و در المختار و رد المحتار میں ہے والنظم منہا وان قرأ ثلث ایات قصار او کانت الاٰیۃ او ایتان تعدل ثلث ایات قصار خرج عن حد الکراھۃ المذکورۃ یعنی کراھۃ التحریم۔ فوائد غنیۃ المستملی ص۴۶۲ میں ہے لو قرأ بعض السورۃ فی رکعۃ و باقیہا فی رکعۃ قیل یکرہ والصحیح لا یکرہ لما روی النسائی من حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی المغرب سورۃ الاعراف فرقہا فی الرکعتین۔ پس اس شمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ قولِ مذکور سراسر باطل وخطا ہے۔ ہاں اگر سورت چھ آیات سے کم ہو تو ہر رکعت میں تین آیاتِ قصار کا مقدار پورا کرنا واجب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلمہما اتم واحکم جل جلالہ و صلی علی المحبوب المصطفٰی واٰلہ وصحبہ البررۃ التقی۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

سنۃ ستین بعد الالف و ثلثمائۃ لثمانیۃ عشر الصفر المظفر۔

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ جماعت میں خصوصاً فجر کی جماعت میں ہر ایک رکعت میں سورتِ قرآن مجید ختم کرنی سنتِ نبویہ ہے اور ضروری ہے؟ ایک مولوی صاحب یہ دعوٰے کرتے ہیں۔ بینوا اجرا تؤجروا من رب العٰلمین۔

السائل:

غلام رسول از پھلروان



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

واقعی ہر ایک رکعت نوافل و سنن و واجبات اور اُولیینِ فرائض میں امام کے لئے سورۃ قرآن کریم کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنتِ نبویہ اور واجب اصطلاحی ہے اور وہ سورۃ ام الکتاب ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب مگر اطلاقِ سوال مقتدی کو بھی شامل حالانکہ وہ ممنوع عن القراءۃ ہے بحکم و اذا قرئ القرآن الآیۃ اور ایسے ہی عموم ہر ایک رکعت اخریاتِ فرائض پر بھی مشتمل. حالانکہ ان میں قراءۃ غیر ضروری ہے کما بین فی محلہ. اور اگر یہ مراد کہ ام الکتاب کے بعد اور سورۃ کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت ہے. تب بھی اس کا یہ ادعا حقیقت کے خلاف ہے کہ یہ عموم نمازِ تراویح پر بھی حاوی حالانکہ اس میں ختمِ قرآن کریم کی کئی صورتیں معمول بہا امت مرحومہ اس کے خلاف ہیں اور شاید مدعی صاحب اس سے متغافل ہیں کہ رکوع کو رکوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو پورا کر کے رکوع کیا جاتا ہے. اور اسی طرح اطلاق سوال مقتدی پر بھی محتوی. اور اگر یہ مراد ہے کہ اولیینِ فرائض کی ہر رکعت میں امام پر بعد الفاتحہ پوری سورت تلاوت کرنی ضروری اور سنت ہے تو یہ ادعا ضرورت بھی غیر مقبول کہ گو یہ صورت بھی سنت ہے مگر سنیتِ تلاوت اس ایک صورت میں منحصر نہیں بلکہ اور صورتیں بھی مسنون ہیں۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنن نسائی صفہ ۱۵۴ جلد ۱، سنن بیہقی صفہ ۳۹۲ جلد ۲، صحیح بخاری صفہ ۴۲۳ جلد ۲ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف و فرقہا فی رکعتین و نحوہ عند الترمذی صفہ ۳۹ جلد ۱. حضرت عبد اللہ بن السائب سے صحیح مسلم صفہ ۱۸۶ جلد ۱، سنن نسائی صفہ ۱۵۶ جلد ۱، ابن ماجہ صفہ ۵۹، سنن بیہقی صفہ ۶۰ جلد ۲، صفہ ۳۸۹ جلد ۲، صحیح بخاری صفہ ۴۲۸ جلد ۲، مشکل الآثار طحاوی صفہ ۱۰۵ جلد ۱، صحیح بخاری صفہ ۱۰۶ جلد ۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم





Marfat.com

لمسلم صلی لنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصبح
بمکۃ فاستفتح سورۃ المؤمنین حتی جاء ذکر موسیٰ
وھارون علیہما السلام او ذکر عیسیٰ محمد بن عباد یشک
او اختلفوا علیہ اخذت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم سعلۃ فرکع۔ امام نسائی، امام بیہقی اور امام اجل طحاوی علیہم الرحمۃ نے اس حدیث سے
"جواز قراءۃ لبعض السورۃ فی الرکعۃ" کے لئے استدلال فرمایا ہے۔ اور امام نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم میں
فرماتے ہیں وفی ھذا الحدیث جواز قطع القراءۃ والقراءۃ ببعض
السورۃ وھذا جائز بلا خلاف ولا کراھیۃ ان کان القطع
لعذر وان لم یکن لعذر فلا کراھیۃ فیہ ایضا ولکنہ
خلاف الاولیٰ ھذا مذھبنا ومذھب الجمہور۔ علامہ
عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فیہ جواز قطع القراءۃ ولا خلاف
فیہ ولا کراھۃ ان کان القطع لعذر وان لم یکن لعذر
فلا کراھۃ ایضا عند الجمہور نیز اسی میں ہے وفیہ جواز القراءۃ
ببعض السورۃ۔ زاد المعاد ص۱۹۶ جلد۱ میں ابن قیم فرماتے ہیں وکان من ھدیہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قراءۃ السورۃ الکاملۃ وربما قرأھا فی
الرکعتین وربما قرأ اول السورۃ۔ صحیح بخاری ص۲۳۶ جلد۲ میں ہے کہ حضرت
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی اور
دونوں رکعتوں میں سورۃ النساء اور البقرہ کی سو آیتیں تلاوت فرمائیں تو آپ سے عرض کیا گیا یہ کیا؟ فرمایا
میں نے اس میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اپنا قدم وہاں رکھوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
اپنا قدم مبارک رکھا اور اس میں بھی کوتاہی نہیں کی کہ اس طرح کروں جس طرح حضور نے کیا قرأ
فیہما بمائۃ من النساء والبقرۃ فقیل لہ ما ھذا؟ قال ما
الوت ان اضع قدمی حیث وضع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ



Marfat.com

وسلم قدمه وان اصنع مثل ما صنع۔

دیکھا صراحۃً فرما رہے ہیں کہ بعض سورۃ کا پڑھنا سنت میں داخل ہے۔ مؤطا امام مالک ص۸۰ جلد۱، صحیح بہاری ص۴۲۹ جلد۲، سنن بیہقی ص۳۸۹ جلد۲ میں حضرت عروہ سے ہے ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الصبح فقرأ فیہما سورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیہما۔ طحاوی شریف ص۱۰۸ جلد۱ میں عبداللہ بن الحارث بن جزء سے ہے کہ صلی بنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلوٰۃ الصبح فقرأ بسورۃ البقرۃ فی الرکعتین جمیعا۔ سنن بیہقی ص۴۰ جلد۲ میں قیس بن ابی حازم سے ہے کہ صلیت خلف ابن عباس بالبصرۃ فقرأ فی اول الرکعۃ بالحمد للہ واول آیۃ من البقرۃ ثم رکع ثم قام فی الثانیۃ فقرأ الحمد للہ والآیۃ الثانیۃ من البقرۃ ثم رکع فلما انصرف اقبل علینا فقال ان اللہ یقول فاقرأوا ما تیسر منہ صحیح بخاری ص۱۰۶ جلد۱ میں ہے قرأ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الرکعۃ الاولیٰ بمائۃ وعشرین آیۃ من البقرۃ وفی الثانیۃ بسورۃ من المثانی۔ علامہ عینی نے شرح میں فرمایا: وصلہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عبد الاعلیٰ عن الجریری عن ابی العلاء عن ابی رافع قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرأ فی الصبح بمائۃ من البقرۃ ویتبعہا بسورۃ من المثانی او من صدور المفصل ویقرأ بمائۃ من آل عمران ویتبعہا بسورۃ من المثانی او من صدور المفصل وھکذا فی صحیح البخاری ص۲۳۰ جلد۲، شرح معانی الآثار ص۲۰۵ جلد۱ میں ہے صلی بنا عمر بن الخطاب بمکۃ الفجر فقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ بسورۃ یوسف حتی بلغ وابیضت عیناہ



Marfat.com

من الحزن فهو كظيم ثم ركع۔ نیز اسی صفحہ میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خصلتِ مبارکہ کا ذکر بایں الفاظ ہے كان يقسم السورة الطويلة فی الركعتين من المكتوبة۔ عینی ص۱۰۱ جلد۳ میں ہے وقرأ عمر رضی الله تعالى عنه بآل عمران فی الركعتين الاوليين من العشاء قطعها فيهما ونحوه عن سعيد بن جبير وابن عمر والشعبی وعطاء۔ صحیح بہاری ص۴۳۵ جلد۲ میں ہے قرأ بنا سيدنا عمر آل عمران فی الركعتين ای من العشاء۔ صحیح بخاری ص۱۰۶ جلد۱ میں ہے وقرأ ابن مسعود باربعين آية من الانفال (ای فی الركعة الاولى كما سيجيئ ان شاء الله تعالى) وقرأ فی الثانية بسورة من المفصل شرح عینی میں ہے هذا الاثر رواه سعيد بن منصور (الى ان قال) هذا التعليق وصل عبد الرزاق بلفظه من رواية عبد الرحمن بن يزيد النخعی عنه واخرجه هو وسعيد بن منصور من وجه آخر عن عبد الرحمن بلفظ فافتتح الانفال حتى بلغ ونعم النصير انتهى وهذا الموضع هو رأس اربعين آية۔ صحیح بہاری ص۴۲۹ جلد۲ میں ہے عن ابن مسعود انه قرأ فی الاولى من الصبح باربعين آية من الانفال وفی الثانية بسورة من المفصل۔ طحاوی شریف ص۲۰۵ جلد۱ میں عبد الرحمٰن بن یزید سے ہے کہ صليت مع عبد الله العشاء الآخرة فافتتح الانفال حتى انتهى الى نعم المولى ونعم النصير ثم ركع۔ حدیث شریف میں ہے عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين اور اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔ بنا ءعلیہ افعالِ صحابہ کرام سے سنیت ثابت ہوئی اور چونکہ زمانِ اقدس صحابہ کرام مذکورین میں بالخصوص زمانۂ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما میں وفورِ صحابہ کرام تھا لہذا





Marfat.com

یہ مسئلہ اجماع سکوتی صحابہ کرام سے ثابت ہو گیا اور اجماع امت خصوصاً اجماع صحابہ کرام اصل شرعی اور دلیل قوی ہے۔

مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ص۳۰۶ جلد ۷ میں ہے (وام ابوبکر) الصدیق (بالصحابۃ فی صلوٰۃ الصبح بسورۃ البقرۃ قرأھا فی الرکعتین) اخرجہ عبدالرزاق باسناد صحیح عن ابی بکر (وھذا اجماع منھم) ای الصحابۃ حضرت انس بن مالک سے سنن بیہقی ص۳۹۳ جلد ۲، ص۱۱۸ جلد ۳، ابن ماجہ ص۷۱، کنزالعمال ص۹۵ جلد ۴، ص۱۲۷ جلد ۴، سنن ترمذی ص۵۹ جلد ۱ صحیح مسلم ص۱۸۸ جلد ۱، صحیح بخاری ص۹۸ جلد ۱، اور حضرت ابو قتادہ سے سنن ابوداؤد ص۱۲۶ جلد ۱، سنن نسائی ص۱۳۲ جلد ۱، سنن بیہقی ص۱۱۸ جلد ۳، کنزالعمال ص۱۲۷ جلد ۴، صحیح بخاری ص۱۰۲ جلد ۲، اور حضرت عثمان بن العاص سے ابن ماجہ ص۷۱، کنزالعمال ص۱۲۷ جلد ۴، ص۱۲۸ جلد ۴، اور حضرت ابوہریرہ سے کنزالعمال ص۱۲۸ جلد ۴ میں بالفاظ متقاربہ مرفوعاً ہے والنظم للبخاری لابی قتادۃ انی لاقوم فی الصلوٰۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوٰتی کراھیۃ ان اشق علی امہ یعنی حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اس ارادہ سے کہ اس میں تطویل کروں گا پس بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کو مشقت میں ڈالنا مجھے پسند نہیں " پس اگر پہلی رکعت کی ثنا یا فاتحہ میں بچے کا رونا ہو تب تو دو چھوٹی سورتوں یا چند آیتوں سے نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے جیسے کنزالعمال ص۱۲۸ جلد ۴ میں حضرت انس اور صحیح بخاری ص۱۰۲ جلد ۲ میں حضرت ابوسعید سے ہے والنظم عن الکنز صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر باقصر سورتین ثم قال انما اسرعت لتفرغ ام الصبی الی صبیھا۔ اور اگر سورت طویلہ پہلی یا دوسری رکعت میں شروع ہو چکی ہو تو پھر لامحالہ تخفیف کی یہی صورت

---

ے امام ترمذی فرماتے ہیں وفی الباب عن ابی قتادۃ و ابی سعید و ابی ھریرۃ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

متعین کہ بعض سورت پر اکتفار کیا جاتے ۔ چنانچہ صحیح بخاری ص۲۷ جلد۲ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سابط سے ہے قرأ النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الفجر فی الرکعۃ الاولیٰ بستین آیۃ ثم قام فی الرکعۃ الثانیۃ فسمع صوت صبی فقرأ فیہا ثلاث آیات۔

اور جس طرح حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تخفیف فرماتے تھے اسی طرح ہمیں بھی حکم ہے کہ یہ امر ان احادیث شریفہ کے سیاق و سباق سے بخوبی روشن ہے اور بعض روایات میں مصرح بھی ہے ۔ صحیح بخاری ص۲۷ جلد۲ ، جامع المسانید للامام الاعظم ص۴۳۴ جلد۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخفف فسألتہ عن ذلک فقال سمعت بکاء الصبي فکرھت ان اشق علی امہ فایکم صلی بالناس فلیخفف و یتم فان فیہم الضعیف و الکبیر و ذا الحاجۃ۔

اور اس رعایت ضعیف و کبیر و ذو الحاجۃ وغیرہم کی تاکیدیں تو احادیث صریحہ صحیحہ مرفوعہ میں بکثرت وافرہ میں جو ادنیٰ خادم حدیث سے نہاں نہیں ہیں ۔ نیز قاعدہ علیکم بسنتی اور صلوا کما رأیتمونی اصلی اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وغیرہا آیات صریحہ کا یہی تقاضا ہے کہ ضعفاء و اصحاب الحوائج والامراض کا خیال رکھیں ۔ اور اگر خاص نماز میں کوئی ایسا عارضہ پیش آجائے جو بعض مقتدیوں کے لئے باعث پریشانی ہو تو نماز میں تخفیف کر دیں اب اگر ایسے عارضے کا احساس امام کو اس وقت ہو کہ سورۂ طویلہ شروع کر چکا ہے تو اس پر دلائل مذکورہ کی رو سے ضروری ہوگا کہ بعض سورت پر اکتفار کرے کہ یہی سنت ہے ۔ اور ایسی حدیثیں جو جماعت کی ہر رکعت میں اتمام سورۃ کی نصوص ہیں ، بہت ہی کم دستیاب ہیں ۔ اکثر احادیث قراءۃ فی صلوٰۃ الجماعۃ قبیلہ محتملات سے ہیں ۔ بعض میں احتمال بعضیۃ راجح اور بعض میں احتمال اتمام لائح ۔

علامہ عینی شرح بخاری ص۱۱ جلد۳ میں فرماتے ہیں قال الکرمانی یحتمل ان



Marfat.com

يراد بالسورة بعضها قلت و الى هذا الوجه مال الطحاوى
امام طحاوی شرح معانی الآثار ص۱۲۵ جلد ا میں اس احتمال کے استدلال میں فرماتے ہیں و ذلك
جائز فى اللغة يقال هذا فلان يقرأ القرآن اذ كان
يقرأ شيئا منه ۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نے موطا باب يقرأ فى اولى
المغرب و العشاء الخ میں حدیث حضرت جبیر بن مطعم سمعت رسول الله صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ بالطور فى المغرب اور اس کی ہم مثل
احادیث سے استدلال فرمایا ہے کہ مغرب وعشاء، اور ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں ایک سورۂ
طویلہ پڑھی جائے، تو امام کی نظرِ انور میں احتمالِ بعضیت راجح ہوا اور چونکہ اس قدر دلائلِ وافرہ سے
مدعا ثابت ہے لہذا جمہور ائمۂ عظام وعلمائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں جیسے عینی اور نووی سے
گزر چکا۔

سنن ترمذی ص۴۹ جلد ا میں ہے كان الامر عندهم (اى الصحابة
و التابعين) واسع فى هذا ۔ منية المصلى مع شرح غنية المستملى ص۳۰۳، بحر الرائق ص۳۴۰ جلد ا،
ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ ص۲۹ جلد ا، خلاصۃ الفتاوے ص۹۳ جلد ا، مبسوط ص۱۶۲ جلد ا میں مقیم
واسع الوقت کے لئے ہے و النظم من المنية مع الشرح فالسنة
فى حقه ان يقرأ فى صلوٰة الفجر فى الركعتين بار بعين
اٰية وسطا و هو الادنى وخمسين او ستين وهو الاوسط
والاعلى الزيادة على الستين الى المائة ۔ خلاصہ کے سوا باقی تمام کتب
مذکورہ متصدمیں ہے و النظم من الغنية ان المقادير المذكورة
التى اقلها الاربعون و اكثرها المائة هى الغالب من
فعله عليه الصلوٰة و السلام ۔ اور ایسے ہی دوسری نمازوں کے لئے بھی تفصیل

سه زرقانی شرح مواہب شریف ص۳۰۶ جلد ۷ میں ہے وادلة الجواز كثيرة ۱۲ منه غفرله

ہے ، غنیہ ص۴۶۲ ، فتاویٰ عالمگیری ص۷۸ جلد۱ میں ہے و النظم من الغنیۃ و لو قرأ بعض السورۃ فی رکعۃ و باقیھا فی رکعۃ قیل یکرہ والصحیح ان لا یکرہ لما روی النسائی من حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی المغرب سورۃ الاعراف فرقھا فی الرکعتین ۔

بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح روشن و ہویدا ہوا کہ امام ہر ایک رکعت میں پوری سورت نہ پڑھنے کی صورت میں بھی دائرۂ سنتِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اندر رہ سکتا ہے و من ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرھان ۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رکعتِ فرض میں پوری سورت پڑھنی افضل ہے کہ اس میں ارتباطِ کلامِ پاک علےٰ وجہ الکمال رہتا ہے ۔ غنیہ ص۴۶۲ ، ردالمحتار ص۵۰۵ جلد۱ ، خلاصہ ص۹۷ جلد۱ ، فتاویٰ عالمگیر ص۷۸ جلد۱ میں ہے والنظم من الھندیۃ والافضل ان یقرأ فی کل رکعۃ الفاتحۃ و سورۃ کاملۃ فی المکتوبۃ شرح نووی ص۱۸۵ جلد۱ میں ہے لان المستحب للقاریٔ ان یبتدیٔ من اول الکلام المرتبط و یقف عند انتھاء المرتبط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و اٰلہ وصحبہ و بارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۳ / رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

# الاستفتاء

علمائے دین دریں مسئلہ کیا بیان فرماتے ہیں کہ مثلاً نمازِ تراویح میں حافظ صاحب منزل



Marfat.com

سنا رہا ہے اور قرآنِ مبارک تلاوت کرتے ہوئے جبکہ اس مقام پر پہنچا کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں جو کہ محمد کا لفظ ہے اس میں قرآن کی تلاوت کے اندر "صلے اللہ علیہ وسلم" پڑھا گیا۔ کیا نماز صحیح ہوئی یا کہ صحیح نہیں ہوئی ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: حاجی کرم الٰہی زرگر بمقام کچا کھوہ ڈاکخانہ خاص تحصیل خانیوال ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ نماز صحیح ہوئی کہ درود شریف ایسا کلام نہیں کہ نماز کا نقصان کردے۔ بدائع صنائع ص۱۶۴ جلد۱، بحرالرائق ص۹۷ جلد۲ میں ہے و النظم من البدائع و لا یعقل تمکن النقصان فی الصلوٰۃ بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔ غنیۃ ص۴۲۰، شامی ص۵۸۱ جلد۱ میں ہے لان نفس تعظیم اللہ تعالیٰ والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام لا ینافی الصلوٰۃ فلا یفسدھا بلکہ آیۂ کریمہ صلوا علیہ و سلموا کا اطلاق مجوز ہے اور رعایتِ ترتیبِ کلمات قرآنِ کریم کا تقاضا ہے کہ یہاں نہ پڑھا جائے، تو نہ پڑھنا افضل ہوا۔ فتاوٰی عالمگیر ص۹۰ جلد۴، شامی ص۴۸۲ جلد۱ میں ہے و لو قرأ القراٰن فمر علی اسم نبی فقراءۃ القراٰن علیٰ تالیفہ و نظمہ افضل من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فی ذٰلک الوقت۔ تو حافظ صاحب کا یہ درود شریف پڑھنا ارادہ سے ہوتا تب بھی حرام یا مکروہ تحریمہ نہ بنتا بلکہ صرف خلافِ اولیٰ ہی ہوتا چہ جائیکہ یہ تو بلا قصد ہی پڑھا گیا۔ بہرحال یہ نماز باتفاقِ ائمۂ دین صحیح ہوئی۔

در المختار شامی ص۵۸۱ جلد۱، غنیہ ص۴۲۰، خلاصۃ الفتاوٰی ص۱۲۲، ص۱۲۳ جلد۱، فتاوٰ۔



Marfat.com

عالمگیری ص۵۲ جلد ۱ میں ہے و النظم من الھندیۃ و لو قال اللھم صل علی محمد او قال اللہ اکبر لا تفسد صلوتہ بالاجماع ان لم یرد بہ الجواب۔ اور فتاوٰے عالمگیری ص۵۲ جلد ۱ میں تو یہ مسئلہ بافادۂ تعمیم موجود ہے۔ صاف صاف فرمادیا و لو قرأ رجل ما کان محمد ابا احد من رجالکم و صلی رجل فی الصلوٰۃ لا تفسد صلوتہ۔ اور چونکہ تشہد اول فرائض کی طرح تاخیر رکن نہیں تو سجدۂ سہو بھی نہیں،[1] ولھذا لم یصرح بہ احد و من ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب نے نماز تراویح پڑھاتے ہوئے بعد از فاتحہ قراءت میں بھول کر ایک ہی آیت کو دوبارہ پڑھ گئے اور نماز پوری کرلی اور سجدۂ سہو ادا نہیں کیا تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوئی، سجدۂ سہو ضروری تھا، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ نماز جائز ہوگئی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو پڑتا ہے یا نہیں! بینوا توجروا۔

---

[1] بل صرح ابن القیم الجوزیۃ بانہ من مواطن الصلوٰۃ وذکرہ فی فصل مستقل من جلاء الافہام ص۲۹۸، ۲۹۹ وذکر النص عن الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ





Marfat.com

اگر صورتِ سوال درست ہے تو نماز بلا کراہت درست اور صحیح ادا ہوئی اور سجدۂ سہو بالکل واجب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نہیں ہوا کہ اس میں کسی واجب کی ترک نہیں پائی گئی بلکہ نوافل و سنن میں تو بہت زیادہ وسعت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک رات صبح تک نماز پڑھتے رہے اور ہر رکعت میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔ سننِ بیہقی ص۱۳ جلد ۳ میں باقاعدہ اسناد سے حضرتِ ابوذر سے ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یصلی ذات لیلۃ وھو یردد اٰیۃ حتی اصبح بھا یرکع و بھا یسجد (ان تعذبھم فانھم عبادک) قلت یا رسول اللہ ما زلت تردد ھٰذہ الاٰیۃ حتی اصبحت قال انی سألت ربی الشفاعۃ لامتی وھی نائلۃ لمن لا یشرک باللہ شیئا۔ اور اسی کے ص۱۴ میں دوسری حدیث مسند ہے اور اس میں ہے ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم تو جوازِ نماز اور سجدۂ سہو کا لازم نہ ہونا آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہوا مولانا صاحب خود بھول گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

کتبہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

---

ــــہ جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ





Marfat.com

(نوٹ) اگر مولانا صاحب نہ مانیں تو کسی مستند کتاب کا حوالہ تحریر فرمائیں کہ قرأت بعد از فاتحہ میں ایک آیت دو مرتبہ بھول کر پڑھی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کراتے ہوئے پہلی رکعت میں وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا کی جگہ وقال الظلمون ان هذه الا رجلا مسحورا پڑھ دیا۔ کیا نماز شرع کی رُو سے ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی:- محمد بشیر سومناوری متعلم دار العلوم ہذا ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں جب کہ امام نے یوں بدلا کر ملا کر پڑھ دیا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی، اس کی قضاء لازم ہے۔ یہاں تو معنٰی بالکل ہی متغیر ہو گیا کہ "هذه" میں اتباع کا معنٰی نہیں اور ہے بھی مؤنث، حالانکہ صرف معنٰے کے بُعد پر حکم فساد ہے۔ شامی صفحہ ۵۹۰ جلد ا، کبیری صفحہ ۴۲۷ میں ہے والنظم من الشامی وان کان مثله فی القرآن والمعنی بعید ولم یکن متغیرا فاحشا تفسد ایضا عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله وهو الاحوط۔ والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی



Marfat.com

الله تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

نمبر ۱:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے تیسری رکعت میں اول کی سورت پڑھ دی اور پہلی دو رکعت میں اخیر کی، یہ صورت نفل اور وتر میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ فرض میں تو تیسری رکعت میں سورت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً ایک امام نے وتر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں معوذتین کو پڑھا اور تیسری میں قل شریف، کیا یہ جائز ہے ؟

نمبر ۲:۔ کئی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جس وقت امام نے ایک طویل آیت یا تین چھوٹی آیتیں جن سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور اس سے آگے اور زیادہ قرات پڑھ رہا ہو۔ اور کوئی آیت غلط پڑھے یا چھوڑ دے اور اگلی آیت کیطرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے والا لقمہ دے اور امام لقمے کو نہ پکڑے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر امام لقمہ پکڑے تو تمام جماعت کی نماز فاسد ہو جائیگی کیا یہ صحیح ہے اور کونسی نماز کی بات ہے؟ کیونکہ عام تراویح میں حافظ صاحب اس طرح کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کتب معتبرہ کے کچھ حوالے بھی لکھ دیں۔

السائل: مولوی محمد عظیم صاحب امام مسجد چوہدری محلہ ربنالہ خورد تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری ۲۱/۱/۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

نمبر ۱ یہ مسئلہ فرائض میں پہلی اور دوسری رکعت کا مسئلہ ہے کہ فرائض میں قصداً یوں پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل بلکہ سنن میں فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ بحرالرائق ص۳۳ جلد ۲، درالمختار شامی ص۵۱۱، ۵۱۱ جلد ۱،



Marfat.com

طحطاوی علی الدر ص۲۳۸ جلد ا، طحطاوی علی المراقی ص۲۱۲، خلاصۃ الفتاوٰی ص۹۷ جلد ا وغیرہا میں ہے
والنظم من الخلاصۃ وان قرأ فی رکعۃ سورۃ وفی رکعۃ اخرٰی سورۃ فوق تلک السورۃ اوفعل ذٰلک فی رکعۃ مکروہ (الٰی ان قال) وھٰذہ کلھا فی الفرائض اما فی النوافل لایکرہ اور فتاوٰی عالمگیریہ ص۷۱ جلد ا میں ہے ھٰذا کلہ فی الفرائض واما فی السنن فلایکرہ ھٰکذا فی المحیط
اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ " رکعۃ اخرٰی " کا اطلاق تیسری اور چوتھی رکعت کو بھی شامل ہے کہ سب پر " رکعۃ اخرٰی " صادق ہے اور یہ بھی خدامِ فقہ سے مخفی نہیں کہ قرارت میں سنن اور نوافل کا حکم ایک ہی ہے۔ رہے وِتر تو گو وہ بھی قرارت میں نوافل کے حکم میں ہیں مگر اس حکمِ قرارت میں احتیاطًا فرض کا حکم ہی ہونا چاہئے کہ وتر عملاً فرض کے حکم میں ہیں۔ درالمختار شامی ص۶۲۱ جلد ا میں ہے ھو فرض عملاً، شامی فرماتے ہیں بمعنی انہ یعامل معاملۃ الفرائض فی العمل بلکہ بعض فضلاء تو نوافل میں بھی یوں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔
طحطاوی علی المراقی ص۲۱۲ میں ہے قال بعض الفضلاء وفیہ تأمل لان النکس اذا کرہ خارج الصلوٰۃ الخ پس اس لحاظ سے بھی وتر میں کراہت بطریق اولٰی ہوگی۔ ہاں بھول کر بلا ارادہ یوں پڑھا جائے تو معاف ہے اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوتا۔
فتاوٰی عالمگیر ص۶۵ جلد ا میں ہے واذا قرء فی الرکعۃ الاولٰی سورۃ وقرأ فی الرکعۃ الثانیۃ سورۃ قبلھا فلا سھو علیہ کذا فی المحیط اور جب دوسری رکعت میں یوں پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں تو تیسری میں بھی بداہۃً یہی حکم ہوگا
البتہ جب تراویح وغیرہا میں تمام قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں فاتحہ شریفہ کے بعد سورۃ البقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔ غنیۃ المستملی ص۴۶۳، فتاوٰی عالمگیریہ ص۷۱ جلد ا، مراقی و طحطاوی علی المراقی ص۲۱۲، درالمختار شامی ص۵۰۱ جلد ا میں ہے والنظم من الشامی علیہ الرحمۃ قال فی شرح المنیۃ وفی الولوالجیۃ من یختم



Marfat.com

القرآن فی الصلوٰة اذا فرغ من المعوذتين فی الركعة الاولیٰ يركع ثم يقرأ فی الثانية بالفاتحة وشیٔ من سورة البقرة لان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال خير الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح۔ طحطاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ در ص۲۳۸ جلد۱ میں فرماتے ہیں ليس هذا تنكيسا۔

۲ صرف یوں کسی ایک کتاب میں بھی نہیں کہ غلط پڑھے تو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ ہدایہ وغیرہا میں یہ ضرور ہے کہ امام اگر دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے سے ایسا ہو جاتا ہے مگر محققین فقہائے کرام کے نزدیک یہی اصح و صحیح ہے کہ کسی کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی مذہب ہے۔ اسی پہ اکثریت مشائخ کرام ہے۔ قولِ فساد تو محض بعض کا قول ہے۔ ملتقی الابحر مع شرح در المنتقی ص۱۱۹ جلد۱، غنیہ علی الدرر ص۱۰۳ جلد۱، شامی ص۵۸۲ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم له[۲] (قوله بكل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلوٰة ام لا انتقل الی اٰية اخرٰی ام لا تكرر منه الفتح ام لا هو الاصح۔ نہر، فتاوٰے عالمگیر ص۱۵ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۱۷، صغیری ص۲۲۰، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۰۱، بحر الرائق ص۶ جلد۲ میں ہے والنظم من البحر والصحيح عدم الفساد نیز اسی میں ہے فصار الحاصل ان الصحيح من المذهب ان الفتح علیٰ امامه لا يوجب فساد صلوٰة احد لا الفاتح ولا الاٰخذ مطلقا فی كل حال۔ نیز اسی میں ہے وهو قول عامة المشائخ۔ مجمع الانہر ص۱۱۹ جلد۱ میں ہے وعليه الفتوٰی احترازا عن قول بعض المشائخ الخ تنویر الابصار، در المختار علی ہامش الطحطاوی ص۲۶۴ جلد۱ میں ہے،

---

[۲] اور "قدر ما تجوز به الصلوٰة" پڑھنے کے بعد لقمہ دینے کے متعلق یوں ہی ہندیہ وغیرہا میں ایک قول کا ذکر ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ للعمادی لا يفسد بكل حال ۱۲ صه ونحوه بالمعنی فی الفتح ۱۲



Marfat.com

(بخلاف فتحه على امامه) فانه لا يفسد (مطلقا) لفاتح وآخذ بكل حال۔ اور طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی تقریر و تفصیل فرمائی جو شامی علیہ الرحمۃ سے گزری۔ اور اس کی ایک دلیل علمائے کرام نے وہ بیان فرمائی جو غنیہ شرح منیہ ص۴۱۷ وغیرہا میں ہے، ووجهه الحديث المذكور حيث قال صلى الله تعالى عليه وسلم لابی هلا فتحت علی مع انه لا يعلم ترك الاية الا بعد الانتقال الى اية اخرى۔ بہرحال نماز فاسد نہیں ہوتی فرض ہو یا نفل۔ والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه واله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۷ فروری ۱۹۶۳ء

# الاستفتاء

نوٹ: ایک خط میں یہ سوال آیا۔

اگر امام عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف کے تیسرے رکوع کی آیت میں قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای کی بجائے قال معاذ الله ربی انه احسن مثوای پڑھدے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

السائل: محمد شریف الضیائی المتعلم بجامعۃ العلوم المدرسۃ الغوثیہ الواقعۃ علی جبل ڈڈھیچہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا ۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

عزیزی حکیم ضیائی صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ:۔ یاد آوری کا شکریہ! آپ کے لئے بمشکل وقت نکال کر لکھ رہا ہوں۔



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

# الجواب

اللهم اجعل لی الحق والصواب

قواعد وتصریحات وجزئیات مذہب مہذب سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ یوں پڑھنا بھول کر ہے تو نماز بلاشبہ ہو گئی کیونکہ معنے حقیقۃً متغیر نہیں ہوا۔ آیت میں "ربی" کا محل "انہ" کی ضمیر ہے اور اس کے مرجع میں مفسرین نے تین احتمال بتائے (۱) اللہ تعالیٰ۔ وھو الاظہر الاقرب المختار عندی وقد صرح بہ الصاوی فی ھامش الجلالین۔

(۲) زوج المرأۃ (۳) شان۔

پہلی صورت میں "ربی" معنے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو "معاذ اللہ ربی" پڑھنے میں بھی صادق ہے اور دوسری صورت میں "زوج المرأۃ" کی معنویہ صفت ہے جو صورت سوال میں مبتدا مقدر "ھو" کی خبر بن کر برقرار رہ سکتی ہے اور تیسری صورت میں "ربی احسن مثوای" کے ساتھ جملہ بن کر محمول ہے اور معنے "زوج المرأۃ" یا اللہ کی صفت ہے جو تقدیم میں بھی ہے حالانکہ عدم الفساد کی مدار حضرت امام اول وثالث کے نزدیک موافقت معنی (یعنی معنائے خطا معنائے صحیح کے موافق ومتقارب ہو) پر ہے۔ اور امام ثانی ابو یوسف کے نزدیک اس کا اس کی مثل قرآن کریم میں ہو غنیۃ المستملی ص۴۴۷، شامی ص۵۹۰ جلد۱ میں ہے فالمعتبر فی عدم الفساد عند عدم تغیر المعنی کثیرا وجود المثل فی القراٰن عندہ (ای ابی یوسف) والموافقۃ فی المعنی عندھما (ای الطرفین علیھما الرحمۃ) اور جب "ربی" قرآن کریم کا کلمہ ہے اور معنی بھی برقرار ہے تو نماز کا بالاتفاق برقرار رہنا واضح ہو گیا اور مسئلہ زیر بحث میں ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے کہ تقدیم وتاخیر نہ ہو بلکہ زیادتِ کلمہ ونقصانِ کلمہ کا مسئلہ ہو یعنی "معاذ اللہ" کے بعد امام نے "ربی" زیادہ کر دیا اور "انہ" کے بعد کم کر دیا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے لما



Marfat.com

مر من الغنية والشامية وقد صرحا فی صدر العبارة فقال ان الخطأ اما ان یکون فی الاعراب (الی ان قال) او فی الحروف بوضع حرف مکان اخر او زیادته او نقصه او تقدیمه او تاخیره او فی الکلمات او فی الجمل کذلک۔ اس "کذلک" نے واضح کر دیا کہ کلمات کی تقدیم و تاخیر زیادت و نقص کا بھی یہی حکم ہے۔ اب اس کی چند مثالیں بھی دیکھ لیں :۔

۱۔ فتاوی قاضی خان ص۷۰ جلد۱ میں ہے کہ وجوہ یومئذٍ ناضرة الی ربها ناظرة میں "ناضرہ" کو "ناظرة" اور "ناظرة" کو "ناضرة" پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۲۔ خلاصۃ الفتاوی ص۱۱۶ جلد۱، فتح القدیر ص۲۸۳ جلد۱ میں ہے و النظم من الخلاصة اما لو قرأ اذ الاعناق فی اغلالهم لا تفسد حالانکہ قرآن مجید میں اذ الاغلال فی اعناقهم ہے۔ نیز خلاصۃ ص۱۱۵ جلد۱، فتح القدیر ص۲۸۲ جلد۱ میں ہے و النظم من اما الکلمة مکان الکلمة فان تقارب المعنی و مثله فی القرآن کالحکیم مکان العلیم لم تفسد اتفاقا۔ زاد الفقیر میں ہے ولیفهم من هذا معنی الموافقة شامی ص۵۹۱ جلد۱ میں زیادتی کلمہ کی ایک یہ مثال ہے فان کان فی القرآن نحو و بالوالدین احسانا و برا لم تفسد فی قولهم۔ اور نقص کلمہ کی مثال یہ ہے و جزاء سیئة مثلها بترك سیئة الثانیة لم تفسد۔ موافقۃ المعنی تو ایک وجہ سے بھی کافی ہے اور یہاں چار وجوہ سے ہے کما قد سمعت۔ فتاوی ہندیہ ص۲۳ جلد۱ میں ظہیریہ سے ہے ان الصلوة اذا جازت من وجوه و فسدت من وجه یحکم بالفساد الا فی باب القراءة لان للناس عموم البلوی۔ اور اگر امام نے دانستہ یوں پڑھا ہے یعنی "معاذ اللہ" کے بعد بطور ثناء "ربی" اور "انه" کے بعد "ربی" پڑھا تو چونکہ وہ ثناء ہے اور یہاں نہ پڑھنے سے معنی میں بھی زیادہ تغیر نہیں ہوتا



جلد اول
فتاوی نوریہ

Marfat.com

لہذا اس صورت میں بھی نماز جائز ہے مگر اچھا نہیں کیا کہ قرآن کریم کی قراءت مسلسل پڑھنی چاہیے
طحطاوی علی المراقی ص۲۰۴ میں ہے اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا
بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوٰۃ اما اذا کان ثناء
فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر حاج۔ بہرحال نماز
صحیح ہے وھذا ما عندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۱۵/۵/۶۶

# الاستفتاء

قبلہ وکعبہ استاذ العلماء والفقہاء محبوب ربانی قطب سبحانی مرشد کامل فقیہ اعظم دام ظلکم دام برکاتکم وفیوضکم
غلامانہ السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ حضور والا جاہ کی خیر وعافیت بارگاہ لم یزل سے
ہر وقت بھی خواہ ہے۔ اس ناچیز کی بحر بیکنار کی خدمت گرامی میں عرض یہ ہے کہ ایک امام صاحب
صبح کی نماز باجماعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ مزمل شریف کی قراءت شروع کرتا ہے اور پہلی رکعت
میں تمام سورۂ مزمل شریف تلاوت کرتا ہوا جب "خیرا تجدوہ" پر پہنچتا ہے تو خیرا
تجدوہ" سے اس سورت کو چھوڑ کر سورۂ الجمعہ شریف کی آخری آیت مبارک کے یہ کلمات مبارک
"خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین"
پڑھ کر سورہ مزمل شریف کے صحیح کلمات دہرائے بغیر ہی رکوع کر دیتا ہے اور پھر دیگر رکعت میں چھوٹی سی
سورہ شریف پڑھ کر جماعت کو مکمل کرا کر سلام پھیر دیتا ہے۔ آیا اس صورت میں نماز درست ہو گئی
یا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ رہبری فرما کر نوازش فرمائیں۔

سائل: سگ دربار عالیہ عاجز محمد رحمت علی نوری عفی عنہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

آپ نے سوال مفصل نہیں لکھا کہ کیا صورت پیش آئی۔ کیا" لانفسکم من" پڑھ کر "خیر من اللھو" پڑھا، یا" لانفسکم من خیر تجدوہ" پڑھ کر" خیر من اللھو" پڑھا۔ پھر ان دونوں صورتوں میں سورہ مزمل شریف کے کلمات پر وقف کر کے یعنی ٹھہر کر" خیر من اللھو" شروع کیا، یا وقف نہیں کیا بلکہ ملا کر پڑھا ہے۔ یہ چار صورتیں ہیں اور ہر ایک صورت میں" خیر من اللھو" کی را پر پیش پڑھا ہے یا زیر پڑھی ہے تو کل صورتیں آٹھ ہیں اور حسب الارشاد کتب فقہ حنفی میں ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی۔ فتاویٰ قاضی خان ص۷۴ جلد۱، خلاصۃ الفتاوے ص۱۱۷ جلد۱، فتاوےٰ عالمگیر ص۸۲ جلد۱، فتح القدیر ص۲۸۳ جلد۱ میں ہے والنظم من لانفصاله و لو بنى بعض آية على اخرى ان لم يغير نحو ان الذين امنوا وعملوا الصلحت فلهم جزاء الحسنى مكان كانت لهم جنت الفردوس نزلا لا تفسد والا غير فان وقف وقفا تاما بينهما فكذلك اور یہاں ان آٹھ صورتوں میں اصل معنیٰ نہیں بدلتا لہٰذا نماز درست ہوگئی۔ ترجمے بھی لکھ کر بتاتا اگر آپ وہ ایک صورت جو آپ کے پیش آئی ہے معین کر کے سوال کرتے مگر اب آٹھ صورتوں کے ترجمے لکھنے کا وقت نہیں سوال ہمیشہ صاف اور سلجھا ہوا ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ۱۱-۸-۶۷



Marfat.com

# الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ استاذ العلماء والفضلاء قبلہ فقیہ اعظم مدظلکم العالی

قبلہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد مؤدبانہ گزارش ہے :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شرع متین اندریں مسئلہ ایک رنڈی جو بدمعاشی کا پیشہ یعنی چکلا میں رہتی ہے وہ فوت ہوگئی ہے تو اس کے جنازہ کے متعلق کیا احکام ہیں ؟ کیا اس کا جنازہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اور اس کی قبر کے متعلق بھی فرمائیں کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں۔

۲۔ دوسرا مسئلہ کہ خسرا جس کو ہیجڑہ بولا جاتا ہے اس کے جنازے اور قبر کے متعلق بھی فرمائیں۔

۳۔ تیسرا مسئلہ : ایک امام مسجد نے پہلی رکعت میں سورۂ صف پڑھ دی اور دوسری رکعت میں سورۂ بقرہ کا ایک رکوع، کیا یہ جائز ہے ؟

۴۔ چوتھا مسئلہ۔ ایک آدمی نے حج کا ارادہ کر لیا ہے اور وہ صاحبِ نصاب بھی ہے لیکن پورا حج کا خرچ نہیں رکھتا۔ کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے ؟ امید ہے کہ آپ ایک گناہگار کو چند ان مسئلوں سے واقف فرمائیں گے۔ واپسی لفافہ حاضرِ خدمت ہے ، رنڈی بدکاری کو جائز بھی سمجھتی ہے۔ والسلام

سائلہ : خاکسار غلام جمعدار ملک محمد صادق اعوان آرمی ایمونیشن اصطبل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری رینالہ خورد ۶۳-۱۱-۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محبِ ملت جناب جمعدار صاحب زادت عنایۃ



Marfat.com

وعلیکم السلام ورحمۃ - مزاج گرامی ! جناب کے مرسلہ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں :۔

نمبرا : قاعدہ یہ ہے کہ ہر مسلمان نیک ہو یا بد اس کا جنازہ پڑھنا لازم ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے البتہ ڈاکو اور باغی جو ڈکیتی اور بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا اپنے باپ یا ماں کو کوئی سنگدل قتل کر دے تو ان کا جنازہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسا بدکار ہو کہ بدکاری زنا یا چوری یا شراب وغیرہ کو جائز وحلال جانتا ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و مرتد ہوتا ہے تو ایسے کا نہ جنازہ ہے اور نہ ہی اہلِ اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے مرد ہو یا عورت رنڈی ہو یا پارسا - یہ احکام فتاوٰی عالمگیری، تنویر الابصار، درالمختار، شامی وغیرہا کتبِ معتبرہ مذہبِ حنفیہ میں ہیں -

نمبر۲ خسرا جو بدفعلی جیسے گندے جرم کو جائز نہ جانتا ہو اور کلمہ گو ہو تو اس کا جنازہ لازم ہے اور اہلِ اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے ۔ البتہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خسرا حقیقۃً یا مرد ہوتا ہے یا عورت ! اگر مردوں والی ایک یا دو علامتیں غالب ہوں تو شرعاً مرد ہوتا ہے اور اس کا حکم غسل جنازہ وغیرہ میں مردوں والا ہوتا ہے ۔ اور اگر عورتوں والی ایک یا زیادہ علامتیں غالب ہوں تو شرعاً عورت ہے، اس کے ساتھ عورت کا معاملہ کیا جائے ۔ اور اگر کوئی ایک علامت بھی غالب نہ ہو تو اس کو خنثےٰ مشکل کہا جاتا ہے اور اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ اسے غسل نہیں دیا جاتا بلکہ تیمم کرایا جاتا ہے ۔ اگر اس کا کوئی محرم مرد یا عورت مثلاً باپ یا بھائی، ماں یا بہن ہو تو وہ اسے ہاتھ لگا کر تیمم کرا سکتا ہے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اپنا ہاتھ کپڑے میں لپیٹ کر تیمم کرائے اور اس کا کفن اور دفن عورتوں کی طرح ہوتا ہے ۔ یہ سب اس وقت ہے کہ بالغ یا مراہق ہو ۔ اور اگر بالکل چھوٹا بچہ ہے تو اسے بچوں کی طرح غسل دیا جاتا ہے ۔ یہ مسائل بھی فتاوٰی عالمگیری، درالمختار، شامی وغیرہا میں ہیں ۔ عبارتیں اس لئے نہیں لکھیں کہ فتوے بڑے لمبے ہو جائیں گے لہذا بہتر یہی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کیا جائے ۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ حقیقۃً مرد ہوتے ہیں مگر مصنوعی خسرا بن جاتے ہیں تو وہ غسل، جنازہ وغیرہ میں شرعاً مرد ہی ہیں ۔

نمبر۳ فرض نماز میں یوں پڑھنا اگر بھول کر ہے تو کوئی حرج نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں اور



Marfat.com

اگر عمداً پڑھا تو مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیر صـ۷۰ جلد ا میں ہے واذا قرأ فی رکعۃ سورۃ و فی الرکعۃ الاخریٰ او فی تلک الرکعۃ سورۃ فوق تلک السورۃ یکرہ الخ نیز صـ۶۵ جلد ا میں ہے واذا قرأ فی الرکعۃ الاولیٰ سورۃ و قرأ فی الرکعۃ الثانیۃ سورۃ قبلہا فلا سہو علیہ کذا فی المحیط۔

ج۲ اگر واقعی اس کے پاس پورا خرچ نہیں اور اس کے پاس کسی نصاب سے بھی کوئی ایسی چیز نہیں کہ اسے فروخت کر کے خرچ پورا بنا لے تو اس کو سفر حج کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے مگر اسے سوال کرنا جائز نہیں، زکوٰۃ دینے والا خود بخود دے سکتا ہے۔ شامی صـ۸۵ جلد ۲ میں ہے وقد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب (الیٰ ان قال) اذا کان محتاجًا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۶ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ ۶۲-۱۲-۳م





Marfat.com

# وتر و نوافل

Marfat.com

# باب الوتر والنوافل

## الاستفتاء

ہذا سوالات کے متعلق علمائے دین والمتین وفقہائے عظام وعلمائے عظام والکرام کیا فرماتے ہیں

نمبر۱ :- سائل کہتا ہے کہ خمسہ ترویحات کیا ترویحہ کو ترویحہ کر کے پڑھا جائے یا کہ دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے ؟

نمبر۲ :- اگر ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر شفعہ کے سلام کے بعد بیٹھ کر تسبیح تلاوت کی جائے یا کہ نہ ؟

نمبر۳ :- اگر تسبیح تلاوت کی جائے تو کیا حرج ہے اور اگر نہ کی جائے تو فرمائیں ؟

نمبر۴ :- اگر کوئی شخص کہے کہ ترویحہ کو ترویحہ کر کے پڑھا جائے اور دو سلاموں کے ساتھ نہ پڑھا جائے۔ اگر ترویحہ کو شفعہ کے ساتھ پڑھا جائے تو بعد ہر شفعہ کے تسبیح تلاوت کی جائے اگر نہ کی جائے تو ترویحہ پورا پڑھیں ؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

السائل : محمد صدیق ولد مولوی نور الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ مستحب یہ ہے کہ ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ فتاوٰے عالمگیر، فتاوٰے قاضی خاں۔



Marfat.com

فتاوٰے سراجیہ، بحرالرائق ، ہدایہ ، درالمختار ، نورالایضاح ، مراقی الفلاح وغیرہا اسفارِ مذہب مہذب میں ہے والنظم من الهندية كل ترويحة اربع ركعات بتسليمتين كذا في السراجية یعنی ہر ترویحہ چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ ہے۔ نورالایضاح اور بحرالرائق میں یہ اور افادہ فرمایا كما هو المتوارث يسلم على رأس كل ركعتين کہ یہی متوارث ہے ہر دو رکعتوں کے سر پر سلام کہے۔ مبسوط سرخسی میں ہے قدر المسنون وهو ركعتان بتسليمة واحدة یعنی قدر مسنون اور وہ دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ بلکہ ہر دو شفعہ جسے ترویحہ کہتے ہیں، کے بعد چار رکعت کے مقدار ٹھہرنا اور انتظار کرنا مستحب ہے۔ فتاوٰے عالمگیر، فتاوٰی قاضیخان، بحرالرائق، ہدایہ ، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ ، درالمختار ، ردالمحتار ، نورالایضاح، مراقی الفلاح، غنیۃ المستملی، مبسوط وغیرہا میں ہے والنظم من قاضی خان وكلما صلى الامام ترويحة ينتظر قاعدا بين الترويحتين مقدار ترويحة وينتظر بين الترويحة الخامسة والوتر مقدار ترويحة ثم يوتر هكذا روى الحسن عن ابي حنيفة عليه الرحمة۔ سنن بیہقی، صحیح بخاری، کنزالعمال کی حدیث میں ہے كان عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه يروحنا في رمضان يعني بين ترويحتين۔

اور اس انتظار میں مختار ہے کہ تسبیح پڑھے یا قرآنِ کریم یا نفل یا چپکے رہے۔ فتاوٰے عالمگیر، فتاوٰے قاضی خان، بحرالرائق، عنایہ، کفایہ، درالمختار، شامی، مراقی الفلاح، غنیہ وغیرہا میں ہے والنظم من مراقي الفلاح وهم يخيرون في الجلوس بين التسبيح والقراءة والصلوٰة فرادى والسكوت۔

۳ : مکروہ ہے کہ خود نام ترویح کا تقاضا اور متوارث سلف صالحین یہ ہے کہ یہ انتظار چار



Marfat.com

رکعت پر ہی ہونی چاہیے۔ فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، مبسوط میں ہے والنظم من العنایۃ وانما یستحب الانتظار بین کل ترویحتین لان الترویحۃ ماخوذۃ من الراحۃ فیفعل ما قلنا تحقیقا للمسمی۔ مراقی الفلاح میں ہے لان المتوارث عن السلف وھذا روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ولان اسم الترویح ینبیٔ عنہ۔

دیکھا حصر "انما" اور "ان المتوارث" بھی صراحۃً چار رکعتوں یعنی ترویحہ کے درمیان انتظار سے منع کر رہا ہے۔ غنیہ، در المختار، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے والنظم من الدر ویکرہ رکعتان بعد کل رکعتین۔ اور صلوٰۃ و تسبیح کا ایک حکم ہے جیسے معتبرات سے گزر چکا تو تسبیح بھی مکروہ ہوگی اور مدارِ کار دلیل کا تقاضا بلکہ تصریح بھی ہے۔ شامی میں ہے لان الاستراحۃ مشروعۃ بین کل ترویحتین لا بین کل شفعتین۔

۴ :۔ دلائل و تصریحاتِ بالا سے روزِ روشن کی طرح مسائلِ مذکورہ ثابت و واضح ہو گئے لہٰذا ان کے خلاف جو کہے اس کا کہنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ چار رکعتوں والی سنتوں کے پہلے



Marfat.com

لانها فرض او سنة ولا يترك السنن للجماعات كالتسبيحات۔
فتاویٰ قاضی خان میں ہے ویأتی بالثناء فی کل شفع۔ تو شمس وامس کی طرح
ثابت ہوا کہ ہر تشہد پر درود شریف اور ہر شفع کے اول میں ثناء پڑھے البتہ جمعہ کی پچھلی چار سنتوں
کا بھی بعض نے استثناء فرمادیا جو محققین نے رد فرمادیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ بعد ادائے جمعہ کے دو سنتیں پہلے پڑھی جائیں یا چار پہلے پڑھی جائیں؟ ایک دو حوالے بھی۔ زیادہ جھگڑا نہیں۔

السائل: مولانا علی محمد خطیب جامع مسجد چک نمبر ۱۲۱ فوجیانوالہ ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار رکعتیں سنت ہیں جو ایک سلام کے ساتھ یعنی چار اکٹھی پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے چھ رکعتیں آئی ہیں لہذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ میں چار بھی آجائیں گی مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو پڑھے۔ غنیہ شرح منیہ ص۳۷۲ میں ہے والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف۔ بدائع صنائع ص۲۸۵ جلد ۱ میں ہے قال ابو یوسف



Marfat.com

ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین الخ

یہ دو حوالے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ فتوے کے لئے لفافہ ہو کہ سوال کے ساتھ جواب لکھا جائے اور حدیث شریف بھی لکھی جا سکتی ہے اور مہریں بھی ثبت ہو سکتی ہیں۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں باقاعدہ فرض عشاء اور تراویح ادا کرنے کے بعد اہالیانِ مسجد وتر باجماعت ادا کر رہے ہوں تو کیا وہ شخص جو فرضِ عشاء باجماعت ادا نہیں کر سکا بلکہ اکیلا فرض پڑھ چکا ہے اس جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے؟ ایک مولوی صاحب ناجائز بتاتے ہیں۔ میں نے صغیری میں نکال دیا تھا اور ساتھ ہی عالمگیری اور کبیری کا حوالہ دے دیا تھا لیکن وہ اسی عبارت کو جو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے فقیر کو حرکت دے کر دکھائی تھی یعنی قہستانی والی، پیش کرتے تھے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ان کی بات معتبر ہی نہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کی تائید علامہ شامی خود کر رہے ہیں، تو حضور آپ ذرا بالوضاحت تحریر فرما دیں کہ واقعی وہاں علامہ شامی نے تائید کی ہے۔ بندہ یہاں شامی میں دیکھ لے گا۔ صرف اتنی ہی بات کی ضرورت ہے۔

سائل: مولوی محمد محسن قصوری ۲۳ رماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی التوفیق والصواب

بلاشک وشبہ وریب شامل ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعتِ وتر بالاتفاق جائز و مشروع ہے اور جماعتِ جائز و مشروع کے ساتھ نماز ادا کرنا بحکمِ قرآنِ کریم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی رکعین



Marfat.com

ہیں اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے واركعوا مع الراكعين اور حدیث صحیح میں ہے انما جعل الامام ليؤتم به اور یہ بھی ہے وما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا (رواہما البخاری) لہذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا الصلوة احسن ما يعمل الناس واذا احسن الناس فاحسن معهم (صحیح بخاری ص۹۶ جلد۱) اور اسی بنا پر معتبرات مذہب مہذب حنفیہ متون وشروح وفتاوی وحواشی بالاتفاق ماہِ رمضان المبارک میں علی الاطلاق عـہ وتر باجماعت ادا کرنے کے جواز واستحباب سے گونج رہے ہیں حالانکہ اگر صرف متون ہی میں ہوتا اور شروح وفتاوی میں اس کے خلاف ہوتا تب بھی جائز رہتا کہ محققین نے تصریح فرمائی کہ مسئلہ متون مسئلہ شروح وفتاوی سے مقدم ہوتا ہے۔ علامہ شامی ہی کی متعدد تصریحات سے ایک یہ ہے ان ما في المتون مقدم على ما في الشروح وما في الشروح مقدم على ما في الفتاوى (شامی ص۶۶ جلد۱) چہ جائیکہ سب یہاں جواز پر متفق ہیں اور مقابلہ میں صرف قہستانی ہے جس کے متعلق علامہ شامی نے فرمایا والقهستاني كجارف سيل وحاطب ليل۔ العقود الدریہ ص۳۵۶ جلد۲ اور ردالمحتار کے رسم المفتی ص۹۵ جلد۱ میں شرح قہستانی کو غیر مستند قرار دیا اور تصریح فرمائی کہ اس سے فتوے دینا جائز ہی نہیں جبتک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ عـہ اور ایسے ہی ثلاثین ص۱۳ جلد۱ میں ہے والنظم منها ومن الكتب الغريبة منلا مسكين شرح الكنز والقهستاني لعدم الاطلاع على حال مؤلفيها (الى ان قال) لا يجوز الافتاء من هذه الكتب الا اذا علم المنقول عنه الخ اور العقود الدریہ کے صفحہ مذکورہ میں یہ بھی تصریح فرماتے

---

عـہ یعنی یہ قید نہیں لگائی کہ ہر ایک نمازی فرض عشاء باجماعت ادا کر چکا ہو تو وتر باجماعت پڑھے ورنہ نہیں حالانکہ اطلاق معتبر ہے اور قاعدہ المطلق يجرى على اطلاقه نہایت مضبوط قاعدہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ

عـہ اور منقول عنہ کا علم جو کم از کم ظن غالب کے درجہ میں ہو نہیں ہو سکا گو قہستانی نے کما فی المنیۃ لکھا ہے مگر منیۃ المصلے میں تو یہ مسئلہ ہے نہیں، شاید منیۃ الفقہاء یا منیۃ المفتی میں ہو تو یہ نقل کا مجہول ہے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ہیں کہ وہ زاہدی معتزلی کی کتابوں سے استناد کرتا ہے خصوصا واستنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی ۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ زاہدی کی نقل معتبرات کی نقل کا معارضہ نہیں کر سکتی جب تک کسی اور مستند نقل سے مضبوط نہ ہو و نقل الزاھدی لایعارض نقل المعتبرات النعمانیۃ (الی ان قال) مالم یعضدہ نقل من غیرہ تو اکیلے قہستانی کا قول سب اکابر کے مقابلہ میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے اور چونکہ شامی اس کے متعلق صراحۃً یہ وضاحتیں کر چکے ہیں تو صراحۃً رد نہیں فرماتے کہ ان وضاحتوں کے بعد اس کی طرف نسبت ہی کافی رد ہے ۔ اور یہ یوں بھی مردود ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ قہستانی کی ایک بحث بنے گی جو اطلاق و تصریحِ منقول کے خلاف ہے حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کو تسلیم ہے کہ ایسی بحث اگرچہ کسی بہت بڑے معتمد کی ہو غیر معتبر ہے ۔ شامی ص۲۵۵ جلد ا میں فرماتے ہیں وقد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالفت المنقول۔

تعجب ہے کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ خود تائید کر رہے ہیں ۔ آپ نے دریافت کرنا تھا کہ وہ کونسا تائیدی جملہ ہے ۔ میری نظر میں شامی علیہ الرحمۃ نے ذرہ بھر بھی تائید نہیں کی بلکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی تحریرات و تقریرات جو (قولہ لانہا تبع) سے (قولہ الی ھیکہ ذلک) تک ہیں، ان پر نظر کی جائے تو مسئلۂ زیرِ بحث خود واضح ہو جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جماعتِ تراویح جماعتِ فرض کے تابع ہے تو اگر فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں تو تراویح جماعت کے ساتھ مشروع نہیں اور اگر فرض جماعت سے ادا کئے جائیں اور تراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں تو اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے ۔ اور ایسے ہی جماعتِ وتر کے متعلق فرمایا کہ جماعتِ تراویح کے تابع ہے یعنی اگر جماعتِ تراویح ہو تو جماعتِ وتر جائز ہے اور جو جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھ سکا وہ اس جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جماعت سے پڑھنے والوں کی جماعت مشروع ہے تو یہ بھی اس مشروع میں داخل ہو سکتا ہے کہ کوئی مانع نہیں ، فرماتے ہیں لان جماعتھم مشروعۃ فلہ الدخول فیھا معھم لعدم المحذور ۔ تو اس سے



Marfat.com

صاف صاف نمایاں ہے کہ صورتِ سوال میں اکیلا فرض پڑھنے والا جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے کہ وہ جماعت والے فرضِ عشاء بھی جماعت سے پڑھ چکے ہیں اور ان کی یہ جماعتِ وتر مشروع ہے تو یہ بھی مشروع میں داخل ہو سکتا ہے لعدم المحذور بلکہ یہ قاعدہ لان جماعتہم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا بغیر کسی تفرقہ کے صورتِ سوال پر سچا آرہا ہے نیز علامہ شامی کی اس تقریر سے واضح کہ جماعتِ تراویح میں جو بلا واسطہ جماعتِ فرض کے تابع ہے، اکیلا فرض پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے اور جماعتِ وتر میں جو جماعتِ تراویح کے بلا واسطہ تابع ہے جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے تو جماعتِ وتر جو جماعتِ فرض کے بالواسطہ تابع ہے اس میں اکیلا فرض پڑھنے والا کیوں نہیں شامل ہو سکتا؟ کیا تابع کا تابع خود تابع سے جو اس کا متبوع ہے بڑھ جائے گا؟ ہل ھذا الاتحکم۔

اور اگر بالفرض مولوی صاحب کی بات مان لی جائے تو اس سے بھی قہستانی کی بات صغیریٰ کبیری وغیرہا کی تصریح اور معتمدات مذہبیہ کے اطلاق پر راجح نہیں ہو سکتی و ذا واضح جداً۔ نیز صغیری، کبیری میں جوازِ شمولیت کی صریح تصحیح ہے جو علاماتِ افتاء سے ہے۔ صغیری ص۲۱۱ طبع مجتبائی کے لفظ یہ ہیں و اذا لم یصل الفرض معہ قیل لایتبعہ فیہا ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ۔ اور ایسے ہی کبیری میں بھی ہے تو ثابت ہوا کہ شمولیت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بلکہ اگر بطریقِ تنزل سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تب بھی صرف "لا" عدمِ جواز کی تصریح نہیں کتبِ فقہیہ میں "لا" جیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے ایسی ہی مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی صفحہ کے حاشیہ پر و لا یصلی الوتر و التطوع بجماعۃ خارج رمضان۔ اس "لا" سے صاحبِ درالمختار اور شامی حرام نہیں سمجھ رہے بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اس کو صرف خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہوئے ص۶۶۳ جلد۱ میں فرماتے ہیں وھو کالصریح فی انہا کراھۃ تنزیہیۃ تو قولِ قہستانی میں بھی یہ "لا" خلافِ اولیٰ کے لئے ہو سکتا ہے تو



Marfat.com

یہ معنے نسبتۂ قہستانی کے حق میں اولیٰ ہے کہ و ارکعوا مع الراکعین اور دوسرے دلائلِ جواز کے صریح مصادم نہ بنے۔

بفضلہٖ وکرمہٖ اسی مختصر تقریر سے ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی مانند واضح ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ میں وہ شخص جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے اور یہ شمول جائز و روا ہے۔ مجھے زیادہ فرصت نہیں ورنہ اس مسئلہ کی بکثرتِ کتبِ معتبرۂ مذہبیہ سے اور بھی وضاحت کی جاتی۔ بہرحال طالبِ حق کے لئے یہی کافی اور عناد کی صورت میں دفتر بھی نادانی۔ *

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ رمضانِ پاک میں ایک آدمی فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں کیا وہ جماعتِ وتر میں شریک ہو سکتا ہے؟ بہارِ شریعت میں ناجائز لکھا گیا ہے۔ بہارِ شریعت کے یہ لفظ ہیں ونصہٗ "اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے (درالمختار، ردالمحتار)"

مستفتی: حضرت مولانا سید محمد صغر شاہ صاحب جیکب لائن صدر کراچی
مورخہ ۱۴ر ماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

---

* وصرح فی احکام الشریعۃ ص۱۲۹ جلد۳ بجواز الوتر بلا کراھۃ تحریم ۱۲ ابوالخیر غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں شامل ہو جائے۔ قرآنِ کریم میں ہے وارکعوا مع الراکعین "یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس حکم سے ہر جماعتِ مشروعہ میں شامل ہونا صراحۃً ثابت ہے اور جب کہ جماعتِ وتر بھی یقیناً اجماعاً ماہِ رمضان المبارک میں مشروع ہے، متون و شروح و فتاوے و حواشیِ مذہب مذہبِ مہذب میں صراحۃً روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔ فتاوٰے عالمگیر صلا جلدا وغیرہا میں ہے ویوتر بجماعة فی رمضان فقط علیه اجماع المسلمین کذا فی التبیین۔ تو آیتِ مذکورہ کی رو سے مطلقاً شامل ہونا جائز ہو گیا اور یونہی فقہائے کرام کی تصریحاتِ ادائے وتر باجماعت بھی مطلق ہی ہیں اور مطلق اپنے اطلاق سے تمام افراد کا حکم ثابت کر دیتا ہے۔ بلا دلیلِ خاص تخصیص کوئی فرد مخصوص نہیں ہو سکتا کما بین فی اسفار المذهب المهذب باتم بیان۔

تحریر المختار لرد المحتار ص۹۴ جلدا میں جماعتِ وتر میں شامل ہونے کے بیان میں فرمایا فیعمل بعمومه حتی یوجد ما یقتضی تخصیصه اور شامی علیہ الرحمۃ نے قاعدۂ عامہ کی صورت میں فرمایا ان جماعتهم مشروعة فله الدخول معهم لعدم المحذور۔ اور کبیری و صغیری میں بالخصوص تصریحِ جواز بھی ہے۔ صغیری کے یہ لفظ ہیں واذا لم یصل الفرض معه قیل لا یتبعه فیها وکذا اذا لم یصل معه التراویح لا یتبعه فی الوتر۔ یعنی جس وقت فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو کہا گیا ہے کہ تراویح اور وتر بھی امام کے ساتھ نہ پڑھے" اس کو "قیل" کے ساتھ بیان کر کے ضعیف بتا کر فرماتے ہیں والصحیح انه یجوز ان یتبعه فی ذلك كله۔ یعنی صحیح یہ ہے کہ مقتدی ان دونوں صورتوں





Marfat.com

میں امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔"

اس عبارت سے مدعا صاف طور پر ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ شامل نہ ہونے کا قول ضعیف و مردود ہے اور در المختار میں تو وہ قطعاً ہے ہی نہیں اور شامی میں بھی قطعاً نہیں، ہاں شامی میں قہستانی سے اتنا ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر یعنی جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو وتر بھی نہ پڑھے۔" مگر خود شامی اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تراویح بھی نہ پڑھے تو یہ حکم ہے اور اگر تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو پھر وتر پڑھنے میں کراہت نہیں اگرچہ تراویح و وتر کا امام ایک نہ ہو و نصہ ینبغی ان یکون قول القہستانی معہ احترازا عن صلٰوتہا منفردا اما لو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراھۃ۔

بفضلہ وکرمہ تعالٰی مسئلہ کی واضح تصریحیں موجود ہیں لہذا شامی علیہ الرحمۃ کی طرح قولِ قہستانی کی تاویل کرنی چاہیے اور یا حلبی علیہ الرحمۃ کی طرح ضعیف کہہ کے صحیح کے مقابلہ میں رد کیا جاتے ورنہ بیچارے قہستانی میں یہ تاب و تواں کہاں کہ ایسی تصریحات کے مقابلہ میں اس کی بات قابلِ التفات بنے؟ علامہ شامی عقود الدریہ ص۳۵۶ جلد۲ میں فرماتے ہیں والقہستانی کجارف سیل و حاطب لیل۔ بلکہ رد المختار ص۶۵ جلد۱ اور ثلاثین ص۱۳ جلد۱ میں تصریح فرماتے ہیں کہ قہستانی سے فتوے دینا جائز ہی نہیں جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ فرماتے ہیں لا یجوز الافتاء من ھذہ الکتب الا اذا علم المنقول عنہ الخ

تعجب تو یہ ہے کہ شامی علیہ الرحمۃ تو عبارتِ قہستانی کی تاویل فرمائیں اور حکمِ جواز بلا کراہت لگائیں مگر بعض حضرات ان کی طرف بھی نسبتِ عدمِ جواز شمول فرمائیں۔ یہ جواب نہایت مختصر ہے والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ



Marfat.com

# الاستفتاء

ایک نمازی نے عشاء کے فرض کی جماعت میں شمولیت نہیں کی اور دیر کے بعد آیا ہے جسکی وجہ سے اس کی بیس تراویح نہ پوری ہوئیں، بعد میں نماز وتر شروع ہوگئی۔ وہ وتر کی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؛ تراویح باقی ماندہ وتر کی جماعت سے پہلے پڑھے یا باجماعت نماز وتر پڑھ کر تراویح پڑھے؟

مستفتی: میاں محمد رمضان از حجرہ شاہ مقیم

مورخہ ۲۶-۳-۵۹

بسم الله الرحمن الرحيم

## الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

جو نمازی فرض عشاء ادا کر چکا ہے اور تراویح بیس رکعتیں پوری نہ کیں تو وہ جماعت وتر میں شامل ہوسکتا ہے کسی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث پاک سے جواز ثابت ہے کما سیأتی فی الجواب الثانی ان شاء الله تعالٰی اور کتب فقہ حنفی سے بھی صاف صاف ثابت ہے نور الایضاح مطبوعہ مع الشرح ص۲۴۸ میں ہے یصح تقدیم الوتر علی التراویح فتاوٰے عالمگیر ص۱۶۱ جلد ۱، خلاصۃ الفتاوٰے ص۶۳ جلد ۱ میں ہے واذا فاتتہ ترویحۃ او ترویحتان فلو اشتغل بما یفوتہ الوتر بالجماعۃ یشتغل بالوتر ثم یصلی ما فاتہ من التراویح وبہ کان یفتی الشیخ الامام الاستاذ ظہیر الدین۔ یعنی جب نمازی سے ایک ترویحہ (چار رکعت تراویح) یا دو ترویحے جماعت سے رہ جائیں، پس اگر وہ پورے کرنے لگے



Marfat.com

تو جماعتِ وتر سے رہتا ہے تو وہ وتر با جماعت پڑھ لے۔ بعد ازاں رہے ہوئے ترویحے پورے کرے شیخ امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی فتویٰ تھا۔“

فتاویٰ عالمگیری ص ۶۱ جلد ۱، طحطاوی ص ۲۴۹، بحرالرائق ص ۷ جلد ۲، تنویر، درِ شامی ص ۶۶۳ میں ہے والنظم من الھندیۃ واذا صلی معہ شیئا من التراویح او لم یدرک شیئا منھا او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ ھو الصحیح کذا فی القنیۃ۔ یعنی جس وقت امام معین کے ساتھ کچھ ترویحے پڑھ لے یا کوئی ترویحہ بھی نہیں پڑھ سکا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھ آیا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس امام معین کے ساتھ وتر پڑھ لے، یہی صحیح ہے غنیۃ المستملی ص ۳۹۱ میں ہے وھو الصحیح ذکرہ ابواللیث وکذا قال ظھیر الدین المرغینانی۔ یعنی یہی صحیح ہے حضرت امامِ ابواللیث نے یہ ذکر فرمایا ہے اور یونہی حضرت ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔“

اور جب جماعتِ وتر میں شامل ہو گیا تو باقی ماندہ ترویحے فارغ ہو کر ہی پڑھے گا۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ تراویح کا وقت فرضِ عشاء کے بعد صبحِ صادق تک وتر کے پہلے اور پیچھے ہے۔ کنز الدقائق ص ۴۰، ملتقی الابحر ص ۱۳۶ جلد ۱، بحرالرائق ص ۶۷ جلد ۲ میں ہے والنظم من الکنز بعد العشاء قبل الوتر وبعدہ، یہی صحیح ہے۔ تبیین الحقائق ص ۱۷۸ جلد ۱، ہندیہ ص ۶۰ جلد ۱، کفایہ ص ۴۰۸ جلد ۱، قاضی خان ص ۱۱۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ والصحیح ان وقتھا ما بعد العشاء الی طلوع الفجر قبل الوتر وبعدہ یہی زیادہ صحیح ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ ص ۴۰۸ جلد ۱، درالمختار، شامی ص ۶۵۹ جلد ۱، عینی علی الکنز ص ۴۲ میں ہے والنظم من الھدایۃ والاصح ان وقتھا بعد العشاء الی اٰخر اللیل قبل الوتر وبعدہ۔ منیہ وغنیہ ص ۳۸۸ میں ہے وھو المختار کہ یہی پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ



Marfat.com

# الاستفتاء

جو نمازی فرضِ عشاء کی جماعت کے ساتھ فرض نہ پڑھے آیا وہ وتر کی جماعت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

مستفتی: محمد رمضان دوکاندار حجرہ شاہ مقیم ۵۹-۳-۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب امام حسبِ دستور جماعتِ فرضِ عشاء اور تراویح کرانے کے بعد وتر باجماعت پڑھانے لگے تو وہ نمازی جو فرضِ عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا اور اکیلا پڑھ چکا ہے جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔ کسی آیت یا حدیث یا ہمارے کسی امام کے قول میں اس سے ممانعت نہیں آئی اور بلا ممانعتِ شرعی کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی جماعتِ وتر بالاجماع جائز و مشروع ہے اور جماعتِ مشروع میں شامل ہونا جبکہ کوئی دلیلِ خاص منع نہ کرے یقیناً جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اور حدیث پاک میں ہے اذا اتيتم الصلوٰة فعليكم السكينة فما ادركتم فصلوا وما سبقكم فاتموا یعنی جس وقت جماعتِ نماز کے لئے آؤ تو آرام سے آؤ (یعنی دوڑ کر نہ آؤ) پس جس قدر امام کے ساتھ پالو پڑھ لو اور جس قدر رہ گئی وہ بعد میں پوری کر لو" (بخاری ص۸۸ جلدا، مسلم ص۲۲۰ جلدا عن ابی قتادة مرفوعًا)۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سواء فيه صلوٰة الجمعة وغيرها

---

عـہ کما فی جمیع کتب المذھب المھذب متونا وشروحا وفتاوٰی وحواشی ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

کہ "اس حکم میں جمعہ اور دوسری سب نمازیں برابر ہیں" نیز حدیث پاک میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ۔ یعنی امام شرعاً بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے (رواہ البخاری مرفوعا ص۹۵/۹۶ جلد ا ومسلم ص۱۷۷ جلد ا عن ام المؤمنین الصدیقۃ بنت الصدیق وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

نیز جب حضرت سیدنا ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بلوائیوں کی جماعت نماز میں شامل ہو یا نہ، تو کلیۃً فرمایا الصلوۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معہم "یعنی نماز لوگوں کے سب کاموں سے اچھی ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی شامل ہو جاؤ" (رواہ البخاری ص۹۶ جلد ا عن عبید اللہ بن عدی)

یہ آیت وحدیث اپنے عموم واطلاق سے سب نمازوں کی جماعتوں میں سب صورتوں میں جبکہ مشروع وجائز ہوں اجازت شمول دے رہی ہیں۔ یہیں سے علامہ شامی ص۶۶۳ جلد ا میں فرماتے ہیں لان جماعتہم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا معہم لعدم المحذور۔ یعنی بے شک ان (جو پہلے فرض جماعت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں) کی یہ (جماعت تراویح) جماعت مشروع ہے تو وہ (جو پہلی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا) اس جماعت میں ان کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔

انہی آیت واحادیث کی اجازت سے جب ایک ہی نماز کی پہلی رکعت یا رکعتوں کے رہ جانے کی صورت میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا جائز ہے حالانکہ ایک نماز کی رکعتوں میں ترتیب نہایت ضروری ہوتی ہے تو دوسری یا تیسری نماز میں شامل ہونا کیوں نہ جائز ہوگا؟ لہذا تمام متون و شروح وفتاوےٰ وحواشی مذہب مہذب میں مطلقاً ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں وتر با جماعت ادا کئے جائیں بلکہ ہدایہ، ہندیہ، بحرالرائق وغیرہا میں بالاجماع کی تصریح جلیل ہے اور یہی تقاضائے اطلاقات عبارات ہندیہ وغیرہا ہے جو جواب اول میں گزریں کہ جو ساری یا بعض تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکے وہ جماعت وتر میں مل سکتا ہے کہ یہ سب تصریحات اپنے اطلاق سے اکیلے فرض والے کو بھی شامل ہیں اور المطلق یجری



Marfat.com

علیٰ اطلاق۔ تو قاعدہ محققہ سے ہی، تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ وہ شخص عمداً
وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ استدراکِ قہستانی "ولکنہ اذا لم
یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر" کی کوئی وقعت ہی نہیں بلکہ اسکا
استدراک بعد از تصحیحِ عبارتِ مذکورہ مجوزہ علی الاطلاق (کما نقلہ الشامی) ہی بتا رہا ہے کہ
خود اس کی نظر میں بھی وہ اطلاقِ مفیدِ جواز ہے تب ہی تو تصحیح کے بعد "لکن" سے ضرورتِ استدراک محسوس
کی۔ مگر اتنے دلائلِ قاہرہ و باہرہ مذکورہ کے سامنے ایک استدراکِ بے دلیل اور وہ بھی قہستانی عـہ جیسے غیر معتمد
کا کیسے قابلِ التفات بن سکتا ہے؟ لہٰذا شامی علیہ الرحمۃ نے اس کی قطعاً کوئی تائید نہیں کی بلکہ نسبت اسکے
القہستانی سے تضعیف فرمادی کہ شامی ان کے متعلق عقود الدریہ ص۳۵۶ جلد۲ میں فرماتے ہیں کہ ان سے
فتوےٰ دینا جائز ہی نہیں، فرماتے ہیں لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب الا
اذا علم المنقول عنہ۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قہستانی میں عدمِ جواز یا کراہتِ تحریمی کی تصریح نہیں بلکہ صرف "لا
یتبعہ" ہی ہے حالانکہ ایسی عبارتیں فقہائے کرام کے کلام میں جائز بلکہ مستحب شئے تک بھی موجود
ہیں۔ دیکھئے نماز میں فاتحہ شریف کے بعد سورت کے اول میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا یقیناً جائز بلکہ مستحب ہے
مگر فقہائے کرام کی عبارات میں "لا یسمی" اور "لا یأتی" آیا ہے تو واضح ہوا کہ یہ عبارت عدمِ جواز
یا کراہت کی نص نہیں (والتفصیل فی الفتاوی الرضویۃ ص۳۰۳-۳۰۵ جلد۳) تو اس کی وجہ سے
آیت وحدیث وکتبِ مذہب کے اطلاقات جو مفیدِ جواز ہیں کیوں ترک کئے جائیں؟ پھر تعجب ہے کہ امامِ اہلسنت
اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے احکامِ شریعت ص۱۷۹ جلد۳ میں تصریح فرمادی کہ اس میں کراہتِ تحریم کی کوئی وجہ نہیں
ظاہرا کراہتِ تنزیہ ہے تو اتنا شور کیوں برپا کیا جاتا ہے! اور عدمِ جواز کے فتوے دئے جاتے ہیں۔ رہی
کراہتِ تنزیہ تو وہ بھی اعلیٰحضرت کے نزدیک بقولِ شامی ہی ہے حالانکہ شامی ہی تصریح کرتے ہیں جسے
اعلیٰحضرت بھی پسند کرتے ہیں کہ کراہتِ تنزیہی بھی دلیلِ خاص کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی اور وہ جواز کے خلاف
بھی نہیں کما ہو مبین فی الشامیۃ والفتاوی عـہ الرضویۃ تو معلوم

---

عـہ فتاوےٰ رضویہ ص۳۱۲ جلد۱ میں ہے "کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہی ضرور دلیل کی حاجت ہے" نیز ص۲۱۰ جلد۱ میں معلوم ان ترک المستحب لا یوجب کراہۃ التنزیہ کما حققہ فی البحر والشامیۃ وغیرہما ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ہوا کہ جس سے فرض عشاء کی جماعت رہ گئی اور اکیلے ادا کئے وہ جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ آیت وحدیث اور احکام فقہیہ کی پیروی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص عشاء کے فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے پھر اکیلا فرض پڑھ کر نمازِ تراویح میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ چند رکعت تراویح بھی رہ جاتی ہیں، آیا وہ امام کے ساتھ نماز باجماعت وتر ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس کی مکمل نوعیت سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

آپ کا خادم : مولوی محمد حسین امام مسجد موضع قادر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں وتر باجماعت ادا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے واركعوا مع الراكعين یعنی نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو" اور یہی نماز باجماعت ادا کرنا ہے تو وتر باجماعت ادا کرنے والوں امام اور مقتدیوں کے ساتھ یہ بعد میں آنے والا بھی اس آیت پاک کے لحاظ سے اس جماعت میں شامل ہو سکتا ہے اور فقہائے کرام نے بھی یہ لکھا ہے۔ صغیری شرح منیۃ المصلی صلا۲۱ میں ہے والصحيح انه يجوز ان يتبعه فى ذلك



Marfat.com

کلہ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ ادا نہ کئے وہ امام کے ساتھ وتر ادا کرسکتا ہے۔ اور تفصیل فتاوٰے نوریہ میں ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۶۷-۱-۷

# الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی صاحب

جناب عرض یہ ہے ایک شخص نے فرض کی نماز با جماعت نہیں پڑھی مگر تراویح جماعت کیساتھ ادا کی، آیا وہ شخص وتر کی نماز با جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کتاب کا نام اور صفحہ بھی لکھ دیں تاکہ اگر کسی شخص کو ضرورت ہو کتاب منگوا کر دیکھ سکیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ اس مسئلہ کا جواب مہربانی سے ماہ رمضان شریف میں پہنچ جائے ضرور تاکید ہے۔

میرا پتہ: بمقام چک ۹۱/۱۴۷۔ ایل تحصیل وضلع ساہیوال ڈاک خانہ چک ۹/۱۴۸۔ ایل بنگلا نائی والا محمد عبداللہ قوم جٹ جویا کے جاوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں وہ شخص بھی وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے و ارکعوا مع الراکعین یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس آیت سے



Marfat.com

نماز باجماعت پڑھنا ثابت ہے تو وتر باجماعت پڑھنے والوں کے ساتھ بھی وتر پڑھنا مطلقاً ثابت ہوگیا اور صغیری صـ۲۱۱ میں ہے والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ ۔ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھے وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے ، اور تفصیل فتاویٰ نوریہ میں ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۴-۱-۶۷

# الاستفتاء

(نوٹ) حضرت مولانا الحافظ القاری محمد رحمت علی صاحب المدنی نے والانامہ مدینہ طیبہ سے ارسال فرمایا جس میں سوالِ ذیل بھی تھا ۔

قبلہ ایک چیز دریافت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو ظہر یا عصر یا عشاء کی سنتوں میں اکٹھی نیت کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ یعنی پڑھے چار اور نیت آٹھ کی کر لے اور پڑھے چار یا علیحدہ علیحدہ پڑھے اور وضو اور مسجد کے تو چار کی نیت سے دو پڑھ لے ۔ شاید آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا اب ذرا اس کی وضاحت طلب ہے ۔ کسی سے کوئی بات اور جھگڑا نہیں ہوا صرف اپنے فائدہ کے لئے پوچھتا ہوں کیونکہ یہاں تو بہت بڑا فائدہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو پڑھنے میں ہے ۔ فقیر تو ملا کے پڑھ لیتا ہے مگر بعض لوگ علیحدہ پڑھتے ہیں ، مجھے خیال ہوا کہ شائد میں غلطی پر ہوں تو بہت بڑا نقصان ہے ۔

سائل :

مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب المدنی

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۲۵/۱۱/۶۲



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشبہ نماز تحیۃ المسجد مامور بہا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (رواہ مسلم ص۲۴۸ جلد۱) والاحادیث فی ھٰذا المعنی شہیرۃ مگر یہ امر جمہور کے نزدیک وجوب کے لئے نہیں۔ فتح الباری شرح بخاری ص۴۳۶ جلد۱، عینی علے البخاری ص۳۸۵ جلد۲ میں ہے والنظم لابن حجر علیہ الرحمۃ اتفق ائمۃ الفتوی علی ان الامر فی ذلک للندب۔ تو تحیۃ المسجد واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح مسلم ص۲۴۸ جلد۱ میں فرماتے ہیں سنۃ باجماع المسلمین۔ ہمارے سب فقہائے کرام معتمدات کتب مذہبیہ میں فرماتے ہیں کہ سنت ہے، شامی ص۶۳۵ جلد۱ میں ہے قد حکی الاجماع علی سنیتہا۔ پھر یہ سنت بھی یوں مستقل سنت نہیں کہ اس کا علیحدہ بہ نیتِ سنت پڑھنا ضروری ہو یا صرف مطلق نماز کی نیت سے استقلالاً ضروری ہو بلکہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے " رکعتین " کا حکم فرمایا ہے اور " رکعتین " نکرہ ہے تو ہر وہ نماز جو دو رکعت پر مشتمل ہو فرض ہو یا سنت، ادا ہو یا قضاء اس کے پڑھنے سے " رکعتین " کا پڑھنا صادق آجائے گا اور تعمیلِ ارشاد ہو جائے گی اگرچہ تحیۃ المسجد کی بھی نیت نہ کرے۔ نووی شرح صحیح مسلم، قسطلانی شرح بخاری ص۵۰۶ جلد۱ میں ہے والنظم للنووی ولا یشترط ان ینوی التحیۃ بل تکفیہ رکعتان من فرض او سنۃ راتبۃ وغیرھا۔ کتاب الفقہ علے المذاہب الاربعہ ص۲۴۵ جلد۱ میں ہے ویـنوب عـن تحیۃ المسجد

---

عہ الاشباہ والنظائر ص۱۵۴ قاعدۂ ثامنہ میں ہے لو دخل المسجد وصلی الفرض او الراتبۃ دخلت فیہ التحیۃ ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

مطلق صلوٰۃ ذات رکوع و سجود یصلیہا عند دخولہ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۸ جلد ۲ میں ہے تحیۃ المسجد او ما یقوم مقامہما من صلوٰۃ فرض او سنۃ۔ بحر الرائق صفحہ ۳۶ جلد ۲، طحطاوی، مراقی الفلاح، نور الایضاح صفحہ ۲۳۷، شامی، در المختار، تنویر الابصار صفحہ ۶۳۵ جلد ۱ وغیرہا میں ہے و النظم من البحر و قد قالوا ان کل صلوٰۃ صلاہا عند دخولہ فرضا او سنۃ فانہا تقوم مقام التحیۃ بلا نیۃ کما فی البدائع وغیرہ۔ نیز اس کی ایک وجہ محققین عظام نے یہ بیان فرمائی کہ تحیۃ المسجد سے مطلوب تعظیم مسجد ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی مسجد کے رب جل وعلا کی وہ خاص عبادت ادا کی جائے جس کے لئے مسجد بنائی گئی۔ نووی، شامی اور صاحب بحر الرائق، صاحب نور الایضاح وغیرہم حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس کو بیان فرمایا مگر مجھے حضرت امام غزالی کے وہ کلمات بہت پسند ہیں جو احیاء العلوم صفحہ ۲۱۱ جلد ۱ میں فرماتے و ان اشتغل بفرض او قضاء تأدی بہ التحیۃ و حصل الفضل اذ المقصود ان لا یخلو ابتداء دخولہ عن العبادۃ الخاصۃ بالمسجد قیاما بحق المسجد۔ توجب ہر نماز ادا کرنے کے ساتھ بلا نیت تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے تو اگر اس نماز کی نیت کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرے تو بطریق اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ امام نووی اور قسطلانی فرماتے ہیں و النظم للقسطلانی و تحصل بفرض او بنفل اٰخر سواء نویت معہ ام لا لان المقصود وجود صلوٰۃ قبل الجلوس و قد وجدت بما ذکر و لا یضرہ نیۃ التحیۃ لانہا سنۃ غیر مقصودۃ بخلاف نیۃ فرض و سنۃ مقصودۃ فلا تصح۔ شامی میں ہے لان الفریضۃ اذا قامت مقام التحیۃ و حصل المقصود بہا لم تبق التحیۃ مطلوبۃ لان المقصود تعظیم[عہ] المسجد بای صلوٰۃ کانت و لا یؤمر

---

عہ التقریر المختار میں ہے فنیۃ التحیۃ بمعنی التعظیم لا یضر ۱۲ منہ غفر لہ



Marfat.com

بتحیۃ مستقلۃ الا اذا دخل لغیر الصلوٰۃ کما مرّ وحینئذٍ فاذا نوٰھا مع الفریضۃ یکون قد نوی ما تضمنتہ الفریضۃ وسقط بھا فلم یکن ناویًا جنسا اٰخر۔ اور جب فرض میں جائز ہے حالانکہ فرض کے لئے نیتِ فرض ضروری ہے تو سنتوں میں بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی کہ سنت کے لئے نیتِ سنت ضروری نہیں بلکہ مطلق نماز کی نیت ہی کافی ہے کما فی الفتح والغنیۃ والدر وغیرھا اور پھر سنت بھی سنت اور یہ بھی سنت۔ بہرحال فرض اور سنت ادا کرتے وقت ساتھ ہی تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرسکتا ہے اور مثلاً قبل الفجر دو رکعت پڑھنے سے سنۃ الفجر اور تحیۃ المسجد دونوں ادا ہوجائیں گے۔ اور فقیر کی نظرِ قاصر میں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالٰے یہ ہے کہ فرض یا واجب یا سنت کی نیت کرتے ہوئے اتنا ارادہ کرلینا کہ اس فرض یا واجب یا سنت کی ادائیگی کے ساتھ محبوب پیارے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو " رکعتین " نکرہ کی طلب فرمائی ہے وہ ابھی ادا کر رہا ہوں، صرف مختصر سا تصور کافی ہے اور بفضلہٖ وکرمہٖ تعالٰے قطعًا ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا جو شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں آیا اور اس کا جواب دیا۔ فرق یہ ہے کہ وہ نیتِ فرض کے ساتھ نیتِ تحیۃ المسجد سنت کے متعلق فرماتے ہیں اور فقیر نے حسبِ ارشادِ حدیث پاک " رکعتین " کی نیت رکھی اور ان " رکعتین " کا سنت ہونا ضروری نہیں بلکہ فرض، واجب، سنت سب کی رکعتین پر " رکعتین " سچا آرہا ہے یعنی یہ نماز کوئی علیحدہ نماز نہیں ہوگی بلکہ وہی فرض یا واجب یا سنت ہی یہ نماز بھی بن جائیں گے دو رکعتوں کے لحاظ سے۔ قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فان صلی اکثر من رکعتین بتسلیمۃ واحدۃ جاز و کانت کلھا تحیۃ لاشتمالھا علی الرکعتین[عہ] وتحصل بفرض

---

عہ اور وہ جو فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ سنت ہے اس کا یہ مطلب کہ جب تحیۃ المسجد من حیث ہی ہی ہو یعنی کسی اور نماز فرض یا سنت کے ضمن میں ادا نہ کرے بلکہ استقلالًا پڑھے کہ فرض وسنت کا وقت ہی نہیں، یا پڑھ کر داخل ہوا تو وہ سنت ہے نہ یہ کہ مطلقًا سنت ہے" منہ غفرلہ عہ اللام للعھد تشیر الی رکعتین نکرۃ التی طلبھما منا محبوبنا الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

او نفل اخر یعنی اس فرض، واجب وغیرہ کی سب رکعتیں ہی تحیۃ المسجد بھی بن جاتی ہیں، یہ اس لئے کہ حدیثِ پاک میں "حتیٰ یصلی رکعتین" فرمایا ہے تو یہ کم کی حد ہے یعنی تحیۃ المسجد رکعتین سے کم نہیں ہو سکتا کہ صرف ایک رکعت، نماز نہیں اور زیادتی کی جانب میں حد نہیں کہ تین یا چار تحیۃ المسجد نہ بن سکیں۔ فتح الباری صـ۴۲۶ جلد۱ عینی علی البخاری صـ۳۸۵ جلد۲ میں ہے والتقیید بالرکعتین للاقل ولا یتادّی هذا باقل من رکعتین لان هذا العدد لامفهوم لاکثره واختلف فی اقله والصحیح اعتباره۔

بہرحال داخلِ مسجد جو نماز بھی پہلے پڑھے اس سے تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے نیت کرے یا نہ، مگر ظاہر یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اگر نیتِ تحیۃ المسجد کرے تو اس حدیث پاک پر بھی عمل کا ثواب ملے گا اور اگر نیت نہ کرے تو فقط نماز کا ثواب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کا ثواب نہیں ہوگا کیونکہ حدیثِ صحیح میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ بھی ہے انما لامرئ ما نوی۔ شامی صـ۶۲۵ جلد۱ میں ابنِ حجر علیہ الرحمۃ سے مع التقریر ہے یسقط طلبها بذلک اما حصول ثوابها فالوجه توقفه علی النية لحديث انما الاعمال بالنيات۔ کتاب الفقہ صـ۲۴۵ جلد۱ میں ہے ويحصل ثوابها ان نواها مع تلك الصلوٰة والا فلا۔

رہا یہ سوال کہ تحیۃ المسجد صلوٰۃ مسنونہ ہے تو ادائے فرض سے کس طرح ادا ہوگی تو اس کی وجہ بیان ہو چکی[عـہ]

---

عـہ قال مولانا العلی القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فی شرح الحصن الحصین صـ۲۲۶ فی شرح "حتی یصلی رکعتین" (من حدیث صلوٰۃ تحیۃ المسجد) اما فرضا اداءً وقضاءً او سنۃ او نفلا ولیس للمسجد صلوٰۃ علی حدۃ تسمی تحیۃ المسجد علی ما یتوهمه العامۃ بل المقصود انه لا یقع دخوله عبثا فی المسجد ولهذا لو توضأ فی بیتہ ودخل مسجد فصلی رکعتین سنۃ الفجر مثلا فقد ادی بشکر الوضوء وتحیۃ المسجد وادا سنۃ الصبح فلو کان وقت المکروہ التنزیهی فلیصل قضاء ان کان علیہ والا فلیقل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر عملا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم برياض الجنۃ فارتعوا وایضا قد قال فی المرقات صـ۳۲۵ جلد۱ فی کتاب الطهارۃ ... صلی بعد الوضوء فرضا ... له هذه الفضیلۃ کما تحصل تحیۃ المسجد بذلک۔
ابو الخیر النعیمی غفر لہ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۸۲ھ



Marfat.com

اور اس کی کئی نظیریں ہیں کہ سنت فرض کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ زید بھوک سے جان بلب تھا اور سحری کے وقت اسے کھانا ملا، حفظِ جان کے لئے یہ کھانا اس پر فرض ہے اور سحری سنت ہے تو اگر دونوں کی نیت کر لے تو فرض کے ساتھ سنت بھی ادا ہو جائے گی الی غیر ذٰلک من نظائر۔

## تنبیہ

اگر ایسے وقت مسجد میں جائے کہ مطلق نماز ممنوع ہے یا صرف نفلی نماز ممنوع ہے مگر فرض پڑھ چکا یا جماعت کی انتظار ہے اور دیر ہے یا بے وضو ہو گیا یا ظالم نے ممانعت کر دی تو اس وقت بوجہ عذرِ شرعی تحیۃ المسجد ساقط ہے تو مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ تسبیح اور کلمہ شریف اور درود پاک پڑھے تو حقِ مسجد ادا ہو جاتا ہے۔ شامی میں ہے اذا دخل فیہ بعد الفجر او العصر فانہ یسبح و یھلل و یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حینئذٍ یؤدی حق المسجد۔ طحطاوی علی المراقی ص۲۳۶ میں عبارتِ سابقہ کے بعد ہے وفی الدر عن الضیاء عن القوت من لم یتمکن منھا لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربع اربعا وھی سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ مرقات ص۱۹۸، ص۱۹۹ جلد۲ میں ہے و من دخلہ وقت کراھۃ الصلوٰۃ او وھو محدث قال اربع مرات سبحٰن اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر زاد بعضھم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فقد روی عن بعض السلف ان ذٰلک یعدل رکعتین فی الفضل و یؤیدہ ما صح عن جابر ابن زید الامام الکبیر التابعی انہ قال اذا دخلت المسجد فصل فیہ فان لم تصل فاذکر اللہ فکانک قد صلیت۔ اور جب تحیۃ المسجد فرض، واجب، سنت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے تو نمازِ شکر الوضو



Marfat.com

بطریقِ اولیٰ ادا ہو جائے گی کیونکہ وہ مسنون ہے اور صحیح حدیثوں میں اس کا حکم آیا ہے، اور جب وہ تبعاً ادا ہو جاتی ہے تو یہ بطریقِ اولےٰ ادا ہو جائے گی کہ یہ نماز مستحب ہے کما صرح بہ الفقہاء الکرام، اور اس کا حکم کسی حدیث میں فقیر کی نظرِ قاصر میں نہیں آیا بلکہ احادیثِ مبارکہ میں صرف ترغیب آئی ہے یعنی شوق دلایا گیا ہے مگر حکم نہیں فرمایا اور ہے بھی تحیۃ المسجد کیطرح صلوٰۃِ غیر مستقلہ، بلکہ اس کی حدیثوں میں صراحۃً بعد الوضوء نمازِ فرض کا ذکر بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم ص۱۲۲ جلد ۱ میں حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیثِ مرفوع ہے من توضأ للصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ فصلاھا مع الناس او مع الجماعۃ او فی المسجد غفر اللہ لہ ذنوبہ۔ نیز اسی صفحہ میں انہی کی دوسری حدیث مرفوع میں ہے ما من مسلم یتطھر فیتم الطھور الذی کتب اللہ علیہ فیصلی ھٰذہ الصلوٰت الخمس الا کانت کفارات لما بینھن۔ طحطاوی علے المراقی ص۲۳۷، مرقات شرح مشکوٰۃ ص۳۲۵، ص۳۲۶ جلد ۱ میں ہے لو صلی عقب الوضوء فریضۃ حصلت لہ ھٰذہ الفضیلۃ کما تحصل تحیۃ المسجد بذٰلک۔ شامی ص۶۳۹ جلد ۱ میں ہے وانظر ھل تنوب عنھا ای رکعتین بعد الوضوء) صلوٰۃ غیرھا کالتحیۃ ام لا ثم رأیت فی شرح لباب المناسک ان رکعتی الاحرام سنۃ مستقلۃ کصلوٰۃ استخارۃ وغیرھما مما لا تنوب الفریضۃ منابھا بخلاف تحیۃ المسجد و شکر الوضوء فانہ لیس لھما صلوٰۃ

---

عہ بلکہ کنز العمال ص۸ جلد ۵ میں حضرتِ ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے برمزِ مسند امام احمد بن حنبل حدیثِ وضو میں ہے فاذا قام الی الصلوٰۃ رفعہ اللہ عزوجل بھا درجۃ وان قعد قعد سالما ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

علیحدۃ کما حققنا فی التحیۃ۔ اور فرض کے ساتھ ادا ہوجاتی ہے تو سنت کے ساتھ بطریقِ اولیٰ ادا ہوجائے گی کما مر فی التحیۃ۔ اور اس کی وضاحت حضرتِ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیثِ متعلق نمازِ شکر الوضوء میں بھی ہے۔ قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۳۷ جلد ۲ میں حدیثِ بخاری کے کلمات الاصلیت بذلک الطہور ما کتب لی ان اصلی کی شرح میں ہے ای ما قدر علیّ اعم من النوافل و الفرائض۔ اور یہیں سے واضح ہوگیا کہ اگر تحیۃ المسجد کے ساتھ شکر الوضوء کی نیت بھی کرے اور دو رکعت پڑھے تو یقیناً جائز ہے اور دونوں نمازیں ادا ہوجائیں گی اور دونوں کا ثواب ملے گا بلکہ اگر شکر الوضوء کی نیت نہ بھی کرے تب بھی وہ ثواب جس کا احادیثِ مبارکہ میں ذکر ہے ضرور مرتب ہوجائے گا کہ اس ثواب کا نماز پر مرتب ہونا محبوبِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے حالانکہ ان کا فرمانا "کن" کے حکم میں ہے اور اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ ہاں نیت کرنے سے عمل بالاحادیث کا ثواب اور زیادہ بڑھ جائے گا۔

الحاصل وضوء یا غسل یا تیمم کرنے والا جب مسجد میں داخل ہوا اور فرض نماز یا واجب ادا کرے یا قضاء پڑھے یا سنت یا نفل پڑھے تو نمازِ شکر الوضوء اور تحیۃ المسجد ساتھ ہی ادا ہوجائیں گی ہاں عمل بالاحادیث کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ نیت تحیۃ اور شکر کی کرے تو ثواب بڑھ جائے گا۔ اور یہ اللہ رب العالمین کے فضلِ عمیم بجاہ الحبیب الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بعید نہیں کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ، واللہ یضاعف لمن یشاء، واللہ واسع علیم۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونے والا کوئی فرض، واجب وغیرہ نہیں پڑھتا کہ وقت ہی مثلاً فرض وغیرہ کا نہیں یا ادا کرچکا ہے تو تحیۃ المسجد استقلالاً کم از کم دو رکعت پڑھے اور شکر الوضوء ساتھ ہی ادا ہوجائے گا مگر نیت کرے تو بہتر کہ ثواب بڑھ جائے گا۔ اور اگر وقت مکروہ ہے تو ظاہر یہ ہے کہ جس طرح درود پاک اور تسبیح تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوجاتے ہیں یونہی شکر الوضوء کے قائم مقام بھی ہوجائیں گے۔ مرقاۃ سے حضرتِ جابر بن زید تابعی کا قول گزر چکا فان لم تصل فاذکر اللہ کانک قد صلیت تو ذکر اللہ کو صلوٰۃ کا حکم دے رہے



Marfat.com

ہیں۔ نیز یہ بھی احادیثِ مسلم سے واضح ہو چکا کہ وضوء کے ماسوا غسل و تیمم کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی مطہر ہیں۔ شامی ص ۲۳۹ جلد ا میں ہے ومثل الوضوء الغسل کما نقلہ عن الشرنبلالی اور تیمم بھی طہارت ہے خصوصًا ہمارے نزدیک تو طہارتِ کاملہ ہے۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونیوالا نمازِ شکرِ طہارت ادا کرکے داخل ہوا ہے تو تحیۃ المسجد کے لئے پھر بھی وہ سب صورتیں ہیں جو مذکور ہوئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعلم الاکرم واصحابہ واحبابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۱/۱۱/۶۲



Marfat.com

# سجدۂ سہو

Marfat.com

# بَابُ سُجْدَةِ السَّهْوِ

## الاستفتاء

نمبر۱ : عید الفطر کی نماز میں امام صاحب (مولوی حضرت عبدالعزیز صاحب) دوسری رکعت میں تکبیریں (تین تکبیریں) کہنا بھول گئے اور اسی طرح نماز ختم کر کے خطبہ پڑھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ واجب تکبیریں نہیں کہی گئیں اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا نماز ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہوتا اس لئے نماز ہو گئی ہے۔ رسالہ رکن دین میں مولوی رکن دین صاحب نے بحوالہ فتویٰ دے کر تحریر فرمایا ہے کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو لازمی ہیں کہ تکبیریں رکوع میں کہی جائیں۔ دوسری جگہ مذکورہ رسالہ میں "باب سہو" میں تحریر فرمایا کہ عیدین کی نماز میں اگر تکبیریں کم یا زیادہ وغیرہ ہو جائیں تو بھی سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ پھر اخبار امروز میں عید کے مسائل میں بھی تحریر تھا کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو تکبیریں کہہ لی جائیں لیکن رکوع سے لوٹ کر تکبیریں نہ کہیں اور دونوں حالتوں میں سجدۂ سہو بکثرتِ اژدہام نہ کریں۔

آپ ارشاد فرمائیں کہ اس کے بارہ میں شریعتِ پاک کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اگر یہ درست ہو کہ تکبیریں رکوع میں پوری کر لینے یا رکوع سے لوٹ کر تکبیریں پوری کر لینے سے سجدۂ سہو نہیں ہوتا مگر جب تکبیریں پوری ہی نہ کی جائیں۔

نمبر۲ : دعاءِ قنوت میں جو وعدہ اللہ تعالےٰ سے کیا جاتا ہے کہ الٰہی جو تیری نافرمانی کرتا ہے اسے چھوڑ دیں گے اس حالت میں اگر روزے نہ رکھنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں سے قطع تعلق نہ کریں



Marfat.com

تو حکم کی خلاف ورزی میں شمار ہوتا ہے کہ نہیں؟ ارشادِ گرامی تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

السائل: صوفی رحمت علی صاحب نوری کلرک این۔ای سی

بوریوالہ ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ بلاشک وشبہ وگنجائش ریب نمازِ جمعہ وعیدین میں ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ تنویر الابصار مطبوع مع الشامی ص۵۰۷ جلد۱، اور فتاویٰ ہندیہ ص۱۲۶ جلد۱ میں ہے السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد۔ ہمارے ائمۂ متقدمین کا متفقہ فیصلہ یہی ہے مگر متاخرین مشائخ نے جمعہ وعیدین کے بہت بڑے اجتماعات میں عوام کی پریشانی کی بنا پر سجدۂ سہو کے ترک کی اجازت دے دی ہے۔ بحر الرائق ص۱۵۴ جلد۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی ص۲۷۹، درالمختار، شامی ص۵۰۷ جلد۱، ہندیہ ص۱۲۶ جلد۱ میں ہے والنظم من الدر والمختار عند المتأخرین عدمه۔ شامی میں ہے لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه نیز شامی وطحطاوی نے فرمایا ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر۔ اور جب بڑے اجتماع نہ ہوں تو سجدۂ سہو ضرور ادا کیا جائے کہ تلافیٔ نقصان (بوجہ ترکِ واجب یا واجبات) ہو جائے، اور اصل بھی یہی ہے اور چونکہ کم اجتماع کی صورت میں تشویشِ عوام جو مبنائے ترکِ اجازت تھی، نہیں پائی جاتی لہٰذا اجازتِ ترک بھی نہیں رہے گی۔ شامی وطحطاوی میں ہے والنظم للطحطاوی اما اذا لم یحضروا (ای جمع کثیر) فالظاهر السجود لعدم الداعی الی الترك وهو التشویش۔ بلکہ عقلِ سلیم سے کام لیا جائے تو چونکہ ہمارے زمانہ میں ترکِ سجدۂ سہو کی صورت میں تشویش پائی جاتی ہے اور عوام حیران و ششدر رہ جاتے



Marfat.com

ہیں کہ باوجودیکہ تکبیرات واجبہ رہ گئیں اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا گیا تو نماز کیسے پوری ہوئی، تو انصافاً وہی تشویش عوام جو متاخرین کرام کے وقت میں وجہ ترک سجدہ تھی اب وجہ اداۓ سجدہ بن گئی ہے حالانکہ اصل بھی یہی ہے، تو سجدہ ضرور ادا کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲ اصل اور کامل چھوڑنا تو یہ ہے کہ بالکل قطع تعلق کیا جائے مگر بوقت ضرورت و مجبوری صرف دلی طور پر قطع تعلق بھی کافی ہے جب کہ میل جول بقدر ضرورت صرف ظاہر تک محدود رہے۔ قرآن کریم میں ہے الا ان تتقوا منھم تقٰۃ

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۵ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۵ھ بروز جمعرات

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو الحمد کے بعد بھول کر نہ کوئی سورت پڑھے اور نہ تین آیتیں خورد اور نہ ایک طویل آیت پڑھے، کیا اس کی نماز جائز ہو جائے گی؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہو گی بوجہ ترک فرض قرات اور الحمد کے پڑھنے سے فرض قرات ادا نہیں ہو گا کہ الحمد عند الاحناف واجبات سے ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: سید وزیر علی شاہ بسنت پورہ ضلع منٹگمری

# الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک و شبہ و گنجائش ریب مذہب حنفی میں سہواً سورت اور آیتوں کے چھوڑنے کی صورت



Marfat.com

میں نماز جائز ہوگئی البتہ سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ ترکِ واجب پایا گیا۔ فتح القدیر ص۴۳۸ جلد۱، بحرالرائق ص۹۴ جلد۲، فتاویٰ عالمگیر ص۶۵ جلد۱ میں ہے والنظم من الهندية ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ أم الفاتحة آية قصيرة كذا في التبيين۔

باقی مولوی صاحب کا فرمانا کہ فرضِ قراءت ادا نہ ہوا یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ فرضِ قراءت صرف کسی ایک آیت کا پڑھنا ہے جو فاتحہ شریف کی آیت ہو یا کسی دوسری سورت کی، رہا ان کا یہ کہنا کہ الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے تو یہ دلیلِ عدمِ ادائیگی فرض نہیں بلکہ اس واجب کے ضمن میں فرض ادا ہو جائیگا کہ مطلق آیت کا اطلاق یقیناً سب کو شامل ہے ورنہ اگر فاتحہ شریف کے ساتھ سورت بھی ملا کر پڑھے تو مولوی صاحب کی دلیل سے پھر بھی یہی ثابت ہوگا کہ نماز نہ ہوئی کہ ہمارے مذہب میں سورت کا پڑھنا بھی واجب ہی ہے حالانکہ اس صورت میں مولوی صاحب بھی ضرور ہی جائز کہتے ہونگے ورنہ جوازِ نماز کی ایسی صورت ذکر فرمائیں کہ فاتحہ و سورتِ واجبہ پڑھنے کے ساتھ فرضِ قراءت علیحدہ ادا ہو ولا يقول به احد من اولى المتون والشروح والحواشي والفتاوى ومن ادعى الخلاف فعليه البيان۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه وآله واصحابه وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۷ شوال المکرم ۱۳۷۵ بروز جمعرات

# الاستفتاء

جناب چشمۂ نور مآب حضرت مولانا مولوی محمد نوراللہ صاحب سلامت باشد

مخدوم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج شریف! آپ کی حضرتِ عالیہ میں حاملِ رقعہ ہٰذا اشرف الدین



Marfat.com

بھیجا ہے مندرجہ ذیل مسئلہ حل کر دیں، مشکور ہوں گا۔

نمبر۱ : جماعت ہونے پر امام کو شبہ گزر گیا اس نے ایک طرف سلام کہہ دیا۔

نمبر۲ : ایک شخص نماز گزار رہا تھا اس کو سجدہ کا شبہ ہو گیا۔ اس کی نماز ایک طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے یا دونوں طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے۔ مسمیٰ قطب الدین و حاجی جان محمد کی زبانی معلوم ہوا کہ جس شخص نے ہر دو طرف سلام کہہ دیا اس کی نماز نہیں ہو سکتی، سامنا سجدہ کی بابت آپ مکمل مسئلہ حل کر دیں۔ والسلام۔

السائل : حاجی اللہ دین سکنہ مہروک ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :۔

مذہبِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ میں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے۔ فقہائے کرام اور مشائخ عظام کا اختلاف ہے کہ سلام سے ایک سلام مراد ہے یا دو۔ بہت سے حضرات فرماتے ہیں ایک کے بعد کرے اور بہت سے فرماتے ہیں دو کے بعد، لہٰذا یہ تو نہ کہنا چاہیئے کہ دو سلام کہہ دے تو نماز نہیں ہو سکتی۔ ہاں بہتر اور افضل ایک سلام ہے۔ فتاویٰ شامی ص۶۹۱ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۱۲۵ جلد۱ میں ہے والنظم من الہندیۃ

ویأتی بتسلیمتین ھو الصحیح کذا فی الھدایۃ والصواب ان یسلم تسلیمۃ واحدۃ وعلیہ الجمھور والیہ اشار فی الاصل کذا فی الکافی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ ذی القعدۃ ۱۳۷۷ھ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید امام ہے اس نے قرأت قرآن مجید کی پہلی رکعت میں چار آیت کا مقدار پڑھ کر بھول گیا اور مقتدی نے لقمہ بھی دیا لیکن لقمہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایک آیت سہواً چھوڑ گیا۔ بعدہٗ ایک آیت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سجدۂ سہو بھی ادا نہیں کیا۔ کیا سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب صحیح مدلّل بحوالہ صفحہ فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

السائل: احقر العباد بشیر احمد عفی اللہ عنہ از ملکہ ہانس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے وضاحت نہیں کی مگر ظاہر یہ ہے کہ سورتِ فاتحہ پوری کر کے چار آیت کا مقدار پڑھنے کے بعد بھولا اور ٹھہرا پھر سہواً ایک آیت چھوڑ کر اگلی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور وہ نماز بھی عشا یا فجر تھی۔ ایسی صورتوں میں سجدہ سہو قطعاً واجب نہیں ہوتا کہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا حالانکہ سجدۂ سہو ترکِ واجب سے ہی واجب ہوتا ہے۔ فتاوٰے عالمگیر صـ۶۵ جلدا وغیرہا کتبِ معتبرہ میں ہے ولا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیرہ (الی ان قالوا) وفی الحقیقۃ وجوبہ بشیئ واحد وھو ترک الواجب کذا فی الکافی۔ اور امام کا دوسری آیت پڑھنا بھی ناجائز نہیں بلکہ ایسی بھول کی صورت میں یہی لائق ہے کہ جو آیت یاد نہیں آتی چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دے یا رکوع کر دے۔ مبسوط صـ۱۹۴ جلدا، بدائع صنائع صـ۲۳۶ جلدا، فتاوٰے قاضی خان صـ۶۶ جلدا، خلاصۃ الفتاوٰے صـ۱۲۱ جلدا، فتاوٰے ہندیہ صـ۹۵ جلدا، تبیین الحقائق صـ۱۵۷ جلدا، بحر الرائق صـ۶ جلد۲، مجمع الانہر صـ۱۱۹ جلدا، ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ صـ۲۴۹ جلدا، غنیۃ المستملی صـ۴۱۷



Marfat.com

مثلا ۴۱۴ ، شامی ۵۸۲ جلد ۱ ، طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۱ وغیرہا میں ہے والنظم لشمس الائمۃ السرخسی علیہ الرحمۃ بل یرکع او یتجاوز الی آیۃ او سورۃ اخری (والانتقال الی سورۃ اخری ایضا انتقال الی آیۃ اخری لکن من غیر سورۃ الآیۃ الاولی کما لا یخفی) بلکہ اس کا جواز ایسا واضح و مضبوط ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک تو اس وقت لقمہ دینا مفسدِ نماز ہے علی التفصیل گو تحقیق یہ ہے کہ مفسد نہیں۔ اکثر کتبِ مذکورہ میں ہے والنظم من البحر لو فتح علی امامہ بعد ما انتقل الی آیۃ اخری الخ اور یونہی اس کا رکوع کرنا بھی جائز ہے کہ قدرِ ضرورت سے زیادہ پڑھ چکا ہے تو اعادۂ نماز کی بھی ضرورت نہیں ، نماز بلا کراہت درست ہو گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۲ / شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

حضرتِ محترم دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ، مزاج گرامی۔ المرام آنکہ چند صورتیں درپیش ہیں ان کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمایئے :-

نمبرا : چوپائے مثلاً بعیر کے ساتھ وطی کے اثبات کے لئے آیا چار گواہ ضروری ہیں یا کہ دو ہی کافی ہیں ؟ اور کیا یہ فعل ایک گواہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے ؟ اور اگر کسی جنگل میں کوئی ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے اس فعل کو دیکھ کر چیخے چلائے اور ادھر سے چند آدمی آجائیں اور آنے والوں نے بعینہٖ فعلِ مذکور نہ دیکھا ہو تو کیا ان کی



Marfat.com

شہادت بھی معتبر ہوسکتی ہے؟

نمبر۲ : امام نماز کی دوسری رکعت میں جہری نماز کے اندر بھول کر قرارت آہستہ کرے اور پھر یاد آجانے پر شروع فاتحہ سے شروع کر دے تو کیا حکم ہے؟ اگر بمقدار تین تسبیح کے آہستہ پڑھا ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

نمبر۳ : بکری یا کوئی اور مادہ جانور اپنے وقتِ مقررہ سے پہلے ہی بچہ گرا دے تو اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟ از راہِ کرم ذرا جلدی جواب سے مطلع کریں۔

السائل : غلام محمود از دار العلوم اہلِ سنت جہلم ، المرقوم ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ بدفعلی بدزنا نہیں اور چار گواہ صرف زنا کے لئے ضروری ہیں مگر نصابِ شہادت دو ہیں لہٰذا ایک کافی نہیں۔ اور گواہ وہ ہے جو مشاہدۂ مشہود بہ کرے بعد میں آنے والے قرآن کا مشاہدہ کرسکتے ہیں مگر اصل فعل جس پر شہادت دینی ہے اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتے تو شہادت کیسی؟ فتاویٰ عالمگیر ص۲۰۲ جلد ۳ میں ہے ان یکون التحمل بمعاینۃ المشھود بہ بنفسہ لا بغیرہ الخ نیز ص۲۰۳ میں ہے اما اقسام الشھادۃ فمنھا الشھادۃ علی الزنا و تعتبر فیھا اربعۃ من الرجال الخ

۲۔ ہاں سجدۂ سہو لازم ہوگا کہ ظاہر الروایت کے حکم سے تو قلیل پر بھی سجدہ ہے اور دوسری مصحح روایت کے لحاظ سے ایک آیت آہستہ پڑھنے پر لازم ہوتا ہے اور تین تسبیح تو زیادہ ہیں لہٰذا دونوں روایتوں کے لحاظ سے سجدہ لازم ہوگا۔ تنویر الابصار ، درالمختار میں ہے (و الجھر فیما یخافت فیہ) للامام (وعکسہ) لکل مصل فی الاصح تقدیرہ (بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل) قائلہ قاضی خان (یجب) السھو (بھما) ای بالجھر والمخافتۃ (مطلقاً)





Marfat.com

الى قل او كثر (وهو ظاهر الرواية) شامی ص۶۹۴ جلد ا میں فرمایا صححه فی الهداية والفتح والتبيين والمنية لان اليسير من الجهر لا يمكن الاحتراز عنه وعن الكثير يمكن وما تصح به الصلوٰة كثير غير ان ذلك عنده آية الخ وهذا بعمومه واطلاقه شامل لصورة الاعادة ايضا والاستدلال بالعموم والاطلاق شائع بين الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم وبين من بعدهم۔

نمبر۳ ہاں حلال ہے اگرچہ حمل ہی نہ ہوا ہو کہ قرآن کریم یا حدیث پاک میں حمل وغیرہ کی قید نہیں اور نہ ہی ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی قید لگائی۔ قرآن کریم پ۱۴ ع ۱۵ میں ہے وان لكم فى الانعام لعبرة ط نسقيكم مما فى بطونها من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين ۰ نیز پ۱۸ ع ۱ میں ہے نسقيكم مما فى بطونها۔ بہرحال اس اطلاق وعموم سے انعام (بکری، گائے وغیرہ اجناس) کے دودھ کے تمام اقسام حلال ہو گئے۔ حتیٰ کہ فتاوٰے خیریہ ص۲ جلد ا میں فرمایا کہ اگر بکرے یا مینڈھے کے دودھ اتر آئے تو وہ بھی ظاہر یہی ہے کہ حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ (۲۶/۱۰/۶۵)

# الاستفتاء

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دام ظلکم العالی



Marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ امید ہے کہ جناب بفضلِ خدا بخیریت ہوں گے۔ باقی عرض آنکہ براہ کرم مندرجہ ذیل سوالات کا جواب شرعی حدود کے اندر دے کر ممنون فرمادیں جس سے ہماری پوری طرح تسلی ہو جاوے کیونکہ اس کی وجہ سے امام مسجد کے بارے میں ہمارے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے :۔

نمبر ۱ : ایک امام مسجد نے عید الفطر کے روز صرف نمازِ عید کا خطبہ پڑھا اور نماز پڑھادی۔ دوران نماز میں پہلی رکعت کے ساتھ تکبیریں بھول گیا لیکن سجدہ سہو کردا دیا ، آیا نماز مکمل ہو گئی یا کہ نہیں ؟

نمبر ۲ : اسی دن جمعۃ المبارک کی نماز کیسا تھ اس دن کوئی خطبہ نہیں پڑھا صرف نماز باجماعت پڑھادی حالانکہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور نمازِ عید کا خطبہ واجب ہے ۔ آیا کہ ہماری نمازِ جمعہ ہو گئی ہے یا نہیں ؟ برائے کرم مکمل جواب دیں آیا آئندہ اس امام کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا کہ نہیں ؟ برائے کرم جواب جلدی دیں۔ زیادہ خیریت۔ والسلام و آداب۔

از طرف آپ کا نیاز کیش : اصغر علی زرگر کچا کھوہ ضلع ملتان

نوٹ : دوسرے روز سائل نے یہ ترمیم بھی بھیجی کہ مولوی صاحب جمعہ کی اذان کہلوانے کے بعد خود ایک رکوع قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور اس کی تشریح وتقریر کے فوراً بعد جمعہ کی جماعت کرادی۔ آیا مولانا صاحب کا خطبہ پڑھنا ہو گیا یا کہ نہیں ؟ اور ہماری نمازِ جمعہ بھی ہو گئی یا کہ نہیں ؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طریقہ سے خطبہ پڑھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر ۱ عید کی تکبیریں بھول جائیں تو سجدۂ سہو سے کمی پوری اور نماز کامل ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۲۶ جلد ۱ میں ہے ومنها (واجبات الصلوٰۃ) تکبیرات العیدین قال فی البدائع اذا ترکها او نقص منها او زاد علیها او اتی بها فی غیر موضعها فانہ یجب علیہ



Marfat.com

السجود کذا فی البحر الرائق۔ اور عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ سائل کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ پہلے پڑھا گیا ہے۔ اگر پہلے پڑھا گیا ہے تو یہ سنتِ مستمرہ کا خلاف ہے فتاوٰے عالمگیر ص[illegible] جلد ا میں ہے ثم یخطب بعد الصلوٰة خطبتین کذا فی الجوھرة النیرة۔

۲۔ واقعی خطبۂ جمعہ فرض اور شرطِ جواز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے تو جائز نہیں۔ فتاوٰے عالمگیر ص[illegible] جلد ا میں ہے لو صلوا بلا خطبة او خطب قبل الوقت لم یجز کذا فی الکافی۔ مگر نماز کی طرح خطبہ میں بھی فرض اور سنتیں ہیں ترکِ فرض سے جس طرح نماز نہیں ہوتی یونہی خطبہ نہیں ہوتا اور اگر سنتیں رہ جائیں تو نماز اور خطبہ ہو جاتے ہیں مگر ناقص ہوتے ہیں ایسا کرنا بُرا ہے اور عادت بنانا بہت بُرا ہے۔ فرضِ خطبہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ فتاوٰے عالمگیر میں ہے والثانی ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق بلکہ قرآنِ کریم میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ۔ تو آپ کے مولوی صاحب نے جب نیتِ خطبہ سے رکوع پڑھا اور اس کی تشریح و تقریر کی تو فرضِ خطبہ ادا ہو گیا اور نماز بھی ہو گئی مگر کئی سنتیں ترک ہو گئیں اور کئی مستحب رہ گئے مثلاً دوسرا خطبہ اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا اور حمد و ثنا اور درود پاک اور حمد کے ساتھ شروع کرنا، اور خلفائے راشدین رضے اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا ذکر ہونا، کما فی الھندیة وغیرھا اور پھر خطبہ میں پنجابی یا اردو کا استعمال کرنا بھی سنتِ متوارثہ کے خلاف اور بُرا ہے۔ ہدایہ ص[illegible] جلد ا میں ہے الا انہ یصیر مسیئا لمخالفة السنة المتوارثة (الیٰ ان قال) والخطبة والتشھد علی ھذا۔ فتاوٰے مولانا عبدالحی ص۲۱۹ جلد ا سے ص۲۳۳ تک چودہ صفحوں میں وہ تحقیق جو مولانا مذکور کے نزدیک محقق ہے، یہی ہے کہ خلافِ سنتِ متوارثہ اور مکروہ و بدعت ہے۔ باوجودیکہ اسلام پھیلتا گیا اور ایسے ایسے ملک دائرۂ اسلام میں آتے گئے کہ وہاں کے باشندے عربی زبان سے قطعاً واقف نہیں تھے مگر پھر بھی صحابہ کرام اور تابعین، تبع تابعین، مشائخ و علمائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کے سب عربی زبان میں خطبے پڑھتے آئے تو لامحالہ غیر عربی میں بدعت و مکروہ بنا۔



Marfat.com

ص۲۳۳ میں مصفّٰی شرح موطا شاہ ولی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں "وعربی بودن بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق و مغارب بوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبات عجمی بودند" تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ گو نماز و خطبہ ہو گئے مگر کراہت و بدعت سے خالی نہیں لہذا آئندہ کیلئے بالکل پرہیز کریں اور خطبہ و نماز مکمل ادا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۷ رماہ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں:

نمبر۱: نماز عید الفطر کی پہلی رکعت میں تکبیرات کے بجائے قرات شروع کر دینا بعد از لقمہ تکبیرات ادا کرنا قرات صرف الحمد کہا گیا۔

نمبر۲: دوسری رکعت میں تین کی بجائے چار تکبیرات نادانستہ کہنا، بعد میں سجدہ ادا کیا جانا آیا، نماز ہوگئی یا دوبارہ پڑھی جائے!

سائل، از منچر باں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر کوئی اور مانع نہیں پایا گیا تو صرف ان دو وجوہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ ہوگئی۔ بدائع





Marfat.com

صنائع میں ہے لو سہی عن تکبیرات العید حتی اشتغل بالقراءة ثم تذکر انه لم یکبر یعود الی التکبیرات و یقرأ بعدها۔ ہندیہ میں ہے اذا ترکها او نقص منها او زاد علیها او اتی بها فی غیر موضعها فانه یجب علیه السجود کذا فی البحر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه واٰله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
یکم شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ۴/۲/۶۵





Marfat.com

# نمازِ مسافر

Marfat.com

# باب صلوة المسافر

## الاستفتاء

ایک مسافر نے عشاء کی جماعت کرائی۔ قعدۂ اولیٰ کرنے کے بعد بھول کر چار رکعتیں نماز پوری کر لی۔ کیا مسافر کی نماز ہوگئی یا کہ نہیں؟ دیگر مقتدی جو کہ مقیم ہیں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسافر کا فرض ادا ہوگیا اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہیں۔ مبسوط ص ۲۳۹ ج ۱ میں ہے مسافر صلی فی سفرہ اربعا فان کان قعد فی کل رکعتین قدر التشہد فصلوتہ تامۃ والاخریان تطوع لہ وکذا فی عامۃ المعتبرات ایضا۔ اور جس مقتدی مقیم نے امام کی متابعت میں نماز پوری کی اس کی نماز فاسد ہوگئی کہ پچھلی رکعتوں میں امام متنفل ہے اور مقیم مفترض اور مفترض متنفل کی اقتدا نہیں کر سکتا وکل



Marfat.com

ذلك مصرح متونا و شروحا وحواشی وفتاوی وابین من ان يبين واتقن من ان يبرهن ، بلکہ ردالمحتار ص۵۴۴ جلد۱ میں جزئیہ صریحہ ہے لواقتدی مقیمون بمسافر واتم بهم بلانية اقامة وتابعوه فسدت صلوتهم لكونه متنفلا فى الاخريين (الى ان قال) وقد نقلها الرملی فی باب المسافر عن الظهيرية وكذا فى المنحة ص۱۳۵ جلد۲ وفی اخره لان هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبه و اله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۷۰ھ

# الاستفتاء

عزیزم مولانا ابوالفضل صاحب شرفہ ربہ تعالےٰ بالشرف والفضل

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : بعد از دعوات آنکہ آپ کا خط آیا اور چونکہ آپ کے کاغذ پر جگہ نہیں تھی اور یہاں بھی کاغذ کی قلت ہے تو اپیل پر ہی استفتاء نقل کرکے جواب دیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مسافر مقتدی نے امام مقیم کی اقتدار کی ---------- بعد سلام امام کے مقتدی نے بھی سلام پھیر کر کلام کرلی اور نماز باطل کرلی، نماز چارگانہ تھی۔ اب مقتدی چار رکعت قضاء کرلے یا دو؟ والسلام ۔ بینوا توجروا

---

؎ غالباً یہ ابوالفضل مولوی محمد شریف ہیں جو صاحبزادہ غلام رسول صاحب نوری حویلوی کے رشتہ دار ہیں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ اقتدار بطور اداءِ فرض تھی اور اس کے وقت فوت ہونے تک مسافر تھا یا آخر وقت بھی مسافر تھا تو صرف دو رکعت ہی قضا کرے اور ایسے ہی اگر وقت کے اندر ادا کرے اور اکیلا پڑھے یا مسافر کی اقتدار کرے تو دو ہی پڑھے کہ مسافر پر دو ہی لازم ہیں اور متابعتِ مقیم کی وجہ سے چار لازم ہوتی ہیں اور جب نماز توڑ دی تو متابعت چھوڑ دی تو وہ لزوم بھی مرتفع ہو گیا۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ اب جو پڑھ رہا ہے اس میں اس امام کی متابعت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔ مبسوط ص ۲۴۳ جلد ۱، نیز ص ۱۰۵ جلد ۲، بدائع صنائع ص ۹۳ جلد ۱، بحر الرائق ص ۱۳۴ جلد ۱، سراجیہ ص ۱۲، فتح القدیر ص ۱۲ جلد ۲، کفایہ ص ۱۲ جلد ۲، غنیۃ المستملی ص ۵۰۴، خلاصۃ الفتاوی ص ۱۰۲ جلد ۱، ہندیہ ص ۱۳۷ جلد ۱، شامی ص ۷۴۱ میں ہے

والنظم لہ ولو افسدہ صلی رکعتین لزوال المغیر

بطور اداءِ فرض کی قید اس لئے کہ خود فرض ادا کرنے کے بعد بطور تنفل اقتدار کرے تو چار کی قضا ہی لازم ہے جس طرح بھی پڑھے۔ معتمداتِ مذہبیہ میں ہے واللفظ لہ بخلاف ما لو اقتدی بہ متنفلا حیث یصلی اربعا اذا افسدہ۔ وقت کے فوت ہونے تک یا صرف آخر وقت میں بھی مسافر ہونے کی قید اس لئے کہ اگر اس وقت نیتِ اقامت ہوتی تو اتمام لازم ہو جاتا ہے۔ انفراد یا اقتدار مسافر کی قید یوں کہ اگر مقیم کی اقتدار کرے تو پھر بھی اتمام لازم ہوگا۔ اور ادا کا اضافہ اس لئے کیا کہ یہ بھی استفتار میں نہیں آیا تھا۔ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ یہ سوال چہارگانہ فرض کے متعلق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ رشعبان المعظم ۱۳۷۳ھ





Marfat.com

# الاستفتاء

قبلہ وکعبہ حضرت صاحب مدظلہ العالی جناب مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم ۔ جناب عالی گذارش یہ ہے کہ ہم انڈیا کی قید میں ہیں اور ہمارے لئے کونسی نماز کا حکم ہے؟ ہمیں بہت ساری جگہوں سے فتوے اور مسئلے وصول ہوئے ہیں۔ کسی فتوے پر نوٹ ہوتا ہے نماز قصر پڑھیں اور کسی پر ہوتا ہے کہ نماز پوری پڑھیں ۔ بندہ آپ کے ہاں بصیر پور غلہ منڈی سے ہے ۔ قبلہ حافظ صاحب محمد عبد اللہ صاحب سے قرآن پاک ختم کر کے فوج میں بھرتی ہوا ہے ۔ بندہ مولوی محمد عظیم کا بھتیجا ہے اور نور محمد ڈولا کھیانوالی والا، اُس کا دوہا ہے اور بندہ اس جگہ پر قیدیوں کو نماز پڑھاتا تھا پوری ۔ دو تین فتوے پوری کے آچکے ہیں اور دو تین قصر نماز کے ۔ بندہ پہلے تو پوری نماز پڑھاتا رہا مگر جب یہ فتوےٰ آیا تو امام اعظم کے قول کے مطابق قیدی آدمی اپنی پندرہ یا بیس دن یا کم یا زیادہ کی نیت نہیں کر سکتا تو بندہ نے نماز پڑھانا چھوڑ دی ۔ ابھی ہمارے کیمپ میں دو نمازیں ہوتی ہیں اور بندہ کا دل مطمئن نہیں ۔ جب تک آپ کا فتوےٰ نہیں آئے گا ہم چند آدمی نہ تو پوری نماز باجماعت پڑھیں گے اور نہ ہی قصر باجماعت پڑھیں گے ۔ اگر آپ کا فتوےٰ آگیا تو انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کریں گے ۔ برائے مہربانی آپ جتنا بھی جلد ہو سکے اس کا جواب جلدی دیں کیونکہ یہ آپ پر لازم ہے ۔ باقی برائے مہربانی آپ پورا پورا حوالہ دیں اور واضح طور پہ بتا دیں مہربانی ہوگی ۔ باقی جوابی خط کیونکہ یہاں قید میں میسر نہیں اس لئے تکلیف گوارا کریں مہربانی ہوگی باقی تمام قیدیوں کے حق دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ جلد ہمیں پاکستان لادے اور انڈیا کی قید سے رہائی دے (آمین) باقی اگر قبلہ حافظ عبد اللہ صاحب اور حافظ منظور حسین اور مولانا محمد عظیم صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان کو میرا سلام کہہ دینا ہوگا مہربانی ، باقی ہمیں یہاں پر تقریباً دینی معاملے میں ہر قسم کی آزادی ہے جماعتیں ہوتی ہیں ، قرآن خوانی ہوتی ہے ۔ مذہبی بارے ہمیں یہاں پر کوئی تکلیف نہیں ۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ ہم پہ روزے فرض ہیں یا نہیں ؟ اور عیدین کے متعلق بھی بتا دیں مہربانی ہوگی ۔ دار العلوم حنفیہ کی مُہر فتوےٰ پر لگا دیں ۔ باقی یہاں کیمپوں میں نماز قصر زیادہ پڑھی جاتی ہے اور میں نے بھی قصر نماز شروع کی ہوئی ہے اس لئے بندہ کو جلد آگاہ کریں کہ کونسی پڑھنی چاہیئے



Marfat.com

باقی جنگی قیدیوں کی طرف سے تمام اساتذہ اور طالب علموں کو سلام ۔ اچھا اجازت دیں ۔

آپ کا : بندہ خاکسار محمد اسلم ولد محمد یار منچریاں ، حال جنگی قیدی انڈیا (۱۳۔۳۔۷۳)

۸۶/۹۲

عزیز القدر حافظ محمد اسلم صاحب یسّر اللہ تعالیٰ اخلاصہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ بعد از دعوات خلاص و عافیت دارین آنکہ آپ کا خط مورخہ ۱۳/۳/۷۳ کا لکھا ہوا موصول ہوا ۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین جلد از جلد آپ سب کو خیریت سے رہائی نصیب فرماتے اور جلد از جلد وطن واپس لائے ۔ آپ کے سلام حافظ صاحبان کو پہنچا دیئے ہیں ۔ اتفاقاً آپ کے والد صاحب اور صوفی پہلوان صاحب ملنے آئے تو ان کو بھی آپ کا خط دکھایا ہے ۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہمیں یہاں پر تقریباً دینی معاملے میں آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں ، تو اس سے بہت خوشی ہوئی ۔ میں اس سال بفضلہ تعالیٰ حج کرکے آیا ہوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آپ سب کی رہائی کے لئے بہت ہی زیادہ دعائیں ہوئی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جلدی ہی رہائی ہونے والی ہے ۔ سب احباب سے سلام محبت ۔ آپ کے دریافت کردہ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی التوفیق والصواب

آپ سب جنگی قیدی شرعاً مسافر ہیں اور چونکہ حکومتِ پاکستان اور بھارت دونوں کی خواہش ہے کہ آپ جلد از جلد رہا ہو جائیں صرف چند معاملات کے تصفیہ کی انتظار ہے جس وقت بھی تصفیہ ہو گیا آپ رہا ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو ایسے حالات میں آپ حضرات کی نیتِ اقامت کا شرعاً اعتبار نہیں لہٰذا آپ پر نمازِ قصر واجب ہے ، اکیلے پڑھیں یا جماعت کے ساتھ پڑھیں جبکہ امام بھی آپ جیسا ہی ہو ۔ ہاں اگر ہندوستان کا مقیم امام نماز پڑھائے تو اس کی اقتداء میں آپ بھی پوری نماز پڑھیں ۔ اور قصر صرف چار رکعتوں والے فرض میں ہے باقی فجر اور مغرب اور وتر پورے پڑھیں اور سنتیں بھی پڑھا کریں اور ان میں بھی قصر نہیں ۔ نمازِ عیدین آپ لوگوں پر لازم نہیں اس لئے کہ آپ مسافر ہیں اور رمضانِ پاک کے روزے آپ پر ضرور فرض ہیں البتہ رخصت ہے کہ تکلیفِ سفر کی وجہ سے اگر چند روز کی رخصت کریں تو جائز ہے مگر عذر



Marfat.com

زائل ہونے پر قضاء لازم ہے اور بہتر یہی ہے کہ وقت پر ہی ادا کرتے رہیں خصوصاً جبکہ آپ کو مذہبی معاملات میں بالکل آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں تو وقت پر ہی فرض ادا کرنا بہتر ہے بلکہ قابلِ برداشت تکلیف ہو تب بھی وقت پر ہی ادا کرنا بہتر ہے۔ یہ قرآنِ مجید کا ارشاد ہے۔ یہ مسائل فتاویٰ عالمگیر، ہدایہ، فتح القدیر، بحر الرائق، بدائع صنائع، مبسوط وغیرہا کتبِ فقہ حنفیہ سے لکھے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۳ھ ۱۴/۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ مسافر مؤکدہ سنتیں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ادا نہیں کرتے۔

السائل: مولانا محمد نصیر الدین صاحب رکن پورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سفر میں ادائے سنن بلاشبہ جائز و مستحسن و مسنون ہے اس پر جمہور علمائے کرام کا اتفاق اور ائمہ اربعہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطباق ہے اور خود قرآن کریم اور احادیثِ شریفہ سے ثابت و مبرہن ہے۔ آیات و احادیثِ مثبتہ مدعائے مذکور بکثرت ہیں کہ ان کا استقصاء محالِ عادی ہے اور حسب المقدور تحریر کے لئے بھی دفتر وافی ضروری و لابدی ہے لہذا بطورِ اجمال دلائلِ کثیرہ کی طرف اشارہ اور بعض قلیل قدرے تفصیل سے دکھایا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشادِ مبین ہے وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم



Marfat.com

عنہ فانتھوا۔ اب حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین بآمکین گوش ہوش سے سنیں
حضرت سیدتنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں مسلم شریف ص۲۵۱ جلد۱،
ترمذی شریف ص۶۶ جلد۱، نسائی ص۲۵۶ جلد۱، ص۲۵۷ جلد۱، صحیح مستدرک ص۳۱۱ جلد۱، سنن ابی داؤد
ص۱۷۸ جلد۱، مسند ابی داؤد طیالسی ص۲۲۲، ابنِ ماجہ ص۸۱، سنن بیہقی ص۴۷۲ جلد۲، کنز العمال ص۱۶۶ جلد۴
اور ایسے ہی حضرت سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ترمذی ص۶۵
جلد۱، سنن نسائی ص۲۵۶ جلد۱، سنن ابنِ ماجہ ص۸۱، کنز العمال ص۱۶۶ جلد۴ میں بالفاظِ متقاربہ ہے و
النظم من الترمذی عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثابر علی
ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیتا فی
الجنۃ اربع رکعات قبل الظہر و رکعتین بعدہا
و رکعتین بعد المغرب و رکعتین بعد العشاء و رکعتین
قبل الفجر و نحوہ عن ام المؤمنین ام حبیبۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا و فی بعض روایاتہم رکعتین قبل العصر
بدل رکعتین بعد العشاء و فی بعض الروایات رکعتین
بعد العشاء نحو الروایۃ المارۃ و فی صدر روایتہا
ما من عبد یصلی عند مسلم فمن صلی ایضا عند
مسلم وغیرہ و فی بعض الروایات من رکع (ترجمہ) یعنی فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جو پابندی کرے بارہ رکعتوں پر سنت سے، بنا کرتا ہے اللہ تبارک
وتعالےٰ اس کے لئے بہشت میں مکان، چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے پیچھے اور دو
مغرب کے پیچھے اور دو عشاء کے پیچھے اور دو فجر سے پہلے صرف بعض احادیثِ قولیہ مثبتہ جمیع سنن رواتب
پر ہی اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے ورنہ وہ احادیثِ جلیلہ بکثرت صحاح ستہ وغیرہا میں جلوہ فرما ہیں جن سے
سننِ رواتب فعلاً عموماً اور قولاً وفعلاً فرادیٰ فرادیٰ روزِ روشن کی طرح واضح طور پر ثابت ہیں بلکہ فجر و مغرب



Marfat.com

کی سنتیں بالخصوص قرآنِ کریم سے ثابت ہیں۔ معالم التنزیل ص۱۹۹ جلد۶، کریمہ و سبح بحمد
ربك قبل طلوع الشمس و قبل الغروب ومن الليل
فسبحه وادبار السجود کی تفسیر میں ہے قال عمر بن الخطاب
وعلي بن ابي طالب والحسن والشعبي والنخعي و
الاوزاعي ادبار السجود الركعتان بعد صلوة المغرب
وادبار النجوم الركعتان قبل صلوة الفجر وهي
رواية العوفي عن ابن عباس وروي عنه مرفوعًا
هذا قول اكثر المفسرين ونحوه في الخازن اور ایسے ہی
وسبح بحمد ربك حين تقوم ومن الليل فسبحه و
ادبار النجوم کی تفسیر معالم التنزیل ص۲۱۲ جلد۶ میں ہے یعني ركعتين قبل صلوة
الفجر وذلك حين تدبر النجوم اي تغيب بضوء الصبح
هذا قول اكثر المفسرين ونحوه في الخازن وزاد
يدل عليه ما روي عن ابن عباس رضي الله تعالى
عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ادبار
النجوم الركعتان قبل الفجر وادبار السجود الركعتان
بعد المغرب اخرجه الترمذي وقال حديث غريب۔

بہر حال احادیثِ مبارکہ کا اطلاق وعموم حاضر و مسافر دونوں کو شامل اور احادیث دونوں کے لئے وعدۂ ثواب کی حامل اور عمومات قطعاً یقیناً بلا گنجائش شکوک وشبہات استدلال و اثبات کے لئے وافی و کافی ہیں ورنہ ایک ایک جزئیۂ شرائع کے لئے زید و بکر و عمرو کروڑہا افرادِ مکلفین کے اسمائے خاصہ دکھانے لازم ہوں گے یا ترکِ امر و نہی کا ارتکاب اور ایک عام طوفانِ بدتمیزی کا ایسا زبردست ہیجان و انقلاب بپا ہوگا جس کا علاج بجز اسی استدلال بالعمومات کے محال و ممتنع ہے البتہ اگر بشروطِ معتبرہ کوئی ایسی حدیث قولی یا فعلی ثابت ہو جس سے یہ متیقن ہو کہ مسافر احادیث مذکورہ پر عمل نہیں





Marfat.com

کرسکتا تو گنجائش عدم جواز بھی مگر ایسی کوئی حدیث نہیں دکھائی جاسکتی ہے۔ ائمہ کرام ومحدثین عظام نے اسی عموم کو جواز بلکہ استحباب اداے مسافر کے لیے دلیل بنایا ہے۔ علامہ محی السنۃ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم صـ۲۴۲ جلد ا میں فرماتے ہیں و استحبھا الشافعی و اصحاب والجمھور و دلیلہ الاحادیث العامۃ المطلقۃ فی ندب الرواتب۔ بلکہ سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث مروی کے صدر میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، کنز العمال سے ہے من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ اور مثابرت کا معنی مداومت و ملازمت ہے۔ اگر انسان سفر کی حالت میں ترک کرے اور صرف حضر ہی میں ادا کرے تو مداومت ہو ہی نہیں سکتی اور ایسے ہی سیدتنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث مذکور کے صدر میں صحیح مسلم اور سنن بیہقی وکنز العمال میں ہے ما من عبد مسلم یصلی للہ کل یوم تو اگر مسافر ترک کرے تو "کل یوم" یعنے ہر ایک دن میں ادا کرنا کیسے متصور ہوسکتا ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے زیادۃ الثقۃ مقبولۃ فالروایات الخالیۃ عن قید کل یوم مسلوۃ عنہ حکما وتدل علیہ تتمتہا[لعہ] کما لا یخفی۔

باقی رہی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہما کی وہ حدیث جو صحاح میں مذکور رہے جسے تارکین سنن دلیل بناتے ہیں وہ قطعاً دلیل تخصیص نہیں بن سکتی کہ اس سے عند التحقیق صرف عدم رؤیت ہی ثابت ہے جس سے عموم عدم رؤیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ترک یا دوام ثابت ہو وکل ذلک[مـن] ظاہر عند من لہ نظر۔ بلکہ اگر بالفرض دوام ترک بھی ثابت ہوجائے تب بھی احادیث مذکورہ قولیہ کی یہ حدیث فعلی قطعاً نسخ نہیں کرسکتی کہ فعل رافع قول نہیں و ذا ابین من ان یبین عند من لہ بصر و بصیرۃ فی الفن بحمدہ ومنہ تبارک وتعالیٰ۔ صرف اتنے ہی بیان سے مدعی

---

[مـن] ای السنن للمسافر ۱۲ منہ غفرلہ

[لعہ] من الاستدامۃ علی العمل بالحدیث من الرواۃ کما فی صحیح مسلم والنسائی والمستدرک ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

نہایت پُرنور طریق پر مبرہن ہوچکا اور فقیر فرائض منصبیہ سے فارغ ہوا مگر افہامِ قاصرین و افحامِ خاسرین کیلئے خود حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سفر میں سنن ادا فرمانا روز روشن کی طرح ثابت کیا جاتا ہے، سنئے اور غور سے سنئے :

سیدنا براء بن عازب رضے اللہ تعالے عنہ سے ترمذی صـــ۸۳ جلد ۱، سنن ابوداؤد مــ۱۷۲ جلد ۱، صحیح مستدرک مــ۳۱۵ جلد ۱، سنن بیہقی مــ۱۵۸ جلد ۳، کنز العمال مــ۱۸۹ جلد ۴ میں ہے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ عشر سفراً فما رأیتہ ترك الرکعتین اذا زاغت الشمس قبل الظهر یعنے میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھارہ سفروں میں حاضر رہا تو میں نے نہ دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلی دو رکعتوں کو ترک فرمایا ہو" اس حدیث سے سنّتِ قبلیہ ظہر کا صاف ثبوت ملا۔ اور سنن ترمذی مــ۸۳ جلد ۱ میں انہی حضرتِ عبداللہ بن عمر سے ہے صلیت مع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظهر اربعا و بعدها رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظهر رکعتین و بعدها رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدها شیئا والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلاث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وهی وتر النهار وبعدها رکعتین قال ابو عیسٰی هٰذا حدیث حسن سمعت محمدا یقول ما روی ابن ابی لیلی حدیثا اعجب الیّ من هٰذا۔ اور طحاوی مــ۲۴۳ جلد ۱ میں روایتِ مذکورہ بایں نظم ہے وصلی فی السفر الظهر رکعتین و بعدها رکعتین وصلی العصر رکعتین ولیس بعدها شئ وصلی المغرب ثلاثا و بعدها رکعتین وصلی العشاء

---

سے اور سنتِ قبلیہ ظہر عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالے عنہما کے نزدیک دو ہی رکعتیں ہیں کما فی الصحاح ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

رکعتین و بعدھا رکعتین ۔ یعنے حضرت عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہما اپنا چشم دید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور خود اپنا بھی ادا کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور حضرت ابو عیسےٰ ترمذی اس حدیث کی تحسین فرماتے ہیں اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں امام ابن ابی لیلےٰ کی سب حدیثوں سے یہ حدیث زیادہ پسندیدہ ہے اور امام طحاوی نے اسی روایت میں عشار کے بعد دو رکعتیں ادا فرمانا بھی زیادہ کیا ہے۔

اس حدیث سے ظہر اور مغرب اور عشار کے بعد سنن کا ادا فرمانا صراحۃً ثابت ہوا اور سنتِ فجر کا سفر میں ادا فرمانا تو احادیثِ کثیرہ لیلۃ التعریس سے ثابت ہے۔ حضرت ابو قتادہ سے صحیح مسلم ص۲۳۹ جلد ۱، سنن بیہقی ص۲۱۶ جلد ۲، طحاوی شریف ص۲۳۳ جلد ۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے فلما ارتفعت الشمس صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتی الفجر ثم صلی الفجر۔ حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد ص۶۴ جلد ۱، صحیح مستدرک ص۲۷۴ جلد ۱ میں ہے فصلی رکعتین قبل الفجر ثم اقام ثم صلی الفجر حضرت ابی ہریرہ سے صحیح مسلم ص۲۳۸ جلد ۱، نسائی ص۱۰۲ جلد ۱، بیہقی ص۲۱۸ جلد ۲، کنز العمال ص۲۳۸ جلد ۴ میں ہے صلی سجدتین۔ حضرت ذی مخبر سے ابوداؤد ص۶۴ جلد ۱ میں ہے فرکع رکعتین غیر عجل۔ حضرت ابی مریم سے کنز العمال ص۲۳۵ جلد ۴ میں ہے صلی رکعتین۔

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھی ہیں، نیز حضرت ابو قتادہ سے سنن ابوداؤد ص۶۳ جلد ۱ میں ہے فصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر۔ طحاوی ص۲۳۴ جلد ۱ میں حضرت جبیر سے ہے ثم صلوا رکعتی الفجر حضرت عمرو بن امیہ سے ابوداؤد ص۶۴ جلد ۱ میں ہے وصلوا رکعتی الفجر۔ حضرت عمران بن حصین سے طحاوی ص۲۳۳ جلد ۱ میں ہے فصلینا رکعتین۔ ان سب روایتوں کا محصول

---

سے صحیح بخاری ص۱۴۹ جلد ۱ میں ہے رکع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر رکعتی الفجر ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ



Marfat.com

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرِ انور کے سامنے صحابہ کرام نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔ حضرتِ جبیر سے نسائی ص ۱۰۲ میں ہے فصلی رکعتین وصلوا رکعتی الفجر یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے فجر کی سنتیں سفر میں ادا فرمائیں۔

بالجملہ سننِ رواتب قبلیہ و بعدیہ کا تخصیص سفر بھی نمایاں طور پر ثبوت موجود ہے نیز سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے ابن ماجہ ص ۷۶، صحیح بہاری جلد ثانی قسم اول ص ۱۳۷ میں بصیغۂ استمرار ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الحضر وصلوٰۃ السفر فکنا نصلی فی الحضر قبلہا و بعدہا وکنا نصلی فی السفر قبلہا و بعدہا۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی۔ اور صحابی کا کنا نفعل فرمانا حکم حدیثِ مرفوع میں ہے کما ثبت فی اصول الحدیث۔ نیز سیدنا عبد اللہ بن عباس رضے اللہ تعالے عنہما کا فتوائے مبارکہ بھی یہی ہے۔ طحاوی ص ۲۴۵ جلد ۱، بیہقی ص ۱۵۸ جلد ۳ میں ہے والنظم من البیہقی فکما الصلوٰۃ قبل صلوٰۃ الحضر وبعدہا حسن فکذلک الصلوٰۃ فی السفر قبلہا وبعدہا۔ یعنی جیسے نماز حضر کے پہلے اور پیچھے نماز بہتر ہے ایسے ہی سفر میں فرض نماز کے پہلے اور پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے سیدنا فاروقِ اعظم حضرتِ عمر اور حضرتِ عبد اللہ بن مسعود رضے اللہ تعالے عنہما سفر میں سننِ قبلیہ و بعدیہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ کنز العمال ص ۲۴۳ جلد ۴ میں ہے ان عمر وابن مسعود کانا یصلیان فی السفر قبل المکتوبۃ و بعدہا۔ حضرتِ انس رضے اللہ تعالے عنہ سے بھی سفر میں ادا کرنا ثابت ہے۔ طحاوی ص ۲۴۴ جلد ۱ فصلی الظہر رکعتین ثم بعدہا رکعتین۔ اور خود حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضے اللہ تعالے عنہما اپنے صاحبزادے عبید اللہ کو ادا کرتے دیکھا کرتے تھے اور منع نہ فرمایا کرتے تھے۔ موطا امام مالک مع الشرح ص ۱۴۶ جلد ۱ میں بلاغاً ہے ان عبد اللہ بن عمر کان یری ابنہ عبید اللہ بن عبد اللہ





Marfat.com

يتنفل فى السفر فلا ينكر ذلك عليه۔ اور منع کیسے فرما سکتے تھے؛ جب کہ خود بھی ادا کر چکے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ادا فرماتے دیکھ چکے تھے جیسے سنن ترمذی و طحاوی سے مذکور ہوا۔ اور حرمت و کراہت کا تو کوئی بھی قائل نہیں جیسے امام ابو عیسے ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ سنن ترمذی صـ۸۳ جلد۱ میں ہے و معنى من لم يتطوع فى السفر قبول الرخصة ومن تطوع فله فى ذلك فضل كثير وهو قول اكثر اهل العلم يختارون التطوع فى السفر۔ یعنی جو سنتیں ادا نہیں کرتے ان کا مقصود رخصت قبول کرنا ہے (یعنے عزیمت ادا ہے) اور جو ادا کرے تو اس کے لئے ادا میں بہت فضیلت ہے اور یہی قول اکثر اہل علم کا ہے کہ وہ سفر میں سنتیں ادا کرنا اختیار فرماتے ہیں بلکہ جمہور اہل اسلام اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا یہی مشرب ہے جیسے شرح صحیح مسلم سے منقول ہو چکا۔ اور کتاب "رحمۃ الامہ فے اختلاف الائمہ" صـ۵۷ میں ہے ولا يكره لمن يقصر التنفل فى السفر عند ابى حنيفة ومالك والشافعى واحمد و جماهير العلماء سواء الرواتب وغيرها۔ اور ایسے ہی میزان شعرانی صـ۱۸۲ جلد۱ میں ہے اور یہی ہمارے حضرات احناف کا مختار ہے کہ مسافر سنن مؤکدہ ادا کرے مگر خوف و اضطرار کی حالت میں کہ مجبوراً ترک ہوں گی اور یہی روایت عبداللہ بن عمر کا بہترین محمل ہے و به يتسق الدلائل۔

فتاوےٰ امام فقیہ النفس قاضی خان صـ۸۲ جلد۱ میں ہے قال الشيخ الامام ابو بكر لا يرخص له فى ترك السنن۔ فتاوےٰ سراجیہ صـ۲ میں ہے المسافر ياتى بالسنن ولا يتركها الا بعذر به افتى شمس الائمة السرخسى رحمه الله تعالى۔ فتاوےٰ ہندیہ صـ۱۰۱ جلد۱ میں وجیز کردری سے اور بحر الرائق صـ۱۳۰ جلد۲ میں ہے والمختار انه ان كان حال امن و قرار ياتى بها فانها شرعت مكملات والمسافر محتاج اليه وان كان حال خوف لا ياتى لانه ترك بعذر،



Marfat.com

ان تمام فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسافر کو سنتوں کے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔ مسافر سنتوں کو ادا کرے اور بلا عذر ترک نہ کرے اور مختار یہ ہے کہ مسافر اگر امن و قرار کے حال میں ہے تو سنتیں ادا کرے اس لئے کہ فرائض کے لئے تکمیل کرنے والی بنائی گئی ہیں اور مسافر تکمیل کا محتاج ہے۔ اور اگر حالتِ خوف میں ہو تو ترک کر سکتا ہے۔ یہ ترک عذر سے ہے سبحان اللہ! ہمارے مشائخ کرام کا نظریہ کس قدر بلند ہے۔ نہایت ہی بہترین طریق سے روایاتِ اثبات کے ساتھ روایتِ ترک کو منطبق بنا دیا اور نہایت ہی لطیف ترین استدلال کیطرف اشارہ فرما دیا۔ یعنے سنن جب مکملاتِ فرائض ہیں اور مسافر کو بھی ضرورت تکمیل مقیم کے برابر ہے تو وہ بھی ادا کرے کہ سخت ترین اوقات یوم القیامہ میں کامیابی حاصل کرے اور یہ استدلال مرفوع حدیثِ سنن ترمذی ص ۶۵ جلد ۱ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیٰمۃ من عملہ صلوتہ فان صلحت فقد افلح و انجح و ان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضتہ شیئ قال الرب تبارک وتعالٰی انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بہا ما انتقص من عمل ثم یکون سائر عملہ علی ذلک و فی الباب عن تمیم الداری قال ابوعیسٰی حدیث ابی ھریرۃ حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ وقد روی ھذا الحدیث من غیر ھٰذا الوجہ الخ تنقیح الرواۃ ربع اول ص ۲۳۵ میں ہے رواہ ایضًا ابن ماجۃ وحسن الحدیث الترمذی وقال غریب من ھٰذا الوجہ وسکت علیہ ابوداؤد والمنذری فہو صالح للاحتجاج بہ عندھما ورواہ ایضًا ابوداؤد من روایۃ تمیم الداری معناہ باسناد صحیح وفی الباب



Marfat.com

عن انس عند الطبرانی فی الاوسط والضیاء فی المختارۃ فی السراج قال الشیخ حدیث صحیح وعن عبداللہ بن قرط عند الطبرانی فی الاوسط قال المنذری لاباس باسنادہ ان شاء اللہ ۔ یعنی حضرتِ ابوہریرۃ وتمیم داری وحضرتِ انس وحضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک قیامت کے دن بندے کے عملوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر صحیح نکلی تو ضرور کامیاب ہوا اور نجات پائی اور اگر غلط نکلی تو ضرور ناکامیاب ہوگا اور نامراد ہوگا۔ پس اگر فرائض میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ نظر کرو کہ کیا میرے بندے کے پاس سنن ونوافل ہیں پس مکمل کیا جائیگا ان سے کمی والا عمل اس کا پھر باقی عمل بھی اسی اندازے پر ہوں گے ۔"

جانِ برادر ! خدارا ایمان سے کہنا کہ کیا یہ ایک ہی دلیل ایسی نہیں کہ زندہ دل انسان کو سنتوں کا سفر وحضر میں پابند بنائے کہ اس سخت دن میں سخت نامرادی سے نجات پائے اور بارگاہِ الٰہیہ میں عزت و آبرو حاصل کرے ، چہ جائیکہ اس دلیل کے علاوہ دلائل کثیرہ موجود وثبت ہیں اور جانبِ ترک میں دلیلِ حرمت وکراہت نہیں۔ واللہ الھادی الی الحق والصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ من وعد علی السنن بالثواب لکل مؤمن اواب وعلیٰ آلہ وکل الاصحاب ماحررجواب وقرء کتاب۔ وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام طوینا الکشح عنھا لضیق المقام وانجلاء المرام لاولی النھی من الانام والاشارۃ تکفی ذوی البصائر والغبی لا تغنیہ الدفاتر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ



Marfat.com

# جمعہ و عیدین

Marfat.com

تحصیل دیپالپور کے معروف گاؤں پکا ڈولہ سے آمدہ ۱۲۵ سوالات کا جواب

# انوار اتقی الدولہ
## فی
# اجوبۃ اسئلۃ پکا ڈولہ

جمعہ، عرس، گیارہویں شریف، کھانا سامنے رکھ کر
فاتحہ دینے، ساتواں، چالیسواں کرنے، قبروں پر قبے
بنانے، استعانت و استمداد بالمخلوق بعد از وصال، قبر پر
دیے جلانے اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ مسائل پر تحقیقی رسالہ

Marfat.com

# باب صلوٰة الجمعة والعيدين

(رسالہ انوار الفن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولہ)

## الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب علمائے دین

السلام علیکم کے بعد آپ کی خدمت میں چند مسائل کی بابت دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ :

نمبرا جمعہ شریف چھوٹے گاؤں میں جائز ہے یا نہیں ؟ قرآن مجید کی آیات سے ثابت تحریر کریں۔

نمبر۲ عرس کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۳ فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۴ ختم طعام حاضر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۵ وفات پر ساتواں یا چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر۶ قبر پختہ کا بنانا، گنبد بنانا ،

ان مسائل کا آیات قرآن کے ساتھ پوری تصدیق کر کے تحریر کر دیں جناب کی مہربانی ہوگی، نیز گیارہویں کرنا، عرس پر مدد مانگنا، قبروں پر چراغ جلانا جائز ہے یا نہیں ؟ داڑھی منڈوں کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ اگر مقتدی



Marfat.com

وامام کل داڑھی مونڈ ہوں تو کس کی امامت جائز ہے ؟

آپ کا تابعدار

حافظ عبدالوہاب موضع پختہ ڈولہ تحصیل دیپالپور

ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ ذی الامر والنہی والعفو العافی وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی المنور المفسر کلماتہ الکافی وعلی آلہ التقی الوفی الوافی واصحابہ کلہم میسرین غیر معسرین بترک عفو الشرع الصافی وان رغم انف الجاھل الجافی النافی لرخص الشفیع الشافی لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ وسلم تسلیما کثیرًا کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون، امابعد :

سب سے پہلے ایک مقدمہ ضروری الصدق والضبط سمجھنا ضروری ہے کہ جمیع اجوبہ میں ان شاء اللہ العزیز نافع ومفید ہوگا وھی ھذہ :۔

سرورِ دوسرا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ارشادِ قرآن کریم ہے حضور پرنور کے فرمان پر عمل کرنا فرمانِ الٰہی پر عمل کرنا ہے کہ خود خداوندِ کریم نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔" پ ۵





Marfat.com

٨٧ - بلکہ یہیں قرآنِ پاک کا قرآن ہونا فرمانِ مصطفائی سے ہی معلوم ہوا (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم)
وھا انا اشرع فی الاجوبۃ :-

۱ مذہبِ مہذبِ حنفیہ ہیں نہ چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ بڑے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو۔ اس مدعا پر شہود عدول نصوصِ قرآن وحدیث ہیں فالق السمع بقلب شہید۔ نمازِ ظہر فرضِ قطعی ثابت بہ قرآن وحدیث ہے اور اس کی فرضیت قطعاً فرضیت جمعہ سے پہلے کی ہے۔ تو جن جن خصوصیات سے نمازِ جمعہ وارد عن الشارع صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے ان کا لحاظ از حد ضروری ہے کہ یقیناً جمعہ مسقطِ ظہر ہو۔ اسی واسطے تمام اہلِ اسلام وائمہ کرام کے نزدیک آیتِ جمعہ میں امرِ جمعہ کا عموم مخصوص عنہ البعض ہے۔ وقتِ خاص وطن اقامت ایسے مکانات جن میں لوگ بستے ہوں مرد نند رست وغیرھا کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں گو تعدادِ جماعت وتعیینِ وقت وخصوصیتِ مکانات وغیرہا میں اختلاف ہے مگر نفسِ جماعت و وقت ومکانات کے شرط ہونے میں ہرگز اختلاف نہیں اور جو عدم مراعاۃ خصوصیات کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔ اولاً تو ہر ایک مذہب والا خصوصیات کے ساتھ ہی ادا کرتا ہے کہ جماعت و وقتِ خاص وتوطن تو وہابی بھی مانتے ہیں تو انکار کا ہے کا ہے؟ ثانیاً بفرضِ غلط اگر یوں کہے تو اس پر لازم کہ کسی دلیلِ مستند سے سقوطِ ظہر کا ثبوت دے اور جو احتیاط کی آڑ لیتے ہیں وہ سقوطِ جماعت کا روشن ثبوت دیں۔ قرآنِ کریم تو جہاد جیسی نازک حالت میں بھی تعلیمِ جماعت دیتا ہے اور یہ مسجد میں مجمعِ جماعت پر قادر ہوتے ہوئے بلا عذر ترکِ جماعت کرتے ہیں بلکہ جائز وضروری سمجھتے ہیں قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ آخر یہ آیہ جمعہ ہیں تو نہیں آیا کہ نمازِ ظہر معاف ہے یا ترک کی اجازت ہے۔ کسی حدیثِ صریح قابلِ استدلال سے ثبوت دے سکتے ہیں تو دیں۔ بہر حال قطعاً یقیناً آیۂ جمعہ مکان کے حق میں اپنے عموم پر ہرگز ہرگز نہیں۔ امام دار الہجرۃ مالک علیہ الرحمۃ وغیرہ تمام کے نزدیک عوالی میں جمعہ نہیں کما سیأتی من الصحیحین ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام مطلبی شافعی واحمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ایسی آبادی ہو جس میں چالیس مرد آزاد، عاقل، بالغ، مقیم ہوں جو نہ سردیوں میں کوچ کریں نہ گرمیوں میں۔ یہ تفسیر معالم التنزیل صـ٢٦ جلد ٧ وخازن صـ٤ جلد ٧ میں ہے جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں۔ اور امامِ انام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ



Marfat.com

کے نزدیک مصرِ جامع شرط ہے تو معلوم ہوا کہ چھوٹے گاؤں میں جو عوالی کی مانند ہوں جمعہ تمام ائمہ کے نزدیک نہیں۔ ہاں دورِ حاضر کے نئے مجتہد جائز کرلیں تو کوئی تعجب نہیں وہ تو جنگلوں میں بھی پڑھتے ہیں۔ اور فتح القدیر ص۲۳ جلد۲ میں ہے لایجوز اقامتہا فی البراری اجماعًا ومثلہ فی غنیۃ شرح المنیۃ. تو جس جگہ ہمارے ہاں صحیح ہوگا وہاں ہر ایک کے نزدیک صحیح ہوگا، تو ہم فرضِ ظہر قطعی سے یقینًا سبکدوش ہوئے۔ اور جہاں صرف ان کے نزدیک جائز ہے وہاں کلیًّا اجماعًا جواز نہیں تو سبکدوشی فرضِ قطعی ظہر سے اجماعًا کیسے ہوئی؟ اور ہم جمعہ کے فرض قطعی ہونے کے ضرور قائل ہیں مگر صرف امصارِ جامعہ میں، نہ ہر جگہ فلا یسع لاحد تعکیس السوال علینا۔

بحمدہٖ تعالےٰ بیاں سے یہ کھل گیا کہ احناف اس قدر زبردست احتیاط کرنے والے ہیں اور ان کی شرطِ مکان یقینی ہے کہ سب کے نزدیک عموم مکان مخصوص اور شہروں میں پڑھنا اور امر کرنا یقینی طور پر ثابت ہے اور بعض دیہات مثلاً عوالی میں جمعہ کا نہ ہونا یقینی اور دیگر بعض دیہات میں جو ان کے ہاں ثابت ہے وہ ظنی ہے اور ظنی سے فرضِ قطعی کی ترک ان کے ہاں آرہی ہے تو یہ مخالف جو آج تک کہا کرتے تھے کہ آیۂ جمعہ قطعی ہے اور تم شرطِ ظنی سے اس کی تخصیص کرتے ہو، وہ الٹا سوال ان پر پلٹا والحمد للہ علی التوفیق والافہام وبنعمتہ تتم الصالحات۔

اور جب تمام اہلِ اسلام کے نزدیک مکانِ خاص اجماعًا شرط ہے تو احناف پر یہ سوال کہ قرآن کریم کے حکمِ عام سے تم تخصیص کیوں کرتے ہو باجماعِ امت نہ رہا کہ اجماعًا ثابت کہ آیت اپنے عموم پر باقی نہیں۔ دوسروں نے قریہ خاصہ سے تخصیص کی اور ہم نے مصرِ جامع سے اور ہمارا قول لائق بالقبول ہے کہ وہی مذہبِ حضرت مولےٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ ہے جو آپ کی حدیثِ موقوف صحیح سے ثابت ہے اور اس حدیثِ موقوف کو حکمِ مرفوع کا ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اس عموم کی تخصیص کس طرح کرسکتے ہیں؟ تفسیر معالم التنزیل ص۳۶۷ جلد۷ میں ہے وقال علی بن ابی طالب لاجمعۃ الا فی مصر جامع. فتح القدیر ص۲۲ جلد۲، غنیۃ المستملی ص۵۱۱، بحرالرائق ص۱۴۰ جلد۲ میں ہے والنظم من الغنیۃ روی ابن ابی شیبۃ عن علی بن



Marfat.com

ابي طالب رضي الله تعالى عنه انه قال لاجمعة ولاتشريق ولاصلوٰة فطر ولااضحٰى الا في مصر جامع اومدينة عظيمة وصححه ابن حزم في المحلى وروى مرفوعا وهوضعيف ولكن الموقوف في مثل هذا كالمرفوع لانه من شروط العبادة وهي من احكام الوضع ولامدخل للرأى فيهما ۔ اور فتح القدیر میں یہ بھی ہے وروٰاه عبد الرزاق من حديث عبد الرزاق السلمي عن علي رضي الله عنه قال لاتشريق ولاجمعة الا في مصر جامع ۔ اور اس حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے معارض کوئی اور حدیث ہے نہیں ۔

مخالفین کی سب سے بڑی دلیل حدیث جواثی ہے جو عند التامل اصلاً ان کا مدعٰی ثابت نہیں کر سکتی اس حدیث کا محصل یہ کہ مسجد نبوی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں جو جمعہ پڑھا گیا اس کے پیچھے پہلا جمعہ جواثی کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا ۔ اس حدیث کے صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في مسجد عبد القيس بجواثى من البحرين اور چونکہ بعض روایتوں میں جواثی کو قریہ کہا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے قرية من قرى البحرين لہذا وہ اس سے استناد کرتے ہیں کہ حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے ۔ بلکہ حافظ محمد لکھوی نے تو اس قدر غلو کیا کہ کہہ دیا کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جواثی میں جمعہ پڑھا حالانکہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ جمعہ حضور پُر نُور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشاد والا سے شروع ہوا تھا اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور جواثی تشریف لے گئے ۔ بہرحال یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جواثی شہر تھا کہ اس میں عامل بھی تھا، قلعہ بھی، مکانات بھی تھے، غرض شہر کی تعریف اس پر صادق تھی ۔ صراح میں ہے جواثی قلعہ تھا ، نووی علیہ الرحمۃ نے شرح صحیح مسلم ص۳۰ جلد ۱ میں نقل کیا ہے ، ع قعود في جواثى محصرينا ، اور قریہ کہنے سے اس کا گاؤں ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس زمانہ میں قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا کرتا تھا۔ قرآن کریم میں مکہ مکرمہ کو قریہ فرمایا گیا ہے ۔۔ الذين يقولون ربنا



Marfat.com

اخرجنا من هٰذه القرية الظالم اهلها الاٰية پ۵ ع۷،
من قريتك الذى اخرجتك پ۲۶، دونوں جگہ میں قریہ سے مراد مکہ مکرمہ
ہے اور قرآنِ کریم میں مکہ مکرمہ کو شہر بھی فرمایا گیا ہے لا اقسم بهٰذا البلد وانت
حل بهٰذا البلد. ان دو کلمۂ "بلد" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اور سورہ یٰسین میں شہر انطاکیہ
کو قریہ فرمایا گیا کہ اصحاب القرية آیا ہے۔ اور اسی رکوع میں اس کو مدینہ بھی فرمایا ہے کہ
جاء من اقصى المدينة الاٰية اور مدینہ و بلد کا معنٰے شہر ہے تو معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں
شہر کو قریہ کہا جاتا تھا تو شہر جواثی کو قریہ کہنا ان کا مدعٰی ثابت نہیں کر سکتا۔

قطع نظر ازیں اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہماری زبردست دلیل بنے گی اور مخالفین کا رد
کرے گی کہ مدینہ منورہ اور جواثی کے درمیان مسافت دراز ہے چنانچہ خود وفدِ عبد القیس نے جب مسلمان ہو کر
آیا تھا عرض کی یا رسول اللہ! انا نأتيك من شقة بعيدة وان بيننا و
بينك هٰذا الحى من كفار مضر وانا لا نستطيع ان
نأتيك الا فى شهر الحرام رواه مسلم فى صحيحه ص۳۴ جلد ا۔ پھر جب مدینہ
منورہ میں جمعہ شروع ہوا تو بعد میں سب سے پہلے جواثی میں پڑھا گیا اور جو قرب و جوار میں آبادیاں تھیں ان میں
نہ پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر جواثی بھی گاؤں ہوتا تو اس کا کیا معنٰے کہ ایک گاؤں میں پڑھا گیا اور دوسروں میں
نہ۔ مگر حاشا وکلّا اس حدیث کا بایں معنٰے ہونا بہت ہی مشکل ہے کہ جواثی والے مسلمان ہو کر ۸ھ میں حاضر
ہوئے تھے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم ص۳۴ جلد ا میں فرماتے ہیں قال القاضى عياض
وكانت وفادة عبد القيس عام الفتح قبل خروج النبى
صلى الله عليه وسلم الى مكة ونزلت فريضة الحج
سنة تسع بعدها على الاشهر۔ اور فتح مکہ سے پہلے خیبر وغیرہ شہر فتح ہو چکے
تھے۔ بلکہ مجمع البحار ص۵۴۲ ج۳ میں ہے کہ ۱۰ھ میں آئے تھے تو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا تو کیا ان بلادِ مفتوحہ
میں جمعہ قائم نہ کیا گیا؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس حدیث کے چار اسناد میری نظر میں ہیں اور ہر چار میں ابراہیم
بن طہمان ہے جس کی نسبت تقریب میں ہے تكلم فى الارجاء۔ بہر نہج یہ ثابت ہوا کہ حدیث حضرت




Marfat.com

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض سے سالم ہے۔

اب قرآن کریم سے دریافت کریں کہ آیا متابعت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جائز ہے؟ تو ارشاد ہوتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۵ پ ۱۱ ع ۴ ، اور یہ حنفی وغیر حنفی کا جھگڑا ہے اور قرآن کریم فیصلہ کرتا ہے فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۵ (ترجمہ) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔"

اب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ سنیئے ارشاد فرماتے ہیں وسترون اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ رواہ ابن ماجۃ ص ۵ والترمذی ص ۹۲ ج ۲ ونحوہ یعنی قریب ہے کہ تم سخت اختلاف دیکھو گے تو لازم پکڑنا میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو نہایت مضبوط پکڑنا اس کو" اور حضرت علی رضے اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء راشدین مہدیین سے ہیں۔ نیز اہل قبا جمعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ص ۸۰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان اہل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ ، اور اہل عوالی بھی صحیح بخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضے اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کان الناس یتنابون الجمعۃ من منازلہم ومن العوالی۔ اور صحیح مسلم میں یہ کلمات ہیں کان الناس یتنابون الجمعۃ من منازلہم ومن العوالی نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قولہ یتنابون الجمعۃ ای یأتونہا قولہ من العوالی ھی القری التی حول المدینۃ۔ تو معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ یہ حضرات دوسری نمازوں کی طرح جمعہ بھی اپنے دیہات میں قائم کرتے۔ خصوصاً ابن ماجہ کا باب





Marfat.com

ما جاء من اين توتى الجمعة ، بخاری علیہ الرحمۃ کا باب ما جاء من اين توتى الجمعة وعلى من تجب میں درج کرنا اس پر بداہۃً دال ہے۔ صحیح بخاری شریف ص ۸۳۵ جلد ۲ میں ہے کہ حضرتِ ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید پڑھائی اور وہ دن جمعہ کا تھا تو آپ نے فرمایا يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل العوالى فلينتظر ومن احب ان يرجع فقد اذنت له۔ یعنی اے لوگو! بے شک یہ ایسا دن ہے کہ اس میں تمہاری دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں تو جو اہلِ عوالی سے انتظارِ جمعہ پسند رکھے وہ انتظار کرے اور جو واپس ہونا پسند کرے تو میں نے اجازت دی اسے۔"

اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ عوالی زمانہ خلفائے راشدین میں بھی جمعہ مدینہ مکرمہ میں پڑھا کرتے تھے اور عید بھی، تو اگر ان کے عوالی میں جائز ہوتا تو وہاں بھی اس فریضۃ اللہ کو ضرور قائم کرتے اور اتنا تو وَذَرُوا البيع سے بھی سمجھ آتا ہے کہ جمعہ وہاں ہے جہاں عام طور پر بیع ہوتی ہو۔ اور عام طور پر بیع شہروں میں ہوا کرتی ہے۔ اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جو بیان ہوا وہی مذہب حضرتِ حذیفہ صحابی وعطاء وحسن ونخعی ومجاہد، ابن سیرین وسحنون رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے كما فى الغنية۔

۳۔ مقتدی پر مطلقاً قرآنِ پاک کا پڑھنا منع ہے، نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے نہ دوسری سورت۔ قرآنِ کریم میں صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے، حکم ہوتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ۰" اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر اس کی طرف اور چپ رہو تاکہ رحم کیا جائے تم پر"۔ جب جہر کرتا ہے امام تو استماع ہوگا اور جب آہستہ پڑھتا ہے تو انصات و سکوت ہوگا۔ سننِ نسائی کی حدیثِ ابوہریرہ مرفوع میں ہے واذا قرأ فانصتوا" اور جب قرآن پڑھے امام تو چپ رہو"۔ یہ حکم عام ہے اور یہ حدیث مرفوعاً ابنِ ماجہ میں بھی بروایتِ ابوہریرہ وابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے۔ باقی رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے لاصلوٰة لمن لم يقرأ بام القرآن اس کا جواب بالکل واضح اور بے غبار ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ تو جب امام نے الحمد شریف پڑھا تو مقتدی کا پڑھنا شرعاً حکماً ثابت ہو گیا۔ نسائی شریف میں حدیثِ ابو درداء





Marfat.com

کے آخر میں ہے ما رای الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم اور قول صحابی مقبول ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل وابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ وفی ابن ماجۃ لہ قراءۃ بتقدیم لہ" شرح معانی الآثار میں طحاوی علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ کا فرمان روایت فرمایا ہے لا تقرأ خلف الامام فی شیئ من الصلوٰۃ۔

ج ۲۰۲ اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جب تک دلیلِ حرمت و کراہت نہ آئے کوئی چیز حرام و مکروہ نہیں ہو سکتی۔ اس مدعا پر دلائل واضحہ آیات واحادیث سے صرف چند پر اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے۔ سنئے:

مولےٰ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور رحیم ۰ (ترجمہ) اے ایمان والو ایسی چیزیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے جب قرآن اتر رہا ہو تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔" تو معلوم ہوا کہ ایسی چیزیں جن کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں وہ معاف ہیں یہی ہمارا مدعا ہے۔

تفسیر خازن ص۳۰۰ جلد ۲ میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما قد عفا عنہ فلا تتکلفوا وعن ابی ثعلبۃ الخشنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تقربوھا وترک اشیاء من غیر نسیان



Marfat.com

فلا تبحثوا عنها هٰذان الحدیثان اخرجهما فی جامع الاصول ولم یعزهما الی الکتب الستة۔

سنن ابن ماجہ ص۲۴۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث اول بایں نظم ہے

الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه وروی نحوه الترمذی عنه مرفوعا ایضًا۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۶۲ میں ابوداؤد سے بروایت ابن عباس ہے قال کان اهل الجاهلیة یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث الله نبیه وانزل کتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو وتلا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة الأیة تفسیر کبیر ص۲۵۹ جلد۳ وکان عبید بن عمیر یقول ان الله احل وحرم فما احل فاستحلوه وما حرم فاجتنبوه وترك بین ذٰلك اشیاء لم یحللها ولم یحرمها فذٰلك عفو من الله تعالیٰ ثم یتلو هٰذه الأیة وقال ابوثعلبة الخشنی ان الله تعالیٰ فرض الحدیث نحو ما مر من المشکوٰة والخازن ونحوه (معالم ص۸۲)۔

ان تمام احادیث اور عبارات تفسیر کا ماحصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن کریم میں حلال فرمایا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا ہے وہ حرام ہے اور جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا وہ معاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر فرمائے تو ان کو ضائع نہ کرو، اور کئی چیزوں کو حرام کیا ہے تو ان کے قریب نہ جاؤ اور حدود مقرر فرمائے ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور کئی چیزوں کے بیان کو ترک کیا تو ان سے بحث نہ کرو یعنی اس لئے کہ وہ معاف ہیں، ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہے بدلالة هٰذه الاحادیث و



Marfat.com

ما في معناها كثيرًا ۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بیان بیانِ الٰہی اور تفسیرِ قرآنِ کریم ہے کما نص علیہ الائمۃ ۔ نیز ارشادِ روف و رحیم ہے وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدٰھم حتی یبین لھم ما یتقون ان اللہ بکل شیئ علیم ٥ (ترجمہ) اور شانِ الٰہی نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ فرمائے اور ان پر گمراہی کا حکم لگائے پیچھے ہدایت فرمانے ان کے یہاں تک کہ بیان فرمائے ان کے لئے ان چیزوں کو جن سے بچنا ضروری ہے ان پر، بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۔

تو بیّن طور پر ثابت ہوا کہ جس چیز کا عدمِ جواز شرعِ مطہر سے ثابت نہیں وہ ممنوع نہیں ہے جائز ہے ۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہاں فلاں حادثہ فلاں صورت زمانۂ نزولِ قرآن میں نہ تھی لہٰذا اس کا حکم بیان نہ فرمایا کہ ان اللہ بکل شیئ علیم "بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے" واقعات و حوادث آیندہ تمام کے تمام اسے معلوم ہیں اور سہو و بھول کو اس کی بارگاہِ اقدس تک ہرگز ہرگز رسائی و نسبت نہیں ہو سکتی، تو جس چیز سے منع نہیں فرمایا اسے جائز و مباح قرار دیا ۔ تفسیر کبیر ص۱۳ جلد ۴ میں ہے و بین انہ تعالیٰ لا یواخذھم بعمل الا بعد ان یبین لھم انہ یجب علیھم ان یتقوہ و یحترزوا عنہ ونحوہ فی الخازن ص۱۲۵ جلد ۳ ۔ نیز خازن ص۱۲۸ جلد ۲ میں ہے وھو ان یقدم الیھم النھی عن ذلک الفعل فاما قبل النھی فلا حرج علیھم فی فعلہ ومثلہ فی المعالم ص۱۲۵ جلد ۳ ۔ صاوی علے الجلالین ص۱۲۶ جلد ۲ میں ہے فبین اللہ تعالیٰ انہ لا یواخذ احدا بذنب الا بعد ان یبین حکمہ فیہ ۔

خداوندِ قدوس کا فرمان تو سن چکے کہ وہ معاف فرما چکا ہے ۔ گرفت نہیں فرماتا ، گمراہی کا حکم نہیں لگاتا جب تک نہی نہ آئے مگر عجب کہ وہابیہ اتنے دلیر ہیں کہ بات بات پر مسلمانوں کو گمراہ بلکہ مشرک و کافر کہہ دیتے ہیں اور ہر ہر چیز میں یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواز دکھاؤ حالانکہ جس سے منع کرتے ہیں اس چیز کے منع ہونے کا اثبات ان پر لازم کہ جب تک نہی ثابت نہ ہو منع نہیں ہو سکتا کہ شرع میں غیر منہی عنہ جائز ہے



Marfat.com

ایسے کے حق میں قرآنِ کریم کا یہ فتوےٰ ہے ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هٰذا حلال و هٰذا حرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون ه متاع قليل و لهم عذاب اليم ه پ۱۴ع۲۱۶۔

نیز جس طرح جواز بدون اجازتِ شرع نہیں، اسی طرح منع بھی بدون منعِ شرع نہیں تو یہ ان کی بے انصافی کہ اپنی دلیل بیان نہیں کرتے۔ الٹا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں۔ شرع مطہر سے اباحتِ اصلیہ کا ثبوت نہایت خوش اسلوبی سے ہم نے پیش کر دیا۔ مانع پر لازم کہ دلیلِ منع بیان کرے۔ جب یہ قاعدہ ممہد ہو چکا تو اب اشیائے مسئولہ میں سے ہر ایک کا تفصیلی جواب سنیں۔

ایسا عرس اہل اللہ جو منہیاتِ شرعیہ سے مُبرّا ہو اس میں عموماً یہ امور ہوتے ہیں:۔

(۱) زیارتِ قبرِ ولی اللہ و دیگر قبور کہ اس جگہ عموماً ہوتے ہیں۔

(۲) استفاضہ از صاحبِ عرس۔

(۳) اجتماع عامہ مسلمین و صلحاء و علماء۔

(۴) ملاقاتِ برادرانِ اسلام و سلام و مصافحہ۔

(۵) زیارتِ صوفیاء و صلحاء و علماء۔

(۶) وعظ و ہدایتِ عوام۔

(۷) اطعامِ طعام اور ان چیزوں سے شریعتِ مطہرہ میں ممانعت نہیں تو جائز ہوئیں بحکمِ قاعدۂ ممہدہ ہاں ہاں صرف یہی نہیں کہ شرع نے منع نہیں فرمایا بلکہ جائز فرمایا۔ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مندوب و مامور بہا بنایا ہے۔

(۱) امام مسلم اپنی صحیح ص۳۱۴ جلد۱ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زوروا القبور فانها تذكركم الموت و نحوه ابن ماجة عنه و في آخره بدل الموت الآخرة و نحوه الترمذي عن سليمان بن بريدة ۔ امام مسلم حضرتِ بریدہ



Marfat.com

سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها و نحوه النسائی عنه صـ٢٨٥ جلدا و ابن ماجة صـ١١٤ عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه بزیادة فانها تزهد فی الدنیا و تذکر الاٰخرة۔

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یا ایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون ہ صاوی علے الجلالین صـ٢٤٥ جلدا میں ہے ومن جملة ذٰلك محبة انبیاء الله و اولیاءه و الصدقات و زیارة احباب الله وکثرة الدعاء وصلة الرحم وکثرة الذکر۔

شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں حضرتِ امام غزالی سے ناقل کہ وہ فرماتے ہیں" ہرکہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ میشود بوے ... بعد از وفات " اور انشاء اللہ استغاثہ واستمداد کا بیانِ شافی جوابِ سوالِ دوم میں آئے گا۔

(۳) مشکوٰۃ شریف صـ٤٢٦ میں حضرتِ معاذ بن جبل رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قال الله تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیّ و المتجالسین فیّ و المتزاورین و المتباذلین فیّ۔ یعنے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ثابت ہوئی محبت میری ان کے لئے جو ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں میرے لئے اور ان کے لئے جو ایک دوسرے کے لئے خرچ کرتے ہیں میرے لئے رواه مالك۔ نیز اسی میں بروایتِ ابی موسےٰ اشعری رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مثل الجلیس الصالح و السوء کحامل المسك و نافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ریحا طیبة و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك و اما ان تجد



Marfat.com

منه ريحا خبيثة متفق عليه - مشکوٰۃ شریف ص۳۴ میں بروایت احمد و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی ایک حدیث طویل میں ہے ان العلماء ورثة الانبیاء کہ بے شک علماء وارث انبیاء کے ہیں"

(۴) مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷ میں بیہقی سے ہے کہ فرمایا ابوہریرہ نے کہ میں حاضر تھا خدمت اقدس رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے بے شک بہشت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالا خانے ہیں، ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، چمکتے ہیں جیسے ستارہ روشن چمکتا ہے۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کون لوگ بسیں گے؟ تو فرمایا آپ نے المتحابون فی اللہ و المتجالسون فی اللہ و المتلاقون فی اللہ یعنی وہ لوگ بسیں گے جو اللہ عزوجل کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اللہ عزوجل کے لئے"

مشکوٰۃ شریف ص۳۹۷ میں بروایت امام مسلم ابوہریرہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے کہ تم بہشت میں داخل نہ ہو گے اس حد تک کہ ایماندار ہو اور کامل ایماندار نہ بن سکو گے اس حد تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھو۔ اور کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جب اس کو کرو تو ایک دوسرے کے دوست بن جاؤ، آپس میں عام کرو سلام کو" مشکوٰۃ شریف ص۴۰۱ میں بروایت احمد و ترمذی و ابن ماجہ براء بن عازب سے ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا کہ جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ ضرور معاف ہو جاتے ہیں"

(۵) ثبوت گزر چکا۔

(۶) قرآن کریم میں ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون باللہ پ۴ ع ۳، مشکوٰۃ شریف ص۳۲ میں صحیح بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمر کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے بلغوا عنی ولو آیة "میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی"



Marfat.com

(۷) قرآنِ کریم میں ہے وممّا رزقنٰهم ينفقون پ۱ ع ۲ "اور ہمارے دیے گئے رزق سے خرچ کرتے ہیں" نیز ہے ویطعمون الطعام علٰی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا پ۲۹ ع ۱۹ "اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم، اسیر کو"۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۹۷ میں صحیح مسلم سے بروایتِ عبد اللہ بن عمرو ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام (اعمالِ اسلام) بہتر ہے؟ فرمایا کہ کھلائے تو کھانا اور کہے تو سلام جس کو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے"۔ تو جب عرس کے اجزاء و افراد کی مشروعیت انفراداً ثابت ہوئی تو اجتماعاً ضرور ثابت ہوگی کہ عبادات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر گناہ نہیں بن سکتیں۔ ہاں ایک اور چیز بھی مانعین کو دھوکا دے رہی ہے یعنی عدمِ جوازِ تعیین، کہ وہ کہتے ہیں معین کر کے مستحب کام کا ادا کرنا جائز نہیں، ممنوع ہے۔ اور عرس معیّن کر کے کیا جاتا ہے لہٰذا منع ہوا۔ مگر ان کا یہ قاعدۂ عدمِ جوازِ تعیین محض کھوکھلا اور بے بنیاد ہے۔ جن اشیاء کی مشروعیت مطلقاً شرعِ مطہر سے ثابت ہے وہاں تعیین حضرت رساں نہ ہوگی کہ مطلق معین و غیر معین دونوں کو شامل ہے تو دونوں صورتوں میں مشروعیت ثابت ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ وہ مطلق مطلق نہ رہے بلکہ مقید بعدم التعیین بن جائے۔ اور یہ جائز نہیں کہ مطلق کو اپنی طرف سے مقید کیا جائے۔ اتقان ج۲ ص۳۱ میں ہے یبقی المطلق علی اطلاقہ۔ افسوس کہ معبودِ حقیقی جو اپنے فضل و کرم سے ثواب دینے والا ہے وہ تو مطلق کام پر وعدۂ ثواب کرے اور یہ لوگ اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کریں کہ ثواب تب ہوگا اگر مقرر کر کے نہ کرے۔ اور مقرر کر کے کرنے میں ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ و عذاب ہے ان هٰذا الا اختلاق۔

خداوند سبوح و قدوس ارشاد فرماتا ہے وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر۔ "یعنی جو بھلا کام اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے نزدیک پاؤ گے، اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے"۔ نیز فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ "یعنی جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا"۔ تو عدمِ تعیین کی قید کہاں سے لاتے ہیں؟

یہاں تک مدعیٰ تو ثابت ہو چکا مگر ہم قرآن و حدیث سے بالخصوص جوازِ تعیین کا ثبوت بھی دکھاتے ہیں کہ مخالفین کی سسکی بھی بند ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے خاص بندوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے



Marfat.com

والذین فی اموالھم حق معلوم پ۲۹ ع۶، یعنی وہ لوگ جن کے مالوں میں حق معلوم ہے" تفسیر کبیر ص۲۱۳ جلد۸، تفسیر خازن ص۱۳۶ جلد۷، میں ہے و النظم من الخازن وقیل ھی صدقۃ التطوع و ذلک بان یوظف الرجل علی نفسہ شیئا من الصدقۃ یخرجہ علی سبیل الندب فی اوقات معلومۃ یعنے ایک قول یہ ہے کہ "حق معلوم" سے مراد صدقہ نفلی ہے اور بایں طور کہ مقرر کرے بندہ اپنے اوپر صدقہ جو استحبابی طور پر کرے مقرر وقتوں میں" صحیح بخاری ص۳۰۷ جلد۱ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر روز صبح وشام صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دولت سرا میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین و لم یمر علینا یوم الا یأتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طرفی النھار بکرۃ و عشیا۔ نیز صحیح بخاری شریف ص۴۱۴ جلد۱ میں حضرت کعب بن مالک سے مروی کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو عموماً خمیس کے دن تشریف لے جاتے ان کعب بن مالک یقول لقلما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج فی سفر الا یوم الخمیس۔ نیز اسی میں انہی سے مروی کہ آپ خمیس کے دن تشریف لے جانا پسند فرمایا کرتے تھے و کان یحب ان یخرج یوم الخمیس۔ ترمذی شریف ص۲۳۳ ج۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا کبھی خدمت اقدس نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے قیام فرماتے اور بوسہ محبت دیتے اور بٹھاتے ان کو اپنی مجلس پاک میں اور جب کبھی نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لیجاتے تو کھڑی ہو جاتیں اپنی مجلس سے اور ادب سے چوم کر اپنی مجلس میں بٹھاتیں حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو" قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قام الیھا فقبلھا و اجلسھا فی مجلسہ وکان النبی





Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا۔ صحیح بخاری شریف ص۵۹۱ جلد۱ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا میں ہر سنیچر تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی مسجد قباء کل سبت ماشیا او راکبا وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہ۔ صحیح بخاری شریف ص۱۶ جلد۱ میں ابی وائل سے مروی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر خمیس کو وعظ فرمایا کرتے تھے کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس۔ صحیح بخاری شریف ص۱۲۸ جلد۱ میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ایک صحابیہ ہر جمعہ کے روز صحابہ کرام کو بعد از نماز جمعہ مختصر سی دعوت کھلاتی تھی کہ چقندر کو ہانڈی میں ڈالتی اور مٹھی بھر جو کا آٹا اوپر سے ڈالتی تو یہ ہمیں کھلایا کرتی تھی اور ہم اس طعام کے لئے روزِ جمعہ کی آرزو کیا کرتے تھے فکانت اذا کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق فتجعلہ فی قدر ثم تجعل علیہ قبضۃ من شعیر تطحنہا فتکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرف من صلوٰۃ الجمعۃ فنسلم علیہا فتقرب ذٰلک الطعام الینا فنلعقہ وکنا نتمنی یوم الجمعۃ لطعامہا ذٰلک۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے ص۳۱۶ جلد۱ اور ص۸۱۳ جلد۲ میں بھی ہے اور ان دونوں جگہوں میں "نزورہا" زیادہ ہے تو اس حدیث نفیس سے دعوت بتعیین الیوم اور تعیین قسم طعام اور تعیین زیارت و سلام بھی ثابت ہے۔ صحابیہ دعوت کرنے والی تھی اور صحابہ کرام کھانے والے تھے اور ان کو شبۂ عدم جواز کا وہم بھی نہ ہوا۔ تفسیر کبیر ص۲۰۰ جلد۵، تفسیر ارشاد العقل ص۱۵ جلد۱ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بنفس نفیس قبورِ شہداء کی طرف تشریف لے جاتے اور خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے والنظم للامام فخر الدین الرازی وعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ یأتی قبور



Marfat.com

الشهداء رأس كل حول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الاربعة هكذا كانوا يفعلون

جذب القلوب شریف ص۱۹۴ میں ہے " درخبر است کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر سر ہر سال بر قبور شہدائے احد می آمد و می فرمود سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار"

غور سے دیکھا جائے تو یہ عرس کا خاص جزئیہ ہے۔ یہاں تک جوازِ تعیین اجزائے عرس کا بیان تھا ہے مگر دلیلِ عام اول کی طرح ایک اور دلیل بھی سنئے کہ صدہا مسائل کا فیصلہ بوجہِ واضح ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ عباداتِ مستحبہ کو اوقاتِ معینہ میں بالتعیین کرنا مطلقاً جائز و مستحبِ مستقل ہے جسے اللہ جل جلالہ خود اور اللہ کے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہت پسند فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف ص۱۱ جلد۱، ابن ماجہ ص۳۲۲، نسائی شریف میں ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک بی بی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا فلاں، جو سوتی نہیں اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے پس فرمایا آپ نے چپ رہو، عمل میں سے اپنے مقدور کو لازم پکڑو کہ اللہ کی قسم کہ اللہ عزوجل ثواب دینا بند نہیں کرتا جب تک تم اکتا نہ جاؤ۔ اور بہت پیارا اعمالِ دین سے حضور کو وہ عمل تھا جس پہ دوام ہو۔ نسائی شریف میں یہ کلمات ہیں ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دخل عليها وعندها امرأة فقال من هذه قالت فلانة لا تنام تذكر من صلوتها فقال مه عليكم من العمل ما تطيعون فوالله لا يمل الله عز وجل حتى تملوا وكان احب الدين اليه ما دام عليه صاحبه

صحیح بخاری شریف ص۵۲ جلد۱ میں ہے کہ حضرتِ صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا سے مسروق علیہ الرحمۃ نے سوال کیا کہ کونسا عمل نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بہت پیارا تھا، فرمایا ہمیشگی والا۔" قال سألت عائشة اى العمل كان احب الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قالت الدائم۔ اور یونہی بخاری کے ص۹۵ جلد۲ میں بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف ص۲۶۶ جلد۱ میں ہے کہ ام المؤمنین صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے





Marfat.com

عرض کی گئی کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے؟ فرمایا ہمیشگی والا اگرچہ تھوڑا ہو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل ومثلہ فی صحیح البخاری ص۹۵۷ جلد ۲ نیز صحیح مسلم شریف ص۲۶۵ جلد۱ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اعمال میں سے مقدور بھر اختیار کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ثواب دینا ہرگز بند نہیں کرتا یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ" اور فرمایا کرتے تھے کہ بہت پیارا عملوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے احب العمل الی اللہ تعالیٰ ما داوم علیہ صاحبہ وان قل ونحوہ فی ص۲۶۶ وفیہ زیادۃ وکان[1] آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا عملوا عملا اثبتوہ۔ ابن ماجہ ص۳۲۲ میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سب عملوں سے پیارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نیک عمل تھا جس پر ہمیشگی کرے بندہ اگرچہ تھوڑا ہو وکان احب الاعمال الیہ العمل الصالح الذی یدوم علیہ العبد وان کان یسیرا۔ نیز ابن ماجہ ص۳۲۳ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے عمل کی خواہش کرو جس پر دوام کی طاقت ہو تمہیں اس لئے کہ بہتر عملوں کا ہمیشگی والا ہے اگرچہ تھوڑا ہو اکلفوا من العمل ما تطیقون فان خیر العمل ادومہ وان قل۔ اور یہ ارشادات اعمال مندوبہ یا واجبہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق ہیں اور مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز نافلہ کے متعلق یہی فرما رہی ہیں کہ صحیح مسلم ص۲۷۷ جلد۱ میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا ان دو رکعتوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے پھر کسی عارضے سے رہ گئیں تو آپ نے ان کو عصر سے پیچھے پڑھا، پھر ہمیشگی فرمائی ان پر اور جب آپ کسی نماز کو پڑھتے تو ہمیشگی فرماتے تھے فقالت کان یصلیھما قبل العصر

---

[1] اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب عمل کرتے تھے ثابت کر لیتے تھے ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

ثم انه شغل عنهما او نسيهما فصلاهما بعد العصر ثم اثبتهما و كان اذا صلى صلوٰة اثبتها قال يحيى بن ايوب قال اسماعيل يعنى الدوام عليها و نحوه فى النسائى ص۶۹ جلد ۱۔

دیکھو صراحۃً ثابت ہوگیا کہ نماز نافلہ پر دوام فرمایا کہ وہ رکعتیں پہلی دفعہ کو قضائے سنت تھیں مگر صرف ایک دن اور آئندہ نفلی تھیں۔ بلکہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نفل کا نام ہی سنت ہے تو یہ نفلی عبادت پر دوام ہوا۔ اور سنیئے صحیح بخاری شریف ص۱۵۲ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ضرور چھوڑا کرتے تھے کسی عمل کو حالانکہ آپ دوست رکھتے تھے اس کے کرنے کو بسبب خوف اس بات کے کہ عمل کریں ساتھ اس کے لوگ پس فرض کیا جائے ان پر قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیدع العمل و هو یحب ان یعمل به خشیة ان یعمل به الناس فیفرض علیهم۔ اور یہ بھی یقیناً نوافل ہی میں تھا کہ ترکِ واجب غیر متصور بلکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کی طرف قیام رمضان کے لئے تشریف آوری ترک فرمائی تو یہ عذر فرمایا کہ میں نے تشریف لانا اس لئے ترک کیا کہ تم پر فرض کا خطرہ تھا۔

صحیح بخاری شریف ص۱۵۲ جلد ۱ اور صحیح مسلم شریف ص۲۵۹ جلد ۱ میں ہے ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم فلم يمنعنى من الخروج اليكم الا انى خشيت ان يفرض عليكم قال و ذلك فى رمضان۔ پس اس وشمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ عبادات مستحبہ بالتعیین بہت محبوب ہیں اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تو مانعین پر لازم کہ محبوب ترین خدا اور رسولِ خدا کو ممنوع وحرام نہ کہیں واللہ الهادی۔ ہاں اگر کسی ایک عبادت کے کسی خاص وقت میں کرنے سے شرع منع کرے تو اس عبادت کو اس وقت میں کرنا جائز نہیں نہ مطلقاً نہ معین، جیسے نماز





Marfat.com

طلوع واستواء وغروب کے وقت اور اگر کسی عرس کے موقع پر کوئی کام غیر مشروع کوئی شخص کرے جیسے ناجائز کشتیاں کھلے بندوں قوالی وغیرہ تو اس کام کا ازالہ از حد ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے عرس حرام و ممنوع نہیں ہوسکتا چنانچہ بیاہ شادی جسے عربی میں عرس کہا جاتا ہے اس میں بھی لوگوں نے کئی ناجائز کام گھر ڈولی وغیرہ داخل کر لئے ہیں تو ان کی وجہ سے نفسِ شادی حرام نہیں ہوسکتی بلکہ ان کا ازالہ از حد ضروری ہے اور اس کی نظائر بہت ہیں۔

ہاں اگر کوئی عرس محض اس غرض سے شروع کیا جاتے کہ افعالِ محرمہ کا وسیلہ بنایا جائے چنانچہ آجکل کئی بھنگڑ چرس نوش، زندیق ملنگوں نے محض پیٹ پروری کی غرض سے کئی مصنوعی عرس بنائے ہوئے ہیں جن میں اعمالِ صالحہ مذکورہ سے کوئی ایک برائے نام ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز طریق پہ، اور علمائے کرام کے پکے دشمن ہوتے ہیں، تو ایسا مصنوعی عرس یقیناً ممنوع اور واجب الازالہ ہے کہ یہ عرس ہے ہی نہیں، محض فریب ومکر اور بہانہ چرس نوشی وحرام کوشی ہے مگر حاشا وکلّا ایسے مصنوعی عرسوں کی وجہ سے اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز ناجائز وممنوع نہیں ہوسکتے۔ مولیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے لا تزر وازرة وزر اخرٰی۔ لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت۔

مسئلہ طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً شک وشبہ وریب کو راہ نہیں کہ جب شرعِ مطہر نے منع نہیں فرمایا تو بحکم اباحتِ اصلیہ کم از کم مباح ضرور ہوگا اور مباح نیتِ صالحہ سے مستحب وعبادت بن جایا کرتا ہے کہ انما الاعمال بالنيات وصرح به محی الدين النووی فی شرح صحيح مسلم و القاضی عياض فی كتاب الشفاء وغيرهما فی غيرهما۔ سوال میں تخصیصِ حضورِ طعام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر طعام حاضر نہ ہو تو سائل کو اس کے جواز میں شک وشبہ نہیں لہذا ہم اطمینانِ سائل کے لئے طعام کو حاضر رکھ کر پڑھنا ثابت کرتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف صفحہ ۳۴۲ جلد ا میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی کہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے شہادت پائی حالانکہ ان پر قرض تھا میں پیش کیا میں نے ان کے تمام قرض خواہوں



Marfat.com

پر کہ تمام تازہ کھجوریں تمام قرضوں کے بدلے لیں تو انہوں نے انکار کیا کہ ان کو کھجور کم معلوم ہوئی تو میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب کھجوروں کو کاٹ کر کھلیان میں رکھو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اطلاع کرنا تو آپ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے تو حضور کھجوروں پر بیٹھے اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا قرضداروں کو بلا کر پورا پورا ادا کرو تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا جو میرے باپ پر تھا اور تیرہ وسق بچے (الحدیث) کلمات استدلالیہ یہ ہیں

فجلس علیہ فدعا بالبرکۃ۔

صحیح بخاری شریف ص۳۳۸ جلد ۱ میں ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرام کے خرچ کم ہو گئے اور محتاج ہو گئے پس نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اونٹوں کے نحر کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی، پس ملے ان کو حضرت عمر پس خبر دی انہوں نے ان کو تو فرمایا کہ کیا باقی رہنا تمہارا ہے تمہارے اونٹوں کے بعد، پس خدمت اقدس نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا باقی رہنا ان کا ہے ان کے اونٹوں کے بعد تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں منادی کرو کہ بچے ہوئے خرچ لائیں پس بچھایا گیا اس کے لئے چام اور وہ بچی ہوئی چیزیں اس پر رکھی گئیں پھر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، پس دعا فرمائی اور برکت ڈال دی اس پر، پھر منگوائے ان کے توشہ دان تو لوگوں نے پُر کئے حتیٰ کہ فارغ ہوئے پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ گواہی دیتا ہوں میں اس کی کہ لا الٰہ الا اللہ و انی رسول اللہ۔ کلمات استدلالیہ یہ ہیں

فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا وبرک علیہ۔ اور اسی طرح ہے ص۴۱۹ جلد ۱ پر بھی۔

اور صحیح مسلم شریف ص۱۷۹ جلد ۲ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ ابوطلحہ نے ام سلیم کو فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو طعام کی ضرورت ہے تو کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے تو عرض کی ہاں، پس نکالا جو کی روٹیوں کو اور اپنے کپڑے کے ایک حصے میں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے دبا دیا اور باقی کپڑا مجھے اوڑھا دیا۔ پھر بھیجا مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف، کہا پس میں لے گیا اس طعام کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقدس میں تشریف فرما پایا اور آپ کے ساتھ



Marfat.com

صحابہ بھی تھے تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ تو میں نے عرض کی جی ہاں تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو جو آپ کے ساتھ تھے اٹھو کہا پس چلے حضور اور چلا میں ان کے آگے آگے حتے کہ ابوطلحہ کو آکر خبر دی تو ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم! ضرور تشریف لائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ تمام کو کھلائیں تو ام سلیم نے عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے، کہا پس استقبالاً ابوطلحہ آگے سے جاکر ملے پس تشریف لائے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ساتھ اس کے حتی کہ داخل ہوئے آپ اور ابوطلحہ تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے اے ام سلیم! تو وہ لائیں انہی روٹیوں کو تو حکم فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ریزہ ریزہ کرنے کا تو ریزہ ریزہ کی گئیں اور نچوڑا ام سلیم نے اپنے کپّے کو تو سالن ڈالا اس نے پھر پڑھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو چاہا اللہ تعالےٰ نے کہ پڑھیں پھر فرمایا دس کو اجازت دے تو اجازت دی اور پیٹ بھر کر کھا کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو تو اجازت دی پس سیر ہو کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو حتے کہ تمام قوم نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ قوم ستر یا اسی مرد تھے۔ اس میں یہ کلمات مبارکہ ہیں ثم قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ ان یقول۔

اور اسی طرح اور پانچ سندوں سے بھی اسی صفحہ میں ہے اور سنن ترمذی صنا۲۱ جلد ۲ میں بھی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کھجور و طعام حاضر پہ دعا و برکت فرمانا اس کی بیّن دلیل ہے کہ طعام حاضر رکھ کر دعا مانگ سکتا ہے اور ہر فاتحہ کے بعد ضرور دعا ہوا کرتی ہے لہذا کھانا بھی رکھا جاتا ہے۔ تو یہ سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا بلکہ حدیثِ انس مذکورہ سے طعام پر پڑھنا صراحۃً ثابت ہے ومن ادعی الفرق فی ہذا بین کلام و کلام فعلیہ البیان ببرہان تام۔

نیز طعامِ پاک کے پاس قرآن کریم پڑھنا کیونکہ منع ہو سکتا ہے حالانکہ قرآنِ کریم شفاء و رحمت ہے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین تو اگر اس شفاء و رحمت کا اثر اس طعام پر ہوا اور ہوگا ضرور تو فبہا ورنہ یہ تو متیقّن کہ باعثِ مضرت نہیں۔ بلکہ احادیث سے ثابت کہ قرآنِ پاک پانی پہ استشفاء کے لئے پڑھا جائے۔ اتقان جلد ثانی صـ۱۶۴



Marfat.com

نہ بنانا تم قبروں کو مسجدیں، بے شک میں روکتا ہوں تمہیں اس سے "۔ تو نہی تجصیص وبناء مذکور کا حمل اس معنے پر کہ قبور پر مساجد بنانا ممنوع ہے بقرینۂ حدیثِ مذکور وہم معنٰی اس کے اولیٰ ہے کہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ جب تجصیص وبناء میں فائدہ نہ ہو تو نہ کرو کہ عبث ممنوع ہے، یا اس بناء پر نہی ہو کہ قصدِ تکبر ومفاخرت وغیرہا اغراضِ فاسدہ سے ہو تو ممنوع ہے۔ یا قبرستان موقوف ہو کہ اس میں تجصیص وبناء سے زمینِ موقوف رکتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۴۸ میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم کی قبر پہ پانی چھڑکا اور کنکریوں کو رکھا وان رش علی قبر ابنہ ابراھیم و وضع علیہ حصباء رواہ فی شرح السنۃ وروی الشافعی من قولہ رش۔

اس سے آگے صاحبِ مشکوٰۃ نے حدیثِ نہی تجصیص جابر رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرکے آگے یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرتِ جابر سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قبرِ مطہر پر پانی چھڑکا گیا اور چھڑکنے والے بلال بن رباح تھے کہ مشک کے ساتھ چھڑکا تھا وعنہ قال رش قبر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و کان الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح بقربۃ الحدیث ورواہ البیہقی۔ نیز اسی میں ہے کہ قبرِ انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی قبروں پر کنکریاں چنی ہوئی تھیں، سرخ عرصہ کی کنکریوں سے مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء۔ تو خود نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایک قسم کا پختہ بنانا ثابت ہوا اور صحابہ کرام سے بھی گویا کہ صاحبِ مشکوٰۃ بھی اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں بتقدیم حدیث وضع الحصباء ورش الماء وتاخیرہ۔

جذب القلوب شریف ص۱۲۱ میں شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے حجرہ شریف نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کچی اینٹوں سے بنا کیا۔ بعد ازاں عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اس کو منہدم کر کے منقوش پتھروں سے بنا کیا" و بعد ازاں کہ امیر المؤمنین عمر در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشتِ خام بناء کرد و تا زمانِ حدوثِ عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں را ہدم کرد و بحجارہ منقوشہ برآورد و برظاہرِ آں



Marfat.com

حظیرۂ دیگر بنا کرد ۔

مشکوٰۃ شریف صـ۱۵۲ میں بخاری شریف سے ہے۔ جب حضرت حسن بن امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وصال شریف ہوا تو آپ کی زوجہ شریفہ نے آپ کی قبر پر قبہ بنایا اور سال تک رکھا اور لبعدازاں اٹھایا و عن البخاری تعلیقا قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت ۔ تو وہ مائی صاحبہ تابعیہ تھیں، اہلِ بیت کرام سے تھیں، زمانۂ تابعین میں یہ کام کیا اور کسی نے منع نہ کیا، صرف ایک دو دن نہیں ایک سال تک غرضِ صحیح سے رکھا۔ اتنی مدتِ مدید میں کسی کی نظر سے اوجھل رہ سکتا ہے؟ اور لبعد کو اٹھانا ہمیں مضر نہیں کہ جب وہ غرض منتفی ہوئی تو اٹھالیا۔ اور مدار نیت و غرض پر ہے کما سمعت۔

جذب القلوب شریف صـ۱۸ میں ہے کہ حضرتِ عقیل بن ابی طالب برادرِ حضرتِ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا روضہ بنایا" قبورِ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالےٰ عنہن نیز قریبِ دارِ عقیل است کہ چوں عقیل بن ابی طالب چاہی در دارِ خود حفر کرد از آنجا سنگے برآمد کہ در وے نوشتہ اند قبرِ ام حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را بانباشت و عمارتے بربالا قبر بنا کرد " تو جب صحابہ کرام و تابعین عظام سے روضے بنانا ثابت ہوا تو اس میں کونسا خدشہ رہا؟ حالانکہ حدیث صحیح ہے انما الاعمال بالنیات۔ اس کے بہت نظائر ملیں گے کہ کام نیتِ صالحہ سے صالح ہو جاتا ہے مثلاً ملتے وقت حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع اور ہاتھ پاؤں چومنے معظمِ شرعی کے جائز و احادیث سے ثابت حالانکہ چومنے میں جھکنا ضرور پایا جاتا ہے۔ امامِ بخاری علیہ الرحمۃ الادب المفرد صـ۲۳۹ میں وازع بن عامر سے راوی کہ فرماتے ہیں جب ہم حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک پکڑ کر چومے قال قدمنا فقیل ذاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذنا بیدیہ و رجلیہ نقبلہا۔ وہیں روایت کہ حضرت علی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ پاؤں چومے عن صہیب قال رأیت علیا یقبل ید العباس و رجلیہ۔ مسلمان روضے بنانے مستحسن سمجھتے ہیں اور حدیث میں وارد کہ ما راٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ



Marfat.com

حسن ۔ تو روضے بنانے مستحسن عند اللہ ہوئے ۔ اور نیت صالحہ کئی وجہوں سے ہو سکتی ہے مثلاً یہ کہ عوام دیکھ کر پہچانیں گے کہ یہاں کوئی اہل اللہ آرام فرما ہیں، فاتحہ پڑھیں گے، فیض اٹھائیں گے تو یہ نشان عرفانِ قبور اہل اللہ کا ہے۔ اور آنے والے سایہ میں فاتحہ پڑھ لیں گے، گرمی و سردی، آندھی وغیرہ سے محفوظ رہیں گے، قرآن شریف پڑھنا چاہیں تو وہ بھی بآرام پڑھ سکیں گے۔

حضرتِ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ شریف ص۴۲۳ جلد ا میں فرماتے ہیں " در مطالب المومنین گفتہ اند کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبور مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و استراحت یابند دراں و نشینند در سایہ آں۔ نقل کردہ است آں را از مفاتیح شرح مصابیح الخ" اور اسی طرح مجمع البحار شریف میں ہے۔

اسواط العذاب کے آخر میں حضرت ابنِ حجر کی شرح صحیح بخاری، فتح الباری سے منقول ہے ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت فقد جاز ۔ اور ایک یہ نیت بھی صحیح ہے کہ عوام قبروں کی بے حرمتی کے خوگر ہو رہے ہیں تو یہ صاحبِ روضہ جو شرعاً معظم ہیں ان کی تربتِ اطہر کی بے حرمتی بھی نہ کریں۔ اسواط العذاب کے آخر میں تفسیر روح البیان سے ہے بناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔

گیارہویں شریف کا ثبوت ثبوتِ عرس کے ضمن میں گزر چکا کہ گیارہویں بھی خیرات و صدقہ معینہ ہی ہے۔

منا سائل نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس سے مدد مانگنے کے متعلق سوال ہے؟ یہاں کئی احتمال ہیں، مولےٰ تعالےٰ سے مدد مانگنا مراد ہے یا مسلمانوں سے علی العموم یا صاحبِ روضہ سے؟ اور یہ تمام استمداد جائز ہیں جن کا جواز قرآنِ کریم واحادیث و تفاسیر سے ثابت ہے۔ استمداد باللہ تعالےٰ کے جواز کے تو مخالفین بھی قائل ہیں رہی تعیین۔ اس کا ثبوتِ کامل گزر چکا اور استمداد و استعانت بالمخلوق بھی کامل طور پر ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ہے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ پ۱ ع۵ ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ پ۲ ع۳ ۔ تو استعانت بالصبر والصلوٰۃ استعانت بالمخلوق ہے کہ صبر و صلوٰۃ اعمال ہیں اور تمام اعمال مخلوق ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے واللہ



Marfat.com

خلقکم و ما تعملون پ۲۳ ع۶ یعنے اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے" قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدِ سکندری بنانے کے وقت متعلقہ لوگوں سے مدد طلب کی فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینہم ردما پ۱۶ ع۲ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مکے والے مسلمان جنھوں نے ہجرت نہیں کی ان کا ترکہ تم کو نہیں ملتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں مدد طلب کریں تم سے تو تم پر ان کی مدد ضروری ہے و الذین اٰمنوا ولم یہاجروا ما لکم من ولایتہم من شیء حتی یہاجروا و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینہم میثاق و اللہ بما تعملون بصیر۔ پ۱۰ ع۶۔ قرآن کریم میں ہے کہ سیدنا عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریوں سے مدد طلب فرمائی یا ایہا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ پ۲۸ ع۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو علی العموم حکم دیا ہے کہ میری طرف وسیلہ طلب کرو یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ پ۶ ع۱۰ اور وسیلہ الی اللہ سے مراد وہ چیز ہے جو بارگاہِ الٰہی کے قریب کرے۔ تفسیر جلالین وصاوی علی الجلالین ص۲۴۵ جلد۱، تفسیر کبیر ص۳۹۹ جلد۳، تفسیر ارشاد العقل ص۴۱۴ جلد۳، تفسیر خازن ص۳۹ جلد۲، تفسیر معالم التنزیل ص۳۹ جلد۲ و النظم من الجلالین ما یقربکم الیہ۔ اور اولیاء اللہ یقیناً اللہ کا مقرب بنانے والے ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ جب نظر آجائیں اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے تفسیر کبیر ص۱ جلد۵، خازن ص۱۶ جلد۳، معالم التنزیل ص۱۶ جلد۳، صاوی ص۱۶۶ جلد۲ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اولیاء کے متعلق ہے ہم الذین اذا رأوا ذکر اللہ و النظم من الخازن۔ مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷ میں ہے خیارکم اذا رأوا ذکر اللہ رواہ ابن ماجۃ۔

سبحان اللہ! معنیٔ وسیلہ ان کی ذواتِ بابرکات پر کیسا چسپاں ہوا! رہا بعض کا اقتصار طاعت پر تو وہ بطورِ تمثیل ہے کہ مفسرین کرام بعض افراد پر تمثیلاً اقتصار فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اتقان ص۱۷۱ جلد۲ میں ہے



Marfat.com

الثانی ان یذکر کل منہم من الاسم العام بعض انواعہ علی سبیل التمثیل وتنبیہ المستمع علی النوع لا علی سبیل العد المطابق للمحدود فی عمومہ وخصوصہ الخ

اور احادیثِ شفاعتِ کبریٰ وغیرہا سے روزِ روشن کی طرح جوازِ توسل و استمداد واضح ولائح ہے اور اس کا شرک نہ ہونا بھی کہ اس میدانِ جاں گداز میں شرک و شرکیات کے بطلان پر وقوف کفار تک کو بھی ثابت ہو گا و للّٰہ الحجۃ البالغۃ۔ اب معاندین بتائیں کہ ان کے امام کا قول تقویۃ الایمانی صفحہ ۸ (پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے) کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہو اور دنیا و آخرت میں موجود و متحقق و متکرر و متقرر و مقرر ہو وہ شرک ہو سکتی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اب خاص استمداد و امداد بعد از انتقال کا ثبوت سنیئے!

پہلے سمجھنا چاہیے کہ امداد روح کرتا ہے اور روح ہر ایک کا زندہ ہوتا ہے کہ موت جسم پر واقع ہوتی ہے اور موت قبضِ روح از جسم کا نام ہے تو جو اولیاء قبل از وصال امداد کر سکتے ہیں وہ بعد از انتقال بھی کر سکتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۷۱۶ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بزائراں واحوالِ ایشاں ثابت است وارواح کاملاں را قربی ومکانتی درجنابِ حق ثابت است چنانچہ درحیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات وتصرف در اکوان حاصل است وآں نیست مگر ارواحِ ایشاں را وارواح باقی ست۔"

صاوی علی الجلالین صفحہ ۱۰ جلد ۳ میں ہے ارواح المطیعین مطلقۃ غیر محبوسۃ

تفسیر کبیر صفحہ ۴۹۸ جلد ۲ میں ہے الارواح المفارقۃ عن ابدانہا المشاکلۃ لہذہ الارواح فی الصفات والطبیعۃ والخاصیۃ یحصل لہا نوع تعلق بہذا البدن بسبب المشاکلۃ والمجانسۃ وتصیر کالمعاونۃ لہذہ الروح علی اعمالہا الی ان قال انعکس انوارہا بعضہا علی بعض علی مثال المرأۃ المشرقۃ



Marfat.com

المتقابلة وكذا عن الغزالى فى التفسير الكبير ص۳۱۳ جلد ۸ بلکہ قوی ہوجاتا ہے۔ تفسیر کبیر ص۲۲۴ جلد ۵ میں ہے "وان النفوس البشرية والارواح الانسانية اذا فارقت ابدانها قويت فى تلك الصفات التى اكتسبتها فى تلك الابدان وكملت فيها الى ان قال وتصير تلك النفس المفارقة معاونة لهذه النفس المتعلقة بهذا البدن ومعاضدة لها على افعالها واحوالها.

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ سیدی احمد رزوق علیہ الرحمۃ نے جو اعاظم فقہاء و علماء مشائخ مغرب سے ہیں فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے دریافت کیا کہ امداد زندے کی زیادہ قوی ہے یا مردے کی تو میں نے کہا کہ ایک گروہ کہتا ہے امداد زندے کی بہت قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امداد مردے کی زیادہ قوی ہے، تو شیخ نے فرمایا ہاں! اس لئے کہ وہ بارگاہِ حق تعالےٰ میں ہے " پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق ست و درحضرۃ اوست "

بیضاوی شریف، کبیر و روح البیان وتفسیر عزیزی میں فالمدبرات امرا کی ایک تفسیر یہ بتائی کہ اس سے مراد ارواح ہیں تو لامحالہ استمداد جائز ہوئی کہ وہ امداد کرسکتے ہیں اور امداد کرنیوالوں سے استمداد کا ثبوت گزرچکا۔ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب شریف ص۲۲۴ میں فرماتے ہیں

" اما تبرک وتوسل در عالمِ برزخ وموطنِ قبر در اختصاصِ او بہ حضراتِ قدسی سماتِ انبیاء ورسل صلوات اللہ علیہم اجمعین تردد است وظاہر جوازِ اوست درغیرِ ایشاں از اولیاء اللہ وصلحائے امت واللہ اعلم از جہتِ عمومِ جوازِ توسل درحالتِ حیات باضمیمۂ بقائے روحِ میت وشعور وادراک (الیٰ ان قال) وورودِ نصِ صریح دروے حاجت نیست از جہتِ وجود بقائے ذات متوسل بخلاف موطنِ اول بلکہ عدمِ ورود نص بر منعِ آں کافی ست الخ

تفسیر عزیزی ص۱۰۹ پ۳۰ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں (مترجم سے ہے) اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچھ خلل واقع نہیں ہوتا (الیٰ ان قال) اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں الخ اولیائے کرام تو





Marfat.com

مظہرِ صفاتِ حق تعالےٰ ہیں۔ ان کی امداد امدادِ حق تعالےٰ ہے تو ان سے استمداد درحقیقت حق تعالےٰ سے استمداد ہے تو یہ ممنوع کیسے ہوسکے؟ صحیح بخاری شریف ص۹۶۳ جلد ۲ حدیث قدسی میں ارشادِ حق تعالےٰ ہے کہ میں جب اپنے بندے کو دوست بناؤں تو بن جاتا ہوں اس کا کان جس سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جو پکڑتا ہے اس سے اور اس کا پاؤں جو چلتا ہے اس سے یعنی وہ بندہ مظہر صفاتِ علیہ بن جاتا ہے فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها۔ اور جب ان حضرات کا یہ شان ہے تو قبل از وصال و بعد از وصال ہر حال میں جوازِ استمداد ثابت ہوا کہ درحقیقت یہ استمداد حق تعالےٰ سے ہے اور امداد اس کی طرف سے ہے اور وہ ہر وقت امداد فرما سکتا ہے۔ اور موت سالبِ ولایت نہیں بلکہ موکدِ ولایت ہے۔ الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون بلکہ ان کے ارواحِ طیبہ بعد از وصال مدبّرات بن جاتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت فالمدبرات امرًا کی ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ ثم ان هذه الارواح الشریفة العالیة لا یبعد ان یکون فیها ما یکون لقوتها و شرفها یظهر منها اثار فی احوال هذا العالم فهی المدبرات امرًا الیس ان الانسان قد یری استاذه فی المنام و یسئله عن مشکل فیرشده الیها الخ اور اس کی مثل تفسیر بیضاوی و تفسیر روح البیان میں بھی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسے صفتِ نفس بتایا کہ تفسیر عزیزی مترجم ص۲۱۰ میں ہے "اور پانچواں درجہ وہ ہے کہ کمال کے سبب حدوں کو طے کرکے تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اس کے کام کا پیشوا اور استاد ہوجاتے کہ اور لوگ اس سے اپنی مشکل حل کرا دیں اور اس صفت میں بے تدبیر اور مشورے اس شخص کے کام نہ کرسکیں۔ اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے:۔

فالمدبرات امرًا۔ وللہ الحمد۔

مخالفین پر سب سے بھاری شہادت کہ اس کا اصلاً انکار نہیں کرسکتے ان کے امام میاں اسمٰعیل



Marfat.com

دہلوی کا قول ہے ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری - صراطِ مستقیم صـ۱۶۶ میں کہتا ہے کہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ارواحِ مقدسہ میرے پیر پہ جلوہ گر ہوئے اور ایک پہر تک توجہ قوی اور تاثیرِ زور آور فرماتے رہے۔ اس حد تک کہ دونوں طریقوں کی نسبت اسی ایک پہر میں پوری ہوئی " روزے ہر دو روحِ مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفسِ نفیس حضرتِ ایشاں توجہ قوی و تاثیرِ زور آور مے فرمودند تا ایں کہ در ہماں یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرتِ ایشاں گردید" اسی ایک قول سے افاضۂ ارواح اور تاثیرِ ارواح ثابت ہوئی اور دور سے جاننا اور توجہ قوی فرمانا بھی ثابت ہو گیا کہ اول تو پیر جی دونوں حضرات کرام کے مزاراتِ طیبہ پر حاضر نہ تھے اور اگر ہوں تو ایک مزار کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں نہ کہ دونوں کے پاس، اور توجہ دونوں حضرات نے یک وقت فرمائی، مان رہا ہے کہ "ہر دو امام" اور "در ہماں یک پاس" کہہ رہا ہے تو اب انکاری کیوں ہیں؟

اس سے بھی سخت تر شہادت سنئے کہ وہی امام مزار پر جا کر فیض لینا بھی مان رہا ہے۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے کہ ایک دن پیر جی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مرقدِ منور کی طرف گئے اور مرقدِ منور پہ مراقبہ میں بیٹھے اور مراقبہ میں ان کے روحِ پُر فتوح سے ملاقات ہوئی اور آنجناب نے پیر جی پر بڑی قوی توجہ فرمائی اور اس کے سبب ابتداءً حصولِ نسبتِ چشتیہ ہو گیا " روزے حضرتِ ایشاں بسوئے مرقدِ منور حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ تشریف فرما شدند و بر مرقدِ مبارک ایشاں نشستند و دریں اثناء بروحِ پُر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرتِ ایشاں توجہے بس قوی فرمودند کہ بہ سبب آں توجہ ابتداءِ حصولِ نسبتِ چشتیہ متحقق شد" اسی قول سے مزاروں پر حاضر ہونا، مراقبہ میں مزاروں کے پاس بیٹھنا، ملاقاتِ ارواح، علمِ ارواح و تصرفِ ارواح، ارواح کا پُر فتوح ہونا وغیرہ ثابت ہو رہا ہے۔ ہاں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی جاہل مخلوق کو مستقل بالذات سمجھ کر مدد مانگے یعنی یوں سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کے محتاج نہیں، اس کی دی ہوئی طاقت کے سوا مدد کر سکتے ہیں تو ضرور وبالِ شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے مگر اس میں یہ تفرقہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ زید و عمرو و عوام کو یوں سمجھے تو کوئی حرج نہیں اور اولیائے کرام کو یوں سمجھے تو شرک ہو جاتا ہے یا بالعکس یا تفرقِ موت و حیات ہو کہ شرک میں تفرقہ محض خبط ہے اور خواہ



Marfat.com

خواہ ظنِ بد بھی مسلمان پر حرام ہے اور سخت حرام ہے۔ مسلم کا اسلام اعلیٰ قرینہ ہے کہ وہ بندگانِ خدا کو وسیلہ و واسطہ و مظہرِ قدرت سمجھ کر ہی مدد طلب کر رہا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مخالف تو یوں بھی مشرک ہی کہتے ہیں کہ تقویت الایمان کے ص۶ پر ان کا امام صاف صاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ (سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے) مگر عاقل خوب سمجھتا ہے کہ یہ شرک نہیں ہو سکتا جس کا ثبوتِ بیّن گزر چکا۔ خود مخالفین حکماء و حکام سے امداد مانگا کرتے ہیں، چندے وغیرہا طلب کرتے ہیں۔ بلکہ خود ان کے امام کے اقوال ابھی سن چکے کہ افاضۂ و استفاضۂ ارواح کا اقرار کر چکا تو بحکم اقرار مرد آزاد مرد خود اپنے منہ سے اپنے آپ کو مشرک کہہ گیا۔ مگر بحمدہٖ تعالیٰ اس استعانت سے مسلمان ہرگز ہرگز مشرک و مرتکبِ گناہ نہیں ہو سکتے بلکہ مستفیض و مستفیز و مستفید ہیں والحمد للہ علیٰ ذلک۔

مسئلہ ۱۱ قبروں پر چراغ جلانا ممنوع ہے کہ قبر حقِ مقبور ہے۔ اس میں تصرف نہ کیا جائے۔ اور بعض احادیث سے ثابت ہے مگر اس سے یہ سمجھنا کہ قبر کے پاس نیتِ صالحہ سے بھی ممنوع ہے غیر صحیح ہے کیونکہ بعض احادیث میں "علیٰ" آیا ہے اور "علیٰ" کا معنے حقیقی استعلاء ہے نہ کہ "عند و لدیٰ" کہ مخالف دلیل پکڑ سکے اور بلا دلیلِ شرعی عدول عن الحقیقۃ سخت منع ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اٹھ جائے۔ اور جب اس سے ممانعت نہیں آئی تو بحکم اباحتِ اصلیہ مباح ضرور ہوگا بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات نیتِ حسنہ سے مندوب و مستحسن ہوگا۔ مجمع البحار ص۱۰۱ جلد ۳ میں ہے وان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع فیہ للتلاوۃ والذکر فلا بأس بالسراج فیہ۔ بلکہ غرضِ صحیح کے ساتھ قبر کے پاس خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چراغ جلانا مروی ہے کہ سننِ ترمذی شریف ص۱۳۷ جلد ا میں ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل قبرا لیلاً فاسرج لہ سراج فاخذہ من قبل القبلۃ وقال رحمک اللہ ان کنت لاواہا تلاءً القراٰن وکبر علیہ اربعا۔ اور اس حدیث کی تحسین بایں الفاظ فرمائی ہے قال ابو عیسٰی حدیث ابن عباس حدیث حسن۔ ہاں بلا غرض یا معاذ اللہ نیتِ تعبد یا اغراضِ فاسدہ سے ہو تو ضرور ممنوع ہے۔ مگر ان صورتوں میں قبر کی کیا تخصیص ہے جہاں ہو ممنوع ہے اور بلا دلیل مسلمانوں پر ظنِ بد بھی حرام ہے کہ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ



Marfat.com

مسئولا وارد ہے۔

**مسئلہ ۱۲-۱۳** داڑھی منڈانے والے کی امامت جائز ہاں مگر فرض ذمہ امام و مقتدی سے ساقط ہو جاتا ہے ضرور ثابت ہے مگر مکروہ اور سخت مکروہ ہے کہ داڑھی منڈانے والا گنہگار ہے اور گناہ کو بدلنا اور برا جاننا ہر ایک مسلمان پر بہت ہی ضروری ہے حتیٰ کہ صرف دل سے برا جاننے والے کو اضعف الایمان فرمایا گیا۔ اور اس کے پیچھے کوئی درجہ نہیں چھوڑا گیا۔ صحیح مسلم شریف ص۵۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔ اس کی شرح میں نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فقوله صلى الله عليه وسلم فبقلبه معناه فليكرهه بقلبه۔ تو مسلم من حیث ہو مسلم اس کو ضرور برا جانے گا اگرچہ کسی عارضے کی وجہ سے ظاہر نہ کر سکے۔ سے اس کے آقا نے بتا دیا کہ اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ اس کے پیچھے درجۂ ایمان نہیں اور اسے یہ کیونکر پسند آئے کہ تارکِ اسوۂ حسنۂ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم مصلائے محبوب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر کھڑا نظر آئے اور احادیث طیبہ میں وارد کہ ایسے کی نماز قبول نہیں ہوتی کہ امام بنے اس قوم کا کہ اسے ناپسند جان رہے ہوں۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۰۰ میں ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہے کہ ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون ہاں اگر مقتدی ایسے مجبور ہیں کہ اس کے پیچھے نہ پڑھیں تو سخت خطرہ ہے کہ سلطان یا نائب سلطان ہے تو ان مقتدیوں کو اجازت ہے اور تمام جماعت کا اہلِ جماعت نہ ہونا جائے تعجب نہیں کہ نبی علیم صلی اللہ علیہ وسلم وانائے ما کان وما یکون اس کی خبر پہلے دے چکے ہیں اور آپ کی ہر خبر یقیناً صحیح و صادق ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

مشکوٰۃ شریف ص۱۰۰ میں ائمہ احمد و ابوداؤد و ابنِ ماجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نشانوں سے ہے ان يتدافع اهل المسجد لا يجدون اماما يصلى بهم۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو توفیق عطا کرے تو توبہ کرنی مشکل نہیں، کچھ خرچ نہیں آتا، کچھ دیر نہیں لگتی، توبہ ظاہرہ کر کے اسی وقت امام بلا کراہت بن سکتا ہے کہ التائب من الذنب كمن لا ذنب له والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه۔ کیا مسلمانوں کی جماعت میں ایک بھی رجلِ رشید ایسا نہیں کہ تارکِ اسوۂ حسنہ



Marfat.com

مطابق عقیدہ رکھے اور اس کو شائع کرے اور لکھ کر دے آیا مسلمان ہے یا کافر؟ عبارت یہ ہے: جمعہ فرضِ عین ہے دیہاتوں میں، جو شخص دیہاتوں میں جمعہ نہ پڑھے گا یا اب نہیں پڑھتا ہے محمد صاحب (ایک شخص مسمّٰی بامحمد) قرآن وحدیث کی رو سے اسے کافر ثابت کریں گے بینوا ماجورین من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے مگر بالشرائط اور چونکہ مصرِ جامع بھی ان شرائط میں سے ہے لہٰذا دیہات میں نمازِ جمعہ فرض نہیں۔ اس مدّعا پر دلائلِ قاہرہ باہرہ زاہرہ ظاہرہ شہود عدل ہیں جن میں سے چند حوالۂ قلم کئے جاتے ہیں۔

(۱) وہی حدیثِ جواثی جو طائفہ بھر کی مایہ ناز اور بہترین دلیل ہے، ہمارے مدّعا کے لئے نہایت ہی واضح درروشن دلیل ہے جو یہ ہے وعن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین رواہ البخاری فی صحیحہ (ص۱۲۲ مجتبائی) و البیہقی فی سنن الکبرٰی (ص۱۷۶ جلد۳ دائرۃ المعارف) وابوداؤد فی سننہ مع زیادۃ فی الاسلام وقریۃ من قری البحرین۔

وجہِ استدلال یہ کہ جب مسجدِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے نمازِ جمعہ جواثی میں قائم کی گئی حالانکہ احادیثِ صحاح سے ثابت کہ جواثی مدینہ طیبہ سے بہت ہی دور ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ قبا، وعوالی وغیرہا بہت سے دیہات جو مدینہ طیبہ سے بہت قریب تھے سب سے پہلے ان میں جمعہ قائم کیا جاتا اور ان سب کو پسِ پشت ڈال کر سب سے پہلے جواثی میں قائم نہ کیا جاتا۔





Marfat.com

اور روایتِ ابوداؤد میں زیادتیٔ قریۃ من قری البحرین نہ ہمیں مضر اور نہ ہی مخالف کو مفید کہ لفظِ قریہ کا اطلاق لغتِ عرب میں شہر پر بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم پ۲۶ ع ۶ میں مکہ شریف کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک الآیۃ حالانکہ قرآنِ کریم پ۳۰ ع ۱۵ میں مکہ شریف کو شہر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد الآیۃ۔ اور اسی طرح قرآنِ کریم میں شواہد کثیرہ موجود ہیں۔ صراح ص۴۲ مجیدی، مجمع البحار ص۲۱۷ جلد ا، کشوری والنظم من المجمع ھو حصن بالبحرین اور جس آبادی میں قلعہ ہو اس پر تعریفِ مصرِ جامع صادق آتی ہے۔

(۲) قال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لاجمعۃ والتشریق الا فی مصر جامع رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ص۱۷۹ جلد ۳ والطحاوی فی مشکل الآثار ص۵۴ جلد ۲۔ اور قاعدۂ مسلمۂ اصولِ حدیث کی رو سے یہ موقوف حکم مرفوع میں ہے۔ مشکل الآثار کے اسی صفحہ میں ہے مما یحیط علمنا انہ لم یقلہ رأیا اذ کان مثلہ لا یقال بالرأی و انما لم یقلہ الا توقیفا ولا توقیف یوجد فی ذلک الا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۳) حضرتِ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی رواہ البخاری فی صحیحہ ص۱۲۳ جلد ا و مسلم فی صحیحہ ص۲۸۰ جلد ا والبیہقی فی سننہ الکبریٰ ص۱۷۳ جلد ۳۔ اگر دیہات میں جمعہ فرض ہوتا تو دوسری نمازوں کی طرح وہ حضرات عوالی میں بھی قائم کرتے اور ہمیشہ مدینہ طیبہ میں حاضر نہ ہوتے۔ مجمع البحار ص۴۰ جلد ۳ و فیہ انہ لایجب الجمعۃ علی من ھو خارج المصر۔

(۴) اور ایسے ہی اہلِ قبا مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ سننِ ابن ماجہ ص۸۰ فاروقی میں ہے ان اھل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الجمعۃ۔



Marfat.com

(۵) اور باوجودیکہ سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دس روز سے زیادہ قبا میں تشریف فرما ہونا اکثر اقوال سے ثابت ہے مگر جمعہ قائم نہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں۔ صحیح بخاری کے ص۵۵۵ جلد ا میں ہے فلبث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرة لیلة۔ اور ص۵۶ میں ہے فاقام فیھم اربع عشرة لیلة اور تفسیر اتقان ص۳۶ جلد ا والجمعة فرضت بمکة۔

(۶) صحیح بخاری شریف ص۸۳۵ جلد ۲ اور مؤطا امام مالک ص۱۵۵ جلد ا میں ہے کہ حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عید کے دن فرمایا کہ جو اہلِ عوالی سے جمعہ کے لئے ٹھہرنا چاہے تو ٹھہرے اور جو واپس ہونا چاہے تو میں نے اسے اجازت دے دی و النظم من البخاری قال یا ایھا الناس ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعة من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ امام مالک نے اس حدیث کو باب لاجمعة فی العوالی و من حضر المدینة منھم فلہ الرجوع قبل دخول الوقت میں اخراج فرمایا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اہلِ دیہات پر جمعہ نہیں۔

(۷) بلکہ خود حضور پُرنور سید یوم النشور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ آپ نے اجازت فرمائی چنانچہ مشکل الآثار ص۵۳ جلد ۲، سنن ابوداؤد ص۱۵۳، صحیح مستدرک ص۲۸۸ جلد ا، مسند ابی داؤد طیالسی ص۹۴ میں ہے و النظم من المسند ثم رخص فی الجمعة فقال من شاء ان یصلی فلیصل۔

(۸) اور اس کے علاوہ بہت سے دلائل ہیں جو اختصاراً تحریر نہیں کئے جاتے۔ ہاں اتنا سمجھنا نہایت ہی ضروری کہ نمازِ ظہر فرضِ قطعی اور فرضِ عین ہے۔ غیر مقلدین کے پاس وہ کونسی قطعی دلیل ہے جس سے دیہات میں اس فرضِ قطعی کو جمعہ کے روز بلاعذر ترک کر کے مسلمان بنے رہتے ہیں۔ آیۂ جمعہ بالاجماع مخصوص ہے حتے کہ طائفۂ غیر مقلدین کے نزدیک بھی کہ بیمار اور نابینا، لنگڑا، غلام، مسافر، عورت اور تنہا، بالاجماع مخصوص ہیں حالانکہ ان



Marfat.com

تمام پر بھی نمازِ ظہر فرضِ عین ہے۔

صد افسوس کہ برائے نام اور کمزور دلائل کو اپنی رائے قاصر سے دلائل سمجھ کر جہل مرکب میں گرفتار ہو کر علماء و ائمہ عظام و صحابہ کرام پر معترض بنتے ہیں۔ صرف معترض نہیں بلکہ کفر و شرک تک پہنچتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں کسی فتوے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عوام اہلِ اسلام بلکہ خواص یعنی ائمہ کرام اور اخص الخواص یعنے صحابہ کرام کو کافر کہا بلکہ خاک بدہانِ گستاخ اس کی یہ گستاخی سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک پہنچی کہ سرکار سے دیہات والوں کے لئے رخصت ثابت جیسے مذکور ہوا حالانکہ صرف کسی عام مومن کو اگر کوئی کافر کہے تو ظاہر حدیث کے لحاظ سے خود کافر ہو جاتا ہے اور ظاہر ہی پر عمل کرنا انکا مذہب ہے۔ صحیح بخاری ص۹۰۱ جلد ۲ میں حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے و النظم للثانی ان رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما۔ بلکہ عدالتِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایسے طائفہ بھر کے لئے یہ حکم نافذ ہو چکا کہ دینِ اسلام سے خارج ہے چہ جائیکہ اس کا قول بدتر از بول کہاں سے کہاں تک پہنچا؟ چنانچہ صحیح بخاری ص۶۲۴، ص۱۰۲۴ جلد ۲ وغیرہ میں ہے یمرقون من الدین اور بے ادبی اولیائے کرام اور انبیائے عظام تو ان کے نزدیک شیر مادر ہے جس کی وجہ سے اسلام و ایمان سے خارج اور دنیا و آخرت میں ملعون اور عذابِ مہین کے سزاوار بن جاتے ہیں۔ خود قرآنِ کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لہم عذابا مہینا۔ اہلِ اسلام پر لازم کہ ان سے ہر حال میں بچے رہیں اور اپنے دین و ایمان پر قائم و ثابت قدم رہیں اور جلتی آگ سے زیادہ انہیں مضر سمجھیں کہ ذیاب فی ثیاب یہ ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد و
علیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانہ میں پاکستان کے دیہات میں جہاں پہلے جمعہ نہیں پڑھا جاتا اب جمعہ پڑھا جانا چاہیئے یا نہیں؟ کیا وہ شرائط جو جمعہ کے لئے ہونی لازمی ہیں وہ سلطنتِ پاکستان میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور جمعہ اگر پڑھا جاوے تو فرضی پڑھنا چاہیئے یا احتیاطی؟ بینوا توجروا۔

السائل: فضل حق از ڈولو وال تحصیل دیپال پور ۲۷-۷-۵۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سیدنا حضرت مولیٰ مشکل کشا علی المرتضےٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ و حضرتِ حذیفہ و عطاء و حسن بن ابی الحسن و نخعی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون و امامِ ہمام حضرتِ ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین کے نزدیک نمازِ جمعہ دیہات میں نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے لا تجوز فی القریٰ عندنا وھو مذھب علی بن ابی طالب وحذیفۃ وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاھد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمۃ الثلاثۃ لما روی ابن ابی شیبۃ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال لاجمعۃ ولا تشریق ولاصلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ وصححہ ابن حزم فی المحلی۔

فتاویٰ نوریہ جلد اول



Marfat.com

کتبِ مذہب میں متوناً و شروحاً و فتاوٰے بہی مصرح و مشرح ہے کہ ادائے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے اور شہر بھی جامع، جب شہر ہونا متحقق ہولے تو بعد ازاں جامع ہونے کی تحقیق ضروری ہے اور مصر کی صحیح تعریف وہ ہے جو غنیہ وغیرہا میں مذکور ہے انہ بلدة كبيرة فيها سكك واسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح (ترجمہ بیشک وہ (مصرِ جامع) ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد محلے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم با اختیار ایسا ہو کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے رعب سے اور علم سے یا اپنے غیر کے علم سے، اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں"

حدیثِ جواثی جسے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھے ہوتے ہیں وہ دراصل ہماری زبردست دلیل ہے اور ان کا زبردست رد کرتی ہے۔ بہر نہج احناف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے كما لا يخفى على اولى النهى۔ اور سلطنتِ پاکستان کے دیہات بھی دوسرے ممالک اسلامی کی طرح دیہات ہی ہیں اور اگر کوئی بزعمِ خود جمعہ پڑھے تو فرضِ ظہر از روئے مذہبِ مہذب احناف ضرور ادا کرے کہ فرضِ ظہر اس جمعہ کے ساتھ ساقط ہوتا ہے جو حقیقۃً شرائط کے ساتھ جمعہ ہو کما مر۔

والله تعالى اعلم و علمه جل مجده اتم واحكم
وصلى الله تعالى على حبيبه و آله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

جناب عالی صاحب



Marfat.com

السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کا پینتالیس گھر ہے۔ حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جمعہ اس گاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام محمد بقلم خود ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسے موضع میں حضرتِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک نمازِ جمعہ نہیں پڑھی جاتی، جو دعوےٰ کرے وہ ثبوت دے ورنہ کاذب متصور ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۸ھ

## الاستفتاء

مکرمی محترم نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ سب سے پہلے اپنا تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ حاجی کرم الٰہی صاحب اور محمد اسحاق رکن پوره والوں کو جانتے ہی ہوں گے۔ محمد اسحاق کا لڑکا ہوں اور مولوی محمد اکرم صاحب کا ہم جماعت اور دوست ہوں۔ یہاں پر ملازمت کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں پر ہم ایک بجلی گھر بنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسجد بنانے کی بھی کوشش شروع کی ہے۔ مجھ ناچیز کو مسجد کمیٹی کا سیکریٹری منتخب کیا گیا ہے اس لئے اپنے فرائض کو انجام دینے کے لئے کبھی کبھی آپ کی رہبری کی ضرورت پیش آتی رہے گی اور میں امید واثق کرتا ہوں کہ





Marfat.com

آپ مایوس نہیں فرمائیں گے۔ فی الحال مندرجہ ذیل دو مسئلوں کے متعلق آپ سے دریافت کر رہا ہوں :۔

نمبر۱ : نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے کم از کم کن شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے جن کے بغیر نمازِ جمعہ ادا نہیں کی جاسکتی ؟

نمبر۲ : ایک شخص نے کسی بزرگ کو اپنا مرشد تسلیم کیا اور مرشد کی وفات ہوگئی۔اب مذکورہ شخص دوسرے کو مرشد بنا سکتا ہے یا نہیں ؟ جوابی لفافہ ارسالِ خدمت ہے جواب دیکر مشکور فرمادیں۔

الراقم : میاں بشیر احمد جاوید کوئٹہ تھرمل سکیم شیخ ماندہ براستہ کوئٹہ ۲۵-۵-۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : بعد از دعوات عافیت طرفین آنکہ مرسلہ ملفوف ملا۔میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کے خط سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔آپ بڑے شوق سے سوال بھیجا کریں میں حاضر ہوں مگر چونکہ کام بہت زیادہ ہے لہذا کبھی جواب ذرا دیر سے دیا جاتا ہے۔ اور اب تو کئی دن مجھے تکلیف رہی ہے۔ امید کہ اسے صحیح عذر پر محمول کریں گے۔

مسئلہ ۱ : جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ہوگا ہی نہیں۔ ۱۔شہر ۲۔بادشاہِ اسلام حقیقۃً یا حکماً۔ ۳۔وقتِ ظہر ۴۔خطبہ ۵۔جماعت۔ ۶۔اذنِ عام ، یہ سب شرطیں آسانی سے پائی جاتی ہیں مگر صرف پہلی شرط ہے جو دیہات میں نہیں پائی جاتی لہذا دیہات میں جمعہ نہیں کما فی عامۃ معتبرات المذھب۔

مسئلہ ۲ : ہاں جب پہلے مرشد کا انتقال ہوجائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ مرشد وہی ہوسکتا ہے جو عالم دین، سُنّی، صحیح العقیدہ، پابندِ شریعت ہو۔ یہ شرط ضروری ہے پہلا مرشد ہو یا دوسرا یا تیسرا کیونکہ جو خود ناواقف ہو یا گمراہ ہو تو دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت و رشد کا سبق کیا دے سکتا ہے؟

باقی سب خیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب۔ دو تین دن ہوئے آپ کے والد ماجد صوفی محمد اسحاق صاحب اسٹیشن



Marfat.com

پڑھے تھے، سب خیریت بتاتے تھے۔ والسلام

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۸-۶-۶۳

# الاستفتاء

بخدمت جناب واجب الاحترام حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل فتوے تحریر فرماویں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری منڈی رائے ونڈ جو ضلع لاہور کی ایک اہم منڈی ہے یہاں ریلوے اسٹیشن، اڈا لاریاں، آڑھتیں، بازار، تھانہ، ڈاک خانہ، شفاخانے، ٹیلیفون، بجلی ٹاؤن، کمیٹی منڈی، محصول چونگی وغیرہ ہر ایک چیز پائی جاتی ہے غرضیکہ ضلع لاہور کا مشہور قصبہ ہے، یہاں کی جامع مسجد اہل السنت والجماعت جو کہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے؟ میں جمعۃ المبارک باحسن وجوہ بروقت ادا کیا جاتا ہے اور جمعہ میں مجمع تقریباً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں احتیاط الظہر کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا یہاں احتیاط الظہر کا ادا کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ آیا ہر خاص و عام کو احتیاط الظہر کے متعلق مجبور کیا جاتے یا نہ؟ اگر عوام الناس احتیاط الظہر نہ پڑھیں تو کیا حکم ہے؟ نیز واضح فرماویں کہ جمعہ فرض ہے یا کہ نہیں؟ آیا جمعہ علیحدہ فرض ہے یا ظہر کا نعم البدل ہے؟ آیا حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں احتیاط الظہر ادا کی جاتی تھی یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا من اللہ اجراً عظیما۔

السائل الحائل: فقیر محمد منظور احمد نقشبندی مرتضائی خطیب جامع مسجد اہل سنت منڈی رائے ونڈ ضلع لاہور

نوٹ: اپنے فتوے پر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے مدرسین حضرات کی طرف سے تاکید اور دستخط زیادہ مناسب ہیں ضرور ہونے چاہئیں۔



Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

# الجواب

اللّٰهم اجعل لى النور والصواب

ایسے مقام میں جمعہ فرض ہے۔ فتاوٰی عزیزیہ ص۳ میں ہے لا شک فی جواز الجمعۃ فی البلاد و القصبات۔ اور جمعہ فرض محکم ہے۔ فتح القدیر ص۲۱ جلد۲ میں ہے ان الجمعۃ فریضۃ محکمۃ بالکتاب و السنۃ و الاجماع اسی کے صفحہ ۲۲ میں ہے وقد صرح اصحابنا بانہا فرض اٰکد من الظہر۔ اور یہیں سے ظاہر کہ وہ علیحدہ فرض ہے اور ظہر کا بدل نہیں اور صرف استظہاری نہیں بلکہ اسفارِ مذہبِ مہذب اس کی تصریحاتِ جلیلہ سے مملو ہیں۔ اسی کے ص۲۱ میں ہے ھی فرض ابتداء بحر ص۳۳ میں متن و شرح میں تصریح ہے کہ امامِ زفر علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظہر جمعہ کا بدل یا کالبدل ہے اور یہ کسی کا بھی قول نہیں کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے فیما روی۔ احتیاط الظہر ایسے مقام میں فرض یا واجب نہیں اور سنت تو کہیں بھی نہیں۔ ہاں بعض وجوہ کی بناء پر مستحب ہے مگر وہ بھی عوام کے لئے نہیں تو مجبور کیوں کئے جائیں؟ اور کیا حکم کیا جائے؟ فتاوٰی رضویہ ص۶۰۵ جلد۳ میں ہے ویفتی بہ الخواص لا العوام۔ اور ظاہر ہے کہ زمانِ اقدس میں احتیاط الظہر ادا نہیں کی جاتی تھی کہ اس کا مبنی و سبب ہی اس وقت نہ تھا۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ الانور وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

۹ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۲-۲-۶۴

فتاوٰی نوریہ جلد اول



Marfat.com

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ گاؤں میں نمازِ جمعہ فرض ہے یانہیں؟

سائل : عبدالعزیز بقلم خود ، محمد رمضان بقلم خود ۲۸-۵-۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

گاؤں میں نمازِ جمعہ فرض نہیں حسب الارشاد حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سنن بیہقی ص۱۷۹ جلد ۳ وغیرہا میں ہے قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے ، فتاوےٰ عالمگیر ص۴۳ جلد ا میں ہے ولادائہا شرائط فی غیر المصلی منہا المصر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ ۲۸-۵-۶۶

# الاستفتاء

نمبر ۱ : عرض ہے کہ ایک آدمی نے ریش کے بارے میں تنگ کر رکھا ہے ۔ آپ حدیث شریف سے بیان



Marfat.com

فرمائیے۔

نمبر۲ : عید فطر کی نماز عورتوں پر باجماعت جائز ہے تو یہ بھی غریب کو بتا دیجیے۔ بہایت مہربانی ہوگی۔

السائل : صوفی محمد اسماعیل از کمال اسلام پور ۲۶ رماہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حامدًا و مصلیا و مسلمًا میرے محترم!

۱ : اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ (الیٰ) اطیعوا اللہ و الرسول یعنی رسول اللہ کی پیروی کرو اور اللہ کا حکم مانو " اور بخاری شریف ص۸۷۵ جلد۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں و فروا اللحی و احفوا الشوارب " بڑھاؤ ڈاڑھیوں کو اور ترشواؤ مونچھوں کو " نیز ارشاد فرماتے ہیں انھکوا الشوارب و اعفوا اللحی " مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ " ان دو حدیثوں کے ہم معنے بہت سی حدیثیں کتبِ حدیث میں وارد ہیں اور بہت سے دلائل قویہ سے ڈاڑھی کا بڑھانا ثابت ہے مگر میں نے بغرض اختصار صرف دو آیتوں اور دو حدیثوں پر اکتفا کیا کہ ایماندار کو یہی کافی اور بدمذہب تابع نفس و ہوا کو ہزار ہا دفتر بھی ناوافی۔ اور یہ بھی خیال کہ شاید آپ اس فتوے کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں پہنچیں۔

۲ ، میرے معزز! عورتیں نمازِ عید میں شریک نہیں ہو سکتیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن۔ " اور اپنے گھروں میں ٹھہرو " یہ خطاب خواتین کو ہے تو جب گھر میں ٹھہرنے کا حکم ہے تو باہر جانا خود بخود ہی منع ہوا۔ البتہ جہاں دلیل سے ثابت ہو جائز ہے جیسے حج ورنہ اسی حکم میں داخل، جن احادیث سے جواز ثابت، وہ زمانۂ اقدس و مقدس محبوبِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ مختص کہ سب زمانوں سے ستھرا اور پاکیزہ اور نیک تھا۔ حدیث شریف میں ہے خیر القرون قرنی " سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے " اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا



Marfat.com

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد" اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عورتوں کا یہ حال ہوتا تو آپ ضرور منع فرما دیتے۔"

دیکھا صدیقہ رضے اللہ تعالٰے عنہا کس طرح تاکید فرما رہے ہیں کہ حضور ضرور منع فرمادیتے اور دراصل یہ اجتہادِ صدیقہ رضے اللہ تعالٰے عنہا نفسِ حدیثِ مرفوع سے ہے کما اشار الیہ مسلم وھو واضح کہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اذا شھدت احدٰکن المسجد فلا تمس طیبا "کوئی ایک تمہاری جب مسجد میں آنا چاہے تو خوشبو نہ لگائے۔"

مشکوٰۃ شریف میں ہے لا تقبل صلٰوۃ امرأۃ تطیب للمسجد حتی تغتسل غسلھا من الجنابۃ رواہ ابوداؤد وروی احمد والنسائی نحوہ۔

سبحان اللہ! جب صدیقہ رضے اللہ تعالٰے عنہا باوجود پرہیزگاری واجتہاد وعلوِ شان اپنے زمانہ کی نسبت جو ہمارے زمانے سے ہزارہا مرتبہ بہت بہتر تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان کو اپنے زمانہ سے دوسرے مرتبہ میں رکھا اور صحابہ وصحابیات بکثرت موجود تھے، حدودِ شرعیہ جاری تھیں، احتمالِ بدی بہت ہی کم تھا، صرف اسی وجہ سے کہ اس زمانہ میں بہ نسبت زمانِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم زیادہ زینت و زیب وخوشبو اور اچھے کپڑے پہنے جاتے تھے مگر وہ بھی موافق شرع، نہ زمانے کی طرح تب بھی بہ لحاظِ احادیثِ مذکورہ وغیرہ کے یہ فرما رہی ہیں تو ہمارے زمانے کا حالِ پر ملال تو یقیناً قطعاً منع وعدمِ جواز کا مقتضی ہوا کہ اس زمانہ میں صحابہ وصحابیات

---

لہ یعنے زینت خوشبو اور اچھے کپڑے ۱۲ من النووی علی صحیح مسلم سلہ حیث اتی بالحدیث الاٰتی وبمعناہ وقول الصدیقۃ بعد الاحادیث المطلقۃ وعادتہ وغیرہ من ائمۃ الحدیث ان یذکروا الاحادیث التی یرونھا منسوخۃ ثم یعقبونھا بالناسخ صرح بہ النووی فی شرح صحیح مسلم وکذا یأتون بعدھا ما یستنبط منھا ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

موجود اور اب بالکل مفقود اور اس زمانہ میں حدود شرعیہ جاری جن سے لوگوں پر سخت رعب طاری تھا اور اب آزادی کا وہ عالم کہ اگر عورت راضی ہو تو زنا پر بھی کوئی تعزیر عائد نہیں کی جاتی۔ زیب و زینت ولباس وخوشبو کا وہ منظر کہ خدا امان دے بانکی ادا بانکی چال شیطان کا پورا پورا جال، تو ثابت ہوا کہ زمانۂ نبوت پر اس زمانہ کا قیاس محض غلط وفاسد ہے اور صحابی ولی سے بھی افضل وبہتر ہے اور جو بعض منافق تھے وہ مجلس مبارک میں نہایت ہی دبے ہوئے ہوتے تھے اور ڈرتے تھے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنے محبوب اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کی شرارتوں سے مطلع فرما دیتا تھا چنانچہ آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستأخرین کا سببِ نزول ایک قول پر یہی ہے۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی کہ آپ جیسا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے چنانچہ آیت واحادیثِ صحاح سے ثابت ہے خصوصاً مجلس مطہر اشرف المجالس تھی کہ شرف المکان بالمکین، ہاں اگر اب بھی تمام حاضرین وحاضرات صحابی اور مجلس مجلسِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے تو ضرور حاضر ہوں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نہ، اس بنا پر کتبِ فقہ میں مصرح کہ عورتیں کسی جماعت میں حاضر نہ ہوں۔ چنانچہ در المختار، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ میں ہے ونظمہ من البحر (قولہ لایحضرن الجماعات) لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلی الہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک چک (جس میں شرائطِ جمعہ وعیدین نہیں پائے جاتے)



Marfat.com

کا امام مسجد عید کے دن لوگوں کو خود بخود جمع ہو جانے پر دو رکعت نفل محض با جماعت بغیر تکبیرات عیدین ادا کرتا ہے اور نمازِ عید کو وہاں واجب نہیں سمجھتا کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ چک مذکور کے قریب ایک دوسرے چک کا امام مسجد نور احمد دیوبندی نماز مذکور کو مکروہ تحریمہ اور نماز پڑھانے والے کو گنہگار کہتا ہے اور اپنی دلیل کی صحت کے لئے فتاوٰے شامی کی عبارت (قولہ بما لا یصح) ای علی انہ عید و الا فھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ پیش کرتا ہے۔ اور نمازِ عید کو گاؤں میں واجب قرار دیتے ہوئے اس کے تارک کے لئے فتوٰی خوفِ کفر بھی صادر کرتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے اور واقعی نفل محض با جماعت مکروہ تحریمہ اور پڑھنے پڑھانے والے گناہگار و حرام کار ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو مفتیٔ مذکور کا فتوے غلط اور خود کذاب و خطا کار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: ابو الفیض علی محمد نوری غفرلہٗ چک ۳۱/۴-L ضلع منٹگمری ۶-۷-۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حسبِ تصریحاتِ جلیلہ حضرتِ امامِ اعظم اور دیگر ائمۂ احناف علیہم الرحمۃ گاؤں میں نمازِ عید نہیں کہ حضرتِ مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کا یہی فتوٰے ہے جو حقیقۃً حضور پر نور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فتوٰے ہے اور ان کا فتوٰی ان کے ربِ اکرم جل وعلا کا فتوٰی ہے۔ اسفارِ مذہبِ مہذب متوناً و شروحاً و حواشی و فتاوٰے اور دفاترِ احادیث و شروح ان تصریحاتِ جلیلہ سے گونج رہے ہیں جنھیں بن کر اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل و انصاف کے وجود کا ہی قائل نہ ہو۔ تو اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ امام مسجد اولیں کا نمازِ عید کو واجب نہ سمجھنا اور ادا نہ کرنا اپنے پسندیدہ اور پیارے مذہبِ حنفیہ پر عمل کرنا ہے جو اس کا شرعاً عرفاً عقلاً ہر طرح حق ہے اور نماز نفل محض کی ادائیگی اوقاتِ خاصہ میں گو بجماعتِ کثیرہ ہو قطعاً جائز اور آیۂ کریمہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ





Marfat.com

میں یقیناً داخل۔ پھر تکبیرات عیدین چونکہ مخصوص بہ عیدین ہیں تو ان کے بغیر ادا کرنا لبعید از انصاف نہیں بلکہ عینِ انصاف ہے۔ رہا باجماعت ادا کرنا تو وہ بھی قابلِ گرفت نہیں بلکہ کریمۂ مذکورہ کا اطلاق مجوز اور ظاہر صیغۂ جمع متقاضی جواز ہے و اطلاق النصوص حجۃ لایجوز نسخہ بخبر الواحد و القیاس فضلا عن آراء الاغبیاء کما نصوا علیہ فی مظانہ۔

باقی اس دیوبندی امام کا مکروہ تحریمہ کہنا اور نماز پڑھانے والے کو گناہ گار و حرام کار بتانا تو یہ ان بہادروں کا روزانہ مشغلہ ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ ان کے نزدیک تو سارا جہان شرک آباد ہے گیارہویں شرک، میلاد شریف شرک، یہ شرک وہ شرک غرض شرک ہی شرک ہے تو اس بیچارے کا شکوہ ہی کیا؟ ہر ایک اپنی عادت سے مجبور ہوتا ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ صرف گناہ و حرام و خوفِ کفر پر اکتفاء کیا ورنہ شرک و کفر کہتا۔ اس کا تو عبارتِ شامی کو بطورِ سند پیش کرنا ہی اس کے علم و عقل کا بہترین شاہدِ عدل ہے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق جلتی پر تیل بلکہ پٹرول چھڑکنے کا کارنامہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ در المختار میں ہے کہ نمازِ عید گاؤں میں مکروہ تحریمہ ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے اور شامی نے اسے برقرار رکھتے ہوئے فرمایا کہ غیر صحیح و مکروہ تحریمہ تب ہے کہ عید جان کر ادا کرے ورنہ وہ نفل ہے اور ادا بالجماعت کیوجہ سے مکروہ ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اگر عید نہ سمجھے تو صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ نہیں ہاں جماعت کیوجہ سے مکروہ ہے تو لامحالہ یہ مکروہ تنزیہی بنے گا کہ وہی صحیح ہوتا ہے اور وہی مکروہ تحریمہ کے مقابلہ میں آتا ہے ورنہ شامی علیہ الرحمۃ کا " الخ " بے معنی اور بے جا ہو جائے گا حالانکہ یہی شامی دوسری جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ نفل باجماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی ص۶۶۴ جلد۱، منحۃ الخالق ص۷ جلد۲ میں ہے وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیہ۔ منحۃ الخالق ص۳۴۵ جلد۱ میں ہے وان الکراھۃ کراھۃ تنزیہ تو خود اس کی پیش کردہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ،

(۱) گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ ہے اور صحیح نہیں۔

(۲) ادائے نفل باجماعت صحیح ہے یہی پہلے امام کا نظریہ و عمل ہے اور دوسرا اس کے مخالف ہے



Marfat.com

باقی شامی علیہ الرحمۃ کا مکروہ تنزیہ کہنا تو یہ بھی امام اولین پر اعتراض نہیں بن سکتا کہ مکروہ تنزیہ حرام نہیں بلکہ حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے ورنہ مقابل نہیں رہے گا۔ اور اگر مواظبت و ہمیشگی سے باجماعت ادا نہ کرے بلکہ گاہے گاہے ادا باجماعت کرے تو مکروہ تنزیہ بھی نہیں۔ شامی ص۶۶۳ جلد ۱ میں ہے

ان کان احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ

اور یہی صورت ہے اس مسئلہ کی کہ کبھی کبھی ہی پڑھتا ہے تو مکروہِ تنزیہ بھی نہ رہا۔ پھر دوسرے امام مسجد کا گاؤں میں نمازِ عید کو ایسا واجب قرار دینا کہ تارک پر خوفِ کفر ہو محض نادانی اور خطرناک ظلم ہے۔ اس کا یہ خوفِ کفر کہاں کہاں جا پہنچا، یہ اوائلِ جواب سے بخوبی واضح، ظالم اگر ہمارے ائمہ کرام و حضراتِ عظام کا لحاظ نہیں کرتا تو کم از کم اپنوں ہی کا پاس کرتا۔ اکابرِ دیوبند بھی گاؤں میں نمازِ عید کے قائل نہیں۔ بلکہ ظالم کو تو اپنا بھی خیال نہ رہا کہ اسی کی پیش کردہ عبارت سے ثابت کہ گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ اور غیر صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ سے بچنا واجب، شامی ص۲۴۳ جلد ۱ میں ہے کراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب تو الٹے وہ خود تارکِ واجب بنا، کہ گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ کا ارتکاب۔ کیا تو اس کے اپنے اس فتوے سے خود اس پر خوفِ کفر ثابت ہو گیا۔

؎ دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را　　　چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

کذلک العذاب و لعذاب الاٰخرۃ اکبر و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اس کے اس فتویٰ و سندِ مذکور کی اغلاط کثیرہ و جہالات وغیرہ وغیرہ اہلِ علم سے نہاں نہیں اور متلاشیٔ حق و انصاف کے لئے یہی چند سطور ہی کافی اور معاند و دشمنِ حق کے لئے صدہا دفتر بھی نادانی۔ تو اس پر اختصار و اقتصار ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ واٰلہ وصحبہ و
بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۶ رذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

(نوٹ) حضرت علامہ مولانا الحاج ابوالبیان غلام علی صاحب اوکاڑہ نے اس فتوے کی تائید عبارت



Marfat.com

ذیل سے بمع اپنے دستخطوں کے فرمائی ہے۔

" نفل مع الجماعت علی سبیل التداعی مکروہ تنزیہی ہیں حرام نہیں، معصیت بھی نہیں "

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا آیا سنتِ مؤکدہ ہے، غیر مؤکدہ یا مکروہ؟ اس مسئلہ میں نقل کی جانے والی حدیثِ ابی داؤد استنباطِ مسائل میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کے متعلق فتوےٰ صادر فرمایا ہے فتاویٰ رضویہ میں کہ بعض نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ[1] اگر سنت بھی ہے تو غیر مؤکدہ، بنظرِ اختلاف بچنا ہی بہتر ہے مگر کوئی عذر ہو (لان الفعل اذا تردد بین السنۃ والکراھۃ فکان ترکہ اولیٰ. نیز احکامِ شریعت[2] میں فرمایا کہ سنت ومکروہ میں تعارض ہو تو ترک اولیٰ ہے کیونکہ جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط میں مکروہ لکھا ہے۔ زید نے اعلیٰ حضرت کے فتوےٰ کے خلاف "دیوبندی مفتی" سے فتویٰ لیا ہے اور اس نے ان الفاظ میں فتویٰ دیا ہے؛

"وروایۃ ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام ای فی الخطبۃ متکئا علی عصا او قوس کذا رواہ البوابن عازب و محمد بن السکن و فی شامی ونقل القہستانی (فی اصل کذا من السوال من القہستانی وغیرہ الاعلام الحمزی ابی الخیر) عن عبد المحیط ان اخذ العصا سنۃ کالقیام (ردالمحتار صفحہ")

مندرجہ بالا حدیث اور شامی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لیا ہے جو کم از کم سنت پر دلالت کرتا ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کسی شخص کا کہنا کہ عصا ہاتھ میں لینے کا ثبوت نہیں اور خطبہ میں غیر مشروع ہے، بہت بڑی جسارت ہے اور اس سے لازم کہ خطیب کو استغفار

---

[1] صفحہ ۶۸۴ جلد ۳۔ ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ [2] صفحہ ۱۳۵ حصہ دوم مطبوعہ مراد آباد شریف ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ





Marfat.com

کر کے اور کوئی بات بلا دلیل شرعی نہ کرے۔ قہستانی نے کہا ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے باقی عصا کو ہاتھ میں لازم قرار دینا اور اس کے بغیر خطبہ نہ ہونے کا اعتقاد کرنا درست نہیں۔" "دیوبندی مفتی"

تحقیق سے بیان فرمائیں اس مفتی کا یہ فتوےٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور جامع الرموز اور صاحب محیط اور صاحب خلاصہ و درالمختار و عالمگیری تمام فقہائے کرام اور ان فتاویٰ کے خلاف ہوا یا نہیں! علماء اہلسنت کے نزدیک اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ کے فتوے کی حیثیت ہے کیا، اعلیٰ حضرت کی تحقیق حقیقت ہے یا کچھ اور؟ اور زید جو اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی کے فتوے کو ترجیح دیتا ہے۔ کیا یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی تائید نہیں اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا من شک فی کفرہ فھو کافر۔ بینوا بالتحقیق وتوجروا

السائل: محمد بشیر مدرس دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی گزری روڈ کراچی ملا

نوٹ: اوائل ربیع الآخر میں یہ سوال آیا، ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

## الجواب
اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے مسند امام احمد (المکتب الاسلامی بیروت) صـ ۲۱۲ جلد ۴، سنن ابی داؤد صـ ۱۵۶ جلد ۱، سنن بیہقی صـ ۲۰۶ جلد ۳ میں حضرت حکیم بن حزن کلفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم عن المسند فلبثنا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاما شھدنا فیھا الجمعۃ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکئا علی قوس او قال عصا۔ مواہب اللدنیہ صـ ۳۸۴ جلد ۷ میں ہے (مطبوع مع الشرح الزرقانی) وعند



Marfat.com

ابی داؤد باسناد حسن انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قام متوکئا علی قوس او عصی فی خطبۃ الجمعۃ۔ سنن ابن ماجہ ص۷۹، سنن بیہقی ص۲۰۶ جلد۳ میں حضرت سعد مؤذن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظ متقاربہ ہے اذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر ص۲۸ جلد۲ میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ مستدرک حاکم ص۶۰۷ جلد۳ میں انہی حضرت سعد سے خطبۂ عیدین کے متعلق ہے و یخطب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی عصا۔ سنن بیہقی ص۳۰۰ جلد۳ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خطبۂ اضحٰی کے متعلق ہے و اعطی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قوسا او عصا فاتکأ علیہا اور سنن ابی داؤد ص۱۶۲ جلد۱ کی اسی حدیث میں ہے نوّل یوم العید قوسا فخطب علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زرقانی علی المواہب ص۳۸۴ جلد۷، اور ص۳۹۴ جلد۷ میں مکرر ہے وفی ابی داؤد کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یخطب اخذ عصا فتوکأ علیہا وھو علی المنبر۔ کتاب الام ص۲۰۰ جلد۱ (للامام الشافعی) میں حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل القدر کی حدیث مرسل[1] ہے۔ اسناد کے بعد ہے قلت لعطاء اکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقوم علی عصا اذا خطب قال نعم کان یعتمد علیہا اعتمادا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر ص۲۸ جلد۲ میں اس حدیث کا ذکر فرما کر تصحیح فرمائی۔ سنن بیہقی ص۲۰۶ جلد۳ میں بھی اس حدیث کو بالاسناد ذکر فرمایا ہے اور المنیر شرح جامع صغیر ص۱۲۴ جلد۳ میں ہے قال الشیخ حدیث صحیح۔ طحطاوی علی المراقی ص۳۰۹ میں محقق ابن امیر حاج رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے انہ ثبت انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قام خطیبا بالمدینۃ متکئا علی عصا او قوس کما فی ابی داؤد

---

[1] والمرسل حجۃ عندنا ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

وکذا رواہ البراء بن عازب عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصححہ ابن السکن۔ شامی صـ۲۶۲ جلدا میں درالمختار کی عبارت و فی الخلاصۃ ویکرہ ان یتکئ علی قوس اوعصا کی تضعیف میں فرمایا استشکلہ فی الحلیۃ بانہ فی روایۃ ابی داؤد انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام ای فی الخطبۃ متوکئا علی عصا او قوس اھ ونقل القہستانی عن عید المحیط ان اخذ العصا سنۃ کالقیام۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح سفر السعادت صـ۲۰۹ میں فرماتے ہیں "صحیح آنست کہ مکروہ نیست از جہت ورودِ سنت" رہی تردد و تعارضِ سنت وکراہت کی بات تو وہ اس مسئلہ میں مشکل ہے کیونکہ تعارض کے لئے شرط ہے کہ دونوں دلیلیں برابر ہوں کما بین فی محلہ۔ اور مسئلہ ہذا کا اثبات صحیح و حسن حدیثوں سے ہے حالانکہ نفی کیلئے کوئی حدیث نہیں لائی گئی۔ رہا خلاصہ وغیرہ میں ذکر کراہت تو وہ کسی شیخ[لله] کا قول ہی ہوسکتا ہے جو تفکہات و تفقہاتِ مشائخ سے ہی ہے تو اس میں یہ طاقت کہاں کہ صحیح وحسن حدیثوں کے مقابلے آئے۔ امام اہل السنت والجماعت کے فتاوٰی میں ہونا بظاہر کاتب یا مرتب کی غلطی ہی ہوسکتی ہے۔ خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فتاوٰی رضویہ شریفہ میں اکابرِ مشائخ عظام پر بکثرت تعقلات کا ذکر فرمایا حتٰی کہ پہلے ہی جلد میں انیس صد سے بھی زیادہ ذکر کئے ہیں۔ مثلاً صـ۸۲۷ جلدا میں فرمایا سبق قلم من الامام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ ورحمنا بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین۔ اور پھر نہایت زریں ارشاد فرمایا ولاغرو فلکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولاعصمۃ الا لکلام الالوھیۃ ثم النبوۃ۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ثلاثین صـ۱۳ جلدا میں فرماتے ہیں وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتأخرین ویکون القول

---

[لله] کوئی ایسے صاحب جو بصیرتِ محدثانہ سے عاری ہوں ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

خطأ أخطأ به اول واضع له فيأتي من بعده و ينقله
عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض پھر صـ۱۵ میں فرمایا ولهذا
الذي ذكرناه نظائر كثيرة اتفق فيها صاحب البحر
والنهر والمنح والدر المختار وغيرهم وهي سهو
منشأها الخطأ في النقل او سبق النظر اور یہ بھی واضح کہ کسی دیوبندی
کی کوئی سچی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہوسکتی کہ دیوبندی کی بات ہے الكذوب قد يصدق
حق ہے هذا ما لدي۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه الاعظم
وآله واصحابه وبارك وسلم۔

نوٹ: حضرت کا استفتاء صاف نہیں لکھا ہوا ذرا آرام سے صاف لکھا جائے اور پھر تاریخ بھی درج کرنی چاہیئے۔ شکریہ ۱۲ منہ غفرلہ

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ ۱۰-۶-۷۱

# الاستفتاء

از حجرہ شاہ مقیم ۱۷-۶-۶۳

قبلہ محترم حضرت صاحب

السلام علیکم: اگر ایک شخص جس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہو، قوم کا سید ہو، اور سادات گیلانی بروز جمعہ جامع مسجد میں کھڑے ہو کر واقعہ کربلا، فضیلت اہل بیت، مصائب اہل بیت بیان کرے اور خطیب جامع مسجد کی اجازت سے بیان کرے۔ اس سے پہلے بھی وہ خطیب جامع مسجد کی اجازت سے اللہ اور رسول کی باتیں مسجد میں بیان کرتا رہتا ہے، مگر ایک ڈاڑھی والا صرف اس لئے مسجد سے نکل جائے کہ اس ڈاڑھی



Marfat.com

مونڈے سید نے مسجد میں تقریر کیوں کی اور وہ ڈاڑھی والا مسجد میں نمازِ جمعہ باجماعت بھی نہ پڑھے اور نماز گھر میں جاکر پڑھے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ کس کا فعل قابلِ مذمت ہے؟ کیا سید صاحب کو آئندہ تقریر نہیں کرنی چاہیئے اور ڈاڑھی والے صاحب کی یہ نفرت درست تھی؟ خطبہ خطیب صاحب نے ہی پڑھا، جماعت خطیب صاحب نے ہی کرائی۔ جواب کے لئے علیحدہ لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام :

آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ مقرر سید صاحب اور ڈاڑھی والا اہل السنت والجماعت ہیں یا نہیں اور یونہی ڈاڑھی والے کی قومیت نہیں ذکر کی مگر ظاہر یہ ہے کہ وہ گیلانی صاحب سنی ہیں کہ خطیب صاحب کی اجازت سے سنیوں کو فضائلِ اہلِ بیت وغیرہا سناتے ہیں تو اگر گیلانی صاحب کا بیان صحیح روایات سے افراط و تفریط سے پاک ہوا کرتا ہے اور آیات و احادیث کی روشنی میں ہوا کرتا ہے تو ایسے بیان سے نفرت کا کوئی معنٰی نہیں، خصوصًا جبکہ بیان کرنے والا بھی صحیح النسب ہو ایسے سادات تو اہلِ ایمان کے سروں کے تاج ہیں باقی رہا ڈاڑھی کا معاملہ تو یہ گناہ ضرور ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں یا صحتِ بیان میں فرق نہیں پڑتا اور اس باریش شخص کا اتنا نفرت کرنا اور نمازِ جمعہ بھی سرے سے ترک کر دینا کہ گھر میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاسکتا تو اس کا فعل خود قابلِ نفرت ہے۔ میری نظر میں کوئی ایسی حدیث یا آیت نہیں جس سے سید صاحب کو پابند کیا جائے کہ آیات و احادیث اور صحیح مسائل آئندہ کے لئے بیان نہ کریں ہاں انہیں یہ ضرور چاہیئے کہ حضراتِ حسنین کریمین اور حضور غوثِ اعظم اور حضرت مولیٰ مشکل کشا بلکہ تمام ائمہ اطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرح وہ بھی شریعت کے مطابق ڈاڑھی رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ





Marfat.com

# جنازہ

Marfat.com

# بَابُ الجَنَائِز

## الاستفتاء

جناب عالی !

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو لڑکی ایک سال یا دو سال کی فوت ہو جائے۔ اسے غسل دینے والی عورتیں موجود ہوتے ہوئے بھی پھر اس لڑکی میت کو غسل مرد دے سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر وہ امام لڑکیوں کو غسل دیتا رہے کیا شریعت اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے ؟ اور مرد کو کیا شریعت کا حکم ہے ؟

دعا گو : سید احمد علی شاہ ولد سید حیدر علی شاہ نقوی کرمانی سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بالکل چھوٹا بچہ نر ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ فتاوٰے عالمگیر صـ۱۶۰ میں ہے

ان کان المیت صغیرا لا یشتہی جاز ان یغسلہ النساء وکذا اذا کانت صغیرۃ لا تشتہی جاز للرجال غسلھا۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ والہ



Marfat.com

وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ: الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴-۳-۶۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام ومفتیان عظام دین متین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ( زوجہ ) زید کو چھوڑ کر اختر کے ساتھ بھاگ گئی اور اس عورت نے اختر سے زنا کر کے تین بچے جننے کے بعد اختر فوت ہو گیا اور دس سال تک یہ عورت یعنی زید کی عورت آوارہ گردی کرتی رہی اور اب زید کی عورت فوت ہو گئی ہے اور زید ابھی زندہ ہے۔ کیا اب اس عورت کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے اس کا نماز جنازہ پڑھا ہے اس کے متعلق کیا حکم شرع وارد ہے؟ بجواز تحریر فرمادیں۔

از: شاہو بلوچ ضلع منٹگمری تحصیل پاکپتن شریف ۱۴ جمادی الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وہ عورت گو بڑی سخت گنہگار تھی مگر جبکہ کلمہ گو اور مسلمان تھی تو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا کہ نمازِ جنازہ کی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے۔ فتاوےٰ عالمگیری ص۱۶۳ جلد ۱ میں ہے وشرطها اسلام المیت نیز اسی میں ہے ویصلی علیٰ کل مسلم مات الخ شرح عقائد ص۱۱۵ میں ہے ویصلی علیٰ کل بر وفاجر اذا مات علی الایمان للاجماع الخ اگر مرنے والے کلمہ گو نے اپنی زندگانی میں اپنے فرائض ادا نہ کئے اور گنہگار رہا تو وہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور جب فوت ہوا تو اس کا کفن ودفن اور نماز جنازہ ہمارے فرائض ہیں تو ہم اپنے فرائض ترک کر کے گنہگار کیوں بنیں جس



Marfat.com

شخص نے جنازہ پڑھا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور نیک کام کیا۔ اس پر اعتراض کرنے والا گنہگار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہِ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب مدرسہ بصیرپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ، السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ قصبہ کرم پور میں ایک شخص محمود ماچھی قضاءِ الٰہی سے فوت ہوگیا۔ اس کے جنازہ کے لئے مولوی صاحب امام مسجد کو بلایا گیا تو امام مسجد کو ایک شخص شعبان کمہار نے شہادت دی کہ یہ شخص مسمیٰ محمود شیعہ ہے۔ اس کا جنازہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد نہ پڑھا سکتا ہے اور نہ پڑھ سکتا ہے۔ مگر شہر کے باقی معززین سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ محمود تو ساری عمر اہلِ سنت والجماعت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتا رہا ہے تو شیعہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس شخص یعنی شعبان کمہار نے شہادت دی تھی کہ یہ شیعہ ہے اس سے شہر کے چیئرمین صاحب اور دیگر معززین نے بلا کر پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شیعہ ہے تو اس نے کہا کہ جامع مسجد میں میرے ساتھ مسمیٰ محمود نے نماز ادا کی اور بعد میں اس نے دعا مانگتے وقت کہا " اے علی المرتضیٰ علی المرتضیٰ مجھے بخش دے اور تین دفعہ اس نے یہی الفاظ کہے۔ چیئرمین صاحب اور دیگر حضرات نے پوچھا کہ کوئی اور گواہ؟ تو اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی اور گواہ نہیں ہے۔ کئی آدمی مع امام مسجد اس اکیلے کی شہادت پر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر گئے اور جن کے ساتھ وہ ہمیشہ باجماعت ادا کرتا رہا ہے۔ ان لوگوں نے دوسرے امام کو کھڑا کر کے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً دو اڑھائی سو ہے۔ اب امام مسجد، شعبان کمہار اور دوسرے لوگ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے محمود ماچھی کا جنازہ پڑھا ہے اور جس نے پڑھایا ہے وہ توبہ تائب ہوں اور نکاح دوبارہ پڑھائیں۔



Marfat.com

نوٹ :- امام مسجد کا نام واحد بخش ہے۔

السائل :- فیض محمد چیئرمین یونین کونسل کرم پور ۱۶۱ تحصیل میلسی ضلع ملتان ڈاک خانہ کرم پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر مسمیٰ محمود ماچھی عمر بھر اہل السنت والجماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہے اور اس سے کوئی ایسی حرکت شرعی شہادت سے ثابت نہیں ہوئی جو اس کے بدعقیدہ ہونے کی دلیل بنے تو وہ شرعاً مسلمان ہے اور سنّی ہے۔ اس کا جنازہ پڑھنا فرض تھا۔ رہا شعبان کمہار کا کہنا تو وہ شرعی شہادت نہیں۔ شرعاً شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور وہ بھی پابند شریعت ہوں تو گواہی کے قابل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ذوا عدل منکم ، وغیرہ من الآیات تو اکیلے شعبان کا قول غیر معتبر ہے۔ پھر وہ قول بھی ایسا ہے جو شیعہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔ اس " اے علی المرتضٰے مجھے بخش دے " کہنے میں اگر نیت اس کی درست تھی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالٰے کے مقبول اور پیارے اس کی دی ہوئی طاقت سے برزخ میں سن لیتے ہیں لہذا یا علی یا غوث وغیرہ ندائیں اس بناء پر جائز ہیں اور " بخش " کہنا بھی جائز ہے کیونکہ بندگانِ خدا اپنے حقوق بخش سکتے ہیں۔ دیکھئے قرآن کریم پ۲۵ ع ۵ میں ہے واذا ما غضبوا ھم یغفرون " اور جب ناراض ہو جائیں تو بخش دیتے ہیں " پھر اسی رکوع میں ہے ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور (ترجمہ) اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں سے ہے " نیز اسی پارہ کے رکوع ۱۸ میں ہے قل للذین اٰمنوا یغفروا الاٰیۃ (ترجمہ) فرما دو ایمان داروں کو معاف کریں "

بہر حال بخشنا، معاف کرنا مغفرت کا ترجمہ ہے جو قرآن کریم کی ان تین آیتوں میں مادہ " مغفرۃ " سے ہے اور اللہ تعالٰے کے پیاروں کی صفت بن رہا ہے تو حضرت شیرِ خدا مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم کیوں نہیں بخش سکتے ! ہاں ہاں وہ اللہ رب العالمین کی عطا کردہ طاقت سے نداء غائبانہ سن لیتے



Marfat.com

ہیں اور اپنے نیازمندوں کی کوتاہیاں بھی جان لیتے ہیں اور بخش بھی سکتے ہیں، تو بلا وجہ ایک مسلمان سنی نمازی پر بدنیتی کی تہمت کیوں لگائی جائے جبکہ قرآنِ کریم نے بدگمانی اور افتراء وبہتان کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث پاک میں بھی بدگمانی سے سخت منع فرمایا ہے لہذا اگر یہ قول محمود کا ثابت بھی ہو جائے تب بھی وہ اس قول کی بنا پر جب تک نیتِ بد کا شرعی ثبوت نہ ملے ہشیعہ نہیں بن سکتا۔ لہذا اس کا جنازہ ادا کرنا فرض تھا شعبان کمہار اور اس کے ساتھیوں نے سخت ترین غلطی کی، صدقِ دل سے توبہ کریں اور عذابِ آخرت سے بچیں اور جن لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی ان لوگوں نے فرض ادا کیا وہ ثوابِ جزیل اور اجرِ جمیل کے مستحق ہیں ان کو یہ کہنا کہ توبہ کریں اور نکاح دوبارہ کریں محض بیہودہ اور حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۶۶-۸-۲۰

# الاستفتاء

نمبرا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ زید نے نادانستہ والدین کی گواہی پر مسماۃ ہندہ بیوہ کا نکاح قبل از انقضاءِ عدت کر دیا۔ نکاح کرنے کے بعد کافی مدت تقریباً دو ماہ گزرنے کے بعد پتہ چلا کہ مسماۃ مذکورہ کا نکاح قبل از انقضاءِ عدت ہوا ہے۔ اب کیا صورتِ حال ہوگی؟ اور نکاح خوان و حاضرین

مجلس وغیرہ کے نکاح میں کوئی شرعاً نقص وارد ہوگا یا نہیں؟

نمبر۲: مسمّٰی زید نے مسماۃ ہندہ کا بغیر علم کے نکاح پر نکاح کر دیا۔ آیا از روئے شریعت زید و حاضرینِ مجلس پر کیا جرم عائد ہوگا؟ آیا ان کے نکاح میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

نمبر۳: مسمّٰی امان اللہ نے اپنی بیوی مسماۃ رانی کو تحریری طور پر بایں الفاظ طلاق دی الفاظ یہ ہیں: تجھے طلاق۔ طلاق۔ طلاق ہے۔ ان الفاظ سے شرعاً کونسی طلاق واقع ہوگی؟



Marfat.com

نمبر۴ زید میں یہ مندرجہ ذیل وصف ہیں۔ کیا زید کا جنازہ اہل السنت والجماعت کو کرنا درست ہے یانہیں ؟ : (۱) نماز میں رکوع و سجود نہیں۔ (۲) کسی کا جنازہ نہیں پڑھنا۔ (۳) قرآن پاک کے ۲۵ پاروں کا قائل ہے۔ بینوا توجروا

نوٹ :۔ صورت اول و دوم میں اگر قصداً یہ عمل کرے تو کیا جرم عائد ہوگا ؟

السائل : منیر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ : وہ نکاح جو عدت کے اندر کیا گیا فاسد ہے۔ مرد اور عورت پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ نکاح خواں اور حاضرین مجلس کو جب معلوم نہیں اور دھوکا سے نکاح پڑھایا گیا ہے تو ان کا کوئی جرم نہیں۔

نمبر۲ : اوپر بیان ہوا کہ اندریں صورت ان کا کوئی جرم نہیں لہذا ان کے نکاحوں میں کوئی خلل نہیں۔

نمبر۳ : اگر یہ الفاظ مسمّٰی امان اللہ نے مسماۃ رانی کو باقاعدہ خط و کتابت کے طریقہ پر لکھے ہیں تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور یہ طلاق مغلظہ بنے گی کہ بلا حلالہ امان اللہ پر حلال نہیں ہوگی۔

نمبر۴ : ایسے شخص کا جنازہ اہل السنت والجماعت کو پڑھنا جائز نہیں۔

نمبر۵ : علم ہوتے ہوئے نکاح پر نکاح پڑھانا، ایسے نکاح کا گواہ بننا یا رضا و رغبت سے اس مجلس میں شامل ہونا حرام اور سخت حرام ہے۔ اگر حلال جان کر ایسا کریں تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے تو ان کے نکاح بھی فاسد ہو جائیں گے۔ ان پر فرض و لازم ہے کہ صدقِ دل سے توبہ کریں اور کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور تجدیدِ نکاح کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ





Marfat.com

# الاستفتاء

نمبر۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے اسلم کا حق کسی صورت سے کھا لیا چاہے ظلم سے کھا لیا یا ادھار لے کر، پھر نہ دیا، یا چوری کر کے کھا گیا۔ کیا زید کو شرع شریف اجازت دیتا ہے کہ اسلم کا اسی قدر مال جس طرح ہو سکے کھا لے یا نہ ؟ مفصل جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

نمبر۲ : ایک شخص لین دین کے معاملہ میں اپنا مقدمہ یونین کونسل میں لے کر آیا ہے۔ کافی جد وجہد کے بعد چیئرمین صاحب اور ممبرانِ کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ فریقین میں سے ایک قرآن پاک کی قسم اٹھائے اور دوسرا نقدی ادا کرے۔ قرآن کا فیصلہ فریقین کو منظور ہونا چاہئے۔ اس فیصلہ پر مسمٰی سلطان جو ایک فریق کا امدادی تھا اس نے کہا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔ ہمارا فیصلہ جج صاحب کریں گے۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ مسلمان ہو، قرآن کے فیصلے سے انکار نہ کر۔ مگر مسمٰی مذکور نے ہر گز ہر گز منظور نہ کیا۔ بینوا توجروا

نمبر۳ : اہلِ شیعہ کو اہلِ سنت والجماعت والے اپنے جنازہ میں شامل ہونے دیں یا نہ ؟ کیا شامل کرنے سے شرعاً کوئی سقم ہے یا نہیں ! بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ ہاں حسبِ مختار فقہائے کرام متاخرین اجازت ہے کہ وہ شخص جس کا مالِ ناحق چوری وغیرہ سے کسی نے کھا لیا ہو اور دیتا نہ ہو تو حق والا اپنے حق کا قدر اس ظالم کے مال سے لے سکتا ہے کما فی التنویر والدر والشامیۃ۔

۲ ظاہر یہ ہے کہ مسمٰی سلطان یونین کونسل کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا مگر مخالف فریق کی وجہ مخالفت اس کو قرآن



Marfat.com

کریم کے فیصلہ کا منکر کہتا ہے حالانکہ چیئرمین کے اس کہہ دینے سے کہ "ایک فریق قرآنِ پاک کی قسم اٹھاتے" یہ فیصلہ قرآن کا فیصلہ نہیں بن جاتا۔ ایسی باتوں پر ہر مسلمان کو منکرِ قرآنِ کریم اور کافر و مرتد نہیں کہنا چاہیے وذا معلوم من الشرع الشریف ضرورۃ۔

۳۔ نمازِ جنازہ بارگاہِ ربّانیہ میں میّت کی شفاعت ہے تاکہ اس کی مغفرت ہو اور موردِ رحمت بنے اور شفاعت اس شخص کی معتبر ہو سکتی ہے جو پسندیدۂ بارگاہِ ربّانیہ ہو لہذا جنازہ میں ہر ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو پسندیدۂ بارگاہِ حقیقیہ ہو اور ہر وہ شخص جو شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ مردود و مغضوب ہے اس سے اجتناب کیا جائے وذا لا یخفی علی من لہ ادنی فہم فی الدین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸-۶-۶۳

نوٹ:۔ آپ کے سوالات صاف نہیں اور پہلا سوال تو بالکل ہی بظاہر الٹا سا ہے۔ زید ہی اسلم کا حق کھانے والا ہے اور پھر زید کے نام ہی سے سوال کیا جاتا ہے کہ اسلم کا اسی قدر کھا سکتا ہے! بہرحال ظاہر مفہوم کے لحاظ سے جواب لکھے گئے ہیں۔

# الاستفتاء

ذی المجد والفضل والکرم حضرت علامہ مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ وانوار علومہ ساطعہ وبراہین حججہ علی اخصامہ مسکتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔ مزاجِ گرامی!

عبارتِ کبیری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۵۳۵ سطر ۱۷ حسب ذیل ہے:۔





Marfat.com

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على ميت في المسجد فلا اجر له وروی فلا شيئ له ۔ اور ص۵۴۶ سطر۳ میں ہے واعلم ان لفظ حديث ابي هريرة محتمل لكل من الكراهة في هٰذه الصورة وعدمها فان الجار والمجرور ان تعلق بالفعل اقتضى الكراهة وان تعلق بصفة النكرة لم يقتضها ۔ جار مجرور اگر متعلق بفعل ہوئے تو کیا معنے ہوں گے جو مقتضی کراہت ہے؟ کیا یہ معنے ہے کہ میت بھی مسجد میں ہو؟ صفت نکرہ کیا ہے اور حرف جار "علی" کی بحث ہے یا "فی" کی؟ اور ایسی صورت میں کیا معنے ہوں گے! اس سے میت کا بیرونِ مسجد ہونا، کس طرح سمجھا جائے! یعنی نماز مسجد میں پڑھی جائے اور میت بیرونِ مسجد ہو تو کراہت نہیں۔ یہ عبارت سے کس طرح سمجھا جائے؟ براہِ کرم تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

نیاز مند: حکیم تجمل حسین خان از ڈرگ کالونی بلاک ۲۔ اسٹاپ ۲۔ کراچی مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۶۱ء

بسم الله الرحمٰن الرحيم

## الجواب

اللّٰهمّ اجعل لي النور والصواب

یہ دو احتمال حرف جار "علی" کے متعلق ہرگز ہرگز نہیں ("علی" تو "صلّٰی" کے متعلق ہی ہے کہ یہ مسئلہ متعلقہ صلوٰۃ الجنازہ ہے اور صلوٰۃ الجنازہ صلوٰۃ علی میت ہی ہے بلکہ "فی المسجد" کے متعلق ہیں)۔ پہلے احتمال یعنی تعلق بالفعل کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص کسی میّت (عام ازیں کہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر کہ "میت" نکرہ غیر موصوفہ ہے اور نکرہ حیزِ شرط میں عام ہوا کرتا ہے) پر مسجد کے اندر نماز پڑھے تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شئے نہیں، تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ نمازی مسجد سے باہر پڑھیں کہ نماز ثواب کے لئے ادا کی جاتی ہے اور مسجد کے اندر نہ پڑھیں، میت مسجد کے اندر ہو یا باہر دونوں صورتوں میں، اور دوسرے احتمال یعنی تعلق "بصفة النكرة" کی صورت میں یہ معنے



Marfat.com

ہوں گے کہ جو شخص ایسے میت پر جو " حاصل " یا " کائن " یا " ثابت " فی المسجد ہو پر نماز پڑھے (عام ازیں کہ خود نمازی مسجد کے اندر ہو یا باہر، کہ اس صورت میں " مَنْ " موصولہ شرطیہ کے صلہ "صَلّٰی" کے لئے فی المسجد کی قید نہیں) تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شئے نہیں تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ میت بوقتِ نماز مسجد میں نہ ہو کہ فی المسجد کی قید ہے ہی میّت کے لئے۔ اور جب تقاضائے حدیث کے موافق عمل کرے تو کراہت نہیں ہو سکتی اور اس ترجیہ سے ہی واضح ہو گیا کہ صفت النکرہ سے مراد وہ اسم فاعل مقدر ہے جو اسی ظرف مستقر فی المسجد کا متعلق بہ ہے حاصل ہو یا کائن یا ان کا ہم معنی کوئی اور کلمہ اور پہلی صورت میں فی المسجد ظرفِ لغو بنے گی کہ اس صورت میں متعلق بہ "صلّٰی" ملفوظ ہے مقدر نہیں۔ کبیری کی اسی ساری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اسی حدیثِ ابی ہریرہ میں دو احتمال ہیں جن میں سے ایک صورتِ مذکورہ بالا (و لو وضعت خارج المسجد و الامام و بعض القوم معها و الباقی فی المسجد الخ) کی کراہت کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا احتمال عدمِ کراہت کا حالانکہ یہ قاعدہ مشہورہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو اس حدیث سے صورتِ مذکورہ کی کراہت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

**اقول** یہاں تین احتمال اور بھی ہیں وہ یوں کہ فی المسجد ظرفِ مستقر ہے اور مقدر کے متعلق ہو کر ضمیر مستتر " ھو " (جو صلّٰی کا فاعل ہے) سے یا میت سے یا ھُوَ اور میت دونوں سے حال واقع ہو تو اس احتمال نمبر اول اور نمبر دوم کے حاصل معنے بالترتیب وہی ہیں جو پہلے دو احتمالوں سے حاصل ہیں۔ البتہ احتمال ۳ کی صورت میں حاصل معنٰی بدل جاتا ہے یعنی حدیث کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ نمازی اور میت دونوں مسجد میں ہوں تو اجر نہیں اور اگر نمازی یا میت میں سے کوئی ایک فریق مسجد سے باہر ہو تو کراہت نہیں۔

البحر الرائق ص۱۸۷ جلد ۲، شامی ص۸۲۵ جلد ۱، طحطاوی علی الدر ص۳۷۷ جلد ۱ میں ہے والنظم منه ان لفظ فی المسجد الواقع فی الحدیث یحتمل ان یکون ظرفا لصلّٰی او لمیت او لهما الخ اس احتمال سے پانچوں احتمال ہی واضح ہو رہے ہیں۔ فی المسجد " صلّٰی " کی ظرف بنے اس کا صدق دو طرح ہے بلا واسطہ صلّٰی سے متعلق ہو یا مقدر کے متعلق ہو کر فاعلِ صلّٰی کا حال بنے کہ حال بھی اپنے عامل کی



Marfat.com

ظرف بنا کرتا ہے اور میت کا ظرف بننا بھی دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ فی المسجد کا متعلق بہ مقدر میت کی صفت واقع ہو اور دوسرا یہ کہ حال واقع ہو۔ اور میت و مصلّٰی دونوں کے لئے ظرف بننا یوں ہے کہ فاعل و مفعول دونوں سے حال واقع ہو۔ علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے چونکہ صرف حدیث کا محتمل ہونا ہی دکھانا تھا اور حصر مقصود نہیں تھا لہذا دو ہی احتمال ذکر فرمائے کہ محتمل ہونے کا ادنٰی درجہ یہی ہے۔

یہاں بحرالرائق میں ایک اعتراض کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے جسے شامی علیہ الرحمۃ نے رَدّ کرتے ہوئے اپنا تحقیقی جواب بلکہ مستقل تحقیق بیان کی ہے مگر عبارتِ کبیری کی تفہیم جس کا ارشاد ہوا ہے اس پر موقوف نہیں لہذا تفصیل سے سکوت مناسب۔ ہاں اجمالاً اتنا معروض کہ شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں یہ سب احتمالات مضمحل ہیں اور حدیث کا معنٰے متعین صرف ایک ہے اور "فی المسجد" "صلّٰی" کی ظرف ہے۔ ان کا صرف ایک ہی جملہ عرض کئے دیتا ہوں۔ ص۸۲۳ جلد ا میں ہے فقولہ من صلی علی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سواء کان المیت فیہ او لا فیکرہ ذلک اخذا من منطوق الحدیث۔ پھر اخیر میں فرمایا فاغتنم ھٰذا التحریر الفرید فانہ مما فتح بہ المولی علی اضعف خلقہ والحمد للہ علی ذلک۔

کبیری کی عبارت تو لبفضلہ تعالٰی پہلی ہی نظر میں واضح تھی مگر لبفضلہ تعالٰی مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمداتِ مذہب ضرور دیکھا کرتا ہوں۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

حضور والا فقیہ اعظم مدظلہٗ

جلد اول
فتاوی نوریہ



Marfat.com

السلام علیکم: گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کی صحیح تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ یہاں اس مسئلہ پر اختلاف آئے باعثِ فتنہ ہو رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید نمازِ جنازہ کی امامت کرتے ہوئے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دایاں ہاتھ چھوڑ دیتا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بایاں ہاتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن بکر کہتا ہے کہ اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور یہ چیز باعثِ فتنہ ہے۔ امید ہے کہ حضور والا تشفی فرمائیں گے۔ والسلام

السائل: نذیر احمد بٹ کریانہ سٹور گھاس منڈی ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بکر کا یہ کہنا کہ اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے بالکل غلط ہے، بلا شک و شبہ نماز صحیح رہتی ہے مگر ہے زید کا فعل بھی بے دلیل۔ صحیح یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے فوراً بعد[1] دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ صـ۲۲۵ جلد ا میں ہے فالصحیح ان یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھٰکذا فی الذخیرۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲ رجب الاولیٰ ۱۳۹۲ھ ۲۴/۶/۷۲

# الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب جی ساکن رسل بصیر پور شریف

---

[1] ای بعد التکبیر الرابع کما قبیل ھٰذہ العبارۃ ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

عرض ہے کہ ہمارے گاؤں چک ۲۹/ڈی میں قضائے الٰہی سے ایک آدمی فوت ہوگیا ہے اور اس کے جنازے کے واسطے تمام گاؤں والے اکٹھے ہوگئے اور صفاں باندھیں اور آگے امام بھی کھڑا ہوگیا اور جب امام نے نیت جنازہ کی کردی تو پہلی تکبیر کہہ دی تو ایک آدمی جو فتح دین قوم ترکھان نے پیچھے سے امام کو کہا کہ تھوڑا سا آگے ہوجاؤ۔ اور مخول کے ذریعے اس نے کہا اور اس آدمی کے ساتھ ایک ماچھی نام مراد تھا وہ ہنسنے لگا۔ اسی ہنسی میں دوسری تکبیر بھی امام نے کہہ دی اور ایسی ہنسی ان دونوں کو ہوئی کہ تمام آدمی ہنسنے لگے اور شور ہوگیا۔ اسی طرح جنازہ ٹوٹ گیا اور امام نے بھی سلام پھیر دیا۔ جناب عالی عرض ہے اس واسطے آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ فتح دین اور مراد ماچھی کو کسی چیز کا فتویٰ لگنا چاہئے یا نہیں؟ جو آپ فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ جب ان کو ہنسی ہوئی تو آدمی بہت گالی دینے لگے اور وہ ان دونوں کو روکنے لگے بلکہ یہ نہ رُکے اور ان کی ہنسی سے تمام کے تمام بُرا بھلا کہنے لگے۔ فقط والسلام مورخہ ۵۷-۹-۲۶ کا واقعہ ہے تقریباً اس جنازہ میں ۳۵ آدمی تھے۔

سائل: نظام الدین بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر فتح دین ترکھان نے امام کو بحیثیتِ امام میں مخول کیا تو یہ شریعتِ مطہرہ کے ساتھ مخول بنے گا اور اس صورت میں وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا۔ اس پر لازم کہ وہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور مسلمان ہو اور عورت سے دوبارہ نکاح کرے اور ایسے ہی جو لوگ اس کا یہ فعلِ بد جانتے ہو شامل یا راضی ہوئے ان کا بھی یہی حکم ہے وذا ظاھر جدًا لاغبار علیہ قطعًا۔ اور اگر امام کی حیثیت سے مخول نہیں کیا بلکہ دنیاوی طور پر ویسے ہی شرارت کی اور ظاہر بھی یہی ہے کہ آخر وہ کلمہ گو ہے۔ اندریں صورت وہ اور جو اس کے کام میں شریک ہوئے سب کے سب سخت گنہگار ہوئے اور ان سب کے برابر اس اکیلے کا گناہ ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور امام صاحب سے معافی مانگے۔ قرآنِ کریم میں ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا۔ پ۲۲ع۴۔ ایضاً



Marfat.com

یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منہم (الی قولہ تعالیٰ) ومن لم یتب فاولٰئک ہم الظالمون ۱ پ۲۶ ع ۱۴۔ باقی رہی تعزیر وغیرہ تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے وہ سخت سے سخت تعزیر ایسے برے کاموں پر لگا سکتی ہے۔ ہاں زمیندار وغیرہ بااثر لوگ آپ جتنا زیادہ سے زیادہ کرسکتے ہیں جوتوں وغیرہ سے مرمت کریں کہ ایسے گندے اور برے کام سے لوگ باز رہیں اور نمازیں حسبِ شریعت ادا کرتے رہیں وذا واضح جداً من الآیات المنیفۃ والاحادیث الشریفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ واٰلہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

منجانب مولانا ابوالفیض علی محمد صاحب نوری خطیب ہاڑی، خط کے ضمن میں :۔

ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ قبرستان میں جبکہ قبریں سامنے موجود ہوں تو وہاں نمازِ جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جنازہ اور سامنے والی قبروں میں کوئی چیز حائل ہو تو پھر تو جائز ہوگا؟ مجھے اس سلسلے میں حوالہ بھی مطلوب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰہم اجعل لی النور والصواب

یہ سوال بوجہ اجمال تفصیل طلب ہے مگر بوجہ قلتِ فرصت ایسا مجمل جواب دیتا ہوں کہ عاقل کے لئے





Marfat.com

بفضلہ تعالیٰ اکثر صُور کا تفصیلی جواب بن جائے گا فاقول مستعینا بہ کافیا لعبادہٖ قبرستان میں قبروں کے سامنے بلکہ قبروں کے درمیان بھی اگرچہ مکان نجس ہو نمازِ جنازہ جائز بلکہ فرض بھی ہے جبکہ بلا نمازِ جنازہ یا قبل از تکمیلِ غسل یا بلا ولی اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا ہو بشرطیکہ قدم پاک چیز پر ہوں۔ تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۸۲۶ جلد۱ میں ہے (وان دفن) و اھیل علیہ التراب (بغیر صلوٰۃ) او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ (صلی علی قبرہ) الخ شامی فرماتے ہیں ای افتراضا فی الاولیین و جوازا فی الثالثۃ لانہا لحق الولی افادہ ح۔ ہمارے پیارے نبی اولیٰ بالمومنین متعدد صحابہ کرام کی قبروں پر نمازِ جنازہ ادا فرما چکے ہیں حالانکہ قبر عمومًا قبرستان میں ہوتی ہے ایکطرف یا درمیان اور یونہی میت غیر مدفون کی نمازِ جنازہ بھی قبرستان میں قبروں کے سامنے ہو سکتی ہے جبکہ قبروں کے درمیان نہ ہو جبکہ قبریں کراہت مرورِ مار امام المصلی کی حد سے دور ہوں (جو ایک قول پر جائے سجدہ ہے اور صحیح یہ کہ نمازی باخشوع جب جائے سجدہ پر نظر رکھے تو مار پر نظر نہ پڑے کما فی الہندیۃ[عہ] وغیرہا) شامی ص۶۱۲ جلد۱ میں ہے لاتکرہ الصلوٰۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ کما فی جنائز المضمرات۔ ہندیہ ص۵۶ جلد۱ میں ہے ان کانت القبور ما وراء المصلی لایکرہ۔ اور اگر قبریں بالکل نزدیک ہوں اور سترۂ شرعیہ ہو تو بھی کراہت نہیں کہ وہ ایسا حجاب ہے جو شرعًا معتبر ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص۷۲ میں مرفوعًا ہے اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من مر وراء ذلک رواہ مسلم۔ فتاوٰی ہندیہ ص۵۶ میں ہے ان کان بینہ و بین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لایکرہ فہٰہنا ایضا لایکرہ کذا فی التتارخانیۃ۔ اقول یصدق علی السترۃ ایضا

---

عہ اصل مسائل کے ماسوائے صرف اسمائے کتب پر اکتفا کیا ہے اختصارًا ۱۲ منہ غفرلہٗ



Marfat.com

اور یہ تو مسلم ہی ہے کہ سترة الامام سترة القوم اور میت چونکہ عادةً چارپائی پر ہوتا ہے تو چارپائی ہی بہترین سترہ بن جاتی ہے۔ مرقات ص۲۴۰ جلد۲ میں ہے هی بالضم ما يستتر به كائنا ما كان و قد غلب على ما ينصبه المصلى قدامه من عصا او سجادة او سوط او غير ذلك من آدمي او شجرة او دابة الخ (هذا مما يجب التنبه له ليفيد) ہاں اگر وہ مکان نجس ہو اور نجاست نہ اٹھائی جائے بلکہ مصلےٰ وغیرہ ڈال کر پڑھی جائے کہ بدبو وغیرہ آئے تو مکروہ کہا جاسکتا ہے مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۰۳ جلد۲ میں ہے و محاذاتها (ای النجاسة) فی الصلوٰة مکروهة سواء كانت فوقه او تحت ما هو واقف عليه اقول و عندی هذا محمول على مجيئ الريح او كون نحو العذرة امام المصلى۔ اور قبروں کے درمیان جبکہ قبریں نزدیک اور غیر مستور ہوں تو مکروہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم ان يصلى على الجنائز بين القبور (جامع صغیر ص۱۹۶ جلد۲ برمز طس [1] شارح فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ بدائع صنائع ص۳۲۰ جلد۱ طحطاوی علی المراقی ص۳۶۱ میں ہے قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه لا ينبغى ان يصلى على ميت بين القبور و كان على و ابن عباس رضى الله تعالى عنهما يكرهان ذلك۔ ہاں اگر پڑھا جائے تو ہو جائے گا۔ انہی میں ہے و ان صلوا اجزأهم لما روى انهم صلوا على عائشة و ام سلمة رضى الله تعالى عنهما بين مقابر البقيع والامام ابو هريرة و فيهم ابن عمر رضى الله تعالى عنهم

---

ع هذا لفظ الهندية ص۱۶۵ جلد۱ ۱۲ منه غفرله
[1] عزیزی علیہ الرحمۃ السراج المنیر ص۴۰۰ جلد۳ میں فرماتے ہیں واسناده حسن ۱۲ منه غفرله



Marfat.com

اور اگر مقبرہ میں نماز کی جگہ تیار کی گئی ہو اور وہاں قبریں نہیں اور پاک وصاف ہو تو مطلقاً حرج نہیں جبکہ سامنے قبر بلا سترہ نہ ہو۔ شامی ص۳۵۳ جلد ا میں ہے ولا بأس بالصلوٰۃ فیہا اذا کان فیہا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ کما فی الخانیۃ ولا قبلتہ الی قبر حلیہ ا۔ اگر قبریں نمازیوں کے صرف دائیں بائیں یا پیچھے ہوں اور جگہ پاک ہو تو نمازِ جنازہ میں پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقبرہ میں کراہت نماز (جو حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مستفاد ہے) اس کی وجہ بعض یہ فرماتے ہیں کہ مقبرہ میں چونکہ اموات کے جسم سے خارج ہونے والا مواد پیپ وغیرہ اور گوشت اور ہڈیاں بھی خاک شدہ ہوتے ہیں اور بار بار کھدائی سے ایسی ناپاک مٹی اوپر آجاتی ہے لہذا طہارتِ مکان مشکوک ہو جاتی ہے۔ طحطاوی علی الدر ص۱۸۳ جلد ا وذلک لان تراب المقابر قذر بسبب ما یصیب من مائعات الموتی ویکثر تقلبہ بجعل اسفلہ اعلاہ شامی ص۳۵۲ جلد ا میں ہے لان فیہا عظام الموتی وصدیدہم وھو نجس۔ مرقاۃ اور عینی علی البخاری ص۱۵۱ جلد ۲ میں گوشت کا ذکر بھی ہے مگر یہ وجہ صرف ان مقابر میں پائی جاتی ہے جو بڑے پرانے ہوں اور ان پر بھی دوبارہ سہ بارہ کھدائی کے بعد بارش نہ پڑی ہو ورنہ ناپاک نہیں کہ یوں ہو تو ہر جگہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی قبر رہی ہو۔ پھر بارش سے پہلے بھی ناپاک یا مشکوک کہنا مشکل ہے کہ دوبارہ سہ بارہ وہی قبریں کھودی جاتی ہیں جو پرانی اور مٹی ہوئی ہوں تو ایسے اموات کے فضلاتِ نجسہ بھی خاک بن چکے ہوتے ہیں حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہر شے قلبِ ماہیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے کما قیل فی حمار وقع فی مملحۃ فصار ملحا وعذرۃ صارت ترابا وخمر تخلل۔ شامی ص۲۹۱ جلد ا وغیرہ میں ہے بخلاف نحو

---

سہ مرقات ص۲۰۲ جلد ۲ میں ہے وقیل تاویل الحدیث (اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد) بجوازہا فیہا ان الغالب من حال المقبرۃ اختلاط تربتہا بصدید الموتی ولحومہا والنہی لنجاسۃ المکان فان کان المکان طاہرا فلا باس ۱۲ منہ غفر لہ



Marfat.com

خمر صار خلا و حمار وقع فی مملحۃ فصار ملحا و
کذا دردی خمر صار طرطیرا و عذرۃ صارت رمادا او
حمأۃ فان ذلک کلہ انقلاب حقیقۃ الی حقیقۃ اخری
اسی میں ہے ان العلۃ عند محمد ھی التغیر و انقلاب الحقیقۃ
و انہ یفتی بہ للبلوی۔ غالبًا اسی بنا پر اس وجہ کے متعلق شامی میں و ھو نجس
کے بعد ہے و فیہ نظر اور مرقات میں فرمایا کہ قبریں بھی چونکہ اموات پر مشتمل ہیں اور نجاست کا آگے پیچھے
یا نیچے ہونا اگرچہ پردہ سے ہو مکروہ ہے و نصہ لتصریحہم بکراھۃ الصلوٰۃ
فی مقبرۃ غیر الانبیاء و ان لم تنبش لانہ محاذ للنجاسۃ
و محاذاتہا فی الصلوٰۃ مکروھۃ سواء کانت فوقہ
او خلفہ او تحت ما ھو واقف علیہ (مرقاۃ صـ۲۰۳ جلد ۲) مگر یہ قطعاً
مسلّم نہیں کہ یوں دبی ہوئی نجاست کہ بُو تک بھی نہ آئے، کراہت پیدا کرے غنیۃ المستملی صـ۳۵۳ میں خلاصہ سے
ہے ھذا اذا لم یکن بین یدی المصلی و بین ھذہ
المواضع حائل کالحائط و ان کان حائط لا یکرہ۔ (منہا القبر ۲ منہ غفرلہ) اور یونہی بحرالرائق
صـ۱۱۶ جلد ۱ میں بھی ہے۔ اور فتح القدیر صـ۳۶۵ جلد ۱ میں ہے و یکرہ و قدامہ عذرۃ کما
یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او مخرج او قبر
فان کان بینہ و بین ھذہ حائل حائط لا یکرہ۔ اور غنیہ کے
اسی صفحہ میں ہے لان الکراھۃ فی المسجد انما ھی لاحترامہ لا لان
الصلوٰۃ الی النجاسۃ لان جدار الحمام حائل بخلاف ما
لو صلی و بین یدیہ عذرۃ او غیرھا من النجاسات
بلا حائل حیث یکرہ لذلک۔ پھر یہ بھی مسلّم نہیں کہ ہر مسلمان خاک ہو جاتا ہے

---

سے مشاہدے ثابت ہے کہ کئی مقبور بعینہٖ رہتے ہیں وجاء فی الاحادیث ایضا کما فی شرح الصدور ۱۲ منہ غفرلہ





Marfat.com

یا اس کی قبر ناپاک ہے البتہ ایسے پرانے قبرستان میں ادب سے جانا چاہیئے کہ خاک بھی محترم ہے۔ اور یہ تو تمام صورتوں میں ضروری ہے کہ قبر پر کھڑے نہ ہوں یا پاؤں نہ پڑیں کما بین فی جنائز کتب المذھب فی زیارۃ القبور۔ اور بعض نے قبرستان میں کراہتِ نماز کی یہ علت بیان کی ہے کہ بے سمجھ لوگ قبروں کی آڑ میں بول و براز کر لیتے ہیں تو جہاں نجاست مانعہ متیقن پر قیام ہو نماز ہوگی ہی نہیں اور شک و ظن کی صورت میں کراہت۔ بدائع ص۱۱۵ جلد ۱، مبسوط ص۲۰۶ جلد ۱ میں ہے و النظم من البدائع قیل معنی النھی ان المقابر لا تخلو عن النجاسات لان الجھال یستترون بما شرف من القبور فیبولون و یتغوطون خلفہ فعلی ھٰذا لاتجوز الصلوٰۃ لو کان فی موضع یفعلون ذٰلک لانعدام طھارۃ المکان۔ مگر یہ علت بھی عام نہیں۔ اور بعض نے یہ علت بیان کی کہ اس میں یہود سے تشبہ ہے کہ قبورِ انبیاء و صالحین کو سجدے کرتے ہیں جیسے بخاری و مسلم کی احادیثِ مرفوعہ سے ثابت ہے اتخذوا قبور انبیائھم و صالحیھم مساجد۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علت یہ ہے کہ مشرکین کی عبادتِ اصنام کا اصل یہ ہے کہ قبورِ صالحین کو سجدے کیا کرتے تھے تو شیطان نے مجسمے بنا دیے یا بنوائے۔ شامی ذخیرہ میں و قیل لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد و قیل لانہ تشبہ بالیھود و علیہ مشی فی الخانیۃ۔ اور یہ دونوں علتیں بلاشبہ تمام مقابر کے متعلق عام ہیں جبکہ سترہ نہ ہو مگر یہ سجود والی نمازوں کے ساتھ خاص ہیں کہ ان کا اصل سجود الی القبور ہی ہے۔ اور چونکہ نمازِ جنازہ میں سجدہ نہیں لہٰذا کراہت ثابت نہیں ہو سکے گی۔ بلکہ حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں صلوٰۃ فی المقابر سے نہی ہے اور یونہی حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ کی حدیثیں جن میں صلوٰۃ الی القبر سے نہی ہے صلوٰۃِ جنازہ کو شامل نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ حقیقۃً صلوٰۃ ہے ہی نہیں بلکہ دعا و استغفار ہے اور مجازاً صلوٰۃ کہا جاتا ہے

---

؎ کا القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار۔ نیز میتِ مسلم کی نجاست جو موت سے عارض ہوتی ہے غسل سے ساقط ہو جاتی ہے حتی کہ میتِ مسلم مغسول کو اٹھانا مفسدِ صلوٰۃ نہیں پھر احادیث میں آگیا سبحان اللہ! ان المؤمن لاینجس حیا و لا میتا ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

یا صلوٰۃ بمعنے دعاء ہے چنانچہ رکوع و سجود و قرارت رکنِ صلوٰۃ ہیں اور جنازہ میں نہیں کہ وہ حقیقۃً صلوٰۃ نہیں مبسوط صـ۶۴ جلد ۲، بدائع صنائع صـ۳۱۴ جلد ۱ و النظم صـ۳ و قوله علیه السلام لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب و لا صلوٰة الا بقراءة لا یتناول صلوٰة الجنازة لانها لیست بصلوٰة حقیقة انما هی دعاء و استغفار للمیت الا ترٰی انه لیس فیها الارکان التی تترکب منها الصلوٰة من الرکوع والسجود الا انها تسمّٰی صلوٰة لما فیها من الدعاء و اشتراط الطهارة و استقبال القبلة فیها لا یدل علی کونها صلوٰة حقیقة کسجود التلاوة و لانها لیست بصلوٰة مطلقة فلا یتناولها مطلق الاسم اور یہ یوں بھی واضح ہے کہ قبر کو سجدہ حرام ہے مگر قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء و استغفار حرام نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے اور جنازہ ہے ہی یوں۔

بہرحال فقیر کی نظرِ قاصر میں نمازِ جنازہ کی کراہت ان علتوں سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ہندیہ صـ۱۶۵ جلد ۱ میں جو ہے والصلوٰة علی الجنازة فی الجبانة و الامکنة و الدور سواء کذا فی المحیط۔ اس جبانہ کا معنے قبرستان ہو سکتا ہے کہ جبانہ کے معانی سے ہے کما فی منتهی الارب و المنجد۔ ہاں بین القبور کی نہی میں صلوٰۃِ جنازہ کی تصریح ہے تو وہ بلاشبہ مکروہ ہے تنزیها او تحریما و الظاهر الاول کما یتبین من ما مر۔ السراج المنیر صـ۲۰۴ جلد ۳ میں ہے مکروهة تنزیها۔ ہاں مقبرہ میں نمازِ جنازہ حضرت ابو برزہ اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے سنن بیہقی صـ۳۲ جلد ۴ میں ہے ان جنازة وضعت فی مقبرة اهل البصرة (الٰی ان قال) فتقدم ابو برزة فصلی بهم المغرب و فی الناس انس بن مالک و ابو برزة من الانصار من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم صلوا علی الجنازة۔ بہرنہج بین القبور والی صورت کے علاوہ جب کہ مکان پاک ہو اور قبور پر پاؤں بھی نہ آئیں

---

سے لان فیه تفصیلا حسنا ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

کراہت فقیر کی نظرِ قاصر میں ثابت نہیں خصوصاً جبکہ بلا ستر قبور سامنے نہ ہوں تو اصلاً کوئی وجہ کراہت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳، ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ، ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق :

نمبرا :- کہ جب نماز جنازہ کسی میت پر پڑھی جائے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اس میت پر اسی جگہ کھڑے دعا مانگنی شرع شریعت کے نزدیک جائز ہے کہ نہیں ؟

نمبر۲ :- پھر جب میت کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر قبرستان سے باہر آکر جو دعا مانگی جاتی ہے یہ بھی شریعت کے مطابق جائز ہے ؟

حضور کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے نہایت مؤدبانہ التماس ہے مذکورہ بالا دونوں مسائل کی پوری کوشش فرما کر دلائل قویہ کے ساتھ بحوالہ کتب شرعیہ کے ثبوت کے ساتھ تحریر فرماویں بہت مہربانی ہوگی۔

از طرف : فدویان مولوی محمد عارف امام مسجد چک ۳۲/۲-ایل براستہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری

شیخ عبدالعزیز دوکاندار چک ۳۲/۲-ایل ، عبدالعزیز بقلم خود ، محمد عارف بقلم خود

# الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبرا :- شرعاً یہ دونوں صورتیں یقیناً جائز ہیں۔ آیات متکاثرہ واحادیث متظافرہ اور اقوالِ ائمہ وعلماء کرام متواترہ



Marfat.com

سے روزِ روشن کی طرح نمایاں وعیاں ہے کہ دعا ایسی خصوصی عبادت و مغزِ عبادت ہے کہ اس کا جواز زمان و مکان و تعداد کی قیود سے آزاد ہے تو لامحالہ ان دونوں صورتوں میں بھی جائز ہی رہے گی کہ کسی آیت و حدیث یا اجماعِ امت سے ان آیات و احادیث مشرعۂ دعا و اجماع مجوز کی تخصیص ان دونوں صورتوں کے ماسوا کے لئے ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ ان کے عموم و شمول کی تائید صریح ثابت ہے کہ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ و اجماعِ امت سے بالخصوص بلا کسی قیدِ زمانی و مکانی و تعدادی کے ثابت کہ دعائے احیاء اموات مؤمنین کیلئے

نافع و مفید اور سنتِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کا دستورِ مسلّم ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ "شرح الصدور" طبعِ مصر ص۱۲۷ میں فرماتے ہیں قد نقل غیر واحد الاجماع^عہ^ علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیلہ^عہ^ من القراٰن قولہ تعالیٰ والذین جاءو امن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان یعنی متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے اور دلیل اس کی قرآنِ کریم سے اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے "اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو ہم سے پہلے ایمان لائے" اور یونہی قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ "تذکرۃ الموتٰے" مجتبائی ص۳۵ میں یہ اجماع و دلیل بیان فرماتے ہیں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر طبع مصر ص۱۱۸، ص۱۱۹ میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحیاء للاموات نفع لھم بے شک زندوں کی دعائیں اموات کے لئے سودمند ہیں (الیٰ ان قال) و قد

---

عہ فی شارا لتنکیت للنواب صدیق حسن خان البھوفالی ص۵ ان الدلیل علی انتفاعہ بما فعل لہ الاحیاء الکتاب والسنۃ والاجماع و قواعد الشرع اما الکتاب فقولہ تعالیٰ والذین جاءو امن بعدھم الآیۃ (الیٰ ان قال) وھذا اعنی انتفاع المیت بدعاء الاحیاء لا نزاع فیہ الخ ۱۲ عہ و قد استدل بہ امام المنکرین ابن القیم الجوزیۃ فی کتاب الروح ص۱۹۰ علی ھذا و قال بعد ذکر الآیۃ فاثنی اللہ سبحانہ علیھم باستغفارھم للمؤمنین قبلھم فدل علی انتفاعھم باستغفار الاحیاء ۱۲



Marfat.com

توارثہ السلف واجمع علیہ الخلف یعنی پہلوں اور پچھلوں سب کا اس پر اتفاق ہے۔ پھر آیاتِ کثیرہ و احادیث سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں اتفق اھل السنۃ ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیاء۔ یعنی اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی کوشش (دعاء استغفار وغیرہ) سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور یونہی عقائدِ نسفیہ و شرح تفتازانی طبع مجیدیہ ص۱۲۳ اور تکمیل الایمان تصنیف حضرتِ مولانا عبدالحق محدثِ دہلوی ص۷۷ مجتبائی میں ہے۔ بلکہ ابن قیم جوزیہ کی کتاب الروح طبع حیدر آباد ص۱۸۵ اور نواب صدیق حسن خان بہادر بھوپالی کی ثمار التنکیت طبع بھوپال ص۱۰۱ میں ہے مجمع علیہما بین اھل السنۃ من الفقہاء و اھل الحدیث والتفسیر احدھما ما تسبب الیہ المیت فی حیاتہ والثانی دعاء المسلمین لہ واستغفارھم الی اخرہ۔ یعنی تمام گروہ اہل السنت والجماعت فقہاء و محدثین و مفسرین اس پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی دعاء و استغفار سے اموات نفع اٹھاتے ہیں۔ نیز ابن قیم کی اسی کتاب کے ص۱۹۱ میں ہے ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم للاموات فعلا و تعلیما و دعاء الصحابۃ والتابعین والمسلمین عصرا بعد عصر اکثر من ان یذکر واشھر من ان ینکر یعنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاء مردوں کے لئے جو آپ نے خود کی اور امت کو تعلیم فرمائی اور صحابہ کرام، تابعین، تمام اہلِ اسلام کا زمانہ بعد زمانہ اموات کے لئے دعاء کرتے رہنا اس سے زیادہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جاسکے اور اس سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کا انکار کیا جاسکے۔ یہ دونوں صاحب معترضین کے مسلم امام ہیں ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ حضرتِ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کشف الغمہ طبع مصر ص۱۷۳ جلد ا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ناقل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یحث علی الدعاء والصدقۃ والقرب المھدات للاموات من اقاربھم واخوانھم ویقول ان ذلک ینفعھم یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شوق دلایا کرتے تھے ان دعاؤں اور خیراتوں اور نیکیوں پر جو اموات کے لئے ان کے رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف سے بطورِ تحفہ بھیجی جائیں، فرمایا کرتے تھے کہ بے شک یہ سب کچھ انہیں نفع دیتا ہے وقد صرح الشعرانی بتصحیح جمیع الاحادیث المذکورۃ فی کتابہ ص۹۰۔ اور





Marfat.com

استدلال بعموم واطلاقِ نصوص طریقۂ ائمہ قدیم وحدیث بالاتفاق ہے و ذا مما لا ینکر من رای کلماتھم العالیۃ۔ حتیٰ کہ معترضین کے مسلّم امام نواب صدیق حسن خان بہادر اپنے رسالہ حل سوالات مشکلہ مطبوعہ نظامی کے صـ۵ میں بعد از نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ مطلقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے مگر بعد از نماز کی قید نہ نفیاً ہے اور نہ اثباتاً، پس عموم ادلہ و مطلقاتِ آں شاملِ فریضہ خواہد بود تا آنکہ دلیلے بر تخصیصِ وے قائم شود، یعنی ان دلائلِ جواز کا عموم واطلاق دعا بعد از نمازِ فرض کو بھی شامل ہو گا تا آنکہ کوئی دلیل یہ تخصیص ثابت کرے کہ بعد از نماز جائز نہیں (ہمارے ائمہ کرام بھی یونہی فرماتے ہیں کہ بلا دلیلِ تخصیص حکم عام سب افراد کو شامل ہے) لہذا بعد از نمازِ فرض جنازہ بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز انہی کے مسلّم پیشوا کے دلائل سے بھی ثابت ہو گیا اور جوازِ شرعی واضح ہو دیا، مگر اطمینانِ سائلاں کے لئے اور توضیح کی جاتی ہے :۔

(۱) بالخصوص دعا بعد از نمازِ جنازہ کی تصریح بھی بلاشبہ ثابت ہے۔ سنن ابوداؤد مجیدی صـ۱ جلد ۲، سننِ بیہقی طبع حیدر آباد صـ۴۰ جلد ۴، سننِ ابنِ ماجہ اصح المطابع صـ۱۰۹ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً ہے اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء یعنے جب میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ مرقات صـ۵۹ جلد ۴ میں ہے قال ابن حجر وصححہ ابن حبان۔ یعنے ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ ابنِ حبان نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ بدائع صنائع صـ۳۱۱ جلد ۱ طبع مصر میں ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت عمر حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ علی الجنازۃ لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ یعنی جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے (جس پر ابھی ابھی نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہے) دعا و استغفار کر لو۔ (وھذا نص فی الباب کما قال ملک العلماء علیہ الرحمۃ) نیز بدائع کے اسی صفحہ اور مبسوطِ سرخسی طبعِ مصر صـ۶۷ جلد ۲ میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم ایک جنازہ پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا نیز ان دونوں کے انہی صفحات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نمازِ جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر بولے ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ

فتاویٰ نوریہ جلد اول



Marfat.com

آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔ مصنفِ ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز طبع ملتان ص۳۳۲ ج۳ میں ہے کہ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں ثم مشیٰ حتی اتاہ و قال اللھم عبدک و ابن عبدک نزل بک الیوم فاغفر لہ ذنبہ و وسع علیہ مدخلہ فانا لا نعلم منہ الا خیرا و انت اعلم بہ۔ یعنی بعد از نمازِ جنازہ چل کر میت کے نزدیک ہو کر یہ دعا فرمائی۔ شرح الصدور ص۵۳ میں بحوالہ بزار حضرتِ معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث مرفوع طویل میں ہے کہ فرشتے مومن قرآنِ کریم پڑھنے والے کی روح پر دو سوں میں نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں۔ ثم تستغفر لہ الی یوم یبعث پھر فرشتے اس کے لئے قیامت کے دن تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ایسی عبادت ہے جو فرشتے بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ استغفار عمومِ آیاتِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے الذین یحملون العرش و من حولہ یسبحون بحمد ربھم و یؤمنون بہ و یستغفرون للذین اٰمنوا الاٰیات۔ یعنی وہ فرشتے جو حاملینِ عرش ہیں اور وہ جو عرش کے ارد گرد ہیں اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور استغفار کرتے رہتے ہیں ایمانداروں کے لئے " آخر دعا تک۔ نیز قرآن کریم میں ہے و الملٰئکۃ یسبحون بحمد ربھم و یستغفرون لمن فی الارض فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔" میت تو میت اور محتاج ہے، میت کے احسان کرنے والے پر بھی بعد از نمازِ جنازہ دعا فرمائی حدیث طویل مرفوع سے ثابت ہے سننِ دارقطنی ص۳۰۸ طبعِ دہلی، کشف الغمہ ص۱۶۱ جلد ۲، عمدۃ القاری علے البخاری ص۶۶۵، ص۶۶۶ جلد ۵، فتح الباری ص۳۶۹ جلد ۴ مطبوعاتِ مصر میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے میت کا قرض اپنے ذمہ لیا تو حضور پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی پھر حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو یہ دعا فرمائی جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان



Marfat.com

اخیک اور اس دعا کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ جو مرنے والا اس حالت میں مرے کہ اس پہ دَین (قرض وغیرہ) ہو تو وہ اپنے دَین کے بدلے گروی ہی رکھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر ہر اس شخص کے لئے جو میت کے دَین ادا کر کے گروی سے چھڑائے، یہ دعا دی ومن فک رھان میت فک اللہ رھانہ یوم القیامۃ تو آفتابِ نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ بعد از نمازِ جنازہ دعا جائز ہے، کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر۔ آخر نمازِ جنازہ میں بھی کھڑے ہو کر ہی دعا کیا کرتے ہیں اور کسی آیت یا حدیث بلکہ کسی امامِ معتمد کی تصریح کسی کتابِ مستند میں قطعاً کوئی نہیں دکھا سکتا کہ بعد از نمازِ جنازہ کھڑے ہو کر ایسی مختصر دعائیں ناجائز ہیں۔ ہاں یوں کھڑے رہنا جائز نہیں کہ کھڑے ہی رہیں اور دفن میں دیر کر دیں۔ یوں کھڑے رہنا تو بلا دعا بھی منع ہے مگر یہ اور چیز ہے۔ فوری دعا جس سے دیر نہ ہو دلائل مذکورہ بالا کی رُو سے یقیناً جائز ہے۔ اور بعض لوگ جو یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب جنازہ میں دعا ہو گئی تو دوبارہ کیوں کی جائے؟ تو ان کا یہ شبہ بھی دلائل مذکورہ بالا سے اُٹھ گیا۔ نیز کثرت و تکرارِ دعا یقیناً جائز و مستحب و مستحسن ہے کما اثبتناھا بالدلائل المحکمۃ فی فتاوانا من الکتاب والسنۃ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ دوبارہ کیوں نہ کی جائے؟ جو کہے، دلیلِ شرعی سے عدمِ جواز ثابت کرے۔ ہم نے تو جواز ثابت کر دیا۔

بدائع صنائع ص۱۳۲ جلد۱ میں اسی تکرارِ دعا بعد از جنازہ کے اثبات میں فرمایا ان التنفل بالدعاء والاستغفار مشروع۔ یعنے دعا و استغفار نفلی طور پہ دوبارہ شروع کرنے مشروع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دفنِ میت کے بعد خصوصی طور پر اس کے لئے بخشش مانگنے اور جوابِ منکر و نکیر میں کامیاب رہنے کی دعا کرنے کا حکم حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ سننِ ابو داؤد ص۱۰۳ جلد۲، بیہقی ص۵۶ جلد۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۱۵۸، حاکم بحکمِ صحت و تقریرِ ذہبی، مستدرک ص۳۷ جلد۱ میں یہ کلمات متقارب ہے والنظم للبیہقی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت قال استغفروا لمیتکم وسلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل۔ یعنے پیارے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے میت کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے سوالِ تثبیت کرو اس لئے کہ وہ ابھی سوال کیا جائے گا رصاف



Marfat.com

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال وجواب سے فارغ ہونے تک یہ استغفار ودعائے تثبیت جاری رہیں تو بہت ہی اچھا ہے اور مقبور کی سخت احتیاج کے وقت بہترین امداد ہے۔ سراج المنیر شرح جامع الصغیر ص۱۳۳ جلد ۳ طبع مصر میں ہے (وسلوا) الله (له التثبیت) ای اطلبوا منه ان یثبت لسانه وجنانه لجواب الملکین (فانه الآن یسئل) ای یسئله الملکان منکر و نکیر فهو احوج الی الدعاء۔ حالانکہ ان سوالاتِ منکر نکیر کا سلسلہ کافی دیر تک قائم رہتا ہے۔ صحیح مسلم ص۷۶ جلد ۱ اصح المطابع، سنن بیہقی ص۵۶ جلد ۴ میں حضرتِ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وصیت میں ہے والنظم للمسلم ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور و یقسم لحمها حتی استأنس بکم و انظر ماذا اراجع به رسل ربی یعنی بعد از دفن میری قبر کے گرداگرد اتنے وقت کے لئے ٹھہرے رہنا کہ اونٹ نحر کیا جائے اور اس کا گوشت بانٹا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس حاصل کرتا رہوں اور دیکھ لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں (منکر نکیر) کو کیا جواب دیتا ہوں۔" مرقات ص۸ جلد ۴ میں استانس بکم کی شرح میں فرمایا ای بدعائکم و اذکارکم و قراءتکم و استغفارکم یعنی تمہاری دعاؤں اور ذکروں اور قرآن خوانی و استغفار سے۔"

بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو نحر کرکے گوشت بنا کر تقسیم کرنے پر جتنا وقت خرچ آتا ہے اتنے وقت کے لئے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور زیادہ وقت تک جاری رہنے کی نفی نہیں۔ اور شرح الصدور ص۵۸، کشف الغمہ ص۱۷۲ جلد ۱، ثمار التنکیت مصنفہ صدیق حسن خان بھوپالی ص۱۷۶ تا ۱۷۷، تفسیر در المنثور ص۸۳ جلد ۴ میں احادیثِ موقوفہ لفظاً، مرفوعہ حکماً سے ہے کہ یہ سلسلہ سوالات سات دن تک جاری رہتا ہے اور الحاوی للفتاوی طبع درب الاتراک میں ص۱۷۸ سے ص۱۹۵ تک جلد ۲ انہی احادیث کی تحقیقِ انیق ہے۔ شرح الصدور کے لفظ یہ ہیں واخرج الامام احمد فی الزهد وابو نعیم فی الحلیة عن طاؤس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعم عنهم تلک الایام یعنی امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرتِ طاؤس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے



Marfat.com

روایت فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں بے شک مردے اپنی قبروں میں سوال کئے جاتے ہیں سات دن تک پس پسند کرتے تھے وہ (صحابہ کرام) یہ کہ ان دنوں میں کھانا مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے کھلایا جائے۔ حاوی ص۱۸۳ جلد میں ہے فالحکم علی مثل ھذا بالرفع من الامور التی اجمع علیہ اھل الحدیث یعنے بالاجماع ایسی حدیثیں حکماً مرفوع ہیں اور یونہی بھوپالی نے بھی ثمار التنکیت کے ص۷۷ میں لکھا ہے۔ نیز حاوی کے اسی صفحہ میں ہے اذا تقرر ان اثر طاؤس حکمہ حکم الحدیث المرفوع المرسل واسنادہ الی التابعی صحیح کان حجۃ عند الائمۃ الثلاثۃ ابی حنیفۃ ومالک و احمد مطلقا من غیر شرط یعنی یہ حدیثیں مرفوع حکمی صحیح الاسناد حضرات امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد کے نزدیک بلا کسی شرط کے دلیل قوی ہے۔ پھر آگے امام شافعی کے نزدیک بھی دلیل قوی ہونے کا بیان مفصل ہے۔ پھر یہ بھی بظاہر کہ صحابہ کرام کا سات سات دن تک اس اطعامِ طعام سے مقصود یہ تھا کہ میت کی امداد جاری رہے اور منکر نکیر کے جوابات میں اس کے دل و زبان ثابت رہیں۔ حاوی ص۱۸۵ جلد۲ میں ہے ان اخبار عن الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم بانہم کانوا یستحبون الاطعام عن الموتی تلک الایام السبعۃ صریح فی ان ذلک کان معلوما عندھم وانہم کانوا یفعلون ذلک لقصد التثبیت عند الفتنۃ فی تلک الایام اور جب سات دن تک اطعامِ طعام برائے تثبیت جائز ہے تو دعا، واستغفار و قرآن خوانی بھی جائز رہے گی لہذا قرونِ سالفہ میں بھی یہ سب کچھ اہالیانِ اسلام میں رائج رہا حاوی ص۱۹۴ جلد۲ میں ہے الظاہر انہا لم تترک من عہد الصحابۃ الی الآن وانہم اخذوھا خلفا عن سلف الی الصدر الاول ورأیت فی التواریخ کثیرا فی تراجم الائمۃ یقولون واقام الناس علی قبرہ سبعۃ ایام یقرءون القرآن الخ اور دعا، واستغفار کا مفیدِ تثبیت ہونا تو حدیثِ مندرجہ بالا عن سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ثابت ہو چکا بلکہ اسی سے سات دن تک بالخصوص

---

سے حاوی ص۱۸۲ جلد۲ میں ہے اطبق العلماء علی ان المراد بقولہ یفتنون و بفتنۃ القبر سوال الملکین منکر و نکیر ۱۲ منہ غفر لہ



Marfat.com

دعا و استغفار کا کرنا بوجہ وجودِ علت سوال ثابت ہو رہا ہے نیز اطعامِ صحابہ سے سات دن تک دعا و استغفار و قرآن خوانی کا جواز و استحباب یوں بھی مستفاد کہ دلائلِ شرعیہ میں یہ تفریق قطعاً نہیں کہ ایک عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور دوسرے کا نہیں بلکہ نصوصِ کثیرہ سے تمام اعمالِ خیر کا ثواب پہنچنا ثابت ہے۔ یہ صرف ہمارے ہی ائمہ کا فرمان نہیں بلکہ مخالف حضرات کے مسلم مقتدا بھی یہی اقرار کرتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب ثمار التنکیت صـ۱۰۲ میں ہے فای نص او قیاس او قاعدۃ من قواعد الشرع یوجب وصول احدھما و یمنع وصول الآخر بل ھذہ النصوص متظافرۃ علی وصول ثواب الاعمال من الاحیاء الی الاموات الخ۔ ابنِ قیم کی کتاب الروح صـ۲۲۷ میں ہے وھل ھذا الا تفریق بین المتماثلات۔ تو بالوضاحت ثابت ہو گیا کہ سات دن تک میت کے لئے دعا و استغفار اور اطعام و قرآن و فاتحہ خوانی بالخصوص مفید تثبیت اور جائز و مستحسن ہیں۔ اور جب سات دن تک جائز ہے تو صرف چالیس قدم چلتے ہی کیسے ناجائز ہو جائے گی تو آفتابِ تاباں سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ چالیس قدم پر دعا، جائز ہے اور مفید و مستحسن ہے اور یوں ہی چالیس قدم سے پہلے اور پیچھے بھی جائز و مفید ہے چالیس کی تخصیص محض اتفاقی طور پر ہے کہ غالباً اس تک امتحانِ میت شروع ہو جاتا ہے اور وہ پانی میں ڈوبنے والے فریادی کی مانند امداد کا بہت زیادہ مستحق ہوتا ہے اور حاضرینِ امتحان سے فارغ ہونے تک عادۃً ٹھہرا نہیں کرتے لہٰذا قبر پہ دعا مانگ کر روانہ ہونے کے بعد جاتے جاتے کچھ اور دعا بھی کر جاتے ہیں اور پھر سات دنوں تک نوبت بہ نوبت فاتحہ خوانی بھی جاری رکھتے ہیں اور شرعِ مطہر سے ممانعت قطعاً نہیں بلکہ دلائلِ جواز بے شمار موجود، تو یقیناً جائز ہے۔

وہی نواب بھوپال اسی کتاب کے صـ۱۰۱ میں مسئلہ ایصالیہ میں کہتے ہیں وھب انہ ما فعل ھذا احد منھم فانہ لا یقدح فیھم لانہ مندوب لا واجب و لانہ قد ثبت لنا دلیل دون فعل سواء سبقنا

---

صـ کہ اس وقت لوگ قبرِ میت سے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں اور منکر و نکیر کی آمد ... حدیث میں اذا ولوا منصرفین حین یولون اذا ولیتم عنہ مدبرین تفرق عنہ اصحابہ انصرف الناس الخ ... آیا ہے۔ منہ غفرلہ

الیہ احد اولا۔ شرح الصدور ص۱۲۷ میں دیلمی اور بیہقی کی شعب الایمان سے اور مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶ اصح المطابع میں ہے عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم رواہ البیہقی فی شعب الایمان مظاہر حق ص۲۹۲ جلد۲ طبع لکھنؤ میں اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے، "روایت ہے عبداللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہوتا ہے مردہ قبر میں مگر مانند ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے کہ کوئی ہاتھ اس کا پکڑے منتظر ہوتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پس جس وقت کہ پہنچتی ہے دعا اس کو ہوتا ہے پہنچنا دعا کا بہت پیارا طرف اس کی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ پہنچاتا ہے قبر والوں کو بسبب دعا زمین والوں کے مانند پہاڑوں کے یعنی ثواب بڑا اور رحمت اور بخشش اور تحقیق تحفہ زندوں کا طرف مردوں کی استغفار کرنا ہے ان کے لئے نقل کی یہ بیہقی نے شعب الایمان میں"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ بھی تذکرۃ الموتیٰ ص۳۵ میں بیہقی اور دیلمی سے یہ ذکر فرماتے ہیں بنا بریں علیہ زیادہ سے زیادہ دعا و خیرات و فاتحہ خوانی و استغفار سے ایسے نازک وقت میں خصوصاً اولین اوقات ہیبت ناک میں امداد میت کی بہت زیادہ ضرورت ہے مگر بعض لوگ اس تھوڑی سی امداد سے بھی روکنے کے درپے ہیں جو مستحسن نہیں مستحسن یہ ہے کہ ایسے امورِ خیر پر جو رائج ہیں قائم رہتے ہوئے اور زیادہ امداد کی طرف توجہ دی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی

---

؎ شرح الصدور اور تذکرۃ الموتیٰ میں ہے من اب او ام او ولد او صدیق ثقۃ ۱۲ منہ غفرلہ



Marfat.com

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

محررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

مکرمی و معظمی جناب مفتی صاحب مدرسہ عربیہ بصیر پور

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ :۔ عرض ہے کہ چند دن ہوئے ایک دوست کے جنازہ میں شرکت کا اتفاق ہوا متوفی کے حلقہ احباب میں بریلوی اور دیوبندی سب ہی تھے۔ ہماری اہل السنت والجماعت (بریلوی) کی اکثریت تھی مگر اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دیوبندی عالم کو جنازہ کے لئے امام بنا لیا گیا۔ اس امام نے جنازہ کے بعد دعا نہیں کی جس پر ہنگامہ ہو گیا اور بحث شروع ہو گئی۔ ہمارے سب بریلوی حضرات دعا مانگنے پر زور دیتے رہے لیکن وہ مولوی صاحب دیوبندی انکار کرتے رہے۔ ہمارا یہ دعویٰ تھا کہ جنازے کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا سنت ہے۔ ان کا یعنی فریق مخالف کا کہنا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے جو آج سے کم از کم دو سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ہوں دو سو سال سے بعد کی لکھی ہوئی کتاب کو نہیں مانا جائے گا۔ ان کتابوں میں سے فتویٰ لا دیں کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیئے۔ ہم نے بفضلہ تعالیٰ دیوبندیوں کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ مہربانی فرما کر فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے جو دو سو سال قبل کی لکھی ہوں ان میں سے مفتیٰ بہ قول بمعہ کتاب کا نام تحریر فرمائیں تاکہ جھگڑا ختم ہو۔ دعا فرمائیں فتح اہل السنت والجماعت کی ہو اور خدا کے سچے رسول کی سنت زندہ ہو۔

دعا گو :۔

شیخ محمد حنیف بزاز ریل بازار منڈی بورے والا ضلع ملتان

۱۶-۱۰-۶۹



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالےٰ قرآنِ کریم کی آیات اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے دیا جاسکتا ہے مگر آپ کے فیصلہ کے لحاظ سے صرف فقہ حنفی کی نہایت مستند کتابوں سے جو دو صدیوں سے بھی کئی صدیاں پہلے کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کو دنیائے حنفیت میں نہایت ہی بلند پایہ اور مستند سمجھا جاتا ہے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ مبسوطِ سرخسی ص۶۷ جلد۲ طبع مصر، بدائع صنائع ص۳۱۱ جلد۱ طبع مصر میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم (جو جلیل القدر صحابی ہیں) ایک جنازہ پر نمازِ جنازہ سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہوکر اس کے لئے استغفار کیا ولنا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہما فاتہما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار لہ۔ نیز ان دونوں میں ہے کہ حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہوکر کہا ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔ یعنے آپ حضرات نے اگر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر نمازِ جنازہ میرے آنے سے پہلے پڑھ لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔" اس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔

## تنبیہ

مصنفِ مبسوطِ سرخسی حضرتِ امام سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص۱۵۰ جلد۲ اور بدائع صنائع کے مصنف علامہ کاشانی کی وفات ۵۸۷ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص۳۷ جلد۱ طبع تہران اور صاحبِ کشف الظنون کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہے۔ تو واضح ہوا کہ مبسوط کے تصنیف ہونے کو کم از کم ۹۰۶ سال ہوچکے ہیں۔ اور بدائع صنائع کی تصنیف کو کم از کم ۸۶۲ سال ہوچکے ہیں۔





Marfat.com

دیوبندیوں نے تو دو صدیوں سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابِ فقہ کا حوالہ مانگا ہے مگر فقیر نے بفضلہ تعالٰی چار مرتبہ دو دو صدیاں گزرنے سے بھی پہلے کا حوالہ دے دیا۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ سیدنا محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ ۱۰/۶۹ء

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو جنازے کے پیر قبلہ کی طرف کئے جائیں یا سامنے؟ اور جو مولوی قبلہ شریف کا ادب نہ کرتا ہوا پاؤں قبلہ کی طرف کروا دے اس کو کوئی شرعی ڈنڈ ہے یا نہیں؟ اسی طرح قطب (شمال) کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا یا پاؤں کر کے سونا یا میت کے پاؤں قطب کی طرف کرنا یہ تمام جائز ہیں یا ناجائز اور حرام؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

فقہائے کرام نے جنازہ اٹھانے کا جو طریقہ سنت کاملہ بیان فرمایا وہ مستلزم ہے کہ اگر قبرستان جانب مشرق ہو تو پاؤں قبلہ کی طرف کئے جائیں۔ ہندیہ وغیرہا میں ہے اما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد الخ۔ رہا بے ادبی کا شبہ تو وہ محض جہالت ہے۔ مریض و میت کے حق میں یہ صورت توجہ الی القبلہ ہے کما صرحوا فی صلوٰۃ المریض و الغسل۔ اور جب بے ادبی نہ ہوئی تو مولوی صاحب بے ادب نہ بنے بلکہ ادب سکھلانے والے بنے تو سزا کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مولوی صاحب کی مخالفت کرتے ہیں نہ مولوی صاحب۔ اسی طرح قطبِ شمالی کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا وقتِ غسل میت



Marfat.com

کے پاؤں کرنا سب جائز و حلال ہے، جو ناجائز بتاتا ہے وہ شریعت غرّا پر افترا کرتا ہے، اگر سچا ہے تو دلیل لائے اصل اباحت ہے قرآن کریم فرماتا ہے عفا اللہ عنہا، حدیث شریف میں ہے مما عفا، فقہائے کرام نے بھی اس کی تصریح فرمائی کما فی الدر وغیرھا بلکہ پہلے دو مسئلے مفہوماً بیان فرمائے و مفہوم الکتب حجۃ اور تیسرا صراحۃً بیان فرمایا۔ درالمختار، فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے ہے والاصح ان یوضع کما تیسر - واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیانِ شرعِ امین اندریں صورت کہ میت کو قبرستان لے جاتے وقت سر کس طرف کرنا چاہیئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرستان مشرقی جانب ہو تو اس میں بے ادبی ہے کہ سر آگے ہو۔ بینوا توجروا۔

سائل: شیر محمد از شہامند ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سر آگے ہی ہونا چاہیئے۔ فتاوٰے عالمگیری ص۸۳ جلد ۱، بحرالرائق ص۱۹۳ جلد ۲، فتاوٰے برہنہ ص۳۵۷ دفتر اول میں ہے والنظم من الھندیۃ وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس کذا فی المضمرات اور یہی اکثر کتب معتبرۂ مذہب مہذب سے صراحۃً مستفاد کہ سنت طریقہ جنازے اٹھانے کا کامل یہ بیان فرمایا کہ پہلے جنازے کی اگلی طرف داہنے شانے پر پھر پچھلی طرف داہنے شانے پر پھر اگلی طرف بائیں شانے پر پھر پچھلی طرف بائیں شانے پر یوں اٹھائے کہ میت کی داہنی جانب اور اٹھانے والے کا داہنا شانہ اور میت کی بائیں جانب اور اٹھانے والے کا بایاں شانہ ملتے جائیں۔ ہدایہ مصریہ مع الفتح ص۹۷



Marfat.com

جلد۲، شرح الوقایہ ص۲۵۷ جلد۱، کنز الدقائق ص۲۷، بدائع صنائع ص۳۰۹ جلد۱، مبسوط امام سرخسی ص۵۶ جلد۲، فتاوٰی قاضی خان ص۹۰ جلد۱، درالمختار، شامی ص۸۳۳ جلد۱، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی ص۳۶۵، بحرالرائق ص۱۹۳ جلد۲، فتح القدیر، عنایہ شرح ہدایہ ص۹۷ جلد۲ و النظم من الهندية واما كمال السنة فلايتحقق الا في واحد وهو ان يبدأ الحامل بحمل يمين مقدم الجنازة كذا في التتارخانية فيحمله على عاتقه الايمن ثم المؤخر الايمن على عاتقه الايمن ثم المقدم الايسر على عاتقه الايسر ثم المؤخر الايسر على عاتقه الايسر هكذا في التبيين

اور روزِ روشن کی طرح واضح کہ اس صورتِ مسنونہ میں سر آگے ہی ہوگا ولا يقول بخلافه الا من اكب على وجهه۔ رہا بے ادبی کا خیال تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیالِ جہال مقدم ہے یا منصوص کتبِ شرعیہ؟ آخر خیال اور وہ بھی جہال کا خیال ہی تو ہے بلکہ شرعاً مریض و میت کے توجہ الی القبلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ پاؤں اس طرف ہوں لیٹے ہوئے کے كما لا يخفى على من طالع باب صلوة المريض وبيان غسل الميت من اسفار المذهب المهذب۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه وآله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

جواب مسئلہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے واقعی درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

نصیر الدین بقلم خود از رکن پورہ

# الاستفتاء

بخدمت شریف اقدس حضرت مولانا الفضل اولٰنا دام اقبالہٗ! سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام و صوفیائے ذوالکرام:۔



Marfat.com

نمبر۱:- بعض علماء نے جو تحریر فرمایا ہے اگر کسی کا قبرستان مشرق کی طرف ہو تو وہ جنازے کا سر مشرق کیطرف کیا جائے اور قدم کعبہ شریف کی طرف بھی ہو جائیں تو جائز ہے؟

نمبر۲:- زید کی بیوی فوت ہو گئی ہے اور اس کا ارادہ ثانی نکاح کا پہلی بیوی جو گذر چکی اس کی ہمشیرہ سے ہے کیا جس سے وہ نکاح کا خواہش مند ہے بغیر عدت کے وہ پہلی بیوی کی ہمشیرہ سے نکاح کر سکتا؟ اگر عدت ہو تو کتنی عدت گزار کر نکاح ثانی کرے۔ مہربانی فرما کر ان دو مسائل کو تفصیل سے لکھ کر روانہ فرمائیں جناب کی بڑی مہربانی ہو گی۔

خادم العلماء حافظ بشیر احمد امام مسجد چک ۷۷/۱۲۔ ایل ڈاکخانہ خاص براستہ اقبال نگر ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

م۱:- حضرت امام عالی مقام امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ ارشاد اور خود ان کا اپنا معمول ہے جو ہماری کتابوں میں مفصّل ہے وہ یہ ہے کہ میت اٹھانے والا میت کی اگلی دائیں طرف پہلے اپنے دائیں شانے پر اٹھائے پھر میت کی پچھلی دائیں طرف اپنے دائیں شانے پر اٹھائے۔ پھر اگلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے پر بعد ازاں پچھلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے پر اٹھائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۸۳ جلد۱ میں ہے واما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وھو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازۃ کذا فی التتارخانیۃ فیحملہ علی عاتقہ الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقہ الایسر ھکذا فی التبیین۔ جامع صغیر ص۱۲ میں ہے قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ رأیت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصنع ھذا و یقولہ۔ اور جب اس طریقہ سے اٹھایا جائے تو سر قبرستان کی طرف ہی ہو گا۔ باقی رہا یہ وہم کہ قبرستان مشرق کی طرف ہو تو میت کے پاؤں کعبہ شریف کی طرف ہو جائیں گے تو وہ بالکل غلط ہے کیونکہ مریض اور میت کا ایسی صورت میں منہ قبلہ کی طرف سمجھا جاتا ہے۔ اگر کھڑا کر دیا جائے تو قبلہ رخ نظر آئے گا لہذا اس صورت میں قبلہ رُخ تصور کیا



Marfat.com

جائے گا اور کوئی حرج نہیں ہوگا۔ فتاوٰے عالمگیر ص۱۳۸ جلد۱ میں ہے الوضع طولا کما فی حالة المرض اذا اراد الصلوٰة بایماء۔

ص۲: بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی ہمشیرہ سے فوراً نکاح ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو کہ عدت نہیں پڑتی تو جمع بین الاختین بھی نہیں بن سکتا اور قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذٰلکم فتاوٰے عالمگیر ص۷ جلد۲ میں ہے ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدته اور جب کہ مرنے والی پر یقیناً عدت نہیں تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح بلا عدت گذارے جائز ہوگا لہٰذا فتاوٰی عالمگیر کے اسی صفحہ میں فرمایا کما اذا ماتت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۳۰/۱/۶۴

# الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا ابوالخیر مفتی اعظم دام اقبالہٗ۔ سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ بعض علماء نے جو یہ تحریر کیا ہے اگر کسی کا قبرستان مشرق کیطرف ہو تو وہ جنازے کا سر مشرق کیطرف کیا کریں اور پاؤں کعبہ شریف کو، اسی طرح میت کو غسل کے وقت بھی، کیونکہ میت کا منہ کعبہ کو ہوتا ہے اگر بٹھایا جائے یا نہ بٹھایا جائے یکساں ہے۔ نیز سونے کی انگوٹھی پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں سفر کے لئے۔ ان دو مسائل کی تفصیل ساتھ پوری تحقیق آیات واحادیث شریفہ سے تحریر فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں حضور کی عین نوازش ہو گی۔

خادم العلماء: محمد نذیر ولد غلام قادر زرگر شہیدی بازار پاکپتن شریف

(نوٹ) ایک علیحدہ کاغذ پر یہ بھی لکھا ہوا تھا، جناب ایسی دلیلیں ہم کو شیعہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری



Marfat.com

اہلِ سنت وجماعت کی کتابوں میں بھی ایسا ہے۔ حدیث تفسیر کا ہم کو علم نہیں۔ فقط والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
## الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

جنازہ اٹھانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے اٹھانے والا اپنے داہنے شانے پر میت کا اگلا داہنا حصہ اٹھائے پھر اسی پر پاؤں کا داہنا حصہ بعد ازاں بائیں شانے پر میت کی اگلی بائیں طرف پھر اسی پر پاؤں والی بائیں طرف۔ اب اس طریقہ سے اٹھانے کی صورت میں اگر مشرق کی طرف قبرستان ہو تو بظاہر پاؤں قبلہ کیطرف ہو جائیں گے اور یونہی غسل کے ایک طریقہ میں بھی مگر ایسی مجبوری کی صورت میں ظاہر پر نظر نہیں ہونی چاہئے بلکہ دل پر ہو۔ حدیث پاک میں صاف ارشاد ہوا انما الاعمال بالنیات۔ اور اس کی شریعت میں کافی صورتیں ہیں کہ ظاہر میں کچھ اور دکھائی دیتا ہے مگر دوسرا پہلو جو ذرا انقوڑا ظاہر ہوتا ہے، ہو جاتا ہے مثلاً غیر اللہ کے لئے جھکنا یا رکوع کرنا منع ہے مگر جب کہ ایک شخص یا جانور کے پاؤں میں کانٹا لگا تو کوئی رحمدل کانٹا نکالنے کے لئے جھکے تو یہ جھکنا وہ جھکنا نہیں ہوگا جو ناجائز ہے کیونکہ نیت کانٹا نکالنے کی ہے، دیکھئے کسی کو تنگ کرنا دکھانا یا خون بہانا اور زخمی کرنا جائز نہیں مگر طبیب یا ڈاکٹر مریض کا اپریشن کرے یا فصد کھولے تو یہ تنگ کرنا، دکھانا اور خون بہانا جائز ہے کہ نیت علاج کی ہے۔ اس کی صدہا مثالیں ہیں جو قرآن کریم اور حدیث پاک سے ثابت ہیں۔ باقی شیعہ صاحبان کی کتابیں تو واقعی ان میں بھی یونہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر کسی ہمارے مسئلہ میں ان کی موافقت سے یہ تصور کرنا کہ ہمارا مسئلہ غلط ہے کہ شیعہ کے موافق ہو گیا بالکل غلط ہے۔ کئی چیزوں میں وہ ہمارے موافق ہیں۔ دیکھئے خانہ کعبہ کیطرف منہ کر کے ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی ادھر ہی منہ کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی وجہ سے خانہ کعبہ کو منہ نہ کریں؟ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ مگر اس سے یہ بھی دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ ہمارا ان کا کوئی فرق ہی نہیں، حقیقت پر قائم ہونا چاہئے۔ ہمیں اپنے مذہب پر ثابت قدم ہونا ضروری ہے۔

رہی سونے کی انگوٹھی تو حدیث پاک مسلم اور بخاری وغیرہا میں مرد کے لئے حرام قرار دی گئی ہے تو





Marfat.com

نہ سفر میں مرد پہن سکتا ہے اور نہ ہی گھر میں۔ ہاں اگر کوئی اور نقدی نہیں سونا ہی گھر ہے تو سفر میں ضرورت کے لئے ساتھ لے جا سکتا ہے مگر یہ جائز نہیں کہ مرد پہن بھی لے بلکہ بٹوہ وغیرہ میں محفوظ رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۸-۲-۶۴

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعِ متین مفتیانِ فقہ اس بارہ میں کہ ایک آدمی درویش، عالم، حکیم، خلیفہ عارف، کامل جو کہ تقریباً دو تین ماہ کا دنیا فانی سے رخصت ہو گیا ہے اور اس کی مزار ایک تنگ جگہ پر واقع بنائی جا چکی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر دنیا دار بھی معترض ہیں اور عوامی درویشی طبقہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کو یہاں سے نکال کر کسی اور جگہ پر دفن کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو تین مرد عورتوں کو بذریعہ خواب مکمل طور پر اس بزرگ نے کہا ہے کہ مجھے یہاں تکلیف بہت ہے مجھے یہاں سے نکال لیں لہذا آپ جناب ان بیانات کے مطابق فیصلہ فرما دیں اور ہمیں نکالنے کے شرائط اور دوسری جگہ دفن کرنے کے قانون اور خیرات وغیرہ حسب توفیق حکم دے کر مشکور فرما دیں تاکہ بندہ ہر طرح شریعت طریقت کے لحاظ سے مطمئن ہو سکے۔ بندہ ہمیشہ ہمیشہ جناب کا شکریہ ادا کرتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر العباد تابعدار بندہ خاکسار خادم الفقراء پیر غلام رسول سجادہ نشین دربار شریف حضرت الٰہی بخش
نوشاہی قادری از موہل شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ان بزرگ صاحب کو وہیں آرام کرنے دیں۔ دنیا دار اور عوام کیا جانتے ہیں۔ حدیث پاک سے ثابت ہے



Marfat.com

کہ اللہ کے پیاروں کی قبریں بہت فراخ ہو جاتی ہیں جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک فراخ ہو جاتی ہیں تو ظاہری تنگی کا کیا حرج ہے؟ کتبِ مذہبِ مہذبِ حنفی میں بعد از دفن نکالنے کی ممانعت ہے۔ کما فی اسفار المذھب المھذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ رشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ ۲۲-۱۱-۶۶

# الاستفتاء

ایک صاحب کی طرف سے زبانی پوچھے گئے فتوے کا درج ذیل جواب دیا گیا۔ (مجیب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محب ملک وملّت جناب سلطان علی صاحب ممبر یونین کونسل پھلانتولی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف! محمد امین ڈولا نے دریافت کیا ہے کہ قبرستان میں قبر تیار ہونے پر میت کو دوسرے گاؤں کے قبرستان میں دفنایا گیا تو پہلی قبر کا کیا کیا جائے؟ لوگ کہتے ہیں کہ غلہ جو یا مونجی سے پُر کی جائے۔ کیا یہ درست ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جَو یا مونجی ڈال کر خراب کرنا شرع شریف میں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ اسراف یعنی بے جا خرچ کرنا ہے اور اضاعتِ مال یعنی مال کا ضائع کرنا ہے جو بحکم قرآنِ کریم اور حدیث



Marfat.com

پاک بالکل ناجائز اور حرام ہے لہذا قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کوئی میت ہو تو اسے دفن کر دیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک مردہ کے دفن کئے ہوئے کو عرصہ سال کا گزر چکا ہے۔ اب بوجہ بارش یا سیلاب قبر میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ قبر بھی زمین میں دب گئی ہے اور یہ بھی یقین کامل ہے کہ مٹی و پانی باہم مل کر کیچڑ بن گیا ہے اور کیچڑ سے مردہ آلودہ ہو گیا ہے اب اس صورت میں علمائے کرام کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ مردہ کو قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا جائے یا اسی قبر پر مٹی ڈال دی جائے۔ بینوا توجروا یا اولی الابصار۔

المستفتی: غلام رسول از بھلروان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بعد از تکمیل دفن نبشِ قبر و اخراجِ میت کو حضرات احناف ادام اللہ تعالیٰ فیوضہم و برکاتہم نے ممنوع و حرام قرار دیا ہے لہذا اوپر سے قبر بنا دی جائے۔ مبسوط، فتاوٰی قاضیخان، فتاوٰی عالمگیر، بحر الرائق، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، در المختار، رد المحتار، فتح القدیر وغیرہا اسفارِ مذہب میں ہے والنظم من مراقی الفلاح والنبش حرام حقا للہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم



Marfat.com

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۲ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ

# الاستفتاء

مکرمی و معظمی قبلہ و کعبہ جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی ـــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـــ مزاج گرامی! قبلہ! ایک استفسار آپکی خدمت عالیہ میں پیش کر رہا ہوں یہاں اس فتوی کی سخت ضرورت ہے اسلئے آپ سے استدعا ہے کہ فوری جواب سے سرفراز فرمائیں، میں ہمیشہ آپکا بیحد ممنون رہونگا:

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک میت کو عارضی طور پر ایک سال کے لئے کسی جگہ ایک عام قبرستان میں لکڑی کے صندوق میں رکھ کر امانۃً دفن کر دیا گیا تا کہ مناسب اور موقع کے مطابق جگہ حاصل ہونے پر وہاں سے منتقل کر کے دفن کیا جا سکے۔ اندریں حالات کیا مذہبِ حنفی سنت والجماعت میں میت کو عارضی طور پر دفن کرنا جائز ہے؟

۲۔ اگر جائز ہے تو میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا صورت ہے؟

السائل: سید محمد یونس گیلانی مکان ۸۲۸/سی، کوچہ منفرا گئی گمٹی بازار لاہور مورخہ ۷۰-۳-۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱: مذہبِ مہذب حنفی میں ایسی کوئی صورت نہیں۔

۲: بعد از دفن میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ایسی کوئی وجہ جواز نہیں۔ فتاوٰے شامی ص ۸۴۰ جلد ۱ میں ہے واما نقلہ بعد دفنہ فلا مطلقا قال فی الفتح واتفقت کلمۃ المشائخ فی امرأۃ دفن ابنھا وھی غائبۃ فی غیر بلدھا ولم تصبر



Marfat.com

وارادت نقله علی انه لایسعها۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد از دفن نقل کی بالکل اجازت اور گنجائش نہیں اور اس پر ہمارے مشائخ کرام کا اتفاق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ ۷۰-۳-۵

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں میرے عم محترم جناب حاجی چراغ دین صاحب مرحوم نے وفات کے وقت بندہ کو فرمایا تھا کہ میں نے جناب میاں غلام اللہ صاحب دام فیضہ سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں دفن ہونے کے لئے جگہ طلب کی تھی اور آپ نے آمادگی کا اظہار فرمایا تھا۔ وفات کے بعد مجھے صندوق میں رکھ کر بطورِ امانت ملتان میں دفن کرنا اور اس کے بعد شرقپور شریف لے جانا۔ مرحوم کو شرقپور شریف لے جاتے وقت ان کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بعض اقارب وفات کے وقت زیارت نہ کرسکے ہوں تو ان میں سے جو زیادہ قریب ہیں وہ زیارت کرسکتے ہیں یا تمام؟ نیز شرقپور شریف لے جاتے وقت مرحوم کا دوبارہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: شیخ علی محمد از بصیرپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً دفن کرنے کے بعد صرف نقل مکانی کے لئے نکالنا جائز نہیں اور یہ جو لوگوں میں امانت رکھنا مشہور



فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

ہے، شرعاً بے اصل ہے۔ اور جب نکالنا جائز نہیں تو دیدار کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور دوبارہ جنازہ پڑھنا بھی ہمارے مذہب میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

# الاستفتاء

نوٹ:۔ مولوی اللہ بخش صاحب مدرس شرقپوری نے بذریعہ جوابی کارڈ سوالِ ذیل کا جواب طلب کیا ہے:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ قبروں پر پھول عدس ماش پانی چھڑکنا یا پیسے ڈالنے خصوصاً محرم الحرام میں جائز ہے یا کہ نہیں۔ کتبِ معتبرہ بمع حوالات تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے اصل میں امورِ مباح ہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے جس چیز کو حرام و منع نہیں فرمایا وہ اباحت اصلیہ پر ہے۔ یہ قاعدۂ احناف متعدد آیات اور کثیر احادیث ابوداؤد و ترمذی و ابنِ ماجہ و مستدرک و بیہقی وغیرہا سے ثابت ہے وقد صرح بہ الائمۃ الاعلام من المفسرین والمحدثین والمتفقہین اور جب اباحت ثابت ہوئی تو نیتِ صالحہ سے مستحب بن سکتے ہیں کہ مباحات نیاتِ صالحات سے عبادات اور نیاتِ فاسدات سے خطیات بن جاتے ہیں وذا ایضا ثابت بالآیات والاحادیث وتصریحات المحدثین والفقہاء۔ اور بلاوجہ مسلمانوں پر ظنِ بد کرنا جائز۔ البتہ یہ معلوم ہو کہ اس خاص شخص نے نیتِ فاسدہ سے ڈالے ہیں تو اسے سمجھا دیا جائے نہ یہ کہ علی العموم حرمت و بدعت کا فتویٰ دے دیا جائے وقد صرح الفقہاء



Marfat.com

باستحباب وضع الورد ونحوها على القبور وذا ايضا مقيد بحسن النية والباقى عند التلاقى ان شاء المولى الباقى۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

نوٹ: آیات واحادیث ونصوصِ ائمہ کرام کارڈ پر نہیں لکھ سکتے ۱۲ منہ غفرلہٗ





Marfat.com

# متفرقات

Marfat.com

# مسائلِ شتّٰی

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام اس مسئلہ میں کہ زید برائے تبلیغ بر دوکان فرید بخش گیا۔ نماز کے لئے کہا فرید بخش نے عذر کیا، آئندہ پڑھنے کا وعدہ کیا۔ قریب ہی ایک پیر صاحب مسمّٰی غلام قادر شاہ بیٹھے تھے۔ وہ چلّا کر کہتے ہیں خالی پیشانی رگڑنے سے تو "یہ" بھی نہیں ہے۔ "یہ بھی" کا اشارہ اپنے آلۂ تناسل کی طرف کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ہمارے عرف میں توہین ہے۔ دوسرا اشارہ بھی استہزاء کرتا ہے۔ عند الشرع کیا حکم ہے؟

السائل: مولوی الٰہی بخش چک نمبر ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

العیاذ باللہ! نماز کو خالی پیشانی رگڑنے کا نام دینا اور پھر بیہودہ جاہلانہ اشارہ سے توہین و استہزاء بدترین حرام ہے۔ غلام قادر نے سخت ترین جرم سنگین کا ارتکاب کیا۔ اس پر لازم کہ فوراً سچے دل سے اہلِ اسلام کے روبرو توبہ نصوحا کرے۔ قرآنِ کریم میں صاف موجود ہے وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّ لَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ



Marfat.com

لا يعقلون ۰ پ ۶ رکوع ۱۳ ۔ اور ارشاد ہوتا ہے قل ابا للہ و آیتہ ورسولہ کنتم تستہزءون ۰ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

اور اگر نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو اہلِ اسلام پر لازم کہ اس سے بالکل الگ رہیں۔ بیٹھنا اٹھنا وغیرہ کسی قسم کا تعلق و رابطہ نہ رکھیں۔ حضرتِ رب العالمین کا حکم قرآنِ کریم میں ہے یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتب من قبلکم و الکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین پ ۶ ع ۱۳ ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم الی ابد الآباد۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بندہ ریلوے چھاپہ خانہ میں ملازم ہے ۔ میرے ساتھ اسی چھاپہ خانہ میں ایک اور آدمی بھی کام کرتا ہے ۔میرا اس سے لڑائی جھگڑا ہے ۔ہم نے بات چیت کبھی نہیں کی ۔ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ایک تیسرے شخص نے ہمیں اکٹھا بیٹھا دیکھ کر تمسخر کے لہجے میں مسکرا کر زور سے کہہ دیا اللہ اکبر! میں نے غصہ میں آکر اُس کے جواب میں کہہ دیا " اور کتے بکومت " کیوں کہ وہ مجھے پہلے بھی تمسخر و مذاق کرتا رہتا تھا ۔میں نے اس وقت بھی یہ سمجھا کہ یہ شرارتی آدمی ہے ، شرارت کر رہا ہے اور غصہ میں آکر یہ الفاظ کہہ دئے ۔ بلکہ غصہ میں مجھے یہ بھی پتہ نہیں لگا کہ اس نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اور میں کیا کہہ رہا ہوں ۔ باقی میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ توہینِ نامِ خدا میرا قطعاً مقصد نہیں تھا ۔میں تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں ۔آپ جیسے بزرگوں سے مسئلہ صوم و صلوٰۃ و داڑھی وغیرہ کی پابندی کر رکھی ہے ۔اسی لئے وہ مجھے مخول کرتا رہتا تھا ۔ اب میں اپنے اس



Marfat.com

لفظ پر نادم ہوں اور وہ مخالف بھی پروپیگنڈا کرتا ہے کہ اس نے خدا کے نام کی توہین کی ہے ۔ کفریہ لفظ بولے ہیں ، اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے ۔ لہٰذا میں آپ سے سائل ہوں ۔ براہئے مہربانی بندہ کے لئے شریعت کی رُو سے جو حکم ہو اس سے واپسی ڈاک مطلع فرمائیں ۔ بندہ شریعت کے حکم کی تعمیل کے لئے بدل و جان حاضر ہے ۔ والسلام

السائل : ولایت علی ساکن گڑھی شاہو لاہور ، ۵۸-۸-۸ بروز جمعۃ المبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اس تیسرے شخص نے اگر واقعی لہجہ تمسخر یہ میں مسکراتے ہوئے زور سے تکبیر کہی تو وہ خود سخت گنہگار ہوا توہینِ نامِ پاک اور بے ادبی تکبیر کا مرتکب بنا ۔ فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۹ جلد ۴ میں ہے الکلام من ما یوجب اجرا کالتسبیح والتحمید وقراءۃ القرآن والاحادیث النبویۃ وعلم الفقہ وقد یأثم بہ اذا فعلہ فی مجلس الفسق وھو یعلم لما فیہ من الاستھزاء والمخالفۃ لموجبہ ۔ تو آپ کا اس کے جواب میں او کتے بکومت " کہنا اسے اس استہزاء و تمسخر سے (جو موجبِ توہین ہے) روکنا بنا جو سراسر جائز ہے ۔ بلکہ اگر آپ یہ معنے سمجھ کر ردِّ توہین کے لئے کہتے تو موجبِ اجرِ عظیم بھی بنتا کہ نہی عن المنکر ہے ۔ اور ایسے ظالموں کا رد جو ارادہ فاسدہ سے اچھا کلام بولیں ، سنتِ الٰہیہ بھی ہے ۔ قرآنِ مجید میں ہے اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون ۔ بنا بریں حضرتِ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سامنے جب خارجیوں نے لا حکم الا للہ پڑھا تو آپ نے فرمایا کلمۃ حق ارید بھا باطل ۔ الی غیر ذلك من النظائر المتکاثرۃ



Marfat.com

والجزئيات المتظاهرة المتوافرة۔

بہرحال آپ اندریں حالات اس الزام سے پاک اور ایمان و نکاح پر قائم ہیں۔ ہاں خود وہ مخالف نام پاک کی توہین کرنے والا، گستاخ ہے اور جھوٹا ہے۔ اپنے نکاح کا فکر کرے۔ پھر اس کا صوم و صلوٰۃ و لحیہ پر پابندی کی وجہ سے مخول کرتے رہنا بھی حرکتِ کفریہ ہے اور توہین شریعت علیہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

**حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ**

۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص کسی غصے کی بنا پر اپنے امام مسجد کی جانب زبانی بے ادبی کر بیٹھتا ہے بعد میں اسکو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ آیا اب وہ اپنے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ توبہ استغفار بھی کر لیتا ہے اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وسنت کے مطابق کیجائے عین نوازش ہوگی بینوا توجروا

السائل:۔ محمد عارف خان نمبردار چک ۲۳۵/ای۔بی ڈاکخانہ چک ۲۲۹/ای۔بی ضلع ساہیوال

نوٹ:۔ یہ سوال مولانا محمد شفیع اوکاڑوی عارفی نے پیش کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس کرتا ہے تو اسے نماز امام مسجد کی اقتدا میں ضرور ادا کرنی



Marfat.com

چاہیے کیونکہ سچی توبہ سے گناہ مٹ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے بھی برائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیات پ۲۵ ع۴۔ نیز ارشاد ہے ان الحسنات یذھبن السیات پ۱۲ ع۱۰۔ اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ جامع صغیر ص۴۵٦ جلد۱ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ۔ صحیح بخاری ص۹۵ جلد۱۔ اور قرآن کریم میں ہے واركعوا مع الراكعین پ۱ ع۵۔ لہذا اسے اپنے امام کی اقتداء میں نماز ضرور ادا کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ ۲۸-۳-۷۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی صاحب امام مسجد جنڈ والی پاکپتن شریف نے حافظ صاحب جو کہ

قرآن پاک نماز تراویح میں سنا رہے تھے ایک رات ان کے سامع جو حافظ صاحب تھے وہ موجود نہ تھے تو امام مسجد نے بعد نماز تراویح کے اعلانیہ نمازیوں کو کہا کہ آج رات نماز تراویح بالکل نہیں ہوئی نمازیوں نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز تراویح پڑھائی تو اس رات جبریل امین علیہ السلام سامع نہیں تھے۔ اس رات کے قبل حضرت جبریل امین سامع ہوتے اور حضور نماز پڑھاتے لہذا جبریل امین کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز تراویح نہ ہوئی تو حضور نے صحابہ کو فرمایا کہ آج رات سب کی نماز تراویح نہیں کیونکہ میرے پیچھے جبریل سامع نہیں تھے۔ تو مولوی صاحب نے نمازیوں کو یہ زبانی ثبوت دے کر کہا کہ ہماری بھی نماز تراویح نہیں ہوئی۔ ۱۔ نماز تراویح ہوگئی یا کہ نہیں۔ ۲۔ مولوی صاحب نے جو ثبوت دیا ہے یہ بالکل صحیح ہے یا کہ نہیں؟ اگر مولوی صاحب کی دلیل کا ثبوت نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ پیر بخش فریدی پاکپتن شریف ۷۳-۱۰-۱۴



Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس مولوی نما برائے نام امام کا یہ اعلان جھوٹ اور افتراء وبہتان ہے ایسی کوئی حدیث کسی ایک مستند کتاب میں بھی ہرگز ہرگز نہیں۔ اس کا یہ افتراء اللہ جل وسبحانہ کے پیارے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود اللہ تعالٰے پر افتراء ہے جس کی سزا بہت ہی سخت ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے فمن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبا لیضل الناس بغیر علمط ان اللّٰہ لایھدی القوم الظّٰلمین۔ نیز فرمایا انظر کیف یفترون علی اللّٰہ الکذب وکفٰی بہ اثما مبینا۔ پھر ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں کسی معتمد کتاب میں بھی نہیں کہ سامع کا ہونا شرطِ جواز ہے سچا ہے تو کوئی واقعی ثبوت دے، بتلائے کہ یہ کس کتاب میں ہے، اور کونسے امام کا قول ہے! اس کا زبانی کہنا تو غلط اور جھوٹا دعوٰے ہے، ثبوت نہیں، پھر ایسے جھوٹے اور بڑے ظالم کا امام بنانا سرے سے ہی ناجائز وہ جبتک اپنی غلطی کو غلطی مانتے ہوئے اپنے دل سے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وصلی اللّٰہ علی حبیبہ الاعظم محمد رسول اللّٰہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۴-۱۰-۷۳

## تمّ الجزء الاوّل من الفتاوٰی النوریّۃ

فالحمد للّٰہ علٰی اتمامہ



Marfat.com

# فهارس

Marfat.com

Marfat.com

# فہرست آیاتِ مبارکہ



| نمبر شمار | آیات | آیت و سورت نمبر | صفحہ |
|---|---|---|---|
| | **پ ۱** | | |
| ۱ | وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ | ۳/۲ | ۶۳۳ |
| ۲ | خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ | ۲۹/۲ | ۵۱۹-۵۲۲-۳۶۲-۵۴۲-۵۶۱-۵۴۵-۵۴۵-۵۵۰-۵۸۲-۶۰۰-۶۴۶ |
| ۳ | وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ | ۴۳/۲ | ۳۵۸-۳۴۸-۳۳۵ |
| ۴ | وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔ | ۴۵/۲ | ۶۴۰-۶۲۶-۲۳۹ |
| ۵ | وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔ | ۶۵/۲ | ۴۵۷ |
| ۶ | فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ۔ | ۷۹/۲ | ۴۵۷ |
| ۷ | وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔ | ۸۳/۲ | ۳۲۴ |
| ۸ | وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ | ۱۱۰/۲ | ۶۳۳ |
| ۹ | قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ | ۱۱۱/۲ | ۶۲۱ |
| ۱۰ | وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا۔ | ۱۱۴/۲ | ۱۵۷-۱۵۳-۱۵۲-۱۱۶-۳۱۷ |
| | **پ ۲** | | |
| ۱۱ | حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ | ۱۴۴/۲ | ۱۹۵ |





Marfat.com

١٢ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ ١٥٣/٢ ٢٣٩
١٣ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ١٨٤/٢ ١١٧
١٤ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ١٨٥/٢ ٢١١
١٥ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ ١٨٦/٢ ٥١١
١٦ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ ٢٠٦/٢ ٣٩٠
١٧ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ ٢٢٩/٢ ٣٢١
١٨ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ٢٣٨/٢ ٤٠٠
وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ ٢٣٨/٢ ٣٠٣
١٩ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔ ٢٣٩/٢ ٢١٠

## پ ٣

٢٠ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ ٢٦١/٢ ٥٨٠
٢١ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ
مِنَ التَّعَفُّفِ۔ ٢٧٣/٢ ٢٠٠
٢٢ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ ٢٧٥/٢ ١٩١
٢٣ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ





Marfat.com

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ — ۲۸۶/۲ — ۲۱۰ تا ۲۱۱-۳۱۲

۲۴ ......اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً۔ — ۲۸/۳ — ۳۱۲

۲۵ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ — ۳۱/۳ — ۶۶۷

۲۶ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ — ۳۲/۳ — ۶۶۷

## پ ۴

۲۷ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ — ۱۱۰/۳ — ۹۳۲-۳۸۶-۲۱۲

۲۸ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ — ۱۳۵/۳ — ۳۹۰

۲۹ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ — ۱/۴ — ۳۰۲

۳۰ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ

لَكُمْ قِيٰمًا۔ — ۵/۴ — ۱۴۹

۳۱ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ — ۱۹/۴ — ۳۲۱

## پ ۵

۳۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

بِالْبَاطِلِ۔ — ۲۹/۴

۳۳ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ — ۳۴/۴ — ۳۲۱

۳۴ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهٖۤ

اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ — ۵۰/۴ — ۷۳۴

۳۵ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى

اَهْلِهَا۔ — ۵۸/۴ — ۳۳۴



Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۶ | فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ | ۶۵/۴ | ۶۲۵ |
| ۳۷ | اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ | ۷۵/۴ | ۶۲۳ |
| ۳۸ | مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ | ۸۰/۴ | ۶۲۰ |
| ۳۹ | وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ | ۱۰۱/۴ | ۷۳۱ |
| ۴۰ | اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ | ۱۴۵/۴ | ۴۹۶ |

## پ ۶

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴۱ | يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ۔ | ۲/۵ | ۱۵۹ |
| ۴۲ | فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ | ۶/۵ | ۱۳۳ |
| ۴۳ | يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ | ۳۵/۵ | ۶۳۱-۶۳۶ |
| ۴۴ | يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا الاٰية | ۵۷/۵ | ۷۳۰ |
| ۴۵ | وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا الاٰية۔ | ۵۸/۵ | ۷۲۹ |

## پ ۷

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴۶ | يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (الٰى قوله تعالٰى) عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا۔ | ۱۰۱/۵ | ۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳، ۵۱۵-۵۱۶-۵۲۸-۶۱۲-۶۱۳ |



Marfat.com

۴۷ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ ۱۰۵/۵ ۲۲۰
۴۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ (الی قولہ تعالیٰ) ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ ۱۰۶/۵ ۶۸۴
۴۹ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ ۱۱۸/۵ ۵۳۸
۵۰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ۶۸/۶ ۳۳۳


## پ ۸


۵۱ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ
النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ ۱۴۴/۶ ۴۳۴
۵۲ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ ۱۶۴/۶ ۶۳۹
۵۳ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ ۳۱/۷ ۴۲۳-۵۱۰-۵۰۱
۵۴ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔ ۳۲/۷ ۵۲۰


## پ ۹


۵۵ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ ۱۸۹/۷ ۴۷۷
۵۶ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۔ ۱۹۹/۷ ۴۵۷
۵۷ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ۔ ۲۰۴/۷ ۴۲۵-۵۱۳-۶۲۶


## پ ۱۰


۵۸ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الآیۃ ۶۰/۸ ۴۵۷




Marfat.com

۵۹ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ۔ ۷۲/۸ ۶۴۷

۶۰ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (الیٰ قولہ تعالیٰ)
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ۱۴/۹ ۴۵۷

۶۱ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ ۱۷/۹ ۳۱۹،۱۹۰

۶۲ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ۔ ۱۸/۹ ۱۹۷،۱۸۷

۶۳ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَفِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ۶۰/۹ ۵۵۰،۱۹۲

۶۴ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ۶۱/۹ ۳۱۵

۶۵ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ۶۵/۹ ۷۳۰

۶۶ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ ۶۶/۹ ۷۳۰

## پ ۱۱

۶۷ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى
يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ ۱۱۵/۹ ۶۲۹،۴۲۸

۶۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ
الصّٰدِقِيْنَ۔ ۱۱۹/۹ ۶۲۵

۶۹ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ۔ ۲۲/۱۰ ۲۰۸

۷۰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ۔ ۶۲/۱۰ ۶۵۰





Marfat.com

## پ ۱۲

۷۱ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ۔ ۔۔۔ ۴۲/۱۱ ۔۔۔ ۲۰۸

۷۲ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ ۔۔۔ ۱۱۳/۱۱ ۔۔۔ ۲۱۹

۷۳ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ
إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى
لِلذَّاكِرِينَ۔ ۔۔۔ ۱۱۴/۱۱ ۔۔۔ ۷۳۳

۷۴ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ۔ ۔۔۔ ۲۳/۱۲ ۔۔۔ ۵۴۳

## پ ۱۳

۷۵ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ
أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ ۔۔۔ ۲۸/۱۳ ۔۔۔ ۴۲۵

## پ ۱۴

۷۶ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَأْخِرِينَ۔ ۔۔۔ ۲۴/۱۵ ۔۔۔ ۶۶۹

۷۷ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ ۔۔۔ ۸/۱۶ ۔۔۔ ۴۱۸-۴۵۴

۷۸ تَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا۔ ۔۔۔ ۱۴/۱۶ ۔۔۔ ۵۲۰

۷۹ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي
بُطُونِهٖ۔ ۔۔۔ ۶۶/۱۶ ۔۔۔ ۵۹۳

۸۰ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ ۔۔۔ ۸۹/۱۶ ۔۔۔ ۴۵۵

۸۱ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔ ۔۔۔ ۱۰۶/۱۶ ۔۔۔ ۳۳۳

۸۲ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا
حَلٰلٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ الآیۃ ۔۔۔ ۱۱۶/۱۶ ۔۔۔ ۲۳۶،۲۳۲،۵۱۳، ۶۴۹،۵۰۰



Marfat.com

## پ ۱۵

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۸۳ | وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا۔ | ۲۶/۱۷ | ۱۴۹ |
| ۸۴ | اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ | ۲۷/۱۷ | ۱۴۹ |
| ۸۵ | اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ | ۳۶/۱۷ | ۶۵۲ |
| ۸۶ | يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ | ۷۱/۱۷ | ۳۳۳ |
| ۸۷ | وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ | ۸۲/۱۷ | ۶۴۱، ۶۵۹-۶۴۴-۶۴۳ |
| ۸۸ | وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ | ۱۱۰/۱۷ | ۴۳۳-۴۲۸-۴۱۱ |

## پ ۱۶

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۸۹ | فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا۔ | ۹۵/۱۸ | ۹۴۷ |
| ۹۰ | اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ الآية | ۹۶/۱۸ | ۵۲۰ |
| ۹۱ | وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ | ۶۴/۱۹ | ۴۷۰، ۵۱۹ |
| ۹۲ | اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ | ۱۴/۲۰ | ۲۴۰ |
| ۹۳ | يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔ | ۱۰۸/۲۰ | ۴۵۷ |

## پ ۱۷

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۴ | وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ | ۳۲/۲۲ | ۱۶۰ |
| ۹۵ | فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ | ۳۶/۲۲ | ۱۸۵ |



Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۶ | الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔ | ۴۱/۲۲ | ۱۹۵ |
| ۹۷ | وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۔ | ۷۸/۲۲ | ۳۱۲-۳۱۱ |
| | **پ ۱۸** | | |
| ۹۸ | نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهَا ۔ | ۲۱/۲۳ | ۵۹۳ |
| ۹۹ | فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً ۔ | ۴/۲۴ | ۳۲۵ |
| ۱۰۰ | لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ ۔ | ۱۳/۲۴ | ۳۲۵ |
| ۱۰۱ | فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۔ | ۳۶/۲۴ | ۱۹۰-۱۴۲-۱۳۷ |
| ۱۰۲ | رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ | ۳۷/۲۴ | |
| ۱۰۳ | وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۔ | ۷/۲۵ | ۳۶۱ |
| ۱۰۴ | وَقَالَ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۔ | ۸/۲۵ | ۵۳۹ |
| | **پ ۱۹** | | |
| ۱۰۵ | فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۔ | ۷۰/۲۵ | ۳۲۹ |
| ۱۰۶ | وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِينَ ۔ | ۲۱۹/۲۶ | ۳۲۲ |
| ۱۰۷ | وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۔ | ۲۲۷/۲۶ | ۹۷۲ |
| | **پ ۲۰** | | |
| ۱۰۸ | وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۔ | ۸۸/۲۷ | ۲۴۲ |
| ۱۰۹ | فَلَمَّا أَتٰهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي | | |



Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| اَلْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ۔ | ۳۰/۲۸ | ۴۱۸ |

## پ ۲۱

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۰ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ | ۳۱/۳۰ | ۵۰۷ |
| ۱۱۱ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ | ۲۱/۳۳ | ۵۳۳-۲۸۲ |
| ۱۱۲ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ | ۲۵/۳۳ | ۱۸۲ |

## پ ۲۲

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۳ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔ | ۳۳/۳۳ | ۶۶۹-۴۹۷ |
| ۱۱۴ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الآیۃ | ۴۰/۳۳ | ۵۳۷ |
| ۱۱۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ | ۵۶/۳۳ | ۲۸۲ |
| ۱۱۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ الآیۃ | ۵۷/۳۳ | ۳۱۵،۶۵۹ |
| ۱۱۷ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔ | ۱۰/۳۴ | ۵۲۰ |
| ۱۱۸ وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا۔ | ۱۲/۳۵ | ۵۲۰ |
| ۱۱۹ اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ۔ | ۱۳/۳۶ | ۶۲۴ |
| ۱۲۰ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ۔ | ۲۰/۳۶ | ۶۲۴ |

## پ ۲۳

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲۱ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ | ۹۶/۳۷ | ۶۲۶ |
| ۱۲۲ فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ | ۱۷/۳۹ | ۴۷۸-۴۱۸-۳۸۹ |
| ۱۲۳ اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ | ۱۸/۳۹ | ۴۷۸-۴۱۸-۳۸۹ |
| ۱۲۴ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ | ۲۳/۳۹ | ۴۲۵ |




Marfat.com

## پ ۲۴

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۵ | اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ | ۷/۴۰ | ۴۰۵ |
| ۱۲۶ | قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ | ۶۰/۴۰ | ۵۱۱ |
| ۱۲۷ | هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ الاٰية | ۶۷/۴۰ | ۴۷۷-۴۰۲ |
| ۱۲۸ | اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ۔ | ۷۱/۴۰ | ۵۴۵ |
| ۱۲۹ | وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ | ۲۶/۴۱ | ۳۸۰ |
| ۱۳۰ | وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ۔ | ۳۳/۴۱ | ۲۱۲ |

## پ ۲۵

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۱ | وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ | ۵/۴۲ | ۴۰۵ |
| ۱۳۲ | وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ الاٰية | ۲۵/۴۲ | ۴۳۳ |
| ۱۳۳ | وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ۔ | ۳۲/۴۲ | ۲۰۸ |
| ۱۳۴ | اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ | ۳۳/۴۲ | ۲۰۸ |
| ۱۳۵ | وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ | ۳۷/۴۲ | ۶۸۴ |
| ۱۳۶ | وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ | ۴۳/۴۲ | ۶۸۴ |
| ۱۳۷ | قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ۔ | ۱۴/۴۵ | ۶۸۴ |

## پ ۲۶

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۸ | وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ۔ | ۱۳/۴۷ | ۶۵۷-۶۲۴ |
| ۱۳۹ | يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ | ۱۱/۴۹ | ۶۹۴ |






Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۴۰ | یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ الاٰیۃ۔ | ۱۲/۴۹ | ۳۲۲ |
| ۱۴۱ | وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۔ | ۳۹/۵۰ | ۶۰۸ |
| ۱۴۲ | وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ | ۴۰/۵۰ | ۶۰۸ |
| ۱۴۳ | وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ۔ | ۴۱/۵۰ | ۴۵۶ |

## پ ۲۷

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۴۴ | وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ | ۵۵/۵۱ | ۳۹۰ |
| ۱۴۵ | وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ۔ | ۴۸/۵۲ | ۶۰۸ |
| ۱۴۶ | وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ | ۴۹/۵۲ | ۶۰۸ |
| ۱۴۷ | یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ۔ | ۶/۵۴ | ۴۵۶ |
| ۱۴۸ | هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ | ۶۰/۵۵ | ۱۸۵ |
| ۱۴۹ | وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ | ۲۵/۵۷ | ۵۲۰-۵۲۲ |

## پ ۲۸

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۵۰ | لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ | ۲۲/۵۸ | ۳۱۹ |
| ۱۵۱ | مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ | ۷/۵۹ | ۳۴۱-۶۰۶ |
| ۱۵۲ | یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ | ۱۰/۵۹ | ۶۲ |



Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۵۳ | یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ الاٰیۃ | ۱۴/۶۱ | ۶۲۷ |
| ۱۵۴ | مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ۔ | ۱۱/۶۲ | ۳۱۴ |
| ۱۵۵ | اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ الاٰیۃ | ۱/۶۳ | ۷۳۱ |
| ۱۵۶ | یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۔ | ۸/۶۶ | ۳۲۹ |

**پ ۲۹**

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۵۷ | كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۔ | ۳۳/۶۸ | ۶۷۲ |
| ۱۵۸ | وَ الَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔ | ۲۴/۷۰ | ۶۳۴ |
| ۱۵۹ | | | |
| ۱۶۰ | وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ۔ | ۱۸/۷۲ | ۱۹۱-۱۵۰-۱۳۰ |
| ۱۶۱ | فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ | ۲۰/۷۳ | ۵۲۵ |
| ۱۶۲ | وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۔ | ۴/۷۴ | ۵۰۴ |
| ۱۶۳ | وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۔ | ۲۲/۷۵ | ۵۴۵ |
| ۱۶۴ | اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ | ۲۳/۷۵ | ۵۴۵ |
| ۱۶۵ | وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۔ | ۸/۷۶ | ۶۳۳ |

**پ ۳۰**

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۶۶ | فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۔ | ۵/۷۹ | ۶۵۰ |
| ۱۶۷ | ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۔ | ۱۵/۸۷ | ۴۰۵ |





Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۶۸ | لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ | ۱/۹۰ | ۹۵۴-۹۲۳ |
| ۱۶۹ | وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ | ۲/۹۰ | ۹۵۴-۹۲۳ |
| ۱۷۰ | وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ | ۴/۹۴ | ۳۱۶ |
| ۱۷۱ | فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ | ۷/۹۴ | ۵۱۳ |
| ۱۷۲ | وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ | ۸/۹۴ | ۵۱۳ |
| ۱۷۳ | اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ | ۹-۱۰/۹۶ | ۲۴۰ |
| ۱۷۴ | فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ | ۷/۹۹ | ۹۳۳ |



Marfat.com

# فہرستِ احادیثِ مبارکہ



| نمبر شمار | احادیثِ مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | ا | |
| ۱ | انما الاعمال بالنیات۔ | ۱۱۸ |
| ۲ | اذا اقیمت الصلوٰۃ۔ | ۱۲۴ |
| ۳ | انما بنیت المساجد لما بنیت لہ۔ | ۱۵۳ |
| ۴ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا ینشد۔۔۔۔۔۔فقال لا وجدت۔ | ۱۶۲ |
| ۵ | ان رجلا نشد فی المسجد۔۔۔۔۔۔فقال لا وجدت۔ | ۱۶۲ |
| ۶ | ان الحصاۃ لتناشد الذی یخرجہا من المسجد۔ | ۱۶۴ |
| ۷ | ان حصی المسجد لتناشد صاحبہا اذا خرج بہا من المسجد۔ | ۱۶۴ |
| ۸ | احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقہا۔ | ۱۶۴ |
| ۹ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بقوم قد اسسوا مسجدا ۔۔۔۔۔۔فقال اوسعوہ۔ | ۱۶۹ |
| ۱۰ | ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا فتصدق عمر۔ | ۱۸۰ |
| ۱۱ | امر بلال ان یثوب فی صلوٰۃ الصبح ولا یثوب فی غیرھا۔ | ۲۱۳ |
| ۱۲ | ان من الشعر حکمۃ۔ | ۲۱۶ |
| ۱۳ | اشعار حسان قرأھا امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ | ۲۱۷ |
| ۱۴ | اذا استوت قارنہا۔ | ۲۴۷ |
| ۱۵ | انہ نہی عن الصلوٰۃ نصف النہار حتی تزول الشمس۔ | ۲۵۶ |





Marfat.com

| نمبر | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۶ | اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی ... ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ۔ | ۲۸۲ |
| ۱۷ | یا ایہا الناس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اذن المؤذن یقول ما سمعتم منی مقالتی۔ | ۲۸۴ |
| ۱۸ | اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام۔ | ۲۸۵،۱۲۲ |
| ۱۹ | اذا امن الامام فامنوا۔ | ۲۹۰ |
| ۲۰ | اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔ | ۵۷۴،۳۰۳ |
| ۲۱ | اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین۔ | ۳۰۳ |
| ۲۲ | ان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ | ۶۳۲،۳۲۶ |
| ۲۳ | امام قوم وھم لہ کارھون۔ | ۳۲۸ |
| ۲۴ | ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ | ۳۲۹ |
| ۲۵ | اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبین اللہ عزوجل۔ | ۳۳۲ |
| ۲۶ | اذا سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم ..... وبین ربکم۔ | ۳۳۲ |
| ۲۷ | ان سرکم ان تزکوا صلوٰتکم فقدموا خیارکم۔ | ۳۳۲ |
| ۲۸ | عفوا اللحٰی۔ | ۳۵۰ |
| ۲۹ | اوفوا اللحٰی۔ | ۳۵۰ |
| ۳۰ | ارخوا اللحٰی۔ | ۳۵۰ |
| ۳۱ | امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحٰی۔ | ۳۵۰ |
| ۳۲ | اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر۔ | ۳۸۶ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳۳ | ایتموا صلوتکم (حدیث اخر) حدیث مرض الموت۔ | ۳۸۹، ۴۸۴ |
| ۳۴ | أدرءوا ما استطعتم۔ | ۳۹۶ |
| ۳۵ | انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا۔ | ۳۹۹، ۴۵۸، ۵۶۰، ۵۶۹ |
| ۳۶ | اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ۔ | ۴۱۹، ۴۴۱ |
| ۳۷ | ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر بالقراٰن فی الصلوات کلھا فی الابتداء۔ | ۴۳۱، ۴۶۹، ۴۸۲ |
| ۳۸ | انما لامرئ مانوی۔ | ۴۹۶ |
| ۳۹ | احفوا الشوارب۔ | ۴۹۸ |
| ۴۰ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم ویلبس القلانس بغیر عمائم۔ | ۵۰۴ |
| ۴۱ | ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہ قلانس یلبسھا۔ | ۵۰۴ |
| ۴۲ | ان فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس۔ | ۵۰۶ |
| ۴۳ | ان الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ | ۵۱۰ |
| ۴۴ | اشرف العبادۃ الدعاء۔ | ۵۱۰ |
| ۴۵ | افضل العبادۃ ھو الدعاء۔ | ۵۱۰ |
| ۴۶ | ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ۔ | ۵۱۱ |
| ۴۷ | اکثر الدعاء بالعافیۃ۔ | ۵۱۱ |
| ۴۸ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا۔ | ۵۱۲ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۴۹ | اذا سألتموا اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم۔۔۔۔ وامسحوا بہا وجوھکم۔ | ۵۱۲ |
| ۵۰ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلاثا۔ | ۵۱۴ |
| ۵۱ | اذا صلیت المکتوبۃ فقولی سبحٰن اللہ عشرا۔۔۔۔۔۔ ثم سلی ماشئت۔ | ۵۱۴،۵۱۵ |
| ۵۲ | اذا فرغ احدکم من صلوتہ فلیدع باسم ثم لیدع بما شاء۔ | ۵۱۵ |
| ۵۳ | اذا ام احدکم الناس فلیخفف فان فیہم الصغیر۔ | ۵۱۶ |
| ۵۴ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی صلوۃ المغرب بسورۃ الاعراف فرقہا فی الرکعتین۔ | ۵۲۶ |
| ۵۵ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلوۃ الغداۃ من الستین الی المائۃ۔ | ۵۲۶ |
| ۵۶ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی صلوۃ المغرب بسورۃ الاعراف۔ | ۵۲۸ |
| ۵۷ | اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔ | ۵۳۱ |
| ۵۸ | انی لاقوم فی الصلوۃ ارید ان اطول فیہا فاسمع بکاء الصبی۔ | ۵۳۲ |
| ۵۹ | اذا اتیتم الصلوۃ فعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا۔ | ۵۶۸ |
| ۶۰ | اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا۔ | ۵۷۷ |
| ۶۱ | ان صلیت بذلک الطہور ماکتب لی ان اصلی۔ | ۵۸۰ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۶۲ | ادبار النجوم الرکعتان قبل الفجر وادبار السجود الرکعتان بعد المغرب۔ | ۶۰۸ |
| ۶۳ | ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ من عملہ صلوتہ۔ | ۶۱۴ |
| ۶۴ | ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس۔ | ۶۲۳، ۶۵۶ |
| ۶۵ | انا ناتیک من شقۃ بعیدۃ وان بیننا وبینک ھذا الحی۔ | ۶۲۴ |
| ۶۶ | ان اھل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ۔ | ۶۲۵، ۶۵۶ |
| ۶۷ | ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا۔ | ۶۲۶ |
| ۶۸ | ان عائشۃ قالت لم اعقل ابوی... الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ | ۶۳۴ |
| ۶۹ | انہ (علیہ السلام) یاتی قبور الشھداء رأس کل حول فیقول۔ | ۶۳۵ |
| | ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا فقال مہ علیکم من العمل ما تطیقون۔ | ۶۳۶ |
| ۷۰ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل۔ | ۶۳۷ |
| ۷۱ | احب العمل الی اللہ تعالیٰ ما دام علیہ صاحبہ۔ | ۶۳۷ |
| | ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ۔ | ۶۳۸ |
| ۷۲ | الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم ------ انی | |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| | انہاکم عن ذٰلک۔ | ۶۴۳ |
| ۷۵ | ان یتدافع اھل المسجد لایجدون اماما یصلی بہم۔ | ۶۵۳ |
| ۷۶ | ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما۔ | ۶۵۹ |
| ۷۷ | انھکوا الشوارب واعفوا اللحٰی۔ | ۶۶۷ |
| ۷۸ | اذا شہدت احدٰکن المسجد فلا تمس طیبا۔ | ۶۶۸ |
| ۷۹ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متکئا علی عصا او قوس۔ | ۶۷۳ |
| ۸۰ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متوکئا علی قوس او عصا۔ | ۶۷۵ |
| ۸۱ | اذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا۔ | ۶۷۵ |
| ۸۲ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام خطیبا بالمدینۃ متکئا علی عصا او قوس | ۶۷۵ |
| ۸۳ | انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام متوکئا علی عصا او قوس۔ | ۶۷۶ |
| ۸۴ | یتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد۔ | ۶۹۹ |
| ۸۵ | ان المؤمن لاینجس حیا ولامیتا | ۶۹۶ |
| ۸۶ | ان المؤمن لاینجس حیا ولامیتا۔ | |
| ۸۷ | اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ | ۷۰۳ |
| ۸۸ | ان اللہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال | ۱۲۹ |
| ۸۹ | انہ [illegible] لوۃ فلا وضوء۔ | ۱۱۶ |
| ۹۰ | ان علیا رأی مؤذنا فی صلٰوۃ العشاء قال اخرجوا ھٰذا المبتدع | ۲۱۵ |
| ۹۱ | انہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعۃ حتی یخرج۔ | ۲۸۷ |
| ۹۲ | انہم کانوا یتحدثون فی زمن عمر بن الخطاب۔ | ۲۸۸ |
| ۹۳ | ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد | |

| صفحہ | احادیث مبارکہ | نمبر شمار |
| --- | --- | --- |
| ۲۹۰ | وعمر بن الخطاب یخطب الناس۔ | |
| ۲۹۷ | ان معاویۃ اجاب المؤذن بین یدیہ۔ | ۹۴ |
| ۳۳۵ | ان الصحابۃ والتابعین کانوا لایمتنعون من الاقتداء بالحجاج۔ | ۹۵ |
| ۳۳۶ | ادرکت عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یصلی خلف ائمۃ الجور۔ | ۹۶ |
| ۳۳۶ | ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان۔ | ۹۷ |
| ۳۳۶ | اقتدوا بکل بر وفاجر۔ | ۹۸ |
| ۳۳۶ | ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج۔ | ۹۹ |
| ۴۳۵، ۴۳۷<br>۴۶۴ | ان عمر بن الخطاب کان یجھر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ..... عند دار ابی جھم۔ | ۱۰۰ |
| ۵۲۶ | ان ابا بکر الصدیق صلی الصبح وقرأ فیھما سورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیھما۔ | ۱۰۱ |
| ۵۳۲ | ام ابوبکر بالصحابۃ فی صلوٰۃ الصبح بسورۃ البقرۃ۔ | ۱۰۲ |
| ۶۱۲ | ان عمر وابن مسعود کانا یصلیان فی السفر قبل المکتوبۃ وبعدھا۔ | ۱۰۳ |
| ۶۱۲ | ان ابن عمر کان یری ابنہ...... یتنفل فی السفر فلاینکر علیہ ذٰلک۔ | ۱۰۴ |
| ۶۹۶ | انہم صلوا علی عائشۃ وام سلمۃ بین المقابر۔ | ۱۰۵ |
| ۷۰۰ | ان جنازۃ وضعت فی مقبرۃ اھل البصرۃ......... ثم صلوا علی الجنازۃ۔ | ۱۰۶ |
| ۷۰۴، ۷۱۲ | لاتسبقونی بالصلوٰۃ علیہ فلاتسبقونی بالدعاء لہ۔ | ۱۰۷ |



Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۰۸ | اشهدوا الصلوات الخمس والجمعة بالجماعة مع كل امام۔ | ۳۳۹ |
| ۱۰۹ | انه رش على قبر ابنه ابراهيم ووضع عليه حصباء۔ | ۴۴۴ |
| ۱۱۰ | اعطى (صلى الله عليه وسلم) قوسا او عصا فاتكأ عليها۔ | ۶۷۵ |
| ۱۱۱ | ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ يسمعهم التكبير۔ | ۴۱۹ |
| ۱۱۲ | اعفاء اللحية۔ | ۳۵۰ |
| | **ب** | |
| ۱۱۳ | بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة | ۵۰۷ |
| | **ت** | |
| ۱۱۴ | تصدق باصله لايباع ولايوهب ولايورث ولكن ينفق ثمره۔ | ۱۸۰، ۲۰۵ |
| ۱۱۵ | تدعون الله فى ليلكم ونهاركم۔ | ۵۱۱ |
| ۱۱۶ | التائب من الذنب كمن لاذنب له۔ | ۶۵۳ |
| | **ث** | |
| ۱۱۷ | ثم صل فان الصلوة مشهودة محضورة حتى يستقل الظل بالرمح۔ | ۲۲۳ |
| ۱۱۸ | ثم صل فالصلوة محضورة متقبلة حتى تستوى الشمس ......كالرمح۔ | ۲۲۵ |
| ۱۱۹ | ثم الصلوة مقبولة حتى يقوم الظل قيام الرمح ثم لاصلوة حتى تزول الشمس۔ | ۲۲۶ |
| | ثلاث اوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نصلى فيهن ونقبر فيه موتانا۔ | ۲۲۹ |




Marfat.com

| صفحہ | احادیث مبارکہ | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۳۳۱،۳۲۸ | ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون | ۱۲۱ |
| ۳۳۱ | ثلاثة لا ترفع صلوتهم فوق رءوسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون۔ | ۱۲۲ |
| ۳۳۱ | ثلاثة لا تجاوز صلوتهم اذانهم ....... وامام قوم وهم له كارهون۔ | ۱۲۳ |
| ۶۱۱ | ثم صلوا ركعتي الفجر۔ | ۱۲۴ |
| ۶۳۸ | ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة ......... فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ | ۱۲۵ |
| ۶۴۱ | ثم قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله ان يقول۔ | ۱۲۶ |
| ۶۵۳ | ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون۔ | ۱۲۷ |
| ۶۵۸ | ثم رخص (صلى الله عليه وسلم) في الجمعة فقال من شاء ان يصلي فليصل۔ | ۱۲۸ |
| ۴۰۵ | ثم تستغفر له الى يوم البعث۔ | ۱۲۹ |
| ۴۰۵ | ثم مشى (على) حتى اتاه وقال اللهم عبدك۔ | ۱۳۰ |

## ج

| صفحہ | احادیث مبارکہ | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۱۳۳،۱۹۰ | جعلت لي الارض مسجدا وطهورا۔ | ۱۳۱ |
| ۱۹۵ | جعلت لنا الارض كلها مسجدا۔ | ۱۳۲ |
| ۵۱۴ | جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات۔ | ۱۳۳ |



Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۳۴ | جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک۔ | ۷۰۵ |
| | ح | |
| ۱۳۵ | الحجر من البیت لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف من ورائہ۔ | ۱۷۰ |
| ۱۳۶ | حین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس۔ | ۲۴۱ |
| ۱۳۷ | حتی یعدل الرمح ظلہ۔ | ۲۴۵ |
| ۱۳۸ | الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرمہ اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔ | ۳۰۴، ۳۷۰، ۵۱۹، ۶۲۷ |
| | خ | |
| ۱۳۹ | الخصال لاتنبغی فی المسجد لایتخذ طریقا۔ | ۱۷۶ |
| ۱۴۰ | خالفوا الیھود فانھم لایصلون فی نعالھم۔ | ۵۰۸ |
| ۱۴۱ | خیر الناس الحال المرتحل۔ | ۵۴۲ |
| ۱۴۲ | خیرکم اذا رؤا ذکر اللہ۔ | ۶۴۷ |
| ۱۴۳ | خیر القرون قرنی۔ | ۶۶۷ |
| | د | |
| ۱۴۴ | الدین یسر۔ | ۲۱۱ |
| ۱۴۵ | الدعاء مخ العبادۃ۔ | ۵۱۰ |
| ۱۴۶ | الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموات والارض۔ | ۵۱۰ |
| ۱۴۷ | دعا ثم دعا ثم دعا۔ | ۵۱۲ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| | **ر** | |
| ۱۴۸ | رفع عن امتی الخطأ والنسیان۔ | ۳۳۰ |
| ۱۴۹ | ربما جهر و ربما اسر۔ | ۴۶۳ |
| ۱۵۰ | رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة۔ | ۵۰۵ |
| ۱۵۱ | رفع صلی اللّٰه علیه وسلم یدیه ثلاث مرات۔ | ۵۱۲ |
| ۱۵۲ | رکعتین قبل العصر۔ | ۶۰۶ |
| ۱۵۳ | رکعتین بعد العشاء۔ | ۶۰۶ |
| ۱۵۴ | رش قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وکان الذی رش الماء علی قبره بلال بن رباح۔ | ۶۴۴ |
| ۱۵۵ | روی مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا یصلی فیه الظهر فسمع مؤذنا یثوب فغضب۔ | ۲۱۵ |
| ۱۵۶ | رفع (عمر) صوته بالقراءة حتی لو کان فی الوادی احد لاسمعه۔ | ۴۳۵ |
| | **ز** | |
| ۱۵۷ | زوروا القبور فانها تذکرکم الموت۔ | ۶۳۰ |
| ۱۵۸ | زوروا القبور فانها تذکرکم الآخرة۔ | ۶۳۰ |
| | **س** | |
| ۱۵۹ | سألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن الجدار امن البیت هو قال نعم۔ | ۱۴۱، ۱۴۲ |
| ۱۶۰ | سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قرأ بالطور فی المغرب۔ | ۵۳۴ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۶۱ | سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی ذات لیلۃ وھو یردد اٰیۃ حتی اصبح۔ | ۵۳۸ |
| ۱۶۲ | سألت عائشۃ ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الدائم۔ | ۶۳۶ |
| ۱۶۳ | سترون اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی ......... عضوا علیہا بالنواجذ۔ | ۶۲۵ |
| ۱۶۴ | سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔ | ۴۳۴ |
| | **ش** | |
| ۱۶۵ | شر البقاع اسواقہا وخیر البقاع مساجدہا۔ | ۱۶۴ |
| | **ص** | |
| ۱۶۶ | صلوا خلف کل بر و فاجر۔ | ۳۳۵، ۳۳۹، ۳۴۶، ۳۴۷ |
| ۱۶۷ | صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر خلفہ ......... یسمعنا۔ | ۴۱۹ |
| ۱۶۸ | صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ | ۵۳۳،۴۲۲ |
| ۱۶۹ | صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر۔ | ۴۴۱ |
| ۱۷۰ | صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ۔ | ۵۰۵ |
| ۱۷۱ | صلی لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح بمکۃ فاستفتح سورۃ المؤمنین۔ | ۵۲۹ |
| ۱۷۲ | صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر باقصر سورتین ۵۲۰ | |





Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | ثم قال انما اسرعت۔ | ۵۳۲ |
| ۱۷۳ | صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخفف فسألته عن ذلک فقال سمعت بکاء الصبی۔ | ۵۳۳ |
| ۱۷۴ | الصلوۃ احسن ما یعمل الناس واذا احسن الناس فاحسن معھم۔ | ۵۶۰،۳۳۶<br>۵۴۹ |
| ۱۷۵ | صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... فما رأیتہ ترک الرکعتین اذا زاغت الشمس۔ | ۶۱۰ |
| ۱۷۶ | صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر۔ | ۶۱۰ |
| ۱۷۷ | صلی سجدتین۔ | ۶۱۱ |
| ۱۷۸ | صلی رکعتین۔ | ۶۱۱ |
| ۱۷۹ | صلوۃ علی الجنازۃ لاتحاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ۔ | ۶۰۴ |
| ۱۸۰ | صلی بنا ابوبکر صلوۃ الصبح فقرأ بسورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیھما۔ | ۵۳۰ |
| ۱۸۱ | صلیت مع عبداللہ العشاء الآخرۃ فافتتح الانفال۔ | ۵۳۱ |
| ۱۸۲ | صلیت خلف ابن عباس بالبصرۃ فقرأ فی اول رکعۃ ........ فاقرع واماتیسر منہ۔ | ۵۳۰ |
| ۱۸۳ | صلی بنا عمر بن الخطاب بمکۃ الفجر فقرأ ....... بسورۃ یوسف۔ | ۵۳ |
| ۱۸۴ | الصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان اوفاجرا وان عمل الکبائر۔ | |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۸۵ | الصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم۔ | ۳۵۸ |
| ۱۸۶ | صلى فى السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين۔ | ۶۱۰ |
| | **ط** | |
| ۱۸۷ | طوفى من وراء الناس وانت راكبة۔ | ۴۶۳ |
| | **ع** | |
| ۱۸۸ | عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين۔ | ۳۰۶، ۵۳۱، ۵۳۲ |
| ۱۸۹ | عن ابن عباس وابتغ بين ذلك سبيلا يقول تعالى اطلب بين الاعلان۔ | ۴۶۰ |
| ۱۹۰ | عن ابن عباس ولاتجهر...... ولاتجعلها كلها جهرا ولاتخافت بها...... سرا۔ | ۴۳۳ |
| ۱۹۱ | عن ابن عباس فكما الصلوة قبل صلوة الحضر وبعدها حسن فكذلك الصلوة فى السفر۔ | ۶۱۲ |
| ۱۹۲ | عن ابن مسعود انه قرأ فى الاولى من الصبح اربعين اٰية من الانفال۔ | ۵۳۱ |
| ۱۹۳ | عن ابى جعفر محمد بن على من وجد فى قلبه قسوة فليكتب يٰس۔ | ۶۴۲ |
| ۱۹۴ | عن ابن عباس فى المرأة تعسر عليها ولادتها قال يكتب يٰس فى قرطاس ثم تسقى۔ | ۶۴۲ |
| ۱۹۵ | عن صهيب قال رأيت عليا يقبل يد العباس ورجليه۔ | ۶۴۵ |


Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۹۶ | عن طاؤس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا۔ | ۴۰۷ |
| ۱۹۷ | عن ابن عباس وابن عمر انهما فاتهما الصلوة علی جنازة۔ | ۴۱۲ |
| | **ف** | |
| ۱۹۸ | فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بیدی فادخلنی الحجر ...... فانما هو قطعة من البیت۔ | ۱۶۱ |
| ۱۹۹ | فاذا طلعت فصل فان الصلوة محضورة متقبلة حتی تعتدل علی | |
| ۲۰۰ | رأسک کالرمح۔ | ۲۴۶ |
| ۲۰۱ | فاذا دنت للزوال فارنها۔ | ۲۴۶ |
| ۲۰۲ | فاذا کانت فی وسط السماء فارنها۔ | ۲۴۷ |
| ۲۰۳ | فی یوم الجمعة فاکثروا علی من الصلوة فیه۔ | ۲۸۲ |
| ۲۰۴ | فقد عفا عنه۔ | ۵۱۹، ۳۷۰ |
| ۲۰۵ | فهو عفو۔ | ۳۷۰، ۵۱۹ |
| ۲۰۶ | فخرج رجل ممن صلی معه صلی الله علیه وسلم فمر علی اهل مسجد...... فداروا کما هم قبل البیت۔ | ۳۸۸، ۳۷۸ |
| ۲۰۷ | فاشار بیده صلی الله علیه وسلم۔ | ۳۹۵ |
| ۲۰۸ | فلما هاجر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی المدینة سقط هذا کله۔ | ۴۲۹، ۴۳۰ |
| ۲۰۹ | فاتیناه مرة اخری نعود فصلی المکتوبة۔ | ۴۴۱ |
| ۲۱۰ | فصلی ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی صلی الله علیه وسلم وجد من نفسه خفة۔ | ۴۴۲ |





Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۱۱ | فاعتزل تلك الفرق كلها۔ | ۴۹۷ |
| ۲۱۲ | فليكثر الدعاء في الرخاء۔ | ۵۱۱ |
| ۲۱۳ | فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم غضب في موعظة....... ان منكم منفرين۔ | ۵۱۷ |
| ۲۱۴ | فمن صلى لله كل يوم ثنتي عشرة ركعة۔ | ۶۰۸ |
| ۲۱۵ | فلما ارتفعت الشمس صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتي الفجر ثم صلى الفجر۔ | ۶۱۱ |
| ۲۱۶ | فصلى ركعتين قبل الفجر ثم اقام ثم صلى الفجر۔ | ۶۱۱ |
| ۲۱۷ | فصلوا ركعتي الفجر ثم صلوا الفجر۔ | ۶۱۱ |
| ۲۱۸ | فركع ركعتين غير عجل۔ | ۶۱۱ |
| ۲۱۹ | فصلينا ركعتين۔ | ۶۱۱ |
| ۲۲۰ | فصلى ركعتين وصلوا ركعتي الفجر۔ | ۶۱۲ |
| ۲۲۱ | فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الحضر وصلوة السفر۔ | ۶۱۲ |
| ۲۲۲ | فهو مما قد عفا عنه۔ | ۶۲۷ |
| ۲۲۳ | فهو مما عفا عنه۔ | ۶۲۸ |
| ۲۲۴ | فجلس (صلى الله عليه وسلم) عليه فدعا بالبركة۔ | ۶۴۰ |
| ۲۲۵ | فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا وبرك عليه۔ | ۶۴۰ |
| ۲۲۶ | فكنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به۔ | ۶۵۰ |
| ۲۲۷ | فلبث رسول الله صلى الله عليه وسلم في بني عمرو بن عوف بضع | |






Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | عشرۃ لیلۃ۔ | ۶۵۸ |
| ۲۲۸ | فاقام فیھما اربع عشرۃ لیلۃ۔ | ۶۵۸ |
| ۲۲۹ | فبتنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای ما شھدنا فیھا الجمعۃ۔ | ۶۷۴ |
| ۲۳۰ | فحبس اصلھا ان لا تباع ولا توھب ولا تورث۔ | |
| ۲۳۱ | فان اللہ احق من تزین لہ۔ | ۵۰۲ |
| ۲۳۲ | فیسمع قراءۃ الامام وھو فی بیتہ۔ | ۴۳۵ |
| ۲۳۳ | فافتتح الانفال حتی بلغ ونعم النصیر۔ | ۵۳۱ |
| ۲۳۴ | فان لم تصل فاذکر اسم اللہ کانک قد صلیت۔ | ۵۸۰ |
| ۲۳۵ | فصلی (انس) الظھر رکعتین ثم بعدھا رکعتین۔ | ۶۱۲ |
| ۲۳۶ | فکانت اذا کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق۔۔۔۔۔ کنا نتمنی یوم الجمعۃ۔ | ۶۲۵ |

## ق

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۲۳۷ | قتلوہ قتلھم اللہ۔ | ۱۱۸ |
| ۲۳۸ | قرأ فیھما بمائۃ من النساء والبقرۃ۔۔۔۔ قال ما الوت ان اضع قدمی حیث وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمہ۔ | ۵۲۹ |
| ۲۳۹ | قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الفجر فی الرکعۃ الاولی بستین اٰیۃ۔ | ۵۳۳ |
| ۲۴۰ | قال اللہ تعالی وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی۔ | ۶۳۱ |
| ۲۴۱ | قال قدمنا فقیل ذاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذنا بیدیہ و رجلیہ نقبلھا۔ | ۶۴۵ |



Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۴۲ | قال نعم کان یعتمد علیہا اعتمادا۔ | ۶۷۵ |
| ۲۴۳ | القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار۔ | ۶۹۹ |
| ۲۴۴ | قال علی فی بئر وقعت فیہ فارۃ ینزح ماءھا۔ | ۱۲۶ |
| ۲۴۵ | قال علی بن ابی طالب لاجمعۃ الا فی مصر جامع۔ | ۶۲۳ |
| ۲۴۶ | قال علی لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع | ۶۵۷، ۶۶۶ |
| ۲۴۷ | قال علی لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع۔ | ۴۹۰، ۶۲۳، ۶۵۴، ۶۶۰ |
| ۲۴۸ | قال قتادۃ یقرأ سورۃ واحدۃ فی رکعتین او یردد ......کل کتاب اللہ۔ | ۵۲۶ |
| ۲۴۹ | قرأ عمر فی الرکعۃ الاولی بمائۃ وعشرین اٰیۃ۔ | ۵۳۰ |
| ۲۵۰ | قرأ عمر باٰل عمران فی الرکعتین الاولیین من العشاء۔ | ۵۳۱ |
| ۲۵۱ | قرأ بنا سیدنا عمر اٰل عمران فی الرکعتین۔ | ۵۳۱ |
| ۲۵۲ | قال عثمان یاایہا الناس ان ھٰذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان۔ | ۶۲۶ |
| ۲۵۳ | قال ابو الدرداء ماارى الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم۔ | ۶۲۷ |
| ۲۵۴ | قال عمرو بن العاص ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور۔ | ۴۰۷ |
| ۲۵۵ | قد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الابتداء یجہر ...... وکان المشرکون یؤذونہ۔ | ۴۳۱ |
| ۲۵۶ | قد خرج صوتہ من المسجد۔ | ۴۳۳ |
| ۲۵۷ | قد توقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تحریم الخمر حتی نزل علیہ النص القطعی۔ | ۴۵۲ |






Marfat.com

| صفحہ | احادیثِ مبارکہ | نمبر شمار |
|---|---|---|
| | **ك** | |
| ۱۲۳ | كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلوٰة۔ | ۲۵۸ |
| ۲۱۶ | كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان منبرا في المسجد | ۲۵۹ |
| ۲۴۸ | كان نهى عن الصلوٰة عند طلوع الشمس وعند غروبها ونصف النهار۔ | ۲۶۰ |
| ۲۶۱ | كان بيتي من اطول بيت حول المسجد وكان بلال يؤذن عليه الفجر۔ | ۲۶۱ |
| ۲۷۳، ۲۶۱ | كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔۔۔۔ و اذن به على الزوراء۔ | ۲۶۲ |
| ۳۰۱ | كان عليه السلام اذا خطب استقبله اصحابه بوجوههم۔ | ۲۶۳ |
| ۳۹۶ | كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بولدي ام سلمة۔ | ۲۶۴ |
| ۴۳۲ | كان النبي صلى الله عليه وسلم يجهر في الصلوات كلها في الابتداء | ۲۶۵ |
| ۴۶۳ | كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وانا على عريشي۔ | ۲۶۶ |
| ۴۶۳ | كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وانا نائمة على فراشي۔ | ۲۶۷ |
| ۴۶۳ | كانت قراءة النبي صلى الله عليه وسلم على قدر ما يسمعه من في الحجرة وهو في البيت۔ | ۲۶۸ |
| ۴۶۳ | كنا نسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم في جوف الليل عند الكعبة وانا على عريشي۔ | ۲۶۹ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۷۰ | کان صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بستر الراس بالعمامۃ او القلنسوۃ و ینہی عن کشف الرأس فی الصلوۃ۔ | ۵۰۳ |
| ۲۷۱ | کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس القلانس تحت العمائم۔ | ۵۰۳ |
| ۲۷۲ | کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر عمامۃ۔ | ۵۰۴ |
| ۲۷۳ | کان اذا دعا دعا ثلاثا واذا سأل سأل ثلاثا۔ | ۵۱۲ |
| ۲۷۴ | کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا۔ | ۵۱۳ |
| ۲۷۵ | کان الناس یتناوبون الجمعۃ من منازلہم ومن العوالی۔ | ۶۲۵، ۶۵۴ |
| ۲۷۶ | کان اہل الجاہلیۃ یاکلون اشیاء ...... فبعث اللہ نبیہ ...... وما سکت عنہ فہو عفو۔ | ۶۲۸ |
| ۲۷۷ | کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا۔ | ۶۳۱ |
| ۲۷۸ | کنت نہیتکم ........ الا فزوروہا فانہا تزہد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ۔ | ۶۳۱ |
| ۲۷۹ | کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی مسجد قباء کل سبت ماشیا او راکبا۔ | ۶۳۵ |
| ۲۸۰ | کلفوا من العمل ما تطیقون فان خیر العمل ادومہ وان قل۔ | ۶۳۷ |
| ۲۸۱ | کان یصلیہما قبل العصر ثم انہ شغل عنہما او نسیہما فصلاہما بعد العصر۔ | ۶۳۷ |
| ۲۸۲ | کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یخطب اخذ عصا۔ | ۶۷۵ |





Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۸۳ | کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحث علی الدعاء والصدقۃ ...... ویقول ان ذلک ینفعہم۔ | ۴۰۳ |
| ۲۸۴ | کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت ... استغفروا لمیتکم وسلوا لہ التثبیت۔ | ۴۰۶ |
| ۲۸۵ | کان انس یصلی خلفہ (ای الحجاج)۔ | ۳۳۶ |
| ۲۸۶ | کما فی صلوۃ سیدنا جابر فی ثوب واحد مع وضع الثوب علی مشجب | ۳۲۵ |
| | کان عمر یقرأ فی الصبح بمائۃ من البقرۃ۔ | ۵۳۰ |
| ۲۸۸ | کان (عمر) یقسم السورۃ الطویلۃ فی الرکعتین من المکتوبۃ | ۵۳۱ |
| ۲۸۹ | کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس۔ | ۶۳۵ |
| ۲۹۰ | کان عمر بن الخطاب یروحنا فی رمضان۔ | ۵۵۴ |
| ۲۹۱ | کان یحب ان یخرج یوم الخمیس۔ | ۶۳۴ |
| ۲۹۲ | کانت (فاطمۃ) اذا دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام الیہا۔ | ۶۳۴ |
| ۲۹۳ | کان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا عملوا عملا اثبتوہ وان قل | ۶۳۶ |
| ۲۹۴ | کان احب الاعمال الیہ العمل الصالح الذی یدوم علیہ العبد وان کان یسیرا۔ | ۶۳۷ |
| ۲۹۵ | کان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبۃ وکان یشرب الخمر۔ | ۳۳۶ |
| ۲۹۶ | کان ابن عمر یوضع لہ الطعام وتقام الصلوۃ...... حتی یفرغ۔ | ۳۳۱ |
| ۲۹۷ | کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ | ۴۹۸ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۲۹۸ | كان عبيد بن عمير يقول ان الله احل و حرم...... فذلك عفو من الله۔ | ۶۲۸ |
| | ل | |
| ۲۹۹ | لا يزال لسانك رطبا بذكر الله۔ | ۲۸۲ |
| ۳۰۰ | لا يزال احدكم في صلوة ما كانت الصلوة تحبسه۔ | ۲۹۰ |
| ۳۰۱ | لا تقوموا حتى تروني۔ | ۳۰۳ |
| ۳۰۲ | لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا ام قوما وهم له كارهون۔ | ۳۳۱ |
| ۳۰۳ | لا يؤمن فاجر مؤمنا الا ان يقهره بسلطانه يخاف سيفه او سوطه۔ | ۳۳۲ |
| ۳۰۴ | لقد اوتي ابو موسى من مزامير آل داؤد۔ | ۴۶۴ |
| ۳۰۵ | ليس شيئ اكرم على الله من الدعاء۔ | ۵۱۰ |
| ۳۰۶ | لا صلوة الا بفاتحة الكتاب۔ | ۵۲۸ |
| ۳۰۷ | لا صلوة لمن لم يقرأ بام القرآن۔ | ۶۲۶ |
| ۳۰۸ | لقلما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج في سفر الا يوم الخميس۔ | ۶۳۴ |
| ۳۰۹ | لا تقبل صلوة امرأة تطيب للمسجد حتى تغتسل غسلها من الجنابة۔ | ۶۶۸ |
| ۳۱۰ | لا يؤم الغلام حتى يحتلم (عن ابن عباس) | ۳۵۸ |
| ۳۱۱ | لا يؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود (عن ابن مسعود) | ۳۵۸ |
| ۳۱۲ | لا تقرأ خلف الامام في شيئ من الصلوة (عن جماعة من الصحابة) | ۶۲۷ |
| ۳۱۳ | لما مات الحسن بن الحسن بن علي ضربت امرأته القبة على قبره | |






Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | سنة ثم رفعت۔ | ۶۴۵ |
| ۳۱۴ | لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد۔ | ۶۶۸ |
| ۳۱۵ | لا تدعوهما وان طردتكم الخيل۔ | ۱۲۱ |
| ۳۱۶ | لا وضوء على احد من غير ذلك ممن صلى عليه۔ | ۱۱۶ |
| ۳۱۷ | لا طاف الناس من وراءه الا لذلك۔ | ۱۴۰ |
| ۳۱۸ | لا تدعوا الصلوة على من مات من اهل القبلة | ۱۸ |
| | **م** | |
| ۳۱۹ | من مات صائما اوجب الله له الصيام الى يوم القيمة۔ | ۱۱۷ |
| ۳۲۰ | من ختم له بصيام يوم دخل الجنة۔ | ۱۱۷ |
| ۳۲۱ | من مات على شيئ بعثه الله عليه۔ | ۱۱۷ |
| ۳۲۲ | من افتى بغير علم كان اثمه على من افتاه۔ | ۱۱۸ |
| ۳۲۳ | من توضأ على طهر كتب الله له به عشر حسنات۔ | ۱۲۳ |
| ۳۲۴ | من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك | ۱۶۲ |
| ۳۲۵ | ما راٰه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔ | ۲۱۲، ۲۹۹، ۶۴۵ |
| ۳۲۶ | ما راٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ | ۳۰۰، ۳۰۶ |
| ۳۲۷ | من رای منكم منكرا فليغيره بيده۔ | ۲۲۰، ۳۸۶، ۶۵۳ |
| ۳۲۸ | من باب كان وجاه المنبر۔ | ۲۷۲، ۲۷۳ |
| ۳۲۹ | مما عفا عنه۔ | ۴۵۶، ۴۱۴ |
| ۳۳۰ | المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ | ۴۹۷ |




Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۳۳۱ | من لایدعوا اللہ یغضب علیہ۔ | |
| ۳۳۲ | من لم یسأل یغضب علیہ۔ | ۵۱۰ |
| ۳۳۳ | ماصلیت وراء امام قط اخف صلوٰۃ ولا اتم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم | ۵۱۶ |
| ۳۳۴ | من توضأ للصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ۔ | ۵۶۹ |
| ۳۳۵ | مامن مسلم یتطھر فیتم الطھور الذی کتب اللہ علیہ۔ | ۵۶۹ |
| ۳۳۶ | من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔ | ۶۰۹،۶۰۸ |
| ۳۳۷ | مامن عبد یصلی للہ کل یوم۔ | ۶۰۸،۶۰۹ |
| ۳۳۸ | من کل لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ۔ | ۶۲۷ |
| ۳۳۹ | من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ | ۶۲۷ |
| ۳۴۰ | مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر۔ | ۶۳۱ |
| ۳۴۱ | المتحابون فی اللہ والمتجالسون فی اللہ والمتلاقون فی اللہ۔ | ۶۳۲ |
| ۳۴۲ | مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا۔ | ۶۳۲ |
| ۳۴۳ | مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء۔ | ۶۴۴ |
| ۳۴۴ | المھاجر من ھجر مانہی اللہ عنہ۔ | ۶۵۳ |
| ۳۴۵ | من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ۔ | ۶۸۹،۶۹۱ |
| [illegible] | من صلی علی میت فی المسجد فلا شیئ لہ۔ | ۶۸۹ |
| ۳۴۷ | ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ۔ | ۶۷۰ |
| ۳۴۸ | ماشان الناس فاشارت برأسہا الی السماء فقلت اٰیۃ۔ | ۳۹۵ |
| ۳۴۹ | من فک رھان میت فک اللہ رھانہ یوم القیٰمۃ۔ | ۶۰۶ |



Marfat.com

| نمبر شمار | احادیث مبارکہ | صفحہ |
|---|---|---|
| ۰۱۵ | | |
| ۳۵۰ | یا امسکت عنہ فهو عافیة فاقبلوا من الله عافیتہ فان الله لم یکن نسیا۔ | ۳۶۰، ۵۱۹ |
| ۳۵۱ | ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔ | |
| | **ن** | |
| ۳۵۲ | نزلت و رسول الله صلی الله علیہ وسلم مختف بمکة۔ | ۴۲۸ |
| ۳۵۳ | نزلت و رسول الله صلی الله علیہ وسلم متوار بمکة فکان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ۔ | ۴۶۰ |
| ۳۵۴ | نهی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ۔ | ۴۶۳ |
| ۳۵۵ | نزول یوم العید قوسا فخطب علیہ صلی الله علیہ وسلم۔ | ۶۷۵ |
| ۳۵۶ | نهی صلی الله علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور۔ | ۶۹۶ |
| ۳۵۷ | نهی صلی الله علیہ وسلم عن اشتمال الصماء۔ | ۴۹۹ |
| ۳۵۸ | نهی رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن الصلوٰة فی تلک الساعات۔ | ۲۴۷ |
| ۳۵۹ | نصلی علیہ ولا نعید الوضوء۔ | ۱۱۶ |
| ۳۶۰ | نهانا عمر بن الخطاب ان یؤمنا الا المحتلم۔ | ۳۵۸ |
| | **و** | |
| ۳۶۱ | الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔ | ۱۲۳ |
| ۳۶۲ | وفروا اللحی۔ | ۳۵۰، ۴۹۸، ۶۶۷ |
| ۳۶۳ | وضوء الغسل سنة۔ | ۱۱۳ |
| | **ہ** | |
| ۳۶۴ | هلا انتفعتم بجلدها قالوا انها میتة قال انما حرم اکلها۔ | ۳۱۷ |



Marfat.com

| صفحہ | احادیثِ مبارکہ | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۵۴۳ | ھلا فتحت علی۔ | ۳۶۵ |
| ۶۴۷ | ھم الذین اذا رؤوا ذکر اللہ۔ | ۳۶۶ |
| | **ی** | |
| ۱۶۴ | یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ این جیرانی...... یقول عمار مساجدی۔ | ۳۶۷ |
| ۲۱۱ | یسروا ولا تنفروا۔ | ۳۶۸ |
| | یمرقون من الدین۔ | ۳۶۹ |
| ۶۷۵ | یخطب (صلی اللہ علیہ وسلم) علی عصا۔ | ۳۷۰ |
| ۳۵۸ | یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ۔ | ۳۷۱ |





Marfat.com

# ماخذ و مراجع فتاوٰی نوریہ جلد ا

| نمبر شمار | کتاب | مطبع / سن طباعت | مصنف | سن وصال |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | قرآن مجید | | | |

## کتب تفسیر و اصول تفسیر

| نمبر شمار | کتاب | مطبع / سن طباعت | مصنف | سن وصال |
|---|---|---|---|---|
| ۲ | جامع البیان (طبری) | کبریٰ امیریہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ | ابو جعفر محمد بن جعفر طبری | سنہ ۳۱۰ھ |
| ۳ | احکام القرآن جصاص | بہیّہ مصر سنہ ۱۳۴۸ھ | ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص | سنہ ۳۷۰ھ |
| ۴ | معالم التنزیل | تجاریہ کبریٰ مصر سنہ ۱۳۵۷ھ | ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی | سنہ ۵۱۶ھ |
| ۵ | مفاتیح الغیب کبیر | حسینیہ و عامرہ شرقیہ مصر | فخر الدین محمد بن عمر رازی | سنہ ۶۰۶ھ |
| ۶ | انوار التنزیل | نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۲۸۲ھ | ابو سعید عبد اللہ بن عمر شافعی بیضاوی | سنہ ۶۸۵ / ۶۹۲ھ |
| ۷ | مدارک التنزیل | احیاء الکتب العربیہ مصر سنہ ۱۳۴۴ھ | ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی | سنہ ۷۱۰ھ |
| ۸ | غرائب القرآن نیشاپوری | کبریٰ امیریہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ | حسن بن محمد قمی نیشاپوری | سنہ ۷۲۸ھ |
| ۹ | لباب التاویل خازن | تجاریہ کبریٰ مصر سنہ ۱۳۵۷ھ | علی بن محمد بغدادی صوفی خازن | سنہ ۷۴۱ھ |
| ۱۰ | ابن کثیر | عیسیٰ البابی الحلبی مصر سنہ ۱۳۲۱ھ | ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر | سنہ ۷۷۴ھ |
| ۱۱ | تفسیر جلالین | مجیدی کانپور | جلال الدین محمد بن احمد محلی | سنہ ۸۶۱ھ |
| | | | جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی | سنہ ۹۱۱ھ |
| ۱۲ | ارشاد العقل | حسینیہ و عامرہ مصر | ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی | سنہ ۹۸۲ھ |
| ۱۳ | تفسیرات احمدیہ | علیمی دہلی سنہ ۱۳۴۹ھ | شیخ احمد ابو سعید ملا جیون جونپوری | سنہ ۱۱۳۰ھ |
| ۱۴ | روح البیان | درسعادت مصر سنہ ۱۳۳۰ھ | شیخ اسماعیل حقی بن مصطفٰے بروسوی | سنہ ۱۱۳۷ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۵ | فتوحات الالٰہیہ (جمل) | عیسی البابی الحلبی مصر | سلیمان بن عمر و عجیلی شافعی | سنہ ۱۲۰۴ھ |
| ۱۶ | کنز العرفان | برقی پریس مراد آباد سنہ ۱۳۳۰ھ | اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں | سنہ ۱۳۴۰ھ |
| ۱۷ | خزائن العرفان | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین | سنہ ۱۳۶۷ھ |
| ۱۸ | مظہری | فاروقی دہلی | قاضی ثناء اللہ پانی پتی | سنہ ۱۲۲۵ھ |
| ۱۹ | تفسیر صاوی | ازہریہ مصر سنہ ۱۳۴۸ھ | شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی | سنہ ۱۲۴۱ |
| ۲۰ | عزیزی | محمدی لاہور سنہ ۱۲۹۴ھ | شاہ عبد العزیز دہلوی | سنہ ۱۲۳۹ھ |
| ۲۱ | مترجم | ؍؍ ؍؍ | ؍؍ | ؍؍ |
| ۲۲ | فتح القدیر | مصطفےٰ البابی حلبی مصر سنہ ۱۳۵۱ھ | محمد بن علی شوکانی | سنہ ۱۲۵۰ھ |
| ۲۳ | روح المعانی | الطباعۃ المنیریہ بیروت | سید محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی | سنہ ۱۲۷۰ھ |
| ۲۴ | اکلیل علی المدارک | اکلیل المطابع سنہ ۱۳۳۳ھ | محمد عبد الحق مہاجر ہندی مکی | تکمیل سنہ ۱۳۹۶ھ |
| ۲۵ | فتح البیان | عاصمہ شارع الفلکی قاہرہ سنہ ۱۹۶۵ء | محمد بن علی صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی | سنہ ۱۳۰۷ھ |
| ۲۶ | ترجمان القرآن | صدیقی سنہ ۱۳۱۹ھ | مولوی ذو الفقار احمد | |

## کتبِ حدیث

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۷ | مسندِ امام اعظم | اصح المطابع لکھنؤ سنہ ۱۳۰۹ھ | امام اعظم نعمان بن ثابت | سنہ ۱۵۰ھ |
| ۲۸ | مؤطا امام مالک | دار الاشاعۃ رحیمیہ دیوبند | ابو عبد اللہ مالک بن انس | سنہ ۱۷۹ھ |
| ۲۹ | کتاب الآثار | الاستقامۃ سنہ ۱۳۵۵ھ | ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم | سنہ ۱۸۱ھ |
| ۳۰ | مؤطا امام محمد | یوسفی سنہ ۱۳۴۳ھ | محمد بن حسن شیبانی | سنہ ۱۸۹ھ |
| ۳۱ | مسند ابو داؤد طیالسی | دائرۃ المعارف سنہ ۱۳۲۱ھ | ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی | سنہ ۲۰۴ھ |
| ۳۲ | کتاب الام | ازہریہ مصر سنہ ۱۳۸۱ھ | امام محمد بن ادریس شافعی | ؍؍ |
| ۳۳ | مصنف عبد الرزاق | اسلامی بیروت سنہ ۱۳۹۰ھ | ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام | سنہ ۲۱۱ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۴ | مصنف ابن ابی شیبہ | اقبال برقیہ ملتان ۱۳۷۴ھ | ابوبکر بن ابو شیبہ | ۲۳۵ھ |
| ۳۵ | مسند امام احمد | دار صادر بیروت | ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل | ۲۴۱ھ |
| ۳۶ | سنن دارمی | مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ | ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن | ۲۵۵ھ |
| ۳۷ | الادب المفرد | قاہرہ ۱۳۷۹ھ | ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری | ۲۵۶ھ |
| ۳۸ | صحیح بخاری | اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ | " " " " | " |
| ۳۹ | صحیح مسلم | " " ۱۳۴۹ھ | ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری | ۲۶۱ھ |
| ۴۰ | سنن ابن ماجہ | " کراچی ۱۳۷۲ھ | ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ | ۲۷۳ھ / ۲۷۵ |
| ۴۱ | سنن ابو داؤد | مجیدی کانپور ۱۳۴۱ھ و اصح المطابع | ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی | ۲۷۵ھ |
| ۴۲ | جامع ترمذی | " علیمی دہلی | ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی | ۲۷۹ھ |
| ۴۳ | سنن نسائی | مجتبائی ۱۳۵۰ھ | ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب خراسانی | ۳۰۳ھ |
| ۴۴ | شرح معانی الآثار | اصح المطابع ۱۳۹۰ھ رحیمیہ دیوبند | ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی | ۳۲۱ھ |
| ۴۵ | مشکل الآثار | دائرۃ المعارف ۱۳۳۳ھ | " " " | " |
| ۴۶ | عمل الیوم واللیلہ | " ۱۳۵۸ھ | ابوبکر احمد بن محمد ابن سنی | ۳۶۴ھ |
| ۴۷ | سنن دارقطنی | فاروقی دہلی ۱۳۱۰ھ | علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی | ۳۸۵ھ |
| ۴۸ | مستدرک علی الصحیحین | دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ | ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم | ۴۰۵ھ |
| ۴۹ | تلخیص | " | ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۵۰ | بیہقی | " ۱۳۴۴ھ | ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی | ۴۵۸ھ |
| ۵۱ | شرح السنۃ | اسلامی ۱۳۹۰ھ | محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء | ۵۱۶ھ |
| ۵۲ | جامع المسانید | دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ | مؤلف محمد بن محمود خوارزمی | ۶۶۵ھ |
| ۵۳ | مشکوٰۃ المصابیح | اصح المطابع | ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب | ۷۴۰ھ |
| ۵۴ | الجامع الصغیر | تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۲ھ | جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی | ۹۱۱ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۵ | مجمع الزوائد | بیروت ۱۹۶۷ء | نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی | ۸۰۷ھ |
| ۵۶ | بلوغ المرام | مجتبائی دہلی ۱۳۴۲ھ | علامہ ابن حجر عسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۵۷ | حصن حصین | مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ | محمد بن محمد بن محمد ابن جزری شافعی | ۸۳۳ھ |
| ۵۸ | سفر السعادت | مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۷۰ھ | مجد الدین محمد بن یعقوب شیرازی | ۸۱۷ھ |
| ۵۹ | حلیۃ الاولیاء | السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ | ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی | ۴۳۰ھ |
| ۶۰ | کنز العمال | دائرۃ المعارف ۱۳۱۲ تا ۱۳۱۴ھ | علاء الدین علی متقی ہندی | ۹۷۵ھ |
| ۶۱ | تذکرۃ الموضوعات | طباعۃ منیریہ ۱۳۴۳ھ | محمد طاہر بن علی فتنی ہندی | ۹۸۶ھ |
| ۶۲ | موضوعات کبیر | مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ | ملا علی قاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۶۳ | منیر العین | گیلانی پریس لاہور | شاہ احمد رضا خاں بریلوی | ۱۳۴۰ھ |

# کتب شروح حدیث

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۶۴ | الکواکب الدراری | بہیہ مصر ۱۳۵۴ھ | شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی | ۷۹۶ھ |
| ۶۵ | فتح الباری | ″ ۱۳۴۸ھ | شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۶۶ | عمدۃ القاری | دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ | ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی | ۸۵۵ھ |
| ۶۷ | ارشاد الساری | بولاق مصر ۱۲۸۵ھ | علامہ احمد بن محمد قسطلانی | ۹۲۳ھ |
| ۶۸ | سندھی | عثمانیہ مصر ۱۳۵۱ھ | ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندھی | ۱۱۳۸ھ |
| ۶۹ | الجامع الرضوی | رحمانی عظیم آباد ۱۳۵۱ھ | مولوی محمد ظفر الدین بہاری | ۱۳۸۲ھ |
| ۷۰ | حاشیہ مسلم للنووی | اصح المطابع ۱۳۴۹ھ | ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی | ۶۷۶ھ |
| ۷۱ | مسوّیٰ | رحیمیہ دہلی | شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلوی | ۱۱۷۶ھ |
| ۷۲ | مصفّٰی | ″ | ″ ″ ″ ″ | ″ |
| ۷۳ | زہر الربیٰ | مجتبائی ۱۳۵۰ھ | امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی | ۹۱۱ھ |





Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۴ | زرقانی علی النسائی | مصر | محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی | ۱۱۲۲ھ |
| ۷۵ | سندھی علی النسائی | مجتبائی ۱۳۵۰ھ | ابو الحسن محمد بن عبد الهادی سندھی | ۱۱۳۷ھ |
| ۷۶ | مرقاۃ المفاتیح | امدادیہ ملتان ۱۳۷۸ھ | ملا علی بن سلطان محمد قاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۷۷ | اشعۃ اللمعات | منشی نولکشور ۱۳۵۴ھ | شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث | ۱۰۵۲ھ |
| ۷۸ | مظاہر حق | ۱۹۳۳ء | مولوی قطب الدین | |
| ۷۹ | شرح سفر السعادہ | نول کشور لکھنو ۱۸۸۵ء | شیخ عبد الحق محدث دہلوی | ۱۰۵۲ھ |
| ۸۰ | نصب الرایہ | مجلس علمی ۱۳۵۸ھ | جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی | ۷۶۲ھ |
| ۸۱ | السراج المنیر | میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ | علی بن احمد عزیزی مصر | ۱۰۷۰ھ |
| ۸۲ | شرح حصن حصین | | ملا علی بن سلطان محمد قاری | ۱۰۱۴ھ |

# کتب اسماء الرجال لغت

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | تاریخ بغداد | دار الکتاب العربی بیروت | ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی | ۴۶۳ھ |
| ۸۴ | میزان الاعتدال | السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ | ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی | ۷۴۱ھ |
| ۸۵ | تقریب التہذیب | نول کشور لکھنو ۱۳۵۶ھ | علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۸۶ | تنقیح الرواۃ | انصار دہلی ۱۳۳۳ھ | سید ابو الوزیر احمد حسن | |
| ۸۷ | کشف الظنون | اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ | مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب چلپی | ۱۰۶۷ھ |
| ۸۸ | النہایہ | خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ | مجد الدین مبارک بن محمد ابن اثیر جزری | ۶۰۶ھ |
| ۸۹ | الدر النثیر | | علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی | ۹۱۱ھ |
| | مجمع البحار | کشوری ۱۳۱۴ھ | مولانا محمد طاہر بن علی فتنی ہندی | ۹۸۶ھ |
| | لسان العرب | بیروت ۱۳۷۵ھ | جمال الدین محمد بن مکرم مصری | ۷۱۱ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۹۲ | صراح | احمدی کانپور ۱۳۱۰ھ | ابو الفضل محمد بن عمر جمال قرشی | تکمیل ۶۸۱ھ |
| ۹۳ | منتہی الارب | اسلامیہ لاہور ۱۳۲۴ھ | شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری | ۸۸۴ھ |

## کتب سیرت

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۹۴ | المواہب اللدنیہ | ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ | علامہ احمد بن محمد قسطلانی | ۹۲۳ھ |
| ۹۵ | زرقانی علی المواہب | " | محمد بن عبدالباقی زرقانی مصر | ۱۱۲۲ھ |
| ۹۶ | سیرت حلبیہ | مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۴۹ھ | نورالدین علی بن برہان الدین ابراہیم حلبی | ۱۰۴۴ھ |
| ۹۷ | معارج النبوۃ | | ملا معین کاشفی ہروی واعظ حنفی | ۹۵۴ھ |
| ۹۸ | مدارج النبوۃ | نول کشور ۱۹۱۳ء | شیخ عبدالحق محدث دہلوی | ۱۰۵۲ھ |
| ۹۹ | زادالمعاد | ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ | شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم جوزی | ۷۵۱ھ |
| ۱۰۰ | جمع الوسائل | عامرہ شرقیہ مصر ۱۳۱۸ھ | ملا علی بن سلطان محمد قاری | ۱۰۱۴ھ |

## کتب عقائد

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۱ | فقہ اکبر | حلبی مصر ۱۳۲۷ھ | امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ | ۱۵۰ھ |
| ۱۰۲ | منح الروض | مصطفی البابی حلبی مصر ۱۳۷۲ھ | ملا علی قاری حنفی | ۱۰۱۴ھ |
| ۱۰۳ | شرح فقہ اکبر | مجتبائی دہلی ۱۹۱۰ء | ابوالمنتہی احمد بن محمد مغنیساوی | ۱۰۹۰ھ |
| ۱۰۴ | العقائد | سراج الدین لاہور | نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد | ۵۳۷ھ |
| ۱۰۵ | شرح العقائد | " | سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی | ۷۹۲ھ |
| ۱۰۶ | شرح الصدور | احیاء الکتب العربیہ مصر | امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی | ۹۱۱ھ |
| ۱۰۷ | تذکرۃ الموتیٰ والقبور | مجیدی کانپور ۱۳۳۳ھ | قاضی ثناء اللہ پانی پتی | ۱۲۲۵ھ |
| ۱۰۸ | کتاب الروح | دائرۃ المعارف ۱۲۲۵ھ | شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم جوزی | ۷۵۱ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۹ | تمہید ابو شکور سالمی | حزب الاحناف لاہور سنہ ۱۳۸۰ھ | ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی | پانچویں صدی سنہ ھ |
| ۱۱۰ | تکمیل الایمان | مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۴۱ھ | شیخ عبد الحق محدث دہلوی | ۱۰۵۲ھ |
| ۱۱۱ | اقامۃ القیامہ | لاہور | شاہ احمد رضا خاں بریلوی | سنہ ۱۳۴۰ھ |

## کتب تصوّف

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱۲ | قوت القلوب | شرکۃ مکتبہ مصر سنہ ۱۳۸۱ | ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی | سنہ ۱۳۸۶ھ |
| ۱۱۳ | جلاء الافہام | طباعۃ المنیریہ سنہ ۱۳۵۸ھ | ابن قیّم جوزی | سنہ ۷۵۱ھ |
| ۱۱۴ | مدخل الشرع الشریف | عامرہ شرقیہ سنہ ۱۳۲۰ھ | محمد محمد ابن امیر الحاج فاسی مالکی | سنہ ۷۳۷ھ |
| ۱۱۵ | جذب القلوب | نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۹۱۶ | شیخ عبد الحق محدث دہلوی | سنہ ۱۰۵۲ھ |

## کتب فقہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱۶ | جامع صغیر | علوی سنہ ۱۳۱۲ھ | ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی | سنہ ۱۸۹ھ |
| ۱۱۷ | جامع کبیر | استقامۃ مصر سنہ ۱۳۵۶ھ | 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۱۸ | احکام الوقف | دائرۃ المعارف | علامہ ہلال بن یحییٰ | سنہ ۲۴۵ھ |
| ۱۱۹ | قدوری | اصح المطابع کراچی | ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی | سنہ ۴۲۸ھ |
| ۱۲۰ | مضمرات | | صوفی یوسف بن عمر کادوری | سنہ ۸۳۲ھ |
| ۱۲۱ | مبسوط | السعادۃ مصر سنہ ۱۲۳۱ھ | محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی | سنہ ۴۸۳ھ |
| ۱۲۲ | خلاصۃ الفتاویٰ | الیکٹرک پریس لیتھو لاہور | طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری | سنہ ۵۴۲ھ |
| ۱۲۳ | فتاویٰ سراجیہ | نولکشور سنہ ۱۳۴۴ھ | سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی | مصنفہ سنہ ۵۶۹ھ |
| ۱۲۴ | بدائع صنائع | جمالیہ مصر سنہ ۱۳۲۸ھ | ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر ابن مسعود کاشانی | سنہ ۵۸۷ھ |
| ۱۲۵ | فتاویٰ قاضیخان | نولکشور سنہ ۱۹۲۱ھ | فقیہ النفس حسن بن منصور اوزجندی | سنہ ۵۹۲ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۲۶ | ہدایہ | مصطفائی ومجتبائی دہلی ۱۳۵۰ھ و شرکتِ علمیہ | شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی | ۵۹۳ھ |
| ۱۲۷ | نہایہ | | حسام الدین حسین بن علی صغناقی | ۷۱۰ھ |
| ۱۲۸ | کفایہ | میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ | مولانا جلال الدین خوارزمی | ۷۱۱ھ |
| ۱۲۹ | عنایہ | ″ ″ | محمد بن محمود بابرتی | ۷۸۱ھ |
| ۱۳۰ | عینی | نول کشور ۱۲۹۳ھ | علامہ بدر الدین محمود عینی | ۸۵۵ھ |
| ۱۳۱ | فتح القدیر | میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ | کمال الدین محمد بن عبدالحمید ابن ہمام | ۸۶۱ھ |
| ۱۳۲ | منیہ | قرآن محل کراچی ۱۳۷۴ھ | علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری | ۷۰۵ھ |
| ۱۳۳ | کبیری | مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ | شیخ ابراہیم بن محمد حلبی | ۹۵۶ھ |
| ۱۳۴ | صغیری | ″ ۱۳۲۵ھ | ″ ″ ″ | ″ |
| ۱۳۵ | کنز الدقائق | مجتبائی وشمس المطابع وغیرہ | ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی | ۷۱۰ھ |
| ۱۳۶ | تبیین الحقائق | امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ | فخر الدین ابومحمد عثمان بن علی زیلعی | ۷۴۳ھ |
| ۱۳۷ | رمز الحقائق | حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ | بدر الدین محمود عینی | ۸۵۵ھ |
| ۱۳۸ | منحۃ الخالق | دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ | علامہ ابن عابدین شامی | ۱۲۵۲ھ |
| ۱۳۹ | شلبی | امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ | شہاب الدین احمد شلبی | آٹھویں صدی ہجری |
| ۱۴۰ | بحر الرائق | دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ | زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم مصری | ۹۶۹ھ / ۹۷۰ |
| ۱۴۱ | مختصر الوقایہ | مجتبائی ومجیدی | عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ | ۷۴۷ھ |
| ۱۴۲ | شرح الوقایہ | سعید اینڈ کمپنی کراچی | ″ ″ ″ | ″ |
| ۱۴۳ | برجندی | | عبدالعلی برجندی | ۸۷۹ھ |
| ۱۴۴ | جامع الرموز | نولکشور ۱۳۰۹ھ | شمس الدین محمد خراسانی قہستانی | ۹۶۲ھ |
| ۱۴۵ | عمدۃ الرعایہ | مجیدی | علامہ عبدالحی لکھنوی | ۱۳۰۴ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴۶ | غرر الاحکام | درالسعادہ مصر سنہ ۱۳۲۹ھ | ملا خسرو محمد بن فرامرز | سنہ ۸۸۵ھ |
| ۱۴۷ | درر الحکام | 〃 〃 | 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۴۸ | غنیۃ ذوی الاحکام | درالسعادہ مصر سنہ ۱۳۲۹ھ | حسن بن عمار وفائی شرنبلالی | سنہ ۱۰۶۹ھ |
| ۱۴۹ | زاد الفقیر | جید برقی پریس دہلی سنہ ۱۳۵۲ھ | محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام | سنہ ۸۶۱ھ |
| ۱۵۰ | فتاوٰے برہنہ | نول کشور کانپور سنہ ۱۹۱۴ء | نصیر الدین مینائی | دسویں صدی |
| ۱۵۱ | ملتقے الابحر | دار الطباعۃ عامرہ مصر سنہ ۱۳۱۶ھ | شیخ ابراہیم بن محمد حلبی | سنہ ۹۵۶ھ |
| ۱۵۲ | مجمع الانہر | 〃 〃 〃 | محمد بن سلیمان شیخ زادہ | سنہ ۱۰۷۸ھ |
| ۱۵۳ | الدر المنتقیٰ | 〃 〃 〃 | علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی | سنہ ۱۰۸۸ھ |
| ۱۵۴ | الحاوی للفتاوی | منیریہ درب الاتراک سنہ ۱۳۵۲ھ | جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی | سنہ ۹۱۱ھ |
| ۱۵۵ | کتاب الفقہ | دار الکتب مصر سنہ ۱۳۶۹ھ | عبد الرحمٰن جزیری | ۱۴ویں صدی |
| ۱۵۶ | متین شامی | درالسعادہ سنہ ۱۳۱۵ھ | علامہ ابن عابدین شامی | سنہ ۱۲۵۲ھ |
| ۱۵۷ | فتاوی امام غزی | اہل السنۃ والجماعۃ بریلی سنہ ۱۳۳۲ھ | محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی | سنہ ۱۰۰۴ھ |
| ۱۵۸ | تنویر الابصار | احمدی دہلی ودار السعادہ سنہ ۱۳۲۴ھ | محمد بن عبد اللہ تمرتاشی غزی | سنہ ۱۰۰۴ھ |
| ۱۵۹ | در المختار | 〃 〃 | علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی | سنہ ۱۰۸۸ھ |
| ۱۶۰ | غایۃ الاوطار | نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۳۱۰ھ | مولوی خرم علی | سنہ ۱۲۷۱ھ |
| ۱۶۱ | رد المحتار | احمدی دہلی ودار السعادہ سنہ ۱۳۴۴ھ | سید محمد امین ابن عابدین شامی | سنہ ۱۲۵۲ھ |
| ۱۶۲ | التحریر المختار لرد المحتار | امیریہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ | شیخ عبد القادر رافعی | سنہ ۱۳۲۳ھ |
| ۱۶۳ | طحطاوی علی الدر | دار الطباعۃ عامرہ مصر سنہ ۱۲۵۴ھ | سید احمد بن محمد طحطاوی | سنہ ۱۲۳۱ھ |
| ۱۶۴ | نور الایضاح | عیسے البابی الحلبی سنہ ۱۳۵۶ھ | حسن بن عمار وفائی شرنبلالی | سنہ ۱۰۶۹ھ |
| ۱۶۵ | مراقی الفلاح | 〃 〃 | 〃 〃 〃 | 〃 |
| [illegible] | حاشیہ طحطاوی | 〃 〃 | سید احمد بن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی | سنہ ۱۲۳۱ھ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۶۷ | فتاوی عالمگیر | مجیدی کانپور سنہ ۱۳۵۰ھ | ملا نظام الدین برہانپوری وغیرہ | سنہ ۱۱۰۹ھ |
| ۱۶۸ | العقود الدریہ | میمنہ مصر سنہ ۱۳۱۰ھ | سید محمد امین ابن عابدین شامی | سنہ ۱۲۵۲ھ |
| ۱۶۹ | فتاوی عبدالحی | یوسفی فرنگی محل سنہ ۱۹۶۲ء | مولانا عبدالحی لکھنوی | سنہ ۱۳۰۴ھ |
| ۱۷۰ | فتاوی رضویہ | | مولانا احمد رضا خاں بریلوی | سنہ ۱۳۴۰ھ |
| ۱۷۱ | کفل الفقیہ الفاہم | دار الاشاعت، نوری کتب خانہ لاہور | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۲ | بذل الجوائز | نوری کتب خانہ لاہور | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۳ | فتاوی افریقیہ | | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۴ | احکام شریعت | مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۵ | کشف شافیا | لیتھو برقی پریس کانپور | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۶ | المحجۃ المؤتمنہ | | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۷ | اسواط العذاب | | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۷۸ | لمعۃ الضحٰی | لاہور نوری کتب خانہ | 〃 〃 | سنہ ۱۳۴۰ھ |
| ۱۷۹ | نہج السلامہ | 〃 〃 | 〃 〃 | 〃 |
| ۱۸۰ | بہارِ شریعت | رفاہِ عام آگرہ | مولانا محمد امجد علی اعظمی | سنہ ۱۳۶۷ھ |
| ۱۸۱ | حاشیہ شامی | غیر مطبوعہ | فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی | سنہ ۱۴۰۳ھ |
| ۱۸۲ | انوار التعن الدولہ | ۱۳۷۵ھ/۱۹۳۸ء | 〃 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۸۳ | فیئ الزوال | ۱۳۶۰ھ دین محمدی پریس لاہور | 〃 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۸۴ | تجلی العساجد لعمار المساجد | ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء | 〃 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۸۵ | تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین | ۱۳۷۸ھ | 〃 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۱۸۶ | بدار البشری | نشار آرٹ پریس لاہور ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء | 〃 〃 〃 〃 | 〃 |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۸۷ | مکبر الصوت | لاہور آرٹ پریس لاہور ۱۳۷۸ھ | فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی | ۱۴۰۳ھ |
| ۱۸۸ | ضمیمہ مکبر الصوت | " " | " " " " | " |

# کتب اصولِ فقہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۸۹ | اصول الشاشی | رحیمیہ دیوبند | نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی | ۳۲۵ھ |
| ۱۹۰ | مختصر المنتہیٰ | کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ | جمال الدین عثمان بن عمر بن حلیب مالکی | ۶۴۶ھ |
| ۱۹۱ | شرح قاضی عضد | " " " | عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد ایجی | ۷۵۶ھ |
| ۱۹۲ | حاشیہ تفتازانی | " " " | علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی | ۷۹۲ھ |
| ۱۹۳ | منار الانوار | سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ | ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی | ۷۱۰ھ |
| ۱۹۴ | افاضۃ الانوار | دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۲۸ھ | سعد الدین ابو الفضائل دہلوی | ۸۹۱ھ |
| ۱۹۵ | نسمات الاسحار | " " | علامہ ابن عابدین شامی | ۱۲۵۲ھ |
| ۱۹۶ | شرح المنار لابن ملک | دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۰۶ھ | مولوی عبداللطیف بن الملک ابن ملک | ۸۸۵ھ |
| ۱۹۷ | شرح المنار لابن شامی | " " " | زین الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر ابن عینی | ۸۹۳ھ / ۸۹۱ |
| ۱۹۸ | نور الانوار | سعید ایچ ایم کراچی ۱۳۷۹ھ | شیخ احمد ملا جیون | ۱۱۳۰ھ |
| ۱۹۹ | تنقیح الاصول | قصہ خوانی پشاور، مصر | عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ | ۷۴۷ھ |
| ۲۰۰ | توضیح | " " " | " " " " | " |
| ۲۰۱ | تلویح | " " " | سعد الدین مسعود تفتازانی | ۷۹۲ھ |
| ۲۰۲ | تحریر الاصول | مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۱ھ | علامہ ابن ہمام محقق علی الاطلاق | ۸۶۱ھ |
| ۲۰۳ | تیسیر التحریر | " " " | محمد امین امیر بادشاہ | |
| ۲۰۴ | الاشباہ والنظائر | نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء | زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری | ۹۷۰ھ |
| ۲۰۵ | شرح الحموی | نولکشور " | شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی مصر | ۱۰۹۸ھ |



Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| مسلم الثبوت | نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء | ملا محب اللہ بن نظام الدین بہاری | ۱۱۱۹ھ |
| فواتح الرحموت | 〃 〃 | بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی | ۱۲۲۵ھ |

## متفرقات

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۰۸ | براہین قاطعہ | تجلی لبرک پریس | رشید احمد گنگوہی | ۱۳۲۳ھ |
| ۲۰۹ | صراطِ مستقیم | | سید احمد بریلوی | ۱۲۴۶ھ |
| ۲۱۰ | الدار والدوار | | مولوی صدیق حسن خاں بھوپالی | ۱۳۰۷ھ |
| ۲۱۱ | ثمار التنکیت | شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۳ھ | 〃 〃 〃 | 〃 |
| ۲۱۲ | تقویۃ الایمان | | محمد اسماعیل دہلوی | ۱۲۴۶ھ |
| ۲۱۳ | حلِ سوالاتِ مشکلہ | نظامی کانپور ۱۲۸۹ھ | نواب صدیق حسن خاں بھوپالی | ۱۳۰۷ھ |
| ۲۱۴ | بہشتی زیور | | اشرف علی تھانوی | ۱۳۶۲ھ |

## رسائل

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۱۵ | رضوان ہفت روزہ | لاہور | ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء |
| ۲۱۶ | نوری کرن، ماہنامہ | بریلی | ستمبر ۱۹۶۰ء ربیع الاول ۱۳۸۰ھ |
| ۲۱۷ | سالک، 〃 | راولپنڈی | دسمبر ۱۹۶۱ء |

---



Marfat.com